بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ ثالث عشر)

کتاب الوقف، احکامِ مساجد وعیدگاہ

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

○ نام کتاب : کتاب النوازل (جلدِ ثالث عشر)
○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
○ ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
○ کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفر نگری
○ ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**
09412635154 - 09058602750
○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی
011-23289786 - 23289159
○ اشاعتِ اول : ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء
○ صفحات : ۶۰۸
○ قیمت : ۴۰۰/روپئے

ملنے کے پتے:

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**
○ مکتبہ صدیق اَینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**
○ کتب خانہ یحیوی محلّہ مفتی سہارن پور
○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

❐❖❐

بسم اللہ الرحمن الرحیم

○

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ:

فَسْئَلُوْآ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبيآء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

○

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۱/ ٤٩ رقم: ۳۳٦، سنن ابن ماجة ۱/ ٤۳ قم: ٥۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

○

اجمالی فہرست

کتاب الوقف

اَحکامِ مساجد

آدابِ مساجد

اَحکام عیدگاہ

❏❖❏

تفصیلی فہرست

کتابُ الوقف
وقف کے مسائل

٣٢

متولی اَوقاف؛ شرائط واَحکام ٨٩

اَوقاف میں تصرف کرنا ١٠٣

اَوقاف کی زمینوں کا تبادلہ

اَحکام مساجد

مسجد کی بناء و تعمیر

مسجدِ شرعی

سرکاری زمین مسجد میں استعمال کرنا ۲۵۵

مساجد کی تولیت ۲۷۴

مسجد کی آمدنی اور اُس کا مصرف ۲۹۰

مسجد کا پیسہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا مسجد میں لگانا ۳۸۱

مسجد میں مدرسہ وغیرہ قائم کرنا ۴۰۱

مسجد کی اَشیاء کرایہ پر دینا ۴۲۰

مسجد میں لاؤڈ اِسپیکر اور اُس کا استعمال

مسجد کی چیزیں ذاتی استعمال میں لانا ۴۴۵

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں استعمال کرنا ۴۶۰

مسجد میں خارجی تصرف کرنا ۴۷۰

آدابِ مساجد

مسجد میں سونا اور رہائش اختیار کرنا ۵۰۷

مسجد کے قریب طہارت خانہ بنانا ۵۱۹

مسجد میں بدبودار چیز داخل کرنا ۵۲۸

مسجد کی صفائی ستھرائی کرنا ۵۳۶

مسجد میں زیب وزینت کرنا ۵۴۰

مسجد میں تعلیم و تعلم

متفرقات اَحکام مساجد

اَحکام عیدگاہ ۵۷۵

❒❖❒

کتابُ الوقف

وقف کے مسائل

صدقۂ جاریہ کی بہترین شکل کیا ہے؟

سوال (۱):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقہ جاریہ کے واسطے بہتر اوراعلیٰ کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صدقہ جاریہ کی ایک بہترین شکل وقف فی سبیل اللہ بھی ہے، یعنی کوئی جائیداد مسجد یا مدرسہ یا عامۃ المسلمین کے نفع کے لئے وقف کردی جائے، وغیرہ۔ اِس طرح کے اَوقاف کا ثواب تادیر جاری اور باقی رہتا ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن سعد بن عبادة رضي اللّٰه عنه أخا بني ساعدِ ة تُوفيت أمه وهو غائب عنها فأتى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! إن أمي توفيت وأنا غائبٌ عنها، فهل ينفعها شيء إن تصدقتُ بهٖ عنها؟ قال نعم! قال: فإني أشهدک أن حائطي المِخراف صدقةٌ عليها. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا / باب الإشهاد في الوقف والصدقة ۳۸۷/۱ رقم: ۲۷٦۲ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله، إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علمٍ يُنتفع به، أو ولدٍ صالحٍ يدعو له. (صحيح مسلم، كتاب الوصية / باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ۴۱/۲ رقم: ۱٦۳۱ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لئے زمین وقف کرنا؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے تقریباً ۱۵-۱۶/ سال قبل زید نے ایک زمین مسجد عائشہ حفاظت نگر، انکلیشور گجرات کو یہ کہہ کر دی تھی کہ مسجد کا مکتب یہاں منتقل کردیا جائے، اور تعلیمی سلسلہ یہاں شروع کیا جائے۔ واضح رہے کہ زید نے مکتب کے لئے وہ جگہ دیتے وقت کوئی شرط نہیں لگائی تھی، اُس وقت زید وہ زمین مسجد کے مکتب کے نام کرنا بھی چاہتا تھا؛ لیکن مسجد کا ٹرسٹ نہ ہونے کی وجہ سے ذمہ داروں نے وہ زمین مسجد کے مکتب کے نام رجسٹرڈ نہیں کرائی، چناں چہ زید نے وہ زمین اپنے ایک رشتہ دار ابوبکر کے نام لکھ دی کہ ضرورت کے وقت جب مسجد کا ٹرسٹ قائم ہوجائے گا تو وہ زمین ابوبکر مسجد کے مکتب کے نام کردے گا۔

صورتِ حال یہ ہے کہ وہ زمین ۱۵-۱۶/ سال سے مسجد ہی کی تحویل میں ہے اور اس پر قبضہ بھی مسجد کا ہی ہے، مسجد نے اپنے خرچہ سے زمین کے ایک حصہ میں چند کمرے زید کی اجازت سے بنوائے ہیں، جن کا کرایہ امام ومؤذن کی تنخواہ اور دیگر ضروریاتِ مسجد مثلاً مرمت، تعمیر وغیرہ میں استعمال ہورہا ہے، اور ایک حصہ یوں ہی مکتب کے نام پر خالی پڑا تھا؛ البتہ مسجد نے دیوار قائم کرکے اُس کا اِحاطہ بنادیا تھا، اور ابھی چند سال قبل مسجد کے استنجاء خانے خراب ہونے کی وجہ سے اسی جگہ میں عارضی طور پر استنجاء خانے اور غسل خانے بھی بنوائے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید کی دی ہوئی وہ زمین اب تک ہر اعتبار سے مسجد ہی کے قبضہ وتصرف میں ہے۔

اَب سے چند سال قبل کوشش بسیار کے بعد الحمد للہ مسجد کا ٹرسٹ قائم ہوگیا ہے، جس میں ایک ٹرسٹی خود ابوبکر بھی ہے، جس کے نام فی الحال وہ زمین ہے، جب ٹرسٹ کے لوگ ابوبکر کو وہ زمین مسجد کے مکتب کے نام کرنے کی بات کرتے ہیں، تو وہ قولاً ہاں کہتا ہے؛ لیکن عملاً انکار کی صورت ہوتی ہے، بہرحال ٹرسٹ کے چند افراد اس زمین پر ٹین شیڈ ڈال کر فرش وغیرہ پلاسٹر کرکے مکتب وہاں منتقل کرنا چاہتے ہیں، اور وہاں مدرسہ کے نام کا بورڈ بھی لگادیا گیا ہے، بورڈ لگاتے

وقت ابوبکر کے رشتہ داروں نے ہنگامہ کیا اور یہ کہا کہ چوں کہ مکتب کی یہ جگہ فی الحال ابوبکر ٹرسٹی کے نام ہے؛ اِس لئے اُس کی اجازت کے بغیر یہاں مکتب شروع کرنا حرام اور ناجائز ہے، جب کہ زید (اصل مالک زمین) نے مسجد کا ٹرسٹ نہ ہونے کی وجہ سے اُس جگہ کو ابوبکر ٹرسٹی کے نام کیا تھا، جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں تحریر کیا جا چکا ہے، ہنگامہ کے موقع پر زید (اصل مالک زمین) بھی آیا تھا اور اُس نے کہا کہ بلڈنگ پلان کے ساتھ کام کرو اور مکتب چلاؤ، ابھی فی الحال مسجد کے مکتب کے فنڈ میں اتنی رقم نہیں ہے کہ مکتب کے لئے بلڈنگ تعمیر کی جا سکے، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ:

(۱) زید کا مسجد کے مکتب کو زمین دینا اور مسجد کے مکتب کا اُس پر اتنے عرصے سے قابض رہنا وقف کہلائے گا یا نہیں؟

(۲) اگر یہ وقف ہے تو زید کا یا اس کے رشتہ دار ابوبکر ٹرسٹی کا وہ زمین مسجد کے مکتب کے نام نہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اب اتنی مدت کے بعد زید خود یا اُس کے رشتہ دار ابوبکر ٹرسٹی وہ زمین دینے سے انکار کریں یا اپنی بات بدلیں، تو کیا اُس کے حصول کے ذرائع استعمال کئے جا سکتے ہیں؟

(۴) اگر زید یا اُس کے رشتے دار ابوبکر ٹرسٹی وغیرہ اب وہ جگہ (مسجدِ عائشہ، حفاظت نگر کو مکتب کے لئے دے چکے ہیں) کسی دوسری جگہ مسجد یا مدرسہ کے نام وقف کرنا چاہیں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگر اُس جگہ کا وقف صحیح ہوا اور شرعاً وہ جگہ مسجد کے مکتب کی ہے، تو ٹرسٹیوں کو اُس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے، یا خوفِ نزاع سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے؟ اور ٹرسٹیوں کی یہ خاموشی (زمین کی عدم حصول یابی) شرعاً کیسی ہے؟

(۶) نیز ہنگامہ کے وقت زید کا یہ کہنا کہ بلڈنگ پلان کے ساتھ کام کرو، تو کیا بغیر بلڈنگ کے نہیں چل سکتا؟ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲-۳) برتقدیرِ صحتِ واقعہ حسبِ تحریرِ سوال زید

نے اپنی زمین مسجد عائشہ حفاظت نگر انکلیشور میں چلنے والے دینی مکتب کے لئے خاص کی تھی، اور مسجد کا ٹرسٹ رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے مصلحۃً اپنے رشتہ دار ابوبکر کے نام رجسٹری کردی تھی؛ لیکن عملاً یہ جگہ مسجد ہی کے قبضہ وتصرف میں تھی، اِسی بناپر وہاں ضرورت پڑنے پر مسجد کے لئے طہارت خانے بھی بنوائے گئے، اور کرایہ کے لئے کمروں کی بھی تعمیر ہوئی، جن سے حاصل شدہ آمدنی مسجد کی ضروریات میں خرچ ہوتی رہی، اور اِس درمیان زید نے کبھی کوئی اعتراض نہیں اٹھایا، یہ اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ زید نے یہ جگہ مسجد کی ملکیت میں دے کر مسجد ہی کو قابض ودخیل بنادیا تھا، اور قانونی مصلحت سے یہ جگہ ابوبکر کے نام کردی گئی تھی، پس اِس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرعاً اس جگہ پر مسجد عائشہ کی ملکیت ثابت ہوچکی ہے اور زید یا ابوبکر کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہا ہے، اور چوں کہ مسجد کا ٹرسٹ قائم ہو چکا ہے، اس لئے ابوبکر پر لازم ہے کہ وہ یہ جگہ مسجد عائشہ کے ماتحت چلنے والے مکتب کے نام منتقل کردے، کیوں کہ اب کوئی قانونی رکاوٹ نہیں رہی۔

الهبة تصح بالإيجاب والقبول والقبض ...... وتنعقد بقوله: وهبت ونحلت، وأعطيت. (الهداية ۲۸۳/۳ الأمين كتابستان ديوبند، ۲۳۷/٦-۲۳۹ كراچی)

وتتم بالقبض الكامل ويمنع الرجوع فيها الزيادة المتصلة كبناء وغرس وسمن. (الدر المختار مع الرد المحتار / كتاب الهبة ۴۹۳/۸-۵۰٤ زكريا)

لا يتم التبرع إلا بالقبض. (قواعد الفقه رقم القاعدة: ۲٦۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحرالرائق، كتاب الحدود / باب حد القذف ٦۸/۵، الفتاویٰ الهندية ۱٦۸/۲ زكريا، مستفاد: امداد المفتيين ۸۹۰/۲)

(۴) یہ جگہ چوں کہ مسجد عائشہ کو دی جا چکی ہے، اِس لئے اَب یہ کسی دوسری مسجد یا مدرسہ کی طرف منتقل نہیں کی جاسکتی۔

وقدمنا عنه قريبامن أن الفتویٰ علی أن المسجد لا يعود ميراثا، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر. (الرد المحتار على الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ۵٤۹/٦ زكريا)

الـذي تـحصل من كلامه أنه إذا وقف كتبًا وعيّن موضعها، فإن وقف على أهل ذٰلک الموضع لم يجز نقلها منه لا لهم ولا لغيرهم. (الرد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل كتب الوقف من محلها ٦/٥٥٩ زكريا، فتاویٰ دار العلوم ١٣/١٨٨)

من سعى في نقض ماتم من جهة فسعيه مردود. (قواعد الفقه ١٢٩ رقم القاعدة: ٣٥٣٥)

(۵) یہ جگہ مسجدِ عائشہ کی ملکیت میں ہے، اور مسجد کی مملوکہ جائیدادوں کا تحفظ اور اُس کے حصول کی کوشش انتظامیہ کی ذمہ داری ہے، اس لئے حتی الامکان اُس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔

قال في الإسعاف: ولا يؤلى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه. (الرد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ٦/٥٧٨ زكريا)

(۶) زید کا یہ کہنا کہ بلڈنگ پلان کے ساتھ کام کرو، اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ زمین واپس لینا چاہتا ہے؛ بلکہ یہ ایک اچھا مشورہ ہے، مسجد والے اگر اس مشورہ کو قبول کر کے پلاننگ کے ساتھ مکتب کے لئے بلڈنگ بنائیں، تو بہتر رہے گا، اور جب ہمت سے کام شروع کریں گے، تو اللہ کی مدد بھی آئے گی۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [آل عمران، جزء آیت: ١٥٩]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الدين النصيحة. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في النصيحة ٢/١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَپنے گھر کی زمین مسجد میں دینا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید ایک وقف شدہ مکان میں رہتا ہے اس کے گھر کے بالکل بغل میں ایک مسجد ہے، اُس کی دیواریں اُس کے گھر میں ہیں، آیا گھر کی کچھ زمین مسجد میں دے سکتا ہے یا نہیں، اگر دے چکا ہے، تو اُس کو کیا کرنا چاہئے؟ اور وقف شدہ مکان میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے گھر کی زمین مسجد میں دینا شرعاً درست ہے، اور جو زمین مسجد میں دے دی جائے، وہ خود بخود وقف ہوجاتی ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

وركنه الألفاظ الخاصة كأرضي هٰذه صدقةٌ، قال الشامي: أو ما يدل عليه كلفظ صدقة، أو لفظ المساكين، ونحوه كالمسجد الخ. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوقف ٦/٥٢٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عارضی طور پر نماز پڑھنے کے لئے زمین دینا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس کچھ زمین خالی پڑی ہے اور اُس کے ۳۰-۴۰ گز کے بعد ایک بازار قائم ہونے کا احتمال ہے؛ اس لئے اُس کے گاؤں کے چند آدمی نے اُس سے کہا کہ تمہاری زمین جو خالی پڑی ہے وہ زمین کچھ دنوں کے لئے ہمیں دے دو، ہم وہاں کچھ دنوں تک نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر حجرہ بنائیں گے، اُس کے بعد اگر وہ بازار قائم ہوگیا، تو اُس حجرہ کو منتقل کر کے بازار میں لے جائیں گے، اور اگر وہ بازار قائم نہیں ہوا تو حجرہ کو توڑ ڈالیں گے، اور تمہاری زمین خالی ہوجائے گی، تو اِس طرح زید کو حجرہ بنانے کے لئے زمین دینا اور اِس طرح نماز پڑھنے کے لئے حجرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے؟ تو پھر اُس حجرہ کو توڑنے یا اُس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے بعد اس جگہ کا کیا حکم ہوگا؟ اُس میں مکان یا بیت الخلاء وغیرہ بنانا یا زراعت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا عارضی طور پر اپنی زمین نماز پڑھنے کے لئے دینا شرعاً جائز ہے، قریب میں بازار قائم ہونے کے بعد یا بازار قائم نہ ہونے کی صورت میں جب زمین زید کو واپس کردی جائے، تو زید اپنی زمین کا بدستور سابق مالک رہے گا، اور تمام مالکانہ تصرفات زراعت وتعمیر وغیرہ کی مکمل اِجازت ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ عارضی طور پر کچھ دنوں کے لئے زمین نماز پڑھنے کے واسطے دینے سے وہ شرعی مسجد نہیں بنتی۔

رجل له ساحة لابناء فيها أمر قومًا أن يصلوا فيها بجماعة، فهٰذا على ثلاثة أوجه – إلى قوله – وأما إن وقت الأمر باليوم أو الشهر أو السنة، ففي هٰذا الوجه لا تصير الساحة مسجدًا، لو مات يورث عنه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ۲/ ٤٥٥ زكريا)

ولو أمر القوم أن يصلوا فيه بجماعة صلاة أو صلوات يومًا أو شهرًا لا يكون مسجدًا. (الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ۸/ ۱۵۷ رقم: ۱۱٤۹۹ زكريا)

فلو أذن لقوم أو للناس شهرًا أو سنةً مثلاً لا يزول ملكه. (مجمع الأنهر ۲/ ۵۹ بيروت، ۲/ ۵۹۳ مكتبه فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/ ۲/ ۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام رجسٹری کے بغیر صرف زبانی وقف کرنا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد حنیف ایک زمین دار آدمی ہے، اُس نے اپنی زمین کو مسجد بنوانے کے لئے وقف کیا؛ لیکن کسی کاغذ میں لکھوا کر یا رجسٹری کر کے مسجد کے نام سے نہیں دیا، صرف گاؤں کے لوگوں کی موجودگی میں زبانی وقف ہوا تھا، اور اِس وقف شدہ زمین میں مسجد بھی ایک پھونس کی بنوائی گئی تھی، اور کافی

دنوں تک اِسی پھونس کی مسجد میں پورے گاؤں والے نماز پنج گانہ ادا کرتے رہے۔ اب ہوا یہ کہ اسی گاؤں میں ایک دوسری جامع مسجد تعمیر کی گئی، اور محمد حنیف نے پرانی زمین جس میں پھونس کی مسجد ہے اُس کے بدلہ میں دوسری زمین جامع مسجد بنوانے کے لئے وقف کیا ہے، اور پرانی زمین کو محمد مسلم کے پاس فروخت کردیا تھا، اور محمد مسلم کو آدھی زمین رجسٹری کراکے دیا تھا، اور آدھی باقی رہی تھی، پھر محمد مسلم اُسی زمین کو فروخت کرکے دوسری جگہ منتقل ہوگئے اور محمد مسلم سے اِس زمین کو ضدین مشترین کی بناء پر گاؤں والوں نے بنا سود دِلوادیا، اور بنا سود پوری زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اِس پر محمد حنیف نے اَمین پٹواری لاکر کے زمین کو ناپا اور کاغذ دیکھے تو پوری زمین رجسٹری کرکے نہیں دیا ہے، کچھ باقی ہے، اِس پر ضد ہوکر گاؤں والوں نے یہ کہا کہ یہ زمین تو مسجد کے نام سے وقف کیا تھا، یہ مسجد کی ہے، اور زبردستی گاؤں والوں نے اس زمین کے چاروں طرف سے اینٹ کی دیوار دے کر گھیر دیا ہے، اور اندر پھول وغیرہ لگوادئے ہیں۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ زمین جو بغیر کسی کاغذ یا رجسٹری کے محمد حنیف نے وقف کیا تھا مسجد کے نام سے وہ مسجد کی ہے یا محمد حنیف کی ہے، اور جن لوگوں نے زبردستی اس کو مسجد کی زمین کہہ کر گھیر دیا ہے، اُن پر کیا گناہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محمد حنیف کے وقف کرنے کے بعد جب وہ جگہ مسجد بن گئی اور اُس میں نماز بھی ہوتی رہی، تو یہ وقف تام ہوگیا، اُس کی رجسٹری ضروری نہیں، اور اب اُس کا فروخت کرنا ہبہ کرنا وغیرہ کچھ بھی جائز نہیں ہے، اور محمد حنیف نے جو تصرف کیا ہے، وہ شرعاً غیر معتبر ہے۔

ولو قال وهبت داري للمسجد وأعطيتها له صح ويكون تمليكاً. قالوا إن أمرهم بالصلاة أبدا أو أمرهم بالصلاة فيها بجماعة ولم يذكر الأبد؛ لأنه أراد بها الأبد، ثم مات لا يكون ميراثًا. (طحطاوي على الدر ٥٣٦/٢، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٢٩٠/٣ زكريا)

وہ زمین ہمیشہ کے لئے مسجد ہوگئی ہے، اِس لئے دیگر مساجد کی طرح اس کی حفاظت ضروری ہے، جن لوگوں نے اینٹ وغیرہ سے گھیر کر اس کو محفوظ کر دیا ہے، اُن کا فعل شرعاً درست ہے۔

وقال أبویوسفؒ: هو مسجد أبدًا إلی قیام الساعة لا یعود میراثًا ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: فیما لو خرب المسجد أو غیره ٥٤٩/٦ زکریا، البحر الرائق / کتاب الوقف ٢٥١/٥ کراچی، کذا في خلاصة الفتاویٰ / الفصل الرابع في المسجد ٤٢٤/٤ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۱۵ھ

زبانی وقف کرنے کے بعد رجسٹری کرانا ضروری نہیں

سوال (٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مسجد کے لئے پلاٹ خرید کر اُس میں مسجد تعمیر کرادی ہے اور زبانی اعلان سے وقف کر دیا ہے، مگر کاغذات میں وقف اِس لئے نہیں لکھوایا کہ لوگ مداخلت بے جا کر کے اُس میں دینی تعلیمی کام بھی نہیں ہونے دیں گے، تو کیا اِس صورت میں وہ مسجد نہیں کہلائے گی؟ اور اُس میں ثواب مسجد کا نہیں ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زبانی اعلان سے بھی وقف صحیح اور نافذ ہوجاتا ہے، رجسٹری لازم نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ مسجد شرعی کہلائے گی، اور اُس میں نماز پڑھنے سے بلاشبہ مسجد کا ثواب ملے گا۔

وبقوله وقفتها في حیاتي وبعد وفاتي مؤبداً .... ولا یتم حتی یقبض ویفرز. (تنویر الأبصار، کتاب الوقف / مطلب في وقف المریض ٥٣٣/٦-٥٣٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کو نہ دے کر مکان مدرسہ کے نام وقف کرنا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر جس مکان میں رہتا ہے یہ والد صاحب نے خریدا تھا، والدہ کے نام بیع تھی، یہ کچا مکان تھا، احقر نے کما کر اس کی پختہ تعمیر کرائی، احقر کی تین بہنیں اور ہم دو بھائی ہیں، والد صاحب نے میرے بڑے بھائی کو زندگی میں حصہ دے دیا تھا، کچھ میرے نام تعمیری کام کرنے کے عوض میں میرے نام کر دیا تھا، اور بقیہ حصہ قبل وفات میرے بڑے لڑکے کے نام وصیت کر دیا تھا کہ بعد میرے انتقال میرا پوتا مالک ہے، اور انتقال فرما گئے۔ والد صاحب کے انتقال سے قبل والدہ صاحبہ نے انتقال فرمایا تھا، میرے والد کے انتقال کے بعد میرے بڑے لڑکے نے مکان کا وہ حصہ جو اس کے نام وصیت تھا، بذریعہ سرکاری عدالت میرے نام کر دیا، اب میں اس مکان میں تنہا اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں، اولادیں سب علیحدہ دور ہیں، یہ میری تیسری بیوی ہے، بیوی کی مدد حاصل کرتے ہوئے گھر میں دینی مدرسہ قائم کیا، اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کو ترقی عطا فرمائی، آج یہ مدرسہ بنام ''جامعہ اصلاح البنات'' میں درجہ پنجم تک لڑکے لڑکیاں دونوں پڑھتے ہیں، درجہ ششم سے صرف لڑکیاں درجہ ہشتم تک صرف دینی تعلیم جو پانچ مضامین مع قرأت ودستکاری، کپڑا سلائی اور کپڑے پر کڑھائی واون کی بُنائی، گویا خالص دینی تعلیم مع دستکاری جاری ہے، بحمد اللہ عمارت میں قدرے توسیع بھی ہو چکی ہے، دوسری منزل میں نے تیار کی، خود اور میری بیوی اور دو معلّمہ درس دیتی ہیں، مدرسہ ماہانہ معاوضہ فیس پر چلتا ہے، میری موجودہ بیوی کے علاوہ اور کسی اولاد کو مدرسہ سے دلچسپی ومحبت نہیں ہے، احقر بحمد اللہ مستند حافظ وقاری ہے، عربی وفارسی جماعت سوم تک کافیہ، شرح جامی تک تعلیم حاصل کی ہے، احقر نے اپنی بڑی بیوی مرحومہ کے بڑے لڑکے اور بیوی بچوں سے مدرسہ سنبھالنے کی امید کر رکھی تھی، جو صاف انکار کر دیا گیا، میں چاہتا ہوں کہ یہ مدرسہ بعد میری وفات جاری رہے، اس فکر کو رکھ کر چاہتا ہوں کہ اس مکان بنام ''رحمانی منزل'' میں مدرسہ ''جامعہ اصلاح البنات'' کے نام سے عمارت رحمانی منزل کو مدرسہ کے نام وقف کر کے ترتیب وار خاندان والوں کو

متولی بنادوں؛ تا کہ یہ مدرسہ جاری رہے، ورنہ زبردست اندیشہ ہے کہ بعد میری وفات فساد وخون خرابہ ہوگا، تقسیم جائیداد پر، کیوں کہ ایک بیوی موجودہ اور پہلی بیوی مرحومہ کی اولاد اور دوسری بیوی مطلقہ بیوی کی اولاد میں تنازع ہے، بعد انتقال اور بڑھ سکتا ہے؛ لہٰذا کیا میں یہ بنام ''رحمانی منزل'' مکان مدرسہ کے نام وقف کرسکتا ہوں، اور کس طرح اور کیا مدرسہ کی آمدنی سے اخراجات مدرسہ واخراجاتِ متولی وقف جائیداد کے بعد کل ورثہ کے حقوق دینے ہوں گے؟ اس میں شرعی طور پر کس طرح ہوں گے، اور بہتر طریقہ کیا ہوگا، بتلایا جائے؟ میری پہلی بیوی سے سات اولادیں موجود ہیں، بقیہ کا انتقال ہو چکا ہے، صرف ایک لڑکی دوسرا لڑکا، دونوں شادی شدہ ہیں، لڑکا علیحدہ ہے، کوئی مدد نہیں کرتا ہے، دوسری بیوی مطلقہ سے چھ اولادیں ہیں، ۵ لڑکیاں ایک لڑکا، سب کے سب مطلقہ کے ساتھ ہیں، باوجود کوشش ونوٹس کے بھی میری تحویل میں نہیں آتے ہیں، مگر بعد انتقال ان سے زبردست خطرہ ہے، تیسری بیوی بیوہ موجودہ بوقت نکاح دولڑکے نابالغ میری تحویل میں برائے پرورش آئے، وہ بالغ ہوکر شادی شدہ اب اپنے والد مرحوم کی جائیداد میں رہتے ہیں، مجھ سے اب علیحدہ ہیں، کیا میں اپنی عمارت مدرسہ کے نام وقف کرسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ چاہیں تو اپنا مکان اپنی زندگی میں باقاعدہ مذکورہ مدرسہ کے نام وقف کرسکتے ہیں، وقف تام ہونے کے بعد اس کی آمدنی اور منافع میں دیگر وارثین کا حق نہ ہوگا۔

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم یکن مخالف الشرع وهو مالک فله أن یجعل ماله حیث شاء ما لم یکن معصیة. (شامي، کتاب الوقف / مطلب شرائط الوقف معتبرة ٦/٥٢٧ زکریا)

لأن شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف کنص الشارع، أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر، کتاب الوقف / الفن الثاني: الفوائد: ٢/١٠٦ إدارة القرآن کراچی)

شـرط الـواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الـدر الـمـخـتـار، كتـاب الـوقف / مـطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مـفهـوم الـمخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الـفـن الثـاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴؍۵؍۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ورثہ کی موجودگی میں پوری زمین مسجد کے نام وقف کرنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وبکر وغیرہ چار حقیقی بھائی صاحبِ اولاد ہیں، اور اپنی ذاتی صحرائی آراضی میں ہمیشہ زراعت سے گذر بسر کرتے ہیں، اب اِن چاروں میں بڑا بھائی گردشِ تقدیر سے ضعیف العمر ہونے تک اپنی تمام اولاد سپرد خاک کردیتا ہے، اور زید مع اہلیہ بے یار ومددگار لاولد رہ جاتے ہیں، لاولد ہونے کے قریب ۵-۶؍سال بعد زید کے دل میں کچھ بات آتی ہے، جس کا زید اظہار خیال اپنے محلّہ کے زمین دار افراد سے اس طرح کرتا ہے کہ اب میرا اِس دنیا میں رکھا ہی کیا ہے، میری جو کاشت کی کل آراضی ہے، وہ میں اَب اپنے محلّہ کی مسجد کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات سن کر محلّہ کے ذمہ دار لوگوں نے زید کو سمجھایا کہ ایسا مت کرو، تمہارے حقیقی بھائی بھتیجے آخری وقت کی دیکھ بھال کرنے والے موجود ہیں، زید کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اپنے اِرادہ سے باز آگیا، پھر یہ بات دوسرے لوگوں کو معلوم ہوئی، تو پھر زید کو سمجھایا بہکایا، اور زید کو مسجد کے لئے وقف کرنے پر آمادہ کرلیا، اور وہ شخص زید کو جنگل ہی سے اپنے ساتھ لے کر اور ساتھ میں دو آدمیوں کو لے کر دفتر رجسٹرار کے یہاں پہنچ کر دو گواہوں کے روبرو کل آراضی کاشت کی جو کہ قریب ۱۶؍بیگھہ خام ہوتی ہے وصیت کرالی، اور وصیت اِن الفاظ میں ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد کی مالک

میری بیوی رہے گی، اور اہلیہ کے مرنے کے بعد مسجد مالک وقابض ہوگی۔ وصیت کے بعد یہ بات صرف چار آدمیوں: زید اور ذمہ دار شخص اور دو گواہوں یا ایک دو اور لوگوں تک بطور راز رہی، رفتہ رفتہ وقت گذرتا چلا گیا، اب زید کے انتقال کے بعد یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ وصیت کے مطابق زید کی جائیداد کی مالک مسجد ہے، زید کے ایک بھائی کو اعتراض ہے کہ زید کو بہکا کر ایسا کیا گیا، اور ہمیں آج تک اس کا علم نہ ہوسکا، اور کسی سے کوئی جھگڑا وغیرہ بھی کبھی نہیں رہا، تو یہ جائیداد بھائی یا بھتیجوں یا مسجد کو ملے گی، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں میت موصی کی آراضی کا ایک تہائی حصہ مسجد میں دیا جائے گا، اور باقی حصہ شرعی ورثہ کا حق ہوگا، جن میں اہلیہ اور بھائی شامل ہیں، بھائیوں کی موجودگی میں بھتیجوں کو کچھ نہ ملے گا۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر أن عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنه سئل عن الوصیة فقال عمر: الثلث وسط من المال لا بخس ولا شطط. (السنن الکبریٰ للبیهقي ۳۶۹/۹ رقم: ۱۲۸۳۹، ۵۱۳/٦ رقم: ۱۲۵۷۲ دار الحدیث القاهرة)

وإن أوصیٰ بأن تجعل داره مسجدًا ولم تخرج من الثلث ولم تجز الورثة تقسم ویجعل ثلاثة مسجدًا. (کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ٦۹۸/۵ إدارة القرآن کراچی)

وإذا أوصی بثلث ماله لأجنبي فهٰذه الوصیة جائزة، ولا یحتاج فیها إلی إجازة الورثة ...... وإذا أوصی بأکثر من ثلث ماله لأجنبي فهٰذه الوصیة فیما زاد علی الثلث لا تجوز إلا بإجازة الوارث. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الوصایا / الفصل الثالث في بیان ما یجوز من الوصایا وما لا یجوز ۳۸۱/۱۹ رقم: ۳۱۸۵۸-۳۱۸۵۹ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱٦/۳/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد میں اولاد کو حصہ نہ دے کر مسجد میں وقف کرنا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں عبدالستار ضلع قنوج کے قصبہ سمدھن کی ایک مسجد کا متولی ہوں، ہمارے قصبہ میں ایک حاجی محمد اسلام صاحب تقریباً ۷۵ر برس کے ہیں، کافی دنوں سے اُن کی اپنے بیٹوں سے نہیں بنتی ہے، اپنے بیٹوں کو کچھ دیا بھی نہیں ہے، ۳۰ یا ۳۵ر بیگھہ زمین کے مالک ہیں، زمین کو اُگاہی یعنی کرایہ پر دے کر وہ سب اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں، لڑکے شادی شدہ ہیں، اور حاجی صاحب کے اِس رویہ سے ناخوش ہیں، حاجی صاحب نے اپنی مذکورہ زمین میں سے پانچ بیگھہ زمین جو کہ ثلث یعنی تہائی سے کم ہے، مسجد میں وقف کرنے کے لئے کہا، میں نے انکار کردیا، اب وہ بار بار کہہ رہے ہیں، ظاہر ہے کہ میں اگر مسجد کے لئے قبول کرلوں، تو اُن کے لڑکوں کے لئے یہ ناراضگی کا سبب ہوگا، دراں حالے کہ لڑکوں نے اُن کو عدالت میں پاگل بھی لکھوادیا ہے؛ تاکہ وہ تصرف نہ کرسکیں، ایسے حالات میں حاجی صاحب کے اصرار پر مذکورہ مسجد کے لئے اُن کی زمین کو برائے وقف قبول کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر اُن کے اصرار پر میں مسجد کے لئے لکھوالوں تو گنہگار تو نہیں ہوں گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص اپنی خوشی سے بلاکسی دباؤ کے اپنے تہائی مال کے اندر اندر کوئی جائیداد کارِ خیر کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے، تو اُس پر اُس کی اولاد کو ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے، یہ شخص اپنے مال کا زندگی میں مالک ومختار ہے؛ لہٰذا آپ اگر مسئولہ صورت میں اُس کی خواہش کے مطابق پانچ بیگھہ زمین مسجد پر وقف کرادیں، تو آپ قطعاً گنہگار نہ ہوں گے؛ بلکہ ایک کارِ خیر میں معاون بننے کے سبب ثواب کی اُمید ہے۔

وشرطه شرط سائر التبرعات، كحرية وتكليف، وأن يكون قربة في ذاته معلومًا، منجزًا لا معلقًا (الدر المختار) أفاد الوقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكًا باتًا، ولو بسبب فاسد، وأن لايكون محجورًا عن التصرف. (شامي /

مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ٤١٠/٢ بيروت، ٥٢٣/٦ زكريا)

وإذا أوصى بثلث ماله لأجنبي فهٰذه الوصية جائزة، ولا يحتاج فيها إلى إجازة الورثة …… وإذا أوصى بأكثر من ثلث ماله لأجنبي فهٰذه الوصية فيما زاد على الثلث لا تجوز إلا بإجازة الوارث. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوصايا / الفصل الثالث في بيان ما يجوز من الوصايا وما لا يجوز ٣٨١/١٩ رقم: ٣١٨٥٨-٣١٨٥٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقف علی الاولاد کرنے کے بعد جائیداد کو مسجد مدرسہ میں ہبہ کرنا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیاز محمد خان نے ایک جائداد وقف علی الاولاد کی اور وقف نامہ میں لکھا کہ: ''اب آئندہ مجھ کو یا میرے ورثہ یا قائم مقام یا جانشینوں کو جائیداد مذکورہ یا اُس کے کسی خیرخواہ کو اُس کے منافع کے سالانہ کے بیع ورہن وکفالت یا اور کسی طور پر منتقل کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہا''، اب اگر اس جائیداد کو اُس کا متولی کسی مسجد یا مدرسہ کے نام بیع یا ہبہ کردے، تو اُس کا یہ تصرف شرعاً نافذ ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف تام ہونے کے بعد موقوفہ جائیداد کو بیچنا اور ملکیت منتقل کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور متولی کا ایسا تصرف شرعاً نافذ نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ ٣٥٢/٤ دار الفكر بيروت، ٥٣٩/٦ زكريا)

قوله: لم يجز بيعه ولا تمليكه هو بإجماع الفقهاء …… أما امتناع التمليك، فلما بينا من قوله عليه السلام: تصدق بأصلها، لا يباع ولا يورث ولا يوهب. (فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفكر بيروت، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف

۳٤۲/٥ زکریا، کذا في الهندیة / أول کتاب الوقف ۲/ ۳٥۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۶/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین میں اگر صرف بھتیجے اور بھانجے ہوں تو کل مال مسجد کے لئے وقف کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چچا بابو عرف ہروا غیر شادی شدہ شخص ہیں، اُن کے ورثہ میں اُن کے سگے حقیقی بھتیجے اور حقیقی بھانجے موجود ہیں، بابو عرف ہروا اَپنے والد کو ملی ملکیت کا کل حصہ میں سے بھتیجے اور بھانجوں کو چھوڑ کر اَپنا سب ملکیت کا حصہ اپنی زندگی میں مسجد کو وقف کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں بابو عرف ہروا صاحب زندگی میں اپنی ملکیت کے خود مالک ہیں، پس اگر وہ صحت کی حالت میں اپنی کل زمین مسجد کے لئے وقف کر کے خود اُس سے بے دخل ہوجائیں، تو یہ وقف تام اور نافذ ہوجائے گا، اور اِس میں بابو عرف ہروا کے بھتیجوں وغیرہ کا کوئی حق نہ رہے گا، اور اگر مذکورہ شخص نے باقاعدہ وقف نہیں کیا؛ بلکہ صرف وقف کی وصیت کی ہے، یعنی یہ کہا ہے کہ زندگی میں میں مالک ہوں، اور مرنے کے بعد فلاں مسجد کو ملے گا، تو یہ وصیت صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی اور بقیہ دو تہائی حصے بابو کے ورثہ میں تقسیم ہوں گے، اور حسبِ تحریر سوال اُن کے وارث صرف اُن کے بھتیجوں کے رہتے ہوئے بھانجے اور بھانجیوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي ۷/۱)

فيبدأ بذوي الفروض ثم بالعصبات النسبية ...... ثم ذوي الأرحام أي يبدأ بهم عند عدم ذوي الفروض النسبية والعصبات. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ۱۰/٤۹۸، ۱۰/۱/۰٥ زكريا)

متى صح الوقف بأن قال: جعلت أرضي هٰذه صدقة موقوفة مؤبدة؛ فإنه يصح حتى لا يملك بيعه ولا يورث عنه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ٢/ ٣٥٢)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (الهداية / كتاب الوقف ٢/ ٦٤٠ إدارة المعارف ديوبند، ٢/ ٦١٩ مكتبه بلال ديوبند)

الوقف في الصحة يعتبر مقدار الثلث لا زائدا عليه، وهو ليس بسديد على إطلاقه؛ فإن الموصى إذا ترك ورثه فإنما لا تصح وصيته بما زاد على الثلث. (البحر الرائق / أول كتاب الوصايا ٨/ ٤٠٣ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲۲/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَپنی ذاتی زمین میں قومی مدرسہ کی تعمیر؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم صاحب نے اپنے روپئے سے زمین لے کر مدرسہ عوام کے چندہ سے تعمیر کرایا ہے، اور ایک ہی سال میں کافی ترقی کرلی ہے، درجہ حفظ کے ساتھ ساتھ درجہ عربی، فارسی، قرأت کا درجہ بھی قائم کرلیا ہے؛ لیکن زمین کا بیع نامہ اُن عالم صاحب کے نام ہے، اور زمین کو وقف نہیں کیا ہے، صرف اس لئے کہ دوسروں کا عمل دخل ہوجائے گا، اور عوام پھر ٹانگ کھینچیں گے، کام نہیں کرنے دیں گے، اور زمین اپنے ذاتی روپیوں سے خریدی ہے، یہ فعل عالم صاحب کا درست ہے؟ اور اِس مدرسہ میں چندہ دینا درست ہے؟ ضرور تحریر فرمائیں، اِن عالم صاحب سے جب وقف کے بارے میں کہا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نہ جانے کتنے مدرسہ ایسے ہیں جو وقف نہیں ہیں، وقف کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، عوام اِس بات کے بھی قائل ہیں کہ کام مدرسہ میں اَچھا چل رہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَپنی ذاتی زمین میں قومی مدرسہ عوام کے تعاون سے

تعمیر کرنے اور چلانے میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ لیکن اِس کا انتظام ضرور ہونا چاہئے کہ اُن عالم صاحب کے وارثین بعد میں مدرسہ کی عمارت پر ملکیت کا دعویٰ نہ کرنے لگیں۔

ومن بنى سقاية للمسلمين أو خانا يسكنه بنو السبيل أو رباطًا أو جعل أرضه مقبرةً لم يزل ملكه عن ذٰلک حتى يحكم به الحاكم عند أبي حنيفة.

(الهداية مع فتح القدير، كتاب الوقف / فصل: وإذا بنى مسجدًا الخ ٦/ ٢٢١ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٨/ ١٨٣ رقم: ١١٥٨٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاؤں سبھا کا کسی کی شخصی زمین کو اپنی ملک میں لے کر اُس پر مدرسہ بنانے کے لئے دینا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک زمین کا مالک تھا، وہ زمین اُس کے قبضہ میں تھی، آزادی ملنے کے بعد کسی وجہ سے وہ زمین اُس کے نام سے خارج ہوگئی، اور اُس کی ملکیت سے نکل کر سرکار اور گاؤں سبھا کی ملکیت میں چلی گئی، گاؤں پردھان نے اُس زمین کو اپنی کمیٹی سے منظور کراکر سرکاری قانون کے مطابق مدرسہ والوں کو دے دی؛ تاکہ بعد میں کوئی قانونی پریشانی نہ ہو، مدرسہ والوں نے زید سے بھی اِجازت لے لی کہ وہ زمین آپ کی تھی، آپ ہم لوگوں کو مدرسہ اور مسجد بنانے کی اِجازت دے دیں، زید نے بخوشی ورضامندی مسجد اور مدرسہ بنانے کی اِجازت دے دی کہ اللہ نے ہم کو بہت دیا ہے، آپ حضرات مسجد اور مدرسہ بنائیں۔ مزید قانونی پختگی کے لئے چک بندی سے بھی اُس زمین کو مدرسہ کے لئے مضبوط کرادی گئی؛ تاکہ آئندہ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، آج سے تقریباً چالیس سال پہلے یہ ساری کارروائی مکمل کرتے ہوئے مدرسہ کی تعمیر ہوگئی، اور ایک مسجد کی بھی تعمیر ہوگئی، مدرسہ میں تعلیم اور مسجد میں نماز برابر جاری ہے، جن لوگوں نے مدرسہ اور مسجد کی بنیاد رکھی تھی، اُن میں سے

بہت سے اللہ کو پیارے ہوگئے، چند لوگ زندہ ہیں، تو کیا اُن لوگوں نے مسجد اور مدرسہ بنا کر دین کا کام نہیں کیا؟ کیا اُن لوگوں کا یہ کام عبث اور بے کار ہوا؟ صدقہ جاریہ نہیں ہوا؟ کیا ایسی زمین پر مسجد اور مدرسہ بنانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ سرکار کی اِجازت اور زید کی رضا مندی سے مسجد اور مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہے؛ لہٰذا یہ شرعاً درست ہے، اور جن حضرات نے بھی اِس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے، وہ صدقہ جاریہ کے ثواب کے مستحق ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۹۳)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (شامي، كتاب الوقف / مطلب شرائط الواقف معتبرة ٦/٥٢٧ زكريا)

لأن شرط الواقف يجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع، أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني: الفوائد: ٢/١٠٦ إدارة القرآن كراچی)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤/٤٣٣-٤٣٤ كراچی، ٦/٦٤٩ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ٢/١٠٦ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١/١٢٦ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلق کارِ خیر کیلئے وقف کردہ زمین میں مسجد مدرسہ وغیرہ بنانا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک زمین ہے جس میں عرصۂ دراز سے عملاً ایک قبرستان، ایک جامع مسجد اور مسجد کی آمدنی کے

لئے لبِ سڑک متعدد دکانیں ہیں، مسجد میں امام ومؤذن کے لئے دو حجرے اور مصلیان کے لئے استنجاء خانے وغسل خانے بھی تعمیر ہیں۔ خیال رہے کہ اس زمین کے وقف میں واقف کی کوئی ہدایت درج نہیں ہے، لوگوں نے اس زمین کے سلسلہ میں مالک زمین (جو بڑے زمین دار تھے) اُن سے کہہ دیا تھا کہ آپ اس زمین کو عوام کے لئے چھوڑ دیں، اُنہوں نے کچھ نہ کہا اور زمین کو چھوڑ دیا، پھر علاقہ کے معزز لوگوں نے ایک کمیٹی بنا کر متولی چن لیا، جس میں مالک زمین کا کوئی دخل نہیں رہا، اَب وہی طریقہ آج تک چلا آرہا ہے، اس زمین میں شروع ہی سے قبرستان کے علاوہ مسجد کی تعمیر ہوئی، لب سڑک مسجد کے لئے متعدد دکانیں تعمیر کی گئیں، کئی مرتبہ مسجد کی توسیع بھی کی گئی۔ غرض تینوں چیزیں قبرستان، مسجد مع حجرے واستنجاء خانے اور دکانیں روزِ اول سے منصوبہ کے تحت تعمیر ہوئیں، والد محترم حضرت مولانا محمد مبین الحق صاحب قاسمی سابق ناظم تعلیمات وشیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم کانپور نے فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے حکم پر یہاں اِمامت قبول کی اور تقریباً چالیس سال اس ذمہ داری کو انجام دیا، اب سے ڈھائی سال قبل ماہ رمضان المبارک میں انتقال فرمایا اور یہیں مدفون ہوئے، اب بندہ اِس جگہ اِمامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

سال گذشتہ بعض اَساتذہ صاحبِ نِسبت بزرگوں، معاصر علماء اور علاقہ کے اَہم ذمہ داروں کے مشورہ؛ بلکہ اصرار کے بعد یہاں ولی اللہی فکر اور منہج اہلِ سنت والجماعت جو برصغیر میں منہج دیوبند سے بھی موسوم ہے، اِس فکر کا ایک دینی اِدارہ حضرت فقیہ الامتؒ کی یاد میں بنام جامعہ محمودیہ اشرف العلوم کا قیام عمل میں آیا، جس کی ابتداء جامع مسجد اشرف آباد جاجمئو سے ہوئی؛ چونکہ سردست زمین دستیاب نہیں تھی اور لب سڑک مسجد کے لئے تعمیر شدہ دوکانوں کی دوسری منزل میں بھی دوکانیں تعمیر ہونے جارہی تھیں، بندہ نے بتوسط متولی صاحب انتظامیہ کمیٹی سے درخواست کی کہ آپ کی ضرورت کے بقدر دوکانیں تعمیر ہوچکی ہیں؛ لہٰذا اُوپر دوسری منزل میں دوکانوں کے بجائے ہمیں مدرسہ بنانے کی اِجازت دے دیں، انتظامیہ کمیٹی نے اجازت دے دی، اِس طرح اِن دوکانوں

کے اوپر کچھ کمرے طلبہ کے لئے تعمیر کرائے گئے، نیز نیچے دوکانوں کی جگہ پر مطبخ کی تعمیر عمل میں آگئی، نہ کسی قبر کو مسمار کیا گیا، نہ کسی قبر کو آگے پیچھے کیا گیا؛ بلکہ قبروں سے مدرسہ کا کوئی مطلب ہی نہیں، دیوبند، دہلی، مرادآباد، لکھنؤ، بنارس، باندہ، میرٹھ، بستی، اعظم گڑھ اور مئو سمیت ملک کے متعدد جامعات کے مشائخ عظام اور جید مفتیانِ کرام کی یہاں تشریف آوری ہوچکی ہے۔ اور سب بچشم خود موقع کا معائنہ فرما چکے ہیں، اِس لئے مذکورہ بالا صورتِ حال میں درج ذیل سوالوں کے جوابات بلا اَگر مگر کے عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

(۱) مسجد کے لئے پہلے سے تعمیر شدہ دوکانوں کے اُوپر متولی یا انتظامیہ کمیٹی کی اِجازت سے مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا صرف قبرستان کے لئے وقف کی گئی زمین اور اس مذکورہ زمین کا مسئلہ ایک جیسا ہوگا؟

(۳) کیا اس جگہ جہاں آج تک کبھی قبریں بنی ہی نہیں، بالکل لبِ سڑک جہاں گندا پانی اور کوڑا پھینکا جاتا تھا، بجائے دوکان کے مطبخ کی تعمیر کی گئی، اِس سے قبروں کی توہین کا پہلو نکل سکتا ہے؟

(۴) اس زمین میں ایک جگہ نماز جنازہ کے لئے مختص کی گئی ہے، جس پر دھوپ، گرمی اور برسات سے حفاظت کے لئے ٹین شیڈ پڑا ہوا ہے، اگر اس میں مضبوط پلر دے کر سلیپ ڈال دی جائے، جس سے جنازہ گاہ محفوظ ہوجائے اور اوپر ہال اور کمرے تعمیر کر دیئے جائیں، تو شرعاً اِس میں کوئی حرج تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکر کردہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ زمین واقف نے مطلقاً کارِخیر اور نفع عوام کے لئے وقف کی تھی؛ لہٰذا اِس کارِخیر میں قبرستان، مسجد اور مدرسہ سب شامل ہیں؛ اس لئے اس زمین کے متولی اور انتظامیہ کمیٹی کی اِجازت سے حسبِ ضرورت مسجد یا مدرسے کے لئے تعمیرات کی مطلقاً اجازت ہے، بالخصوص جن جگہوں پر قبریں بنی ہوئی نہیں ہیں، وہاں ضروری تعمیرات کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے، اِس سے قبروں کی

کوئی توہین لازم نہیں آتی، اِسی طرح نماز جنازہ کے لئے خالی چھوڑی ہوئی جگہ کے اوپر کمرے اور ہال کی تعمیر بھی مطلقاً جائز ہے۔ (مستفاد: کفایۃ المفتی ۷/۲۷۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۶۳۰ زکریا قدیم)

شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک، فله أن يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية. (شامي، كتاب الوقف / مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٦/٥٢٧ زكريا)

إنما يحل للمتولي الإذن فيما يزيد الوقف به خيرًا. (شامي ٦/٦٧٨ زكريا)

شرائط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (قواعد الفقه ص: ٨٥، كذا في الأشباه والنظائر / كتاب الوقف ٢/١٠٦ إدارة القرآن كراچی وزكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج وقربانی کیلئے وقف کی گئی آمدنی کو مسجد یا مدرسہ میں لگانا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پردادا نے اَب سے ۵۰-۶۰ ر سال قبل ایک جائیداد خریدی، اور اُس کی سال بھر کی کرایہ کی آمدنی سے وہ مکہ مکرمہ میں قربانی وحج کرواتا تھا، اُس زمانہ میں یہ تینوں کام آسانی سے ہوجایا کرتے تھے، اور اُس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں غربت بھی تھی، اِس کام کو کروانے میں کوئی دشواری بھی نہ تھی، جب کہ آج کے دورِ حکومت میں پریشانی بھی ہے، اور گرانی کے سبب موجودہ آمدنی سے سال بھر میں صرف ایک ہی کام ہوسکتا ہے، کیا ہم اِس کرایہ کی آمدنی سے حج اور قربانی کے بجائے اِس آمدنی کو اپنے شہر کے کسی مدرسہ یا مسجد وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہاں تک ممکن ہوسکے، واقف کی شرط اور غرض کی رعایت

رکھنی ضروری ہے۔ بریں بناء صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ جائیداد کی آمدنی سے تینوں کام نہیں ہوسکتے ،تو کم ازکم ایک دوتو کروائے جائیں، وہ رقم علاقہ کی مساجد یامدرسہ میں نہیں لگائی جاسکتی۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤/ ٤٣٣-٤٣٤ كراچی، ٦/ ٦٤٩ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ٢/ ١٠٦ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١/ ١٢٦ المكتبة الميمنية مصر)

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (شامي، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٤/ ٤٤٥ کراچی، ٦/ ٦٦٥ زكريا)

فإن لم تبلغ الوصية النفقة أحجوا عنه من حيث تبلغ، وفي القياس لايحجُّ عنه؛ لأنه أمر بالحجة على صفة عدمناها فيه غير أنا جوزناه؛ لأنا نعلم أن الموصي قصد تنفيذ الوصية فيجب تنفيذها ما أمكن، والممكن فيه ما ذكرناه وهو أولىٰ من إبطالها رأسًا. (الهداية / كتاب الوصايا ٤/ ٦٦٢ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/ ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین پر مدرسہ تعمیر کرکے متولی کا بیٹے کے نام کا کتبہ لگانا؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مدرسہ کے لئے زمین وقف کردی، عام مسلمانان باشندگان کے نام جو متصل مسجد ہی ہے، ناظم مسجد نے بغیر عام مسلمانان باشندگان کو رائے میں لیتے ہوئے اپنے فرزند کو ایصالِ ثواب کی نیت سے اس زمین پر اپنے خرچہ سے مدرسہ تعمیر کرادیا اور باشندگان مسلمانان کو وقف کردیا، پڑھائی بھی شروع ہوگئی، اور جب مرحوم فرزند کے نام کا کتبہ لگانا چاہا، تو واقف زمین کے خاندان والوں نے روک دیا کہ کتبہ نہیں لگے گا، زمین آپ کی نہیں ہے اور کتبہ نہیں لگا، اَب اس کا صحیح حل کیا ہوگا کہ آپس میں نفاق نہ پڑے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر شکل یہ ہے کہ نام کسی کا بھی نہ لکھیں، ثواب تو دونوں کو ملے گا، زمین دینے والے کو بھی اور عمارت بنانے والے کو بھی۔

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه على المنبر قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات. (صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي / باب كيف كان بدء الوحي الخ رقم: ١ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب الإمارة / باب قوله إنما الأعمال بالنية الخ رقم: ١٩٠٧ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالحٍ يدعو له. (صحيح مسلم، كتاب الوصية / باب ما يلحق الإنسان من الثواب عبد وفاته ٤١/٢ رقم: ١٦٣١ بيت الأفكار الدولية)

عن عبد اللّٰه بن أبي قتادة عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خير ما يُخلِّف الرجل من بعده ثلاثٌ: ...... وصدقة تجري يبلغه أجرها الخ. (سنن ابن ماجة، كتاب السنة / باب ثواب معلم الناس الخير ٢١ رقم: ٢٤١ دار الفكر بيروت، وكذا في الترغيب والترهيب مكمل ص: ٥٢ رقم: ١٨٨ بيت الأفكار الدولية)

لا ثواب إلا بالنية. (الأشباه والنظائر / القاعدة الأول ٦٣/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پنجاب وقف بورڈ کے زیر قبضہ زمینوں کو مدارس، مساجد اور رفاہی کاموں میں استعمال کرنا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سانحۂ سینتالیس کے بعد سے پنجاب وقف بورڈ کے ماتحت وزیرِ نگرانی تقریباً ۲۵/ہزار بیگھہ سے زائد آراضی ہے، یہ آراضی وہ ہے جس پر متولیان و ملازمین بورڈ اپنا قبضہ وتصرف بتلاتے ہیں، اور بہت سی آراضی ایسی بھی ہیں جس کا خود اَرکانِ بورڈ کو بھی علم نہیں ہے، تو ایسی صورتِ حال میں جب کہ بورڈ کے پاس کافی وسیع ترین آراضی ہے، اور بظاہر طویل عرصہ تک اتنی کثیر آراضی کو نہ مساجد بنایا جا سکتا ہے، نہ مقابر کے استعمال میں لایا جا سکتا ہے، اور لوگ عیدگاہ بھی بنائیں گے، تو آخر کتنی آراضی میں بنا سکیں گے، اور بورڈ کو اتنی آراضی کا تحفظ بھی مشکل اور دشوار ہے، اور بورڈ کا پیسہ بہت سی بینکوں میں پڑا ہوا سڑ رہا ہے، بینکوں کے سود ہی سود کو لیا جائے تو وہ بھی اراکین بورڈ استعمال میں خرچ کرنے سے عاجز قاصر ہے، اِدھر صورتِ حال اور ماحول یہ بنا ہوا ہے کہ کہیں بورڈ کی آراضی پر سکھوں نے ناجائز اور غاصبانہ قبضہ کر کے گردوارے بنا رکھے ہیں، اور ہندؤں نے مندر بنا رکھے ہیں، اور خانقاہوں پر غیروں کا قبضہ ہے، اور ہم مسلم برادری اپنی اقلیت اور طاقت کی کمی اور حالات کی ناہمواری اور روپیہ پیسہ کی ناداری، اور برسرِ اقتدار حکومت اپنی مخالف، اگر بورڈ کی آراضی کا کوئی مقدمہ عدالت میں چلا جاتا ہے تو وہاں سالہا سال کوئی سنوائی نہیں ہوتی، اور مسلمانوں کی بات کی طرف دھیان دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے، اور گاؤں دیہات کا ماحول اتنا نازک ہے کہ اذان اور نماز پڑھنے پر مسلمانوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، اور یہ الفاظ کہے جاتے ہیں کہ ان سوروں کو ہم نے سینتالیس میں نکال دیا تھا، پھر یہاں آ گئے، اور مساجد کا آزاد کرنا تو کجا بعض جگہوں پر آزادی کا نام لینا بھی جرم ہے، تو ایسے نازک ماحول میں وقف بورڈ کے اراکین مساجد بنانے کے لئے اور جہاں دو چار گھر مسلمانوں کے ہیں، ان کو قبرستان کی حاجت ہے، اور کہیں دینی تعلیم گاہ مدرسہ کی ضرورت ہے، اور کہیں اسلامیہ اسکول کی ضرورت ہے، اور کہیں مخصوص عصری تعلیم شروع کرنے کی ضرورت ہے، اور اہل اسلام اور مسلمانوں کے گھر بسانے کی ضرورت ہے؛ تاکہ ویران مساجد کچھ نہ کچھ آباد ہوں، اور اُن میں پھر سے اللہ اللہ کی صدائیں آنی شروع ہو جائیں، اور اللہ کے یہ بے آباد گھر آباد ہو جائیں، اراکین بورڈ کی یہ کوشش رہی ہے، اور رہے گی

جس طرح سے بھی مساجد مقابر عیدگاہیں خانقاہیں اور دینی درس گاہیں اہل اسلام کے ذریعہ آباد ہوسکیں، اس کی حتی الامکان کوشش جاری رکھی جائے، تو کیا ایسی صورتِ حال میں بعض جگہوں پر آراضی میں سے معمولی قطعہ آراضی مذکورہ بالا مدات میں دینی پڑ جاتی ہے، تو ایسے نازک ترین حالات میں کیا ارکین بورڈ کو شرعی اعتبار سے اجازت ہے کہ وہ رفاہِ عام کے لئے کچھ آراضی بورڈ میں سے دے دیا کریں؛ تاکہ اہل اسلام کسی طرح پر بھی آباد ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَوقاف کی زمینوں کو مسلمانوں کے مفاد کے مطابق حسبِ ضرورت مساجد، مدارس، عیدگاہ، اور قبرستان وغیرہ کے لئے استعمال کرنا بلا شبہ درست ہے، اور حسبِ تحریر سوال پنجاب وقف بورڈ ضرورت اور حالات کا جائزہ لے کر اپنے زیر قبضہ زمینوں کو مسلم رفاہی مقاصد میں استعمال کے لئے دے سکتا ہے؛ لیکن یہ خیال رہے کہ کوئی بھی موقوفہ زمین فروخت کرنی یا ہبہ کرنی جائز نہیں؛ البتہ موقوفہ رہ کر اس سے عمومی انتفاع کی اِجازت ہے۔

فیزول ملک الواقف عنه إلی اللّٰه تعالیٰ علی وجه تعود منفعته إلی العباد، فیلزم ولا یباع ولا یوهب ولا یورث. (الهدایة / کتاب الوقف ۶۴۰/۲ إدارة المعارف دیوبند، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۳/۸ رقم: ۱۱۰۵۹ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الأول ۳۵۰/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے چندہ سے خریدی گئی زمین پر وقف کا حکم کب لگے گا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی قطعہ زمین مدرسہ کے اِحاطہ سے متصل چندہ عمومی یا خصوصی سے خریدنے کے بعد کب سے موقوفہ شمار ہوگی؟ جب کہ اَلفاظِ مخصوصہ میں سے کوئی لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہو، آیا بنیتِ وقف یا

بنیتِ تابید خریدنے سے موقوفہ ہوجائے گی؟ یا کوئی عمارت تعمیر کردینے سے وقف تام ہوجائے گی؟ حالاں کہ رکن وقف (الفاظِ مخصوصہ) نہیں پایا گیا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ کی طرف سے جو زمین چندہ سے خریدی جاتی ہے، وہ محض خریدنے سے وقف نہیں ہوجاتی ہے؛ بلکہ مدرسہ کی ملکیت شمار ہوتی ہے، پھر اگر اہلِ مدرسہ اُسے باقاعدہ وقف کردیں یا مسجد بنادیں، اُس کے بعد ہی اُس پر وقف کا حکم جاری ہوگا۔

المتولي إذا اشتریٰ من غلۃ المسجد حانوتًا، أو دارًا أو مستغلا آخر جاز؛ لأن ہٰذا من مصالح المسجد. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الحوالة / الباب الأول في تعریفها الخ ۲۹۷/۳ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۸۰/۸ رقم: ۱۱۵۶۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کو اِس طرح وقف کرنا کہ زندگی میں واقف استعمال کرے اور مرنے کے بعد اِدارہ؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طاہرہ اپنی نجی جائیداد سے کچھ حصہ اِس شرط کے ساتھ کسی دینی مدرسہ، مسجد، یتیم خانہ میں وقف کرنا چاہتی ہے کہ جب تک طاہرہ بقید حیات ہے، وہ جائیداد اور اُس کی آمدنی اُس کے تصرف میں رہے گی، طاہرہ کے انتقال کے بعد ہی وہ جائیداد اِدارہ کے صرف میں آئے گی، جس میں وقف کی گئی ہے، کیا اِس شرط کے ساتھ وقف کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس شرط کے ساتھ بھی وقف صحیح ہوجاتا ہے؛ لیکن اِس طرح سے وقف کرنا کہ زندگی تک میں مالک اور مرنے کے بعد اِدارہ مالک، یہ فی الحال وقف نہ ہوگا؛

بلکہ یہ وقف کی وصیت ہے، اور وصیت تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے؛ لہٰذا اگر اِس طرح وقف کردیا گیا، تو طاہرہ کے مرنے کے بعد اُس کے تمام ترکہ کا حساب لگایا جائے گا، اگر یہ جائیداد کل مال کے ایک تہائی یا اُس سے کم ہے، تو تمام جائیداد وقف ہوجائے گی، اور اگر کل مال کے تہائی سے زائد ہے، تو صرف تہائی وقف ہوگی، بقیہ میں وراثت جاری ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۲۲/۳، فتاویٰ محمودیہ ۱۱۶/۱۶ از کریا قدیم)

عن عمر رضي الله عنه أنه قال: هٰذا ما أوصى به عبد الله عمر أمير المؤمنين إن حدث به حدث أن ثمغًا صدقة، والعبد الذي فيه والسهم الذي بخيبر ورقيقه الذي فيه والمائة وسق الذي أطعمني محمد صلى الله عليه وسلم تليه حفصة ما عاشت، ثم يليه ذو الرأي من أهله لا يباع ولا يشترىٰ، ينفقه حيث يرى من السائل والمحروم وذوي القربىٰ، ولا حرج على من وليه أن يأكل أو اشترىٰ رقيقًا. رواه أبوداؤد بنحو من هٰذا. (المغني ٢٢٦/٦، إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب جواز تعليق الوقف بالموت الخ ٢٠٥/١٣ رقم: ٤٥٤٢ دار الكتب العلمية بيروت)

تجوز (أي الوصية) بالثلث لا الزيادة عليه. (شامي / كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تاحیات مدرسہ کا رکنِ شوریٰ رہنے کی شرط پر مدرسہ کے لئے زمین وقف کرنا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے کچھ حصہ آراضی مدرسہ بنانے کے اِرادہ سے وقف کی ہے، اور شروع کی ساری تعمیرات واِخراجات اپنے ذاتی اَموال سے کرتا رہا، بہرحال اِس وقف کی شرائط میں سے بنیادی شرط یہ تھی کہ میں تا آخر عمر اِس مدرسہ کی شوریٰ کا رکن رہوں گا (اس کمیٹی کا خزانچی مقرر کیا گیا) جو بالآخر میں نے ہی تعمیر کیا تھا، میرا اَپنا ذاتی کاروبار بھی ہے، جس میں معاشی مشکلات کی بنا پر میں

دیوالیہ ہو گیا تھا، بہر حال میرے ذاتی کاروبار نے مدرسہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اور نہ میں نے وقف کے معاملہ میں کوئی مداخلت کی، اِس دوران میں چند سالوں کے لئے ملک سے باہر رہا، اور اپنے بھتیجے کو ذمہ دار اپنی جگہ چھوڑ کیا الحمد للہ، بالآخر میں قانونی طور پر بحال قرار پایا، اور فی الحال میں اپنے تمام کاروباری معاملات پہلے کی طرح چلاتا ہوں، میری عدمِ موجودگی میں یہ بات مشہور کی گئی کہ شوریٰ سے مجھے خارج کر دیا گیا ہے، میرے دیوالیہ کی وجہ سے (شوریٰ کے آئین میں ہنوز میرا نام موجود ہے) اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) واقف کے کیا حقوق ہیں؟ دوسرے واقف نے جو وقف میں اپنے معاون نگراں کے طور پر متعین کیا ہے، اور شوریٰ کی تشکیل دی گئی ہے، کیا وہ لوگ واقف کو اپنے منصب سے بغیر کسی التفات کے ہٹا سکتے ہیں؟

(۲) اگر کسی معاون نگراں نے وقف کو غیر قانونی طور پر تبدیل کر لیا بغیر واقف کی اِجازت اور مشورے کے، اور نہ ہی باقی شوریٰ کے، تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) واقف اپنی جائیداد وقف کرتے وقت مناسب شرطیں لگا سکتا ہے، اور اُن کا شریعت میں اعتبار رہوگا۔ اور حسبِ تحریرِ سوال جب کہ واقف نے مذکورہ وقف میں یہ شرط لگائی تھی کہ میں تاعمر مدرسہ کی شوریٰ کا رکن رہوں گا، تو اِس شرط کا لحاظ رکھنا اہلِ مدرسہ پر لازم ہے، اور مدرسہ کے ذمہ داران کسی بھی حالت میں واقف کو مدرسہ کی رکنیت سے بے دخل نہیں کر سکتے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبةٌ. (شامي، کتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبةٌ والعرف یصلح مخصصًا ٤/٤٤٥ کراچی، ٦/٦٦٥ زکریا)

في البحر: قدمنا أن الولایة للواقف ثابتة مدة حیاته وإن لم یشترطها. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: ولایة نصب القیم إلی الوقف ثم لولیه ثم للقاضي ٦/٦٣٣-٦٣٤ زکریا)

(۲) وقف میں کس طرح کی تبدیلی کی گئی ہے، اِس کی وضاحت کی جائے، اُس کے بعد ہی حکم واضح ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام مکان وقف کرکے تاحیات اُس میں رہنے کی شرط لگانا؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم ولد محمد اسماعیل مرحوم نے اپنا رہائشی مکان جو اُس نے اپنے پیسے سے خریدا تھا، اور اپنے پیسے سے بنایا تھا، محمد ابراہیم نے بڑی مسجد اندرانگر ہلدوانی ضلع نینی تال کے نام وقف کردیا تھا، محمد ابراہیم نے وصیت ۱۵/جون ۱۹۹۴ء میں تحریر کرادی تھی، وصیت کے مطابق محمد ابراہیم اور اُس کی زوجہ زینب بیگم تا زیست اِس مکان میں مقیم رہیں گے، اور دونوں کا انتقال ہونے کے بعد یہ مکان بڑی مسجد اندرا کالونی ہلدوانی کی ملکیت ہوگا؛ کیوں کہ محمد ابراہیم لاولد تھے، ۱۹۹۸ء میں محمد ابراہیم اور اُن کی بیوی زینب بیگم کا انتقال ہوگیا، دونوں کے انتقال کے بعد ۱۹۹۸ء میں محمد ابراہیم کے چھوٹے بھائی شفیق احمد نے اس مکان پر قبضہ کرکے اس مکان کو کرایہ پر دے دیا ہے، اور جب سے برابر شفیق احمد کرایہ وصول کررہا ہے، شفیق احمد نے اب تک جو کرایہ کی رقم وصول کی ہے، کیا شرع کے مطابق وہ رقم اس کے لئے جائز ہے؟ جب کہ کرایہ کی وہ رقم بڑی مسجد کو ملنا چاہئے تھی؛ کیوں کہ اس مکان کا وقف بورڈ میں اندراج ہوچکا ہے، اِس کے خلاف شفیق احمد نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا ہے، وصیت کی نقل وقف بورڈ میں درج ہے، یہ ملک موروثی نہیں تھا؛ بلکہ محمد ابراہیم کی ذاتی ملک تھا،

ایسی صورتِ حال میں ابراہیم کے اس مکان پر اس کے چھوٹے بھائی شفیق احمد کا حق شرعی ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ واقف محمد ابراہیم نے مذکورہ مکان اپنی زندگی ہی میں بڑی مسجد اندرانگر ہلدوانی کے نام وقف کردیا تھا، اور خود تاحیات اپنی اور اپنی بیوی کے لئے رہائش کی شرط لگادی تھی، تو اِس شرط کے ساتھ یہ وقف شرعاً معتبر اور نافذ ہوچکا ہے؛ لہٰذا محمد ابراہیم اور اُن کی بیوی کے انتقال کے بعد یہ مکان بڑی مسجد اندرانگر کے قبضہ میں آنا چاہئے، مسجد خود فائدہ اٹھائے یا کرایہ پر دے کر کرایہ وصول کرے وغیرہ، اِس مکان پر مرحوم کے بھائی کا قبضہ کرکے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۳۳-۶۱۳ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۹/۴۴ کراچی)

في الذخيرة: إذا وقف أرضًا أو شيئًا اٰخر وشرط الكل لنفسهٖ أو شرط البعض لنفسهٖ ما دام حيا وبعده للفقراء، قال أبو يوسفؒ: الوقف صحيح، ومشائخ بلخ أخذوا بقول أبي يوسف وعليه الفتوىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الرابع ۲/۳۹۷، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ۲/۵۷٤ ديوبند)

وإن جعل الواقف غلة الوقف لنفسه أو جعل الولاية إليه صح، أي لو شرط عند الإيقاف ذٰلک، اعتبر شرطه، أما الأول فهو جائز عند أبي يوسفؒ ......، فإذا شرط البعض أو الكل لنفسهٖ فقد جعل ما صار مملوكًا للّٰه تعالىٰ لنفسهٖ ......، وهٰذا جائز ...... والفتوىٰ على قول أبي يوسف. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۲۲۰ كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٤/۲٦۸ زكريا)

الواقف إذا شرط لنفسهٖ شيئًا ما دام حيًّا ...... صح هٰذا الشرط. (الفتاویٰ السراجية ٤۰۱ دار العلوم أفريقيا)

إنما يملک الإجارة المتولي أو القاضي، ونقل عن الفقيه أبي جعفر إن

کان الأجر کله للموقوف علیه. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۵/ ۲۱۹، فتح القدیر / کتاب الوقف ٦/ ٢٢٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/ ۴/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چک بندی کے وقت مسجد کے لئے چھوڑی گئی زمین وقف شرعی ہے یا مسجد کی ملکیت؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ انوار القرآن نعمت پور ضلع سہارن پور کے احاطہ کی دیوار سے ملحق تقریباً تین بیگھہ خام اراضی کاشت کی ہے، جو کم وبیش ۴۰ /سال قبل جب یوپی میں سرکاری طور پر عام چک بندی آ راضی ہوئی تھی، تو اُس وقت اِس بستی کے کاشت کاروں کی طرف سے گاؤں کی قدیم مسجد کے لئے چھڑوائی گئی تھی، جیسا کہ قبرستان، مدرسہ، کھاد کے گڈھے، پنچایت گھر وغیرہ کے لئے چھڑوائی گئی۔ کسی ایک شخص کی طرف سے نہ مسجد کو دی گئی نہ ہی وقف کی گئی، محض اِس لئے چھڑوائی گئی تھی کہ اِس کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں کام آتی رہے اور اب تک ہوبھی ایسا ہی رہا ہے۔

اب روئے شرع دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ آراضی مدرسہ مذکور کو کوئی اہم ضروریات کے لئے مدرسہ کو درکار ہے، چوں کہ مدرسہ کی حدودِ اربعہ میں کوئی اور ایسی زمین نہیں ہے جو مدرسہ کی ضروریات میں کام آسکے، چوں کہ مدرسہ کی مشرقی سمت میں پختہ سڑک شمال میں عوام الناس اور قبرستان کا راستہ ہے، مغرب میں اہل بستی کا قبرستان ہے، یہ تینوں سمتیں مدرسہ کی تعمیرات سے بالکل ملحق ہیں، ایسی صورت میں کیا اِس زمین کے عوض مدرسہ کی کاشت کی ہی زمین جو مسجد کی دوسری زمین سے بالکل متصل یعنی قطعی ملی ہوئی ہے، اور پیداوار میں بھی مسجد کی زمین سے کافی اچھی ہے، مدرسہ اور مسجد کی اِن زمینوں کا کیا آپس میں تبادلہ ہوسکتا ہے، یا پھر جو بھی صورت اِس تبادلہ کی شرعی اعتبار سے ہوسکتی ہو، تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چک بندی کے وقت مسجد کے لئے چھوڑی گئی زمین وقف شرعی نہیں ہے؛ بلکہ مسجد کی ملکیت ہے؛ لہٰذا حسبِ ضرورت اِس ملکیت والے زمین کے تبادلہ کی اجازت ہے، بشرطیکہ اِس سے مسجد کا کوئی نقصان نہ ہو، اور تبادلہ میں زمین کی پیمائش کا نہیں؛ بلکہ قیمت کا لحاظ رکھا جائے؛ کیوں کہ محل وقوع کے اعتبار سے زمین کی قیمتوں میں کافی فرق ہوجاتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۰۹، عزیز الفتاویٰ ۵۹۴)

وفي القنية: مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما تجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرًا من المحلة الموقوفة، وعلىٰ عكسه لا يجوز. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ۷۳٦/۱)

وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلىٰ أقرب مسجدٍ أو رباطٍ أو بئرٍ أو حوضٍ إليه (الدر المختار) وفي شرح الملتقىٰ: يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي، كتاب الوقف / فيما لو خرب المسجد أو غيره ٥٤٩/٦ زكريا)

سئل الحلواني عن أوقاف المسجد إذا تعطّلت وتعذر استغلالها هل للمتولي أن يبيعها ويشتري بثمنها أخرىٰ، قال: نعم. (البحر الرائق ٢٥٢/٥، الفتاوىٰ الهندية ٤٧٨/٢ زكريا)

يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي ٥٤٩/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۲ھ

رشتہ داروں کی طرف سے تیمارداری کی شرط پر مسجد کے نام مکان وقف کرنا؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عبدالحیؒ عرف ننھا کے کوئی اولادنہیں تھی، جب وہ ضعیف العمر ہوگئے توانہوں نے اپنے رشتہ داروں کو جوقریب ہی رہتے ہیں، بلایا، اور مسجد کے کچھ لوگوں نے جوان کی ہی برادری کے تھے، یہ کہا کہ ہم ننھا صاحب کی خدمت اور تیمارداری اس شرط پر کریں گے کہ وہ اپنا مکان و جائیداد مسجد کے نام لکھ دیں، انہوں نے اپنی جائیداداور مکان مسجد میں لکھ دی، مگر کچھ عرصہ بعد جب اُن کی طبیعت خراب ہوئی توکسی نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی، یہاں تک کہ اُنہوں نے رشتہ داروں کو بلایا اور کہا کہ اگرتم لوگ ہماری خدمت نہیں کروگے، تو ہم مسجد کو یا تم کو کوئی بھی حصہ اپنی جائیداد میں سے نہیں دیں گے۔ برادری کے لوگ اور رشتہ داروں نے جواب دیا کہ ہم آپ کی خدمت نہیں کرسکتے، مجبوراً اُنہوں نے پڑوس کے ایک دوسرے برادری ہی کے ایک شخص کی اہلیہ جوقریب ہی ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی، اُس نے اُن کی خدمت کا ذمہ لیا، اور وہ اُن کی خدمت دل وجان سے بخوبی دوا علاج کرتی رہی، پھر اُنہوں نے مکان کا ایک کمرہ اس شخص کی اہلیہ کے نام باقاعدہ کورٹ میں دے کر رجسٹری بھی کردی، جب مسجد وورثان کو پتہ چلا، تو اُنہوں نے کہا کہ ننھا صاحب کوکوئی اختیارنہیں ہے، وہ خاتون جس نے خدمت کی ہے اُس نے ۱۲/ ہزار روپئے مسجد کو دئے، اِس پر ننھا صاحب نے کہا کہ بیٹا تم ایک پیسہ نہ دینا، مگر خاتون نے زورزبردستی کی وجہ سے ۱۲/ ہزار روپئے دے دئے، اور ننھا صاحب متعدد لوگوں کے سامنے برابر کہتے رہے کہ اب ہم سب خدمت کرنے والے کودیں گے، وارثان ومسجد کو کچھ نہ دیں گے، بیٹا تم میری ڈیگ اور دوسرا سامان بیچ کر ہمارا علاج کرو، مگر خاتون نے کہا کہ چچا آپ میرے باپ کے برابر ہیں، میرا شوہر جوسعودی عرب میں کام کرتا ہے، وہ آپ کی ہر ممکن خدمت جو ہم کرسکتے ہیں کریں گے، وہ برابر خدمت کرتی رہی، اور پھر ننھا کا انتقال ہوگیا، اب وارثان ومسجد والے گھر میں آئے اور کہتے ہیں کہ مکان خالی کرو، جب کہ مکان وہ دے گئے ہیں۔ نیز ڈیگ، پنکھا، گھڑی، دریاں، برتن تانبہ وغیرہ سب اٹھا کرلے گئے ہیں، اور مکان زبردستی خالی کرانے پرآمادہ ہیں، ننھا کی اہلیہ کے پوتے ہوتے ہیں، منیر صاحب اُنہوں نے خاتون پر پانچ سوروپئے قرض نکالا اور وصول کیا، اِس وقت بھی اُنہوں نے

کہا کہ اب ہم صرف خاتون کو جو ہماری خدمت کررہی ہیں، سب اُسی کو دیں گے، یوں وارثان خاتون کو رہنے دینے پر آمادہ نہیں ہیں، آپ بتائیں کہ ۷-۸/ برس سے خدمت اور تیمار داری کرنے والی اس خاتون کا کوئی حق شرعی بنتا ہے یانہیں کہ جس نے اپنی اَنتھک کوششوں اور ہزاروں روپئے دوا علاج پر لگا کر اُن کی خدمت کی ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ فتویٰ تحریر فرما کر مسئلہ کو حل ہونے میں تعاون فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں عبدالحیٔ صاحب نے اپنی برادری کے بعض لوگوں کی طرف سے اُن کی تیمارداری کی یقین دہانی کرائے جانے پر اپنی جائیداد مع مکان اِس شرط کے ساتھ مسجد کے لئے وقف کی تھی کہ برادری کے لوگ اُن کی خدمت کریں گے، یہ وقف اُن لوگوں کی خدمت پر موقوف تھا، اور جب اُنہوں نے بروقت خدمت اور تیمارداری کی شرط پوری نہیں کی، تو عبدالحیٔ کا مسجد کو وقف کردینا شرعاً باطل ہوگیا، اور اُن کی جائیداد و مکان میں مسجد کا کوئی حق نہ رہا؛ لہٰذا بعد میں اُنہوں نے اپنی تیمارداری کرنے پر محلّہ کی جس خاتون کے نام اپنے مکان کا ایک کمرہ رجسٹری کردیا ہے، وہ شرعاً نافذ ہوگیا؛ کیوں کہ اُنہوں نے اپنی ملکیت میں سے ہبہ کیا ہے، اس کمرہ کے بدلہ میں ذمہ دارانِ مسجد کا مذکورہ خاتون سے ۱۲/ ہزار روپئے لینا شرعاً ناجائز ہے، اور یہ رقم اسے واپس کرنا لازم ہے، اس کمرہ کے علاوہ بقیہ جتنی چیزیں عبدالحیٔ صاحب نے چھوڑی ہیں، خواہ جائیداد ہوں یا دیگر اشیاء، وہ سب اُن کے شرعی وارثوں کا حق ہے، جو حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہونا چاہئے، مسجد والوں کا اس میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳۲۰ زکریا قدیم، امداد المفتیین ۲/ ۸۸۸، امداد الفتاویٰ ۲/ ۴۷۱)

وشرطه – أي شرط الوقف – شرط سائر التبرعات، وأن يكون منجزاً لا معلقًا (الدر المختار) كقوله: إذا جاء غد أو إذا جاء رأس الشهر، أو إذا كلمت فلانًا فأرضى هٰذه صدقة موقوفة أو إن شئت أو أحببت يكون الوقف باطلاً؛ لأن

الـوقف لا يحتمل التعليق بالخطر. (شـامي، كتاب الوقف / مطلب: قد يثبت الوقف بالضرورة ٥٢٣/٦ زكريا، ٣٤٠/٤-٣٤١ دار الفكر بيروت)

ولو نحل بعضًا وحرم بعضًا جاز من طريق الحكم؛ لأنه تصرف في خالص مـلـكه لاحق لأحد فيه. (بـدائـع الـصـنـائع، كتاب الهبة / قبيل فصل وأما حكم الهبة الخ ١٨٢/٥، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الثاني ٣٩١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ختم تراویح پرآمدنی صرف کرنے کی شرط پرزمین مسجد کے نام وقف کرنا؟

سوال (۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد میں اِس شرط پر زمین وقف کرنا کہ اُس زمین کی پیداوار رمضان میں ختم تراویح پر صرف کی جائے، تو اِس طرح وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں اُس کا مصرف کیا ہوگا؟ تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو اُس زمین کی آمدنی سے رقم دینا اور اُن کے لئے لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ختم تراویح پر آمدنی صرف کرنے کی شرط، مفسد وقف ہے؛ لہٰذا اِس آمدنی سے حافظ تراویح کو اُجرت اور نذرانہ وغیرہ دینا سب ناجائز ہے۔

ولـو وقف عـلـى قـراء القرآن والفقراء فالوقف باطل. (البحـر الرائق / كتاب الوقف ٣٣٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ بہن کی طرف سے بھائی بہنوں کے نام وقف کرنا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سکینہ بیگم نے اپنی جائیداد ۱۹۳۳ء میں وارثان کے نام وقف کردی تھی، اس جائیداد میں بلقیس نابالغہ تھی، اُن کا حصہ بھی اُن کے بھائی بہنوں نے وقف کردیا تھا، اِس جائیداد کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ وقف صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابالغ کی طرف سے وقف صحیح نہیں ہے؛ لہٰذا بلقیس کی طرف سے اُن کے بھائی بہنوں نے جو وقف کی کاروائی کی ہے وہ درست نہیں ہوئی، اب اُس کی تلافی کی شکل یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بلقیس بانو اِس وقف کی تائید کردے، یا اُس کے بھائی بہن بلقیس کے حصے کی قیمت اُسے ادا کردیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۵/۳۰۳، ۳۳۱ ڈابھیل)

قوله: وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكًا باتا ولو بسبب فاسد، وأن لا يكون محجورًا عن التصرف.

(شامي، كتاب الوقف / مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ٦/٥٢٣ زكريا)

قوله: من أهلها، وهو المسلم العاقل، وأما البلوغ فليس بشرطٍ لصحة النية والثواب بها؛ بل هو شرط هنا لصحة التبرع. (الرد المحتار / كتاب الوقف ٤/٣٣٩ كراچی)

وأما الذي يرجع إلى الواقف فأنواع: منها: العقل، ومنها: البلوغ، فلا يصح الوقف من الصبي والمجنون؛ لأن الوقف من التصرفات الضارة، لكونه إزالة الملک بغير عوض، والصبي والمجنون ليسا من أهل التصرفات الضارّة، ولهٰذا لا تصح منهما الهبة والصدقة والإعتاق ونحو ذٰلک. (بدائع الصنائع / كتاب الوقف والصدقة ٥/٣٩٥ دار الكتب العلمية بيروت، ٥/٣٢٧ زكريا)

أما شرائطه، فمنها: العقل والبلوغ، فلا يصح لوقف من الصبي والمجنون، كذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول في تعريفه وركنه وشرائطه ٢/٣٥٢ زكريا)

شـرائـطه أهلية الواقف للتبرع من كونه حرًا عاقلاً بالغًا ...... ومن شرائطه الملک وقت الوقف. (البحرالرائق / کتاب الوقف ١٨٨/٥)

قـال ابن الهمام: وأما شرطه فهو الشرط في سائر التبرعات من كونه حرًا بالغًا عاقلاً. (فتح القدير / کتاب الوقف ٢٠٠/٦ مصطفى البابي الحلبي مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

موجودہ زمانے میں مکانات اورجائیداد کواَولاد پروقف کرنا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا مکانات اور جائیداد کا وقف علی الاولاد کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) وقف جائیداد کا انتظام وقف نامہ میں لکھی گئی ہدایات اور قانون کو مانتے ہوئے کرنا ہے، یاواقف کی اولاد اپنے مفاد کودیکھتے ہوئے چلے گی؟

(۳) اگر وقف جائیداد آبادی میں آ گئی ہو اور کسی دوسرے کا قبضہ ہو، اور اُس کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے انتظام میں مشکل آ رہی ہو، تو کیا کریں فروخت کردیں یا غیر آدمی کا قبضہ رہنے دیں؟

(۴) کیا وقف جائیداد کو واقف کی اولاد بغیر بیع نامہ کے کسی سے پہلے لے کر دے سکتی ہے، یافروخت کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مکانات اور جائیداد کاوقف علی الاولاد اگرچہ جائز ہے؛ لیکن موجودہ دور میں اوقاف کا تحفظ ایک سنگین مسئلہ ہے، اور وقف علی الاولاد جائیدادوں میں مستقبل میں میں سخت دشواریاں، اور پیچیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں، اس لئے نفس جواز کے باوجود اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

عن ابن طاؤس عن أبيه أن رجلاً تصدق بأرض له على بنيه وبني بنيه، وجعل للمساكين فيها شيئًا، وكان والي القضاء معاذ بن جبل فأجازه. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب جواز الوقف على النفس وعلى الأولاد الخ ١٣/ ١٩٢ رقم: ٤٥٣٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو قال: وقفت على أولادي دخل فيه الذكر والأنثى والخنثىٰ. (الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث في المصارف / الفصل الثاني في الوقف على نفسه وأولاده ٢/ ٣٧١)

(۲) جائیداد موقوفہ کے انتظام میں واقف کی شرائط کا لحاظ رکھنا لازم ہے، موقوف علیہم اِس میں اپنی من مانی نہیں کرسکتے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤/ ٤٣٣-٤٣٤ کراچی، ٦/ ٦٤٩ زکریا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ٢/ ١٠٦ إدارة القرآن کراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١/ ١٢٦ المكتبة الميمنية مصر)

(۳) وقف شدہ جائیداد کی بیع جائز نہیں، اگر اُس پر کسی کا ناجائز قبضہ ہو تو اُس سے چھڑانے کے لئے قانونی کاروائی کرنی چاہئے۔

عن ابن عمر أن عمر رضي اللّٰه عنهما أن عمر بن الخطاب أصابَ أرضًا بخيبر، فأتى النبيَ صلى اللّٰه عليه وسلم يستامِره فيها، فقال: يا رسول اللّٰه! إني أصبت أرضًا بخيبر لم أُصَب مالاً قطُّ أنفسَ عندي منه فما تأمرني به؟ قال: إن شئت حبَّستَ أصلها وتصدقت بها، قال: فتصدق بها عمر أنه لا يباع ولا يوهب ولا يورث، وتصدق بها في الفقراء وفي القربىٰ وفي الرقاب وفي سبيل اللّٰه وابن السبيل والضيف، لا جناح على من وليها أن يأكلها منها بالمعروف ويُطعم غير متمول، قال: فحدَّثتُ به ابن سيرين فقال: غير متأثل مالاً. (صحيح البخاري، كتاب الشروط / باب الشروط في الوقف رقم: ٢٧٣٧ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ٢/ ٤١ رقم: ١٦٣٢،

سنن أبي داؤد رقم: ۲۸۷۸، سنن الترمذي ۲۵۶/۱ رقم: ۱۳۷۵، إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب مشروعية الوقف وأنه لا يباع ولا يورث ولا يوهب ۱۳۷/۱۳ رقم: ٤٤٩٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه وتمليكه. (الهداية ٦٤٠/٣)

(۴) وقف جائیداد کو واقف کی اولاد یا کوئی دوسرا شخص فروخت نہیں کرسکتا۔

عن هشام بن عروة عن أبيه عن الزبير بن العوام رضي الله عنه أنه جعل دوره على بنيه لا تباع ولا تورث ولا توهب، وأن للمردودة من بناته أن تسكن غير مضرة ولا مضر بها، فإذا استغنت بزوج فليس لها حق. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب جواز الوقف على النفس وعلى الأولاد الخ ۱۹٤/۱۳ رقم: ٤٥۳٥ دار الكتب العلمية بيروت)

متولي الوقف باع شيئًا منه أو رهن فهو خيانة، فيعزل، أو يضم إليه ثقة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف الخ ٤١٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد در اَولاد پر وقف شدہ جائیداد میں واقف کی حیات میں مرنے والوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جائیداد مکان محمد ظہیر الدین کی طرف سے وقف علی الاولاد ہے، اس کے وقف نامہ میں وارثین میں ایک بیوی حمد السبحان اور دو بڑے لڑکے (۱) اختیار الدین (۲) مختار الدین، دو لڑکیاں: (۱) جمیلہ (۲) شکیلہ کا ذکر ہے؛ اِن ورثہ میں سے ایک لڑکا اختیار الدین اور لڑکی جمیلہ کا محمد ظہیر الدین واقف کی حیات میں انتقال ہوگیا تھا، محمد ظہیر الدین کے انتقال کے وقت صرف ایک بیوی حمد السبحان ایک لڑکا مختار الدین اور ایک لڑکی شکیلہ موجود تھی۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ واقف کے ترکہ وقف شدہ مکان میں سبھی حق دار ہوں گے یا

صرف جو ورثہ موجود تھے، اُنہیں ترکہ میں سے ملے گا، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ میں واقف نے پہلی شرط کے ضمن میں یہ بات لکھی ہے، کہ وہ خود تا حیات اس موقوفہ جائیداد کا منتظم ومتولی رہے گا، اور اُس کی آمدنی سے اپنے گھر کا خرچ چلاتا رہے گا، اِس سے معلوم ہوا کہ اُس نے اپنی زندگی میں کسی بھی اولاد کو آمدنی میں سے کوئی حق متعین طور پر نہیں دیا، پھر تیسری شرط میں یہ لکھا ہے کہ جائیداد موقوفہ کی آمدنی حصصِ شرعیہ کے بموجب تقسیم کی جائے گی؟ اور چوتھی شرط میں یہ تحریر ہے کہ استحقاق کا یہ سلسلہ اولاد در اولاد نسلاً بعد نسل بطناً بعد بطن جاری رہے گا، اِن تمام شرائط کی روشنی میں آپ کے سوال نامہ کا جواب یہ ہے کہ واقف ظہیر الدین کی حیات میں اُن کے جس لڑکے اور لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے، اُن کی اولادوں کو واقف کی وفات کے بعد اُس وقت تک مذکورہ موقوفہ جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ملے گا جب تک واقف کی صلبی اولاد یعنی مختار الدین اور شکیلہ باحیات رہیں گی، اِن دونوں کی وفات ہوجانے کے بعد میت کے تمام پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں خواہ وہ واقف کی وفات کے وقت موجود لڑکے لڑکی کی اولاد ہوں، یا اُس کی زندگی میں فوت شدہ لڑکے لڑکی کی نسل سے ہوں، ان سب کو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے حساب سے وقف کی آمدنی میں حصہ دیا جائے گا، اور اس وقف پر کسی ایک وارث کا تنہا قابض رہ کر دوسرے حصہ داروں کو منافع سے محروم کرنا قطعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ سب حق داروں کو اُن کا حق پہنچانا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾

[النساء، جزء آیت: ۵۸]

عن أبي جحفة عن أبيه رضي الله عنه في حديث ...... فأعط كل ذي حق حقه. (صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع، ولم ير عليه قضاءً إذا كان أوفقَ له ۱/۲٦٤ رقم: ۱۹٦۸ دار الفكر بيروت)

وقف علـى أولاده وأولاد أولاده وذريتـه على أن يبدأ بالبطن الأعلى، ثم وثم قلنا : لا شيء للبطن الثاني ما دام واحد من الأعلى . (الأشباه والنظائر ٣٦٨/١ زكريا)

وإذا قـال فـي وقفه على أن يبدأ في ذٰلک بالبطن الأعلى منهم، ثم بالبطن الذي يليهم، فإن قال على هٰذه الصفة، فمات البطن الأعلى إلا واحد كانت الغلة كـلهـا لهـذا البـاقي وحده دون البطن الذي يليه . (الـفتـاوىٰ التـاتـارخانية / كتاب الوقف ٧٧٢/٥ إدارة القرآن كراچی)

إلا أن يـذكـر مايدل على الترتيب بأن يقول: الأقرب فالأقرب، أو يقول: عـلـى ولدي، ثم على ولد ولدي، أو يقول: بطنًا بعد بطن، فحينئذ يبدأ بما بدأ به الواقف. (شامي / فصل فيما يتعلق في وقف الأولاد ٦٩٧/٦ زكريا)

ولـو قـال: على أولادي وأولادهم كان ذٰلک لكلهم يدخل فيه ولد الإبن وولـد البـنـت، والـصحيح ما قال هلال رحمه اللّٰه تعالىٰ: أن اسم ولد الولد كما يتنـاول أولاد البنين يتناول أولاد البنات . (فتـاوىٰ قـاضـي خـان على هامش الهندية، كتاب الوقف / فصل في الوقف على الأولاد الخ ٣٢٤/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واقف کی زندگی میں مرنے والی لڑکی کا وقف علی الاولاد میں حصہ؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی جائیداد کی بابت ایک وقف علی الاولاد کا وقف نامہ تحریر کیا، جس میں جائیداد موقوفہ کی آمدنی کی تقسیم کے بارے میں تحریر کیا کہ جو کچھ آمدنی ہو وہ ورثہ شرعی میں اُن کے شرعی حصص کے بموجب تقسیم ہوگی، بروقت تحریر وقف نامہ واقف کے دو پسر اور ایک دختر حیات تھیں؛ لیکن بعد میں دختر کا انتقال واقف کی حیات میں ہوگیا اور واقف نے وقف کی آمدنی کی تقسیم کے سلسلہ میں وقف

نامہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور فوت ہوگئے، کیا ایسی صورت میں مرحومہ دختر کی اَولادیں محجوب ہوجانے کی وجہ سے جائیداد موقوفہ کی آمدنی میں سے کوئی حصہ پانے کی حق دار ہیں؟

یہ کہ اسی وقف نامہ میں واقف نے تولیت کی بابت یہ شرط تحریر کی کہ واقف کے بعد واقف کے وارثان شرعی اپنے حصے شرعی کے متولی ہوں گے، مزید وقف نامہ کی دفعہ ۱۳ اِس طرح تحریر کی:

''اگر خدانخواستہ پسران ودختر واقف مذکورین میں کوئی اولاد فوت ہوجاوے، تو جائیداد متوفی کی بابت حق تولیت بہ مناسبت حصصِ شرعی پسر یا پسران یا دختر مذکور یا پسر ودختر مذکور باقی فائدہ کو حسبِ صورت ہو حاصل ہوگا''۔

چوں کہ واقف کی دختر کا انتقال واقف کی حیات میں ہوچکا تھا؛ لہٰذا واقف کے بعد جائیداد موقوفہ واقف کے دو پسران میں برابر برابر تقسیم ہوگئی اور ان دونوں پسران کے انتقال کے بعد اُن کی جائیداد اُن کے ورثہ میں چلی گئی، حق پر وہ لوگ بحیثیت متولی قابض ہوگئے، کیا ایسی صورت میں واقف کی مرحوم دختر کی اولاد کو جائیداد موقوفہ کے کسی حصہ کا متولی بننے کا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واقف نے چوں کہ حصصِ شرعیہ کے بموجب آمدنی اپنے وارثین میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی ہے، اور وقف علی الاولاد کا حکم واقف کے انتقال کے بعد جاری ہوتا ہے؛ لہٰذا اِس آمدنی اور تولیت میں صرف زید کے لڑکوں اور لڑکوں کے بعد اُن کی اولادوں ہی کا حق ہوگا، لڑکی چوں کہ زید کی زندگی میں وفات پاچکی ہے، اس لئے اُس کی اولاد آمدنی اور تولیت میں کسی حصہ کی حق دار نہیں ہے۔

بناء علی أن المتوفی في حیاۃ والدہ لایسمی موقوفًا علیہ، ولا من أھل الوقف. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في مسئلۃ السبکي الواقعۃ في الأشباہ في نقض القسمۃ والدرجۃ الجُعلیۃ ٦/٦٩٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واقف کا مسجد تعمیر کرا کے وقف ہونے کا اعلان کرنا، اور بیوی کا اُس کے وقف ہونے کی تردید کرنا؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر کھر گون میں ۴-۵/سال قبل مسجد شکور تعمیر کی گئی تھی، تعمیر شدہ مسجد کو حاجی عبد الشکور صاحب نے تن تنہا اپنی رقم سے تعمیر کرائی تھی، پچھلے وقتوں میں حاجی عبد الشکور صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، مرحوم کی ۲/ بیویاں حیات ہیں، مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے، مرحوم نے اپنی ورثہ املاک کروڑوں روپئے کی قیمتی زراعت ومکانات چھوڑے ہیں۔

مرحومہ کے ذریعہ قائم شدہ مسجد کی زمین سرکاری نیلامی کے ذریعہ حاصل کی تھی، نیلامی کے موقع پر مرحوم نے دیگر مسلم ضرورت مند حضرات کو نیلامی میں حصہ لینے سے یہ کہہ کر روکا تھا کہ نیلامی والی زمین پر مسجد تعمیر کرنا مقصود ہے، اس وجہ سے مسلم حضرات نے نیلامی میں حصہ لیا تھا، اِس کے برعکس نیلام شدہ زمین بیش قیمتی تھی۔

مسجد شکور کی تعمیر مکمل ہونے پر مرحوم حاجی صاحب نے نماز جمعہ میں مفتی رفیق صاحب قاسمی کو بیان کے لئے مدعو کیا تھا، بعد بیان کے مرحوم نے مجلس عام میں یہ واضح کردیا تھا کہ مسجد کا انتظام عوام کے سپرد ہے، اور دیگر موقع پر بھی اِس اعلان کو دوہرایا گیا تھا، نظام مسجد عوام اور مرحوم کے فردِ مخصوص کے ذریعہ انجام دیا جارہا تھا، اور جمعہ پیٹی اور مقامی افراد کے گھروں سے ماہانہ ۱۰۰/روپئے وصول یابی کی جارہی تھی، یہ سلسلہ ۴/سالہ مدت تک چلتا رہا ہے۔

ماہِ رمضان میں پیش امام صاحب کے علاوہ دیگر خادم حافظ صاحب کو برطرف فرد مخصوص نے کردیا، عوامی افراد نے ناراضگی کی بنیاد پر استعفیٰ دے دیا؛ کیوں کہ فرد مخصوص کا مزاج حاکمانہ منوانے کا ہے، فرد مخصوص نے یہ بات واضح کردی کہ انتظام مسجد کے مکمل اختیارات صرف فردِ مخصوص ہی انجام دے گا، وغیرہ وغیرہ۔

یہ واقعہ کے بعد بتاریخ ۳۱/اگست ۲۰۱۲ء نماز جمعہ عوام کے ذریعہ طے شدہ ناموں کا اعلان

سرائے نئی انتظامیہ کی شکل میں پیش کئے گئے ،جس کے ردعمل میں مرحوم حاجی صاحب کی بیوی حجانی محترمہ نے اُسی وقت مسجد میں داخل ہوکر ممبر کے پاس اعلان کیا کہ مسجد شکور کے مالکانہ دستاویزات حجانی کو حاصل ہیں، مسجد وقف نہیں کی گئی ،نماز ادا کرنے کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے، مسجد میں نمازی آئیں یا نہیں؟ اس سے کوئی فرق نہیں ،عوامی تعاون چندہ وغیرہ بند کیا جاتا ہے، اخراجات حجانی کے ذریعہ نامزد فرد انجام دے گا، اور بھی اسی طرح سے وضاحت کی گئی تھی ،حجانی کے خاندان کے افراد نے عوامی طے شدہ ناموں پر یہ تنقید کی کہ عوام مرحوم حاجی صاحب کی دولت پر نظر رکھ رہی ہے، اور آئندہ مرحوم کی وراثت کی مانگ کرے گی ، وغیرہ وغیرہ۔

اِس کے ردعمل تنقید کے متعلق طے شدہ ناموں میں ملی فرد انور بانو ں نے یہ کہا کہ عوام کو صرف انتظام مسجد سے مقصد ہے، اخراجات کی تکمیل عوامی تعاون سے پورے کئے جائیں گے، رہا مرحوم حاجی صاحب کی دولت کا ''عوام کی نگاہ میں اس قسم کی دولت صرف نجس پیشاب سے زیادہ کی اہمیت نہیں ہے''حجانی کے اعلان سے عوام بے قابو ہوگئی خدا خیر فرمائے ، بڑا حادثہ کو دفعہ کیا گیا، ورنہ آنجہانی واقعہ غیر متوقعہ عوام کے ذریعہ حجانی محترمہ کے ہمنواؤں کے درمیان پیش آجاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ کہ مرحوم حاجی صاحب نے سرکاری نیلامی سے عوام کو یہ کہہ کر روکا کہ زمین پر مسجد بنانی ہے ،مرحوم نے مسجد شکور کے نام کو عوام کے ذریعہ انتخاب کرنے کا رد پیش نہیں کیا، مرحوم نے مسجد کے افتتاح کے موقع پر قابل قدر مفتی رفیق احمد صاحب قاسمی کے خطاب کے بعد فوراً یہ اعلان کیا کہ مسجد کا انتظام عوام کے ذریعہ کیا جائے گا، مرحوم کی حیات میں عوامی چندہ کے ذریعہ وضوخانہ، جانمازیں، جمعہ پیٹی، مقامی باشندوں سے ماہانہ فی گھر ۱۰۰ روپئے دستیاب کرنا، ۴ رسالہ مدت تک ، مرحوم کے فردِ مخصوص کے شامل میں عوامی افراد کا انتظامیہ میں موجود رہنا، مرحوم کے اعلان کے ذریعہ انتظام عوام کے سپرد یہ سلسلہ ۴ رسالہ مدت تک قائم رہا، اِن وجوہات کے باوجود حجانی نے مرحوم کی حیات میں مالکانہ حق کا اعلان نہیں کیا، اس لئے مرحوم نے اول تا آخر حیات میں جو اعلان کیا تھا، اس میں تبدیل وترمیم نہیں فرمائی ، اول موقف پر مرحوم قائم ودائم رہے، ان بنیادوں

پر مرحوم کے اعلان کی تائید میں مسجد شکور کو وقف کی شرعی حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟

فی الوقت مرحوم لا اولاد ہیں اور وفات بعد مرحوم کی بیوی حجانی کا جدید ممبر کے پاس یہ دوبارہ اعلان کرنا کہ مسجد وقف نہیں ہے، عوامی چندہ وتعاون بند کرنا، تن تنہا اخراجات کی تکمیل نامزد کے ذریعہ انجام دیئے جانے کا اعلان کرنے کی وجہ سے مرحوم شوہر حاجی صاحب کے ذریعہ کئے گئے اعلان وقف کا شرعی حکم منسوخ ہوجائے گا؟ شریعتِ مطہرہ کے ذریعہ مرحوم شوہر حاجی عبد الشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول وفعل مانا جائے گا، یا بعد وفات کہ حجانی محترمہ کے ذریعہ مرحوم شوہر کے ردعمل میں جدید اعلان کے رد کی شکل میں مانا جائے گا؟

نوٹ :- مسئلہ نازک ہے، اولیت میں جواب عنایت فرمائیں، خدشہ ممکن ہے اُمت میں یہ معاملہ نازک شکل اختیار ہونے سے قبل جلد از جلد عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ بانی مسجد وواقف عبد الشکور مرحوم نے مسجد کی تعمیر کر کے اس میں نماز شروع کروائی، اور اُس کے وقف ہونے کا اعلان کردیا، تو اب بعد میں اُن کی اہلیہ محترمہ کی طرف سے وقف کے انکار کر دینے سے وقف کی اَصل شرعی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ مسجد بدستور وقف رہے گی، اور اس پر کسی بھی شخص کو مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں گے۔ اب رہ گیا مسجد کے انتظام کا معاملہ تو اگر واقف نے اپنی زندگی میں کسی شخص کو یا بعض اشخاص کو انتظامی ذمہ داری دے دی تھی، جیسا کہ سوال سے واضح ہے، تو ان افراد متعینہ کو متولی قرار دیا جائے گا، اور ان کی مرضی کے بغیر دوسرے افراد کو مسجد کے انتظامی معاملات میں کسی بھی طرح کی مداخلت کا کوئی حق نہ ہوگا؛ لہٰذا جو لوگ واقف کی زندگی سے مسجد کا انتظام کرتے آئے ہیں، ان کی مرضی کے بغیر کوئی دخل اندازی ہرگز نہ کی جائے۔

أخبرني غير واحد من آل عمر وآل علي أن عمر ولى صدقته حتى مات، وجعلها بعده إلي حفصة، وولى على صدقته حتى مات، ووليها بعده الحسن بن

علي، ذكره الإمام الشافعي في الأم. (۲۸۱/۳) معلقًا. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب لا يجعل المتولي من الأجانب ما دام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف ذكرًا كان أو أنثىٰ ۲۱۲/۱۳ رقم: ٤٥٤٨ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الذخيرة: وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف، حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه جماعة، فإنه يصير مسجدًا. (شامي / مطلب في أحكام المسجد ٥٤٥/٦ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥٦/٨ زكريا، الهداية / كتاب الوقف ٦٤٤/٢، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٣٣/٦ دار الفكر بيروت)

جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع، وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني ...... ثم لوصيه إن كان. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في اشتراط الولاية لنفسه ٥٧٧/٦ زكريا)

وفي الخلاصة: إذا شرط الواقف أن يكون هو المتولي فعند أبي يوسف الوقف والشرط كلاهما صحيحان. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢٧٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس الخ ٤٠٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’اِسلامک دعوۃ اکیڈمی‘‘ کو مکان وقف کرکے ضرورت پر فروخت کرنے کا اختیار دینا؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے چند سال پہلے اپنی حیات میں ایک مکان ایک اِدارے کو وقف کردیا، اِس وقف کے گواہ اِدارے کے ذمہ دار اور ایک دوسرے صاحب ہے۔ واقف نے وقف کرتے وقت استبدال کی گنجائش ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں کوئی تصریح نہیں کی تھی؛ البتہ قرائن سے معلوم ہوتا

ہے کہ یہ بات اُن کے ذہن میں ضرور تھی کہ اِس مکان سے اِدارہ جس طرح چاہے فائدہ اُٹھائے، اور اِدارے کے مصالح کے پیشِ نظر اِدارہ اگر مکان کو بدلنا چاہے تو اِس کی بھی گنجائش ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِدارے کے ذمہ دار اور جو صاحب دوسرے گواہ تھے، اُن کے واقف سے پرانے تعلقات تھے، وہ اُن کے عزائم کو جانتے تھے، اِدارے سے اُن کا بھی قلبی تعلق تھا، وہ اِدارے کا اپنی حیات میں بھی تعاون کرتے رہتے تھے، اور اِس مکان کو وقف کرنے سے سے بھی اُن کا منشاء اِدارے کو فائدہ پہنچانا ہی تھا، اور اپنے لئے ثوابِ جاریہ حاصل کرنے کا تھا، اُنہوں نے خود وقف ہوجانے کے بعد جو صاحب دوسرے گواہ تھے، اُن کے سامنے اِن الفاظ میں اپنے عندیہ کا اظہار بھی کیا تھا کہ اِدارہ اِس گھر کو باقی رکھ کر کیا کرے گا؟ وہ تو اِس مکان کو بیچ کر کوئی اور مکان خرید لیں گے؛ لیکن واقف چوں کہ شرعی مسائل سے واقف نہیں تھے، اور اِدارے کے ذمہ دار کے ذہن میں بھی عین وقت پر یہ بات نہیں آئی کہ استبدال کی اِجازت تحریراً یا قولاً لے لے؛ لہٰذا اِس بات کی وقف کے وقت تصریح نہ ہوسکی، اِدارے کے ذمہ دار اور دوسرے گواہ دونوں کو سو فیصد یقین ہے کہ اگر اُس وقت اُن کو استبدال کے مسئلہ کی طرف متوجہ کیا جاتا، تو وہ ضرور اُس وقت وقف کی شرائط میں اِس کو شامل کرلیتے۔

اَب واقف کا انتقال ہوچکا ہے، ورثہ میں اَولاد نہیں ہے، بیوی اور بھتیجے مرحوم کے مال کے وارث بن رہے ہیں، اُن حضرات کو اِدارے سے اتنا تعلق نہیں ہے جتنا مرحوم کو تھا، مرحوم کے وقف کرنے کا علم اُن ورثہ میں سے کسی کو بھی نہیں تھا، اَب اُن حضرات کی قلبی خواہش یہ ہے کہ مکان اُنہیں کے پاس رہے اور اِدارہ اِس کا بدل قبول کرلے۔ اِدارہ الگ شہر میں ہے اور مکان الگ شہر میں، اور اِس صورت میں مرحوم کے موجودہ ورثہ کی ناراضگی سے بھی حفاظت ہوگی اور بدل نہ قبول کرنے کی صورت میں اُن کی ناراضگی کا قوی اندیشہ بھی ہے۔

اِن مذکورہ اَحوال کے پیشِ نظر واقف کا عندیہ سامنے رکھتے ہوئے موجودہ وقف مکان کو بیچ کر متبادل مکان خریدنے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اگر گنجائش ہو تو اس کی قیمت طے کرنے میں کیا ہدایات ہیں؟ بینوا وتوجروا، والسلام علیکم۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

التنقیح: (۱) کیا یہ مکان مدرسہ کو دیتے وقت مذکورہ شخص نے کوئی تحریر لکھی ہے، اگر لکھی ہو تو اُسے پیش کیا جائے۔

(۲) مدرسہ کو دینے کی دو شکلیں ہوتی ہیں: ایک ملکیت میں دینا، دوسرے وقف کر دینا۔ مذکورہ شخص نے وقف کیا ہے یا مدرسہ کی ملکیت میں دیا ہے، اِس کی وضاحت ہونی چاہئے، اُس کے بعد ہی اصل حکم واضح ہو پائے گا۔

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۱۱؍۱۴۳۳ھ

جواب التنقیح: جی ہاں مذکورہ شخص نے تحریر لکھی ہے، تحریر میں وقف کی صراحت موجود ہے، اصل تحریر گجراتی زبان میں ہے، ذیل میں اس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ پیش خدمت ہے:

تاریخ ۱۱؍۵؍۱۹۹۷ میں احمد آ کوجی کرولیا اور میری بیوی فاطمہ احمد کرولیا، ہمارا مکان جس کا پتہ حسبِ ذیل ہے: ۱۲۵؍نورمن ایونیو وارو کشائر یو کے، آج کے روز مذکورہ ذیل میں دستخط کرنے والے گواہ کی حاضری میں نیچے لکھی ہوئی شرطوں کے مطابق ''اِسلامک دعوۃ اکیڈمی'' ۱۲۰؍ملبورن روڈ لیسٹر یو کے کو اپنی خوشی سے کسی دباؤ کے بغیر تندرستی اور ہوش وحواس کی حالت میں وقف کر رہا ہوں:

(۱) جب تک ہم دونوں یا ہم میں سے کوئی ایک زندہ رہیں، وہاں تک اس مکان میں رہنے اور اُس سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل رہے گا۔

(۲) کسی بھی وجہ سے ہم دونوں یا کسی ایک کی حیات میں ہمیں کسی اور جگہ جا کر رہنے کا اتفاق ہو، تو اس مکان کے کرائے کی آمدنی سے فائدہ اُٹھانے کا حق حاصل رہے گا۔

(۳) ہم دونوں میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد جو پیچھے رہ جائے، وہ اگر دوسرا نکاح کرے تو اُس کو (اِس دوسرے شوہر یا بیوی کو بھی) اس مکان میں اُس کی آخری زندگی تک رہنے کا حق حاصل رہے گا۔

(۴) اُوپر کی تحریر کے مطابق جو بھی اِس مکان سے فائدہ اٹھائے گا، وہ اس گھر کے نباہ کے

خرچ کا ذمہ دار ہوگا۔

نــوٹ:- وقف کیا ہوا گھر دراصل بھائی احمد آ کوجی صاحب ہی کا تھا، قانونی کارروائی کے لئے میاں بیوی دونوں کے نام لکھ دئے گئے تھے؛ تاہم وقف کے وقت دونوں نے متفق ہوکر اس کو وقف کیا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں احمد آ کوجی کرولیا صاحب اور اُن کی اہلیہ کی طرف سے مذکورہ مکان ''اِسلامک دعوۃ اکیڈمی'' کے لئے وقف ہو چکا ہے، اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ خود واقف نے اپنے عندیہ کا اظہار اِن الفاظ میں کیا تھا کہ ''اِدارہ اس گھر کو باقی رکھ کر کیا کرے گا؟ وہ تو اِس مکان کو بیچ کر کوئی اور مکان خرید لیں گے'' یہ جملہ اِس بات کی طرف مشیر ہے کہ واقف کی طرف سے استبدال کی اجازت پہلے ہی سے پیش نظر تھی، اور خاص کر اِس لئے بھی کہ ''اِسلامک دعوۃ اکیڈمی'' اور موقوفہ مکان دونوں الگ الگ شہر میں واقع ہیں، تو واقف کے پیشِ نظر یقیناً وہی بات ہوگی جس کا ذکر اوپر کیا گیا کہ اِدارہ حسبِ منشاء اسے بدل بھی سکتا ہے۔ بریں بناء ''اِسلامک دعوۃ اکیڈمی'' کو یہ حق ہوگا کہ وہ موقوفہ مکان کو مناسب قیمت میں فروخت کرکے اس کے بدلے میں ادارہ کے لئے کوئی اور جگہ خرید لے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۴/۱۳۵، فتاویٰ محمودیہ ۲۱/۵۳ میرٹھ)

إذا وقف أرضًا أو شيئًا آخر وشرط الكل لنفسه أو شرط البعض لنفسه ما دام حيًا وبعده للفقراء، قال أبو يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ: الوقف صحيح، ومشائخ بلخ رحمهم اللّٰه تعالىٰ، أخذوا بقول أبي يوسف، وعليه الفتوىٰ ترغيبًا للناس في الوقف، وهٰكذا في الصغرىٰ والنصاب، كذا في المضمرات. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط في الوقف ٢/٣٩٧-٣٩٨ زكريا)

وفي القنية: مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما تجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرًا من المحلة الموقوفة، وعلىٰ عكسه لا

يجوز. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٧٣٦/١)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ کراچی، ٦٤٩/٦ زکریا، وکذا في الأشباه والنظائر، کتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن کراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

وجاز جعل غلة الوقف أو الولاية لنفسه عند الثاني وعليه الفتویٰ، وجاز شرط الاستبدال به أرضًا أخریٰ حينئذ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في اشتراط الغلة لنفسه ٥٨٢/٦ زكريا، كذا في الهداية / كتاب الوقف ٦٢٠/٢ مكتبة بلال ديوبند)

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (شامي، كتاب الوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٤٤٥/٤ کراچی، ٦٦٥/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام موقوفہ زمین میں والدین کی وصیت کے مطابق اُن کی تدفین کرنا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واقف یا مالک زمین وقف شدہ زمین میں باپ کی وصیت کے مطابق باپ کی پھر ماں کی تدفین کرسکتا ہے یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی وقف شدہ زمین میں قبر بنانے کی وصیت باطل ہے؛ لہٰذا اُس جگہ میں واقفین یا کسی بھی شخص کو اپنی اموات کی قبریں بنانے کی قطعاً اجازت نہیں؛ بلکہ یہ جگہ مصالح مسجد ہی میں صرف کی جائے گی، اور جو قبر مسجد کی موجودہ جگہ میں بن چکی ہے، تو

جب مسجد کو اُس کی ضرورت ہوگی تو اُس پر پرانی قبر کو برابر کرکے اس جگہ کو مسجد کی ضرورت میں استعمال کرلیا جائے گا، اس پر صاحبِ قبر کے وارثین کو کسی اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔

أوصى بأن يدفن في داره فوصيته باطلة إلا أن يوصي أن يجعل داره مقبرة للمسلمين. (الفتاوى الهندية، كتاب الوصية / الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية الخ ٩٥/٦ زكريا)

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة، ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار ترابًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت ١٤٥/٣ زكريا)

ولا يخرج من القبر إلا أن تكون الأرض مغصوبة، فيخرج لحق صاحب إن شاء، وإن شاء سواه مع الأرض وانتفع به ذراعة أو غيرها. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة / باب الجنائز ٥٨٨/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عوامی کنویں کی جگہ مسجد میں دینا؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: بستی کے اندر ایک پانی کا کنواں رفاہِ عام کے لئے تھا، وہ کنواں خراب ہوگیا، اور اَٹ گیا، تقریباً بستی کے کئی کنویں خراب ہوگئے ہیں، اور ختم ہوگئے ہیں، اب اِس کنویں کی زمین کو محلّہ کے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ محلّہ کی مسجد کو دے دیا جائے؛ تاکہ مسجد کی آمدنی میں اِضافہ ہوجائے، تو اِس رفاہِ عام کنویں کی جگہ مسجد میں دے دینا کیسا ہے؟ جو اس زمین کے قریب ہیں وہ اِس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بالا زمین اگر کسی کی مملوک نہیں ہے؛ بلکہ رفاہِ عام کے لئے ہے، تو لوگوں کے باہمی مشورے سے مسجد میں دینا درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴۸/۲۱ میرٹھ، کفایۃ المفتی ۴۵/۷)

وکذا الرباط والبئر إذا لم ینتفع بھما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلیٰ أقرب مسجدٍ أو رباطٍ أو بئرٍ أو حوضٍ إلیه (الدر المختار) وفي شرح الملتقیٰ: یصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي، کتاب الوقف / فیما لو خرب المسجد أو غیره ٥٤٩/٦ زکریا)

ولا سیما في زماننا المسجد أو غیره من رباط أو حوض إذا لم ینقل یأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤ دار الفکر بیروت، کذا في المحیط البرهاني، کتاب الوقف / الفصل الرابع والعشرون الخ ١٥١/٧ رشیدیة)

رباط بعید استغنی عنه المارّة وبجنبه رباط آخر، قال السید الإمام أبو الشجاع: یصرف غلته إلی الرباط الثاني کالمسجد إذا خرب واستغنی عنه أهل القریة، فرفع ذٰلک إلی القاضي، فباع الخشب وصرف الثمن إلی مسجد آخر، جاز. (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / فصل في المقابر والرباطات ٣١٣/٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہٗ ۶/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زید نے مسجد کیلئے رقم دی؛ لیکن تعمیر سے قبل زید کا انتقال ہوگیا؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زندگی میں کچھ رقم اپنی یا اہل خیر سے لے کر ایک متعینہ مسجد کی تعمیر کے لئے

مالکانِ اینٹ کے پاس جمع کردی کہ بوقتِ ضرورت اُس رقم سے خرید کردہ اینٹیں تعمیر مسجد میں صرف کی جائیں گی، مگراَبھی مسجد کی تعمیر شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قریبی یا بعیدی وارثین میں سے کوئی اِس اینٹ کو اس متعین مسجد کے علاوہ دوسری مسجد یا کسی اور جگہ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے جس متعین مسجد کی تعمیر میں اینٹیں لگانے کے لئے جو رقم جمع کرائی ہے، یہ وصیت کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا زید کے انتقال کے بعد اِس رقم کو اُسی متعین مسجد میں صرف کرنا ضروری ہے، دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

المستفاد: لا یجوز نقله و نقل ماله إلی مسجد آخر. (البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المسجد ۵/ ۲۵۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/ ۱۱/ ۱۴۲۴ھ

سرکاری اسٹامپ پر وقف نامہ لکھوا کر حقِ وراثت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وقف نامہ سرکاری اِسٹامپ پر لکھوا کر رجسٹری کرانے کے بعد واقف کے لڑکے اس جگہ پر حق وراثت کا دعویٰ کرنے کے حق دار رہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ سرکاری اِسٹامپ پر لکھوا کر رجسٹری کرانے کے بعد کوئی شخص اِس وقف شدہ زمین میں حق وراثت کا دعویٰ کرنے کا حق دار نہیں ہوگا، اور نہ ہی کسی کو وراثت دی جائے گی۔

فیزول ملک الواقف عنه إلی اللّٰه تعالیٰ علی وجه تعود منفعته إلی العباد،

فیلزم، ولا یباع ولا یوهب ولا یورث. (الهداية / كتاب الوقف ٦١٥/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار)

قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، ولا یعار ولا یرهن لاقتضائهما الملک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدير / كتاب الوقف ٢١٨/٦ زكريا، الهداية / كتاب الوقف ٦٥١/٢ مكتبه بلال ديوبند، ٦٢٢/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''مجلس دعوۃ الحق'' سے ملحق ہونے کے زمانے میں خریدی گئی زمین مجلس کی ہے یا مدرسہ کی؟

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور علاقہ کے دیگر لوگوں نے ''مجلس دعوۃ الحق'' سے اپنے مکتب کے الحاق کی درخواست دی، اِس پر دستور دعوۃ الحق کی دفعہ ۲۸ر کے تحت اجراء الحاق ''مجلس دعوۃ الحق'' کا فارم دیا گیا، جس کو پڑھ کر اُس کی تمام باتوں کو قبول کر کے سب لوگوں نے دستخط ثبت کئے، اس کا عکس بغرض ملاحظہ ہمراہ (استفتاء) ہٰذا بھی ہے، ناظم صاحب ''مجلس دعوۃ الحق'' نے اس کی منظوری عنایت فرمادی، مکتب کا کام زیر نگرانی دعوۃ الحق چلتا رہا اور ایک طویل زمانہ تک چلا، چندہ وغیرہ رسیدات ''مجلس دعوۃ الحق'' پر کیا گیا، مکتب کے لئے زمین بھی خریدی گئی جو کہ ''مجلس دعوۃ الحق'' کے نام ہے، مکتب کے مدرس ومعاونین نے کچھ اُصولیاں کرنا شروع کردیا کہ اجتماع ماہانہ کے موقع پر مرکز نہ آنا باوجود اطلاع کے، نیز مرکز سے تعلق نہ رکھنا اجراء الحاق از ''مجلس دعوۃ الحق'' کی دفعات کی پابندی نہ کرنا،

اِن بے اُصولیوں کے پیشِ نظر مکتب کا الحاق دعوۃ الحق سے موجودہ ناظم صاحب نے ختم کردیا، جس کا عکس بغرضِ ملاحظہ ہمراہ (استفتاء) ہٰذا مرسل ہے۔ تو اَب دریافت طلب بات یہ ہے کہ موجودہ زمین جو کہ دعوۃ الحق کے نام ہے، جس کا عکس بھی ہمراہ ہٰذا مرسل ہے، اِس پر موجودہ مکتب والوں کا تعمیرات کرانا شرعاً کیسا ہے؟ مرکز دعوۃ الحق کو اِس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دفعات برائے اجرائے الحاقِ مدارس ''مجلس دعوۃ الحق'' کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ملحقہ مدارس کا ''مجلس دعوۃ الحق'' سے تعلق ملکیت کا نہیں ہے؛ بلکہ صرف انتظام کا ہے، اسی وجہ سے ''مجلس دعوۃ الحق'' کی وصولی کی رسید میں ملحقہ مدرسہ کا نام ضرور درج رہتا ہے، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ ملحقہ مدرسہ کی اپنی حیثیت جداگانہ برقرار رہتی ہے، اور جس مدرسہ کے لئے جو رقم وصول ہوتی ہے وہ اسی پر خرچ کی جاتی ہے، نیز وقتی عطایا کا کچھ فیصد حصہ مرکز میں داخل کرنے کے بعد بقیہ رقم اسی مدرسہ میں صرف کرنے کا اُصول ہے، جیسا کہ دفعہ ۳؍ سے واضح ہے، اور دفعہ ۵؍ کے اعتبار سے صرف ناقابلِ تحمل مصارف ہونے کی صورت میں مدرسہ کو بند کرنے یا منتقل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، جو اُسی وقت تک ہے جب تک کہ الحاق باقی ہو۔ اِسی طرح الحاق باقی رہنے کی شکل میں معاونین میں تبدیلی کا حق بھی مرکز کو رہتا ہے؛ لیکن الحاق ختم ہوجانے کے بعد خود بخود مجلس کے انتظامی اختیارات ختم ہوجاتے ہیں، اور ایسے مدرسہ کی مملوکہ اشیاء میں ''مجلس دعوۃ الحق'' کو تصرف کا حق باقی نہیں رہتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جو زمین زمانۂ الحاق میں مدرسہ مذکورہ کے لئے خریدی گئی، وہ اس مدرسہ کی ملک ہے، اور اس میں ''مجلس دعوۃ الحق'' یا حضرت ناظم صاحب کا جو نام درج ہے وہ بحیثیت مالک نہیں؛ بلکہ بحیثیت منتظم ہے، اور جب الحاق ختم کردیا گیا تو انتظامی تعلق بھی خود بخود ختم ہوگیا، اَب موجودہ انتظامیہ یا علاقہ کے معزز حضرات جن لوگوں کو بحیثیت منتظم متعین کریں، وہ مذکورہ مدرسہ کو چلانے اور اس میں تصرف کا حق رکھتے ہیں، الحاق ختم ہونے کے بعد ''مجلس دعوۃ الحق'' کو اس مدرسہ کے

کام کاج میں دخل نہیں دینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۴۷۲ ڈابھیل)

لا یجوز التصرف في مال غیره بلا إذنه ولا ولایته. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الغصب / مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر ۹/ ۲۹۱ زکریا)

متولي وقف علیه مشرف لیس للمشرف أن یتصرف في أمور الوقف. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۸/ ۶۶ رقم: ۱۱۲۲۱ زکریا)

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرهن. (تنویر الأبصار) **وفي الشامي: قوله لا یملک: أي لا یکون مملوکًا لصاحبه ولا یملک أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه.** (شامي، کتاب الوقف / قبیل مطلب في شرط واقف الکتب أن لا تعار إلا برهنٍ ۶/ ۵۳۹ زکریا، ۴/ ۳۵۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متولی اَوقاف؛ شرائط واَحکام

موقوفہ زمین میں واقف کا حق تولیت؟

سوال (۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا وقف کردہ چیز میں واقف کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف کرنے کے بعد موقوفہ زمین پر سے واقف کا حق ملکیت ختم ہوجاتا ہے؛ البتہ حق تولیت حاصل رہتا ہے۔

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ ٣٥٢/٤ دار الفکر بیروت، ٥٣٩/٦ زکریا)

جعل الواقف الولایة لنفسهٖ جاز بالإجماع. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب في اشتراط الواقف الولایة لنفسه ٣٧٩/٤ دار الفکر بیروت، ٥٧٧/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ مکان میں اَولاد در اَولاد کو تولیت کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عمارت جو آٹھ مکانات پر مشتمل ہے، والدین صاحبان نے وقف علی الاولاد کرایا تھا، اور اُس میں مندرجہ ذیل شرطیں لگائی تھیں، شرائط یہ ہیں: ہر ایک اپنے مکان کا متولی رہے گا، اگر وہ چاہیں تو خود اس میں قیام کریں یا اس کو کرایہ پر دے دیں؛ لیکن مکان کرایہ پانچ سال سے زائد

ایڈوانس نہیں لے گا، دوکان کوکسی بھی طرح منتقل نہیں کرسکتا ہے، مکان کو نہ فروخت کرسکتا ہے نہ مکان کورہن پر رکھا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اُس پر قرض لیا جاسکتا ہے، نہ ٹھیکہ پر دیا جاسکتا ہے، اگر کسی پر قرض ہے، تو اُس مکان کے ذریعہ وصول نہیں کیا جاسکتا، ہر متولی کے انتقال کے بعد اس کی بڑی اولاد متولی بننے کا حق دار رہے گی، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، مکان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اگر کسی بھی مکان میں کوئی جدید تعمیر ہوتی ہے، تو وہ بھی وقف میں شامل ہوجائے گی۔ کافی عرصہ سے اِسی طرح یہ سلسلہ چلا آرہا ہے، اور اُن کی اولادیں رہائش پذیر ہیں، آٹھ بھائی بہنوں میں سے ایک بھائی اور دو بہن اب بھی بقید حیات ہیں، اِن آٹھوں اولادمیں سے ایک لڑکی سردار جہاں کے نام سے بھی مکان تھا، اُن کی شادی ہوگئی تھی، اور وہ اپنے شوہر کے مکان میں رہتی تھی، اُنہوں نے اپنے میکہ کا مکان خورشید نامی ایک شخص کو کرایہ پر دے رکھا تھا، سردار جہاں بعد میں بیوہ ہوگئیں اور اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ضروریاتِ زندگی اور بیماری وغیرہ تنگ آ کر اُنہوں نے کرایہ دار خورشید ہی سے گاہ بگاہ کچھ روپئے ایڈوانس کے طور پر لئے، جو اُلٹے سیدھے طریقہ سے ایک بڑی رقم ہوگئی، کرایہ دار خورشید نے اپنی رقم نکالنے کے لئے دوسرے شخص شکیل احمد سے بڑی رقم لے کر مکان دے دیا، اِسی دوران سردار جہاں کا انتقال ہوگیا، شکیل احمد اپنی رقم نکالنے کے لئے وہ مکان فروخت کرنے کی کوشش میں تھے، مکان کو بچانے کی نیت سے صدر متولیہ گوہر جہاں نے اپنے بھائی کی اَولادوں سے (جو اِس مکان کے بالکل نیچے والے مکان کے متولی ہیں) مبلغ ستر ہزار روپئے لے کر شکیل احمد کو دے کر مکان آزاد کرالیا، اور مبلغ تین سو روپئے ماہوار کرایہ نامہ لکھ کر اُن کی سپردگی میں دے دیا، جب کہ اِس مکان کی مالیت تقریباً پندرہ سو روپئے ماہوار کی ہے، یہ بڑی رقم لینا اور دینا اور کرایہ دار کا مکان میں زبردست تبدیلی کرلینا؛ بلکہ مکان کا نقشہ ہی بدل دینا، بہرحال یہ سب باتیں وقف نامہ کے شرائط کے خلاف ہیں، مندرجہ بالاتحریر کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ مندرجہ مکان کا وارث کون ہوگا، جب کہ اِس وقت ایک بھائی اور دو بہنیں حیات ہیں؟

نــوٹ:- تین سو روپئے ماہوار کرایہ دینے کا سلسلہ صرف سردار جہاں کی حیات تک رہا،

اُس کے بعد وہ بھی بند ہوگیا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر شرائط وقف نامہ مسئولہ صورت میں ہر مستحق اولاد کی سب سے بڑی اولاد اپنے حصہ کی تولیت کی مستحق ہوگی، اور اگر اولاد نہ ہو تو واقف کی بڑی اَولاد کی سب سے بڑی اولاد مستحق تولیت ہوگی، اور کسی بھی متولی کو شرائط وقف کے خلاف کسی سے عقد ومعاہدہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا معاہدہ کسی بھی حصہ کے بارے میں کیا ہے، تو وہ قابلِ عمل اور نافذ نہیں ہے، اسے جلد از جلد منسوخ کر کے شرائط کے مطابق معاملات طے کرنا لازم ہے۔

وما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص، وهو حكم لا دليل عليه، سواء كان نصه في الوقف نصًا أو ظاهرًا، وهٰذا موافق لقول مشايخنا كغيرهم: شرط الواقف كنص الشارع، فيجب اتباعه الخ. (شامي، كتاب الوقف / مطلب ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص الخ ٦/ ٧٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نسلاً بعد نسلٍ اَولادِ ذکور کو تولیت کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے دادا منشی محمد جان صاحب مرحوم نے اپنی جائیداد وقف علی الاولاد کیا تھا، جس میں آٹھ قطعہ مکان بھی شامل ہے، جو اُنہوں نے اپنی آٹھ اولادوں کی سکونت کے واسطے ایک تا آٹھ وقف نامہ درج کیا، جس کی تفصیل وقف نامہ کے دفعہ نمبر دس وگیارہ میں درج ہے، اور اس میں ہر اولاد کی فوت ہونے پر اُس کی بڑی اولاد کو متولی مقرر کیا ہے کہ ہر متولی کے فوت ہونے پر اُس کی بڑی اولاد اِس مکان کا متولی مقرر ہوگی، اور اُس کو اِس میں سکونت رکھنے یا کرایہ پر اُٹھا کر اس کی آمدنی کو اپنے صرفہ میں کرنے کا حق حاصل ہوگا، اور یہ سلسلہ اِسی طرح نسل بعد نسل بطن بعد بطن چلتا رہے گا، مزید ہدایت وقف نامہ کی دفعہ ۹-۱۱-۲۶/ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اِس میں میرے بھائی حصہ مانگ رہے ہیں، جب کہ وقف نامہ میں بڑی اولاد کو متولی مقرر کیا ہے، اور اِس سلسلہ نسل بعد نسل وبطن بعد بطن چلنے کی ہدایت کی گئی ہے، تو کیا اِس رو سے بھائی کو مکان میں حصہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہم رشتہ وقف نامہ کی شرط نمبر ۱۰ر میں یہ عبارت درج ہے کہ ”ہمیشہ اَولادِ اکبر کو اولادِ اَصغر پر ترجیح ہوگی“ اور دفعہ ۱۱ر میں یہ عبارت ہے کہ ”ہر متولی کے فوت ہونے پر اُس کی اولادِ ذکور الی آخرہ متولی کی تولیت والے مکان پر نسلاً بعد نسل، بطناً بطناً متولی مقرر ہوگی، اور اُس متولی کو اِس مکان میں سکونت رکھنے یا اُس کو کرایہ پر اٹھا کر اُس کی آمدنی اپنے مصرف میں کرنے کا اختیار ہوگا“۔ اِن درج بالا عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کی منشاء ہر بطن میں اولادِ اکبر کو متولی بنا کر اسے مستقل بلا شرکت غیر تصرف کا اختیار دینے کی رہی ہے۔ بریں بناء مذکورہ وقف نامہ کی دفعات کے مطابق آپ اپنے حصہ وقف کے بااختیار متولی ہیں، آپ کے دیگر بھائیوں کا اس میں حق نہیں ہے؛ البتہ آپ اپنی مرضی سے اُنہیں کچھ عطاء کر دیں تو یہ آپ کا اختیار ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۳۵۹ ڈابھیل)

شرط الواقف کنص الشارع (الدر المختار) علی أنهم صرحوا بأن مراعاة الواقفین واجبة. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف کنص الشارع ٤/٤٤٥ کراچی، ٦/٦٤٩ زکریا)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله أن یجعل ماله حیث شاء ما لم یکن معصیة. (شامي، کتاب الوقف / مطلب شرائط الوقف معتبرة ٦/٥٢٧ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تولیت وقف کی وصیت بڑے بیٹے کے نام کرنا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص محمد مستقیم خاں نے ایک قطعہ آراضی اُمورِ خیر کے لئے وقف کیا، اور یہ شرط لگائی کہ جیتے جی میں اُس کا متولی رہوں گا، میرے انتقال کے بعد میرے دولڑکے: ابراہیم خاں اور عبد الرحیم خاں متولی ہوں گے، اور اُن کے انتقال کے بعد اُن دونوں کی اولاد میں بڑے لڑکے متولی ہوں گے۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ عبد الرحیم خاں کے تین لڑکے ہوئے، سب سے بڑے عبد الحکیم خاں، منجھلے عبد القیوم خاں اور چھوٹے عبد السلام خاں۔ عبد الحکیم خاں کا انتقال عبد الرحیم کی زندگی میں ہوگیا تھا، عبد الحکیم خاں کے ایک لڑکے محبوبِ الٰہی خاں ہیں، عبد الحکیم خاں کے انتقال کے بعد اُن کی اہلیہ نے عبد القیوم سے شادی کر لی تھی، اب عبد القیوم خاں کا بھی انتقال ہوگیا، اُن کے بڑے لڑکے عزیز الٰہی خاں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں حق تولیت محبوب الٰہی خاں کو پہنچتا ہے یا عزیز الٰہی خاں کو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہم رشتہ سوال وقف نامہ بغور پڑھا، اس میں مکتوب واقف کے یہ الفاظ: ”بعد اُن ہر دو متولیان کے ہمیشہ زمانہ آئندہ کو بڑا بیٹا ہر ایک متولی کا مستحق تولیت اس جائیداد کا ہوگا“، اِس امر پر دال ہیں کہ ہر دو متولی کے بڑے بیٹے پھر اُس کے بڑے بیٹے الی آخرہ موقوفہ جائیداد کے متولی ہوتے رہیں گے۔ بریں بناء واقف کی اِس شرط کی ہر ممکن حد تک رعایت رکھی جائے گی، اور موجودہ حالت میں حق تولیت عبد الحکیم خاں کے بڑے لڑکے محبوب الٰہی خاں کو ملے گا۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ کراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن کراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

وفي الشامي: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ. (شامي،

كتـاب الـوقف / مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ والعرف يصلح مخصصًا ٤٤٥/٤ كراچی، ٦٦٥/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱/۲/۱۴۱۲ھ

متولی کی طرف سے اگر زندگی میں انتقالِ تولیت کا ثبوت نہ ملے تو متولی کی اَولاد کو تولیت کا حق ہوگا؟

سـوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وقف نامہ شرط ۶ / کے بموجب متولی دوم مکان وقف علی الاولاد کو حقِ انتقال تولیت تو حاصل تھا؛ البتہ انتقالِ تولیت وقف کا پوری بازیابی کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہے، اِس صورتِ حال میں وقف نامہ کی شرط ۶ / کی اِفادیت تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وقف نامہ کی شرط نمبر ۶ / بالکل واضح ہے کہ متولی کو اپنی زندگی میں بھی حسبِ شرائط وقف دوسرے کو متولی نامزد کرنے کا حق حاصل ہے، اور اگر وہ زندگی میں مقرر نہ کرسکے، تو اُس کی اولادِ اَکبر ذکور، اور وہ موجود نہ ہو تو اولادِ اِناث کو متولی بنایا جائے گا، اِس شرط کی روشنی میں صورتِ مسئولہ میں اگر اسی متولی کی طرف سے ان کی زندگی میں انتقالِ تولیت کا ثبوت فراہم نہ ہو، تو مذکورہ دفعہ کے موافق متولی کی اَولاد ذکور یا اولادِ اِناث کو مذکورہ جائیداد موقوفہ کی تولیت کا حق حاصل ہوگا۔

على أنهم صرحوا بأن مراعاة الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ٤٤٥/٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا)

لأن شـرط الـواقف يـجب اتباعه لقولهم شرط الواقف كنص الشارع أي فـي وجـوب الـعـمـل بـه، وفـي المفهوم والدلالة؛ لأن مخالفته كمخالفة النص.

(الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الوقف ۲/ ۱۰٦ زكريا، ۱۹۲ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱۰/۲٦ھ

کیا واقف کی وصیت کے بغیر اَولاد کو وراثۃً متولی بنایا جاسکتا ہے؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وقف نامہ میں تولیت کی تصریح نہ ہونے کی صورت میں سابق متولی مرحوم کی جگہ اُس کی اولاد وراثۃً متولی ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ واقف مرحوم نے خود کسی شخص یا اولاد کی تولیت کی صراحت نہیں کی ہے، تو اب اُس کی اولاد کو محض وراثۃً متولی قرار نہیں دیا جاسکتا؛ بلکہ متولی مقرر کرنے کا حق قاضی کو حاصل ہے، قاضی نہ ہو تو دین دار صاحب رائے معتبر حضرات متولی مقرر کریں۔

فإن كان الواقف ميتًا فوصيه أولىٰ من القاضي، فإن لم يكن أوصىٰ إلى أحد فالرأي في ذٰلك إلى القاضي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب القسمة / الباب الثالث عشر في المتفرقات ٥/ ٢٣٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/ ٦/ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کی عدمِ موجودگی میں عصبہ کیلئے تولیت کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسحٰق بیگ نے اپنی تمام جائیداد وقف کی، جس میں اُنہوں نے یہ وضاحت کی کہ میری اَولادِ ذکور یا اِناث نہ ہونے کی صورت میں میرے عصبات میں سے جو اَولاد ذکور یا اِناث رکھتا ہو، اُس کو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے، اب اسحٰق بیگ واقف کے بعد اُن کے چچازاد بھائی مرزا حسین یار بیگ کے دو بیٹے مرزا احسان یار بیگ بڑے بیٹے سلیم یار بیگ چھوٹے بیٹے نواسی رضیہ بیگم نواسی

حبیبہ بیگم موجود ہیں، حق تولیت کس کو ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ بغور پڑھا گیا، اُس میں یہ الفاظ موجود ہیں: ’’اور بحالت نہ ہونے اولادِ ذکور یا اِناث پسر من مقر مرزا اِسحٰق بیگ کے جو لوگ کہ پسر من مقر کے عصابات میں سے اولاد ذکور یا اِناث رکھتا ہو، اُس کو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے، اور اُن میں ذکور وا کبر کو ترجیح ہوگی‘‘۔

اِس وضاحت سے ثابت ہوا کہ مذکورہ نقشہ کے مطابق مرزا اِسحٰق بیگ کے عصبات میں سے اُن کے چچازاد بھائی مرزا حسین یار بیگ کے بڑے بیٹے احسان یار بیگ جو زندہ موجود ہیں، مرزا اِسحٰق بیگ کے بعد حسبِ شرط واقف اُنہیں اِس وقف کی تولیت کا حق پہنچتا ہے۔

شرط الواقف کنص الشارع (الدر المختار) لأنهم صرحوا بأن مراعاة الواقفين واجبة. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف کنص الشارع ٤/٤٤٥ کراچی، ٦/٦٤٩ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۱/۱۴۲۲ھ

اَولادِ دَر اَولاد کی عدمِ موجودگی میں صحیح العقیدہ عالم کو متولی بنانے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرزا خسرو بیگ نے ایک قطعہ مکان واقع مغل پورہ کو وقف علی الاولاد فی سبیل اللہ کر دیا، اور اپنی حیات میں خود متولی رہے، اور اپنے بعد تولیت کے سلسلہ میں وقف نام میں لکھا کہ: ’’بعد من مقر زوجہ من مقر مسماۃ بگا بیگم متولیہ مکان مذکورہ ہوگی‘‘ آگے لکھا کہ ’’بعد مسماۃ مذکورہ کے مرزا اسحٰق بیگ پسر من مقر متولی ہوگا‘‘ اور بعدہ مرزا اسحٰق اگر اَولاد ذکور میں جو اکبر ہوگا، وہ متولی ہوا کرے گا‘‘۔

آ گے لکھا کہ ''اگر خدانخواستہ اسحٰق بیگ کی نسل میں اولاد ذکور نہ ہوتو اَولادِ اِناث پسر من مقر کی طرح سے حق تولیت حاصل ہوگا اور بحالت نہ ہونے اولاد ذکور واناث پسر من مقر مرزا اسحٰق بیگ کے جو لوگ کہ پس من مقر کی حیات میں سے اولا دِ ذکور یا اِناث رکھتا ہو، اُس کو وہی حقوق حاصل ہوں گے، اور اُن میں ذکور وا کبر کو ترجیح ہو، اور اگر کسی وقت میں کوئی بحق تولیت نہ رہے، تو حاکم وقت کسی عالم ہم عقیدہ علماء دیو بند کو اُس کا متولی کر دے۔ تو اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ وقف نامہ تحریر کی رو سے شرعاً اِس موقوفہ مکان کی تولیت کا حق کس کو پہنچتا ہے؟ اب اسحٰق بیگ کی نسل میں کوئی اولاد نہیں ہے، وہ لاولد فوت ہوگئے، اس وقت مرزا خسرو بیگ کے بھائی اسفندیار کے پوتے مؤمن یار نے وقف بورڈ سے تولیت حاصل کر لی ہے، جو وقف نامہ کی شرائط کے خلاف ہے، تو شرعاً اسفندیار کے پوتے مؤمن یار کا تولیت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو وقف نامہ کی تحریر کے مطابق کسی عالم متقی ہم عقیدہ علماء دیو بند کو متولی بنانا جائز ہوگا یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔ کیا ایسے حالات میں مرزا اسحاق بیگ کی بیوی حسنی بیگم جو کہ حیات ہیں، اُنہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اِس مکانِ موقوفہ کو مدرسہ شاہی مرادآباد یا دارالعلوم دیو بند کی تولیت میں دے دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ واقف مرزا خسرو بیگ نے اپنے لڑکے اسحٰق بیگ کے علاوہ کسی اور کی اَولاد کو تولیت کا مستحق قرار نہیں دیا ہے؛ لہٰذا جب کہ اسحٰق بیگ لاولد فوت ہوگئے ہیں، تو اب مرزا خسرو بیگ کے اور کسی قریب یا بعید رشتہ دار کو تولیت کا حق نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ تحریر وقف نامہ کسی دیو بندی مسلک کے عالم کو اس جائیداد کا متولی بنانا چاہئے، وقف بورڈ نے دوسرے شخص کو متولی بنا کر شرائط وقف کی خلاف ورزی کی ہے، اُس کی اصلاح لازم ہے، اور اسحٰق بیگ کی بیگم حسنیٰ کو خود یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ مدرسہ کو دے دیں؛ البتہ کارروائی کر کے وقف بورڈ کے ذریعہ شرط واقف کے مطابق دیو بندی عالم کو متولی بنانے کی کوشش کرسکتی ہیں۔

فإن شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع. (شامي، كتاب الوقف / مطلب:

شرائط الواقف ٦/٥٢٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶ر۴ر۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کو موقوفہ مکان کا متولی بنانا؟

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا میں اپنی موجودہ بیوی کو پہلا متولی بنا سکتا ہوں؛ کیوں کہ موجودہ بیوی کا بعد میرے مرنے کے بسر اوقاتِ زندگی مشکل نظر آرہی ہے؛ لہٰذا اپنے بعد پہلا متولی تمام زندگی کے لئے بنانا چاہتا ہوں، کیا یہ صحیح ہے؟ بعدہ بڑا لڑکا بعدہ بڑی لڑکی اس کی اولاد بعدہ دوسری بیوی مطلقہ کی اَولاد میں لڑکا بقیہ ترتیب وار اُن کی نسل سے متولی بنتے رہیں گے، کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ بشمول اپنی بیوی کے حسبِ صواب دید جس کو چاہیں بالترتیب متولی بننے کی صراحت کرسکتے ہیں، اس ترتیب کی بہرحال رعایت رکھی جائے گی۔

فإن شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: شرائط الواقف ٦/٥٢٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴ر۵ر۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واقف کی اَولادِ ذکور نہ رہنے کی صورت میں حاکم شہر کا کسی دوسرے کو اَوقاف کا متولی بنانا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: برائے کرم منسلک وقف نامہ کی شرط ۴ رکی روشنی میں بحالتِ موجودہ نسل واقف میں بوجہ ذکور اکبر ہونے کے خود کو تولیت وقف متعلقہ کا حامل خیال کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف نامہ سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا خسرو بیگ واقف

نے تولیت کی شرط اپنے بیٹے مرزا اسحٰق اور اُس کی اولادِ ذکور کے لئے خاص کی ہے، اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ مرزا اسحٰق بیگ لا ولد فوت ہوگئے، اِس طرح واقف مرزا خسرو بیگ کی نسل میں کوئی ولد ذکر باقی نہیں رہا، اِس لئے وقف نامہ کی شرط ۴ر کے مطابق متولی مقرر کرنے کا حق حاکم شہر کو حاصل ہوگا، اور وہ حسبِ شرط واقف کسی سنی مسلمان کو مکان مذکور کا متولی بنائے گا، اور متولی وقف نامہ کی شرائط کے مطابق اُس میں تصرف کا مجاز ہوگا، اور سائل رحمان یار بیگ کو وقف نامہ کے اعتبار سے تولیت کا حق حاصل نہیں ہے۔

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (شامي، کتاب الوقف / مطلب شرائط الوقف معتبرة ٥٢٧/٦ زكريا)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متولی کا وقف کی آمدنی سے اپنی اُجرت لینا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا متولی اپنی محنت کے بقدر آمدنی وقف میں سے کچھ لے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی محنت کے بقدر کچھ لینے کی اِجازت ہے؛ لیکن تصرف بے جا کی ہرگز اجازت نہ ہوگی؛ بلکہ ایسا کرنے پر وہ مستحق عزل ہوگا۔

قال في الدر: ومر أيضًا أن للمتولي أجر مثل عمله. وفي الشامي: ولم

يشترط له الواقف شيئًا كما قدمناه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في تحرير حكم ما يأخذه المتولي الخ ٤/ ٤٥١ كراچی، ٦/ ٦٧٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱/ ۲/ ۱۴۱۲ھ

مسجد کمیٹی اور متولی کا لاپرواہ اِمام کو برخاست کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: متولی مسجد اور مسجد کمیٹی کو کیا یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی اِمام کو اُس کی اِمامت میں لاپرواہی اور اکثر وبیشتر غیر حاضری اور غیر ذمہ دارانہ فعل کرنے کی بناپر اِمامت سے دست بردار کرسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کمیٹی اور متولی کو یہ حق ہے کہ معقول سبب کی بنا پر امام کو خدمت سے معزول کردے؛ لیکن بہر حال فتنہ اور انتشار سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/ ۱۵۳)

قال في البحر: واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة، وعدم أهلية. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة أو عدم أهلية ٦/ ٥٨١ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٢٢٧ كراچی، ٣٨٠ دار الكتاب ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واقف کا متولی وقف کو معزول کرنا؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واقف نے اپنے بھائی کو موقوفہ مکان کا متولی بنایا تھا، اب واقف اپنی حیات میں اُس کو تولیت سے ہٹا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واقف کو اپنی زندگی میں اختیار ہے کہ وہ اپنے مذکورہ بھائی کے علاوہ کسی اور کو موقوفہ مکان کا متولی بنادے یا خود اُس کا انتظام کرے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۶۵/۷)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنہما قال: کان یولي أقوامًا کثیرًا ولذي القربیٰ صدقۃ عمر، فإذا رآی منہم خیرًا أقرہم، وإن کان غیر ذٰلک عزلہم. (إعلاء السنن، ولایۃ الوقف / باب لا یولي إلا أمین عادل ذو رأي ۲۱۵/۱۳ رقم: ٤٥٥٣ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

أما الواقف فلہ عزل الناظر مطلقًا بہٖ یفتیٰ. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في عزل الناظر ۳۸۲/٤ کراچی، ٥٨٠/٦ زکریا)

قال أبو یوسفؒ: الولایۃ للواقف، ولہ أن یعزل القیم في حیاتہٖ ویولي غیرہ أو یرد النظر إلی نفسہٖ. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۱۹۷/۵ کراچی، ۳۲۹/٥ دار الکتاب دیو بند، فتح القدیر / کتاب الوقف ۲۰۹/٦ دار الکتب العلمیۃ بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۲۳ھ

متولی کی مرضی کے بغیر موقوفہ جائیداد پر قبضہ کرنا؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہے اور بلند آواز سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہے، اُس نے عمر کی وقف زمین پر زبردستی ڈنڈے کے بل پر قبضہ کرلیا، اس جگہ پر جو کہ وقف ہے، متولی کی مرضی کے بغیر کاروبار کرنا چاہتا ہے، کیا اُس کا یہ عمل شرعی طور پر درست ہے؟ اللہ کے دربار میں اُس کا روزہ، نماز اور تلاوت قابل قبول ہے؟ عمر ہی مذکورہ زمین کا متولی ہے، یہ زمین عمر کے والد نے وقف علی الاولاد کی ہے اور لکھنؤ میں رجسٹرڈ ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں عمر چوں کہ جائیداد موقوفہ علی الاولاد

کاواقف کی شرط کے مطابق باضابطہ متولی ہے؛ لہٰذا اُس کی مرضی کے بغیر زید کا مذکورہ جائیداد پر جبراً قبضہ کرنا شرعاً ہرگز درست نہیں، اور اِس عمل کی بنا پر زید سخت گنہگار ہے، اگر قبضہ نہ چھوڑے اور گناہ سے توبہ نہ کرے، تو آخرت میں شدید عذاب کا مستحق ہوگا، مگر اِس ناجائز قبضہ کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کی دیگر عبادتیں قبول نہیں ہیں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن سعيد بن زيد بن عمرو ابن نفيل، أن أروى خاصمته في بعض داره، فقال: دعوها وإيَّاها، فإني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من أخذ شبرًا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة. (صحيح مسلم، كتاب المساقات / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ٣٣/٢ رقم: ١١١٠ بيت الأفكار الدولية)

وينعزل المتولي من قبل الواقف بموت الواقف ...... إلا إذا جعله قيما في حياته وبعد موته. (شامي، كتاب الوقف / مطلب فيما يعزل به الناظر ٣٨٠/٤ كراچی، ٥٧٨/٦ زكريا)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٢٩١/٩ زكريا، الأشباه والنظائر / الفن الثاني ٤٤/٢ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۸/۱/۱۴۱۶ھ

اَوقاف میں تصرف کرنا

کیا واقف وقف کو ختم کر کے مالکانہ تصرف کرسکتا ہے؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص محمد حسین نے اپنا ایک مکان وقف علی الا ولاد کیا، اور اپنے چھوٹے بھائی کو متولی بنایا، اور وقف نامہ میں یہ لکھا کہ اُسے اپنی حیات میں وقف کی تنسیخ کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اِس وقف کو توڑ کر مذکورہ مکان فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ وقف مذکور تام اور لازم ہو چکا اور خود واقف نے وقف نامہ میں لکھ دیا ہے کہ اسے اپنی حیات میں وقف کی تنسیخ کا کوئی حق نہ ہوگا، تو اب واقف محمد حسین کو مذکورہ مکان کا وقف ختم کرنے یا اُس میں مالکانہ تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرھن. (الدر المختار) قوله: لا یملک أي لا یکون مملوكًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، ولا یعار ولا یرھن لاقتضائهما الملک.

(الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ ۵۳۹/۶ زکریا، ۳۵۲/۴ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ۳۵۰/۲، فتح القدیر / کتاب الوقف ۲۰۲/۶ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ۶۵۱/۲ مکتبه بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۲۳ھ

وقف کی زمین فروخت کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس آراضی کے بارے میں کہ جو زید نے اپنے بھائی عمر سے تبادلہ کر کے مسجد کے لئے وقف کی ہے، اور اب زید اُس کو فروخت کرنا چاہتا ہے، تو کیا زید اپنے بھائی عمر کے اقتصادی حالات کے دباؤ کے تحت دی ہوئی آراضی مذکورہ کو واپس لے کر فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے جو جگہ مسجد کے لئے وقف کردی ہے اور وقف کی کاروائی مکمل ہوچکی ہے، یعنی اُسے ذمہ دارانِ مسجد کے حوالے کردیا گیا ہے، یا قانوناً وقف کے طور پر رجسٹرڈ کرالیا ہے، تو اب زید اس جگہ کو واپس لے کر فروخت نہیں کرسکتا ہے۔

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملّك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار)

قوله: لا يملك أي لا يكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملّك: أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه، لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه، ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملك. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفكر بيروت، الهداية / كتاب الوقف ٦٥١/٢ مكتبه بلال ديوبند، ٦١٩/٢ المكتبة النعيمية ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین کو کسی وارث کا فروخت کرنا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آراضی کی مالک مسماۃ زینب زوجہ کریم اللہ تھی، اُنہوں نے اِس جائیداد کو چند شرطوں کے

ساتھ اپنی حیات ہی میں وقف کر دیا تھا، جو حسبِ ذیل ہیں:

جب تک میں زندہ رہوں گی اِس موقوفہ جائیداد کی متولیہ رہوں گی، میرے مرنے کے بعد میری لڑکی جعفری زوجہ عنایت اللہ اِس موقوفہ زمین کی متولیہ ہوگی، جعفری زوجہ عنایت اللہ کے مرنے کے بعد اِس موقوفہ آراضی کا متولی جعفری بیگم کا لڑکا محمد اسحٰق یعنی ہمارا نواسہ ہوگا، اور محمد اسحٰق کی وفات کے بعد اُس کی اَولاد دَر اَولاد دسلسلہ بسلسلہ ہوتی رہے گی؛ لیکن جعفری بنت زینب کے شوہر عنایت اللہ کا انتقال ہوگیا، تو جعفری نے دوسری شادی عبدالقیوم شخص سے کرلی اور اُس سے ایک لڑکی شفیق النساء پیدا ہوئی، شفیق النساء نے آراضی موقوفہ جس کے متولی شرائط کے مطابق محمد اسحٰق تھے، ۶۸ رگز زمین فروخت کردی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شفیق النساء کا زمین فروخت کرنا جائز ہوا یا نہیں، صورتِ مذکورہ میں موقوفہ آراضی کا کس کو متولی ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ زمین کا بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے؛ لہٰذا شفیق النساء نے جو موقوفہ زمین بیچ دی ہے، وہ بیع صحیح نہیں ہوئی، اور حسبِ تصریح وقف نامہ اس جائداد کا متولی محمد اسحٰق ہے، شفیق النساء کا تولیت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاوىٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢)

فإن شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرط. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٣٤٣/٤ کراچی، ٥٢٧/٦ زکریا، الهدایة / کتاب الوقف ٦٣٧/٢ إدارة المعارف دیوبند، فتح القدیر ٢٢٠/٦ بیروت)

أهل الجماعة والمتولي لو رهنوا الوقف لم یصح، وعلی المرتهن أجرة الدار، سواء کانت معدة للغلة أو لا، کذا إذا باع المتوّلي وسکن المشتري الدار، هو المختار للفتوىٰ. (الفتاوىٰ السراجیة، کتاب الوقف / باب إجارة الوقف وبیعه ٤٠٠ دار العلوم أفریقیا)

ولاية نصب القيّم إلى الواقف (الدر المختار) قال في البحر: قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدةَ حياته وإن لم يشترطها، وأن له عزل المتولي. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوقف ٦/٦٣٣-٦٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلموں کے قبضے سے بچانے کیلئے مسجد اور قبرستان کو فروخت کرنا

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر کے قریب میں ایک دیہات مسلمانوں سے بالکل خالی ہوچکا ہے، وہاں کے مسلمان مختلف مقامات پر جاکر بس گئے، اَب وہاں کی حالت یہ ہے کہ قبرستان کے کافی حصہ پر غیر مسلم لوگ قابض ہوچکے ہیں، اور مسجد بھی اُن کے قبضہ میں آچکی ہے، لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر اُن کا حل تلاش نہ کیا گیا، تو دونوں مسجد وقبرستان پر غیر مسلم لوگ قابض ہوجائیں گے۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں جگہوں کو فروخت کردیا جائے، اگر فروخت کرنا جائز ہے تو کیا مذکورہ رقم مدرسہ یا اسکول میں لگاسکتے ہیں، یا مسجد کی رقم مسجد میں اور قبرستان کی رقم قبرستان میں صرف کی جائے، یا شرعاً جو بھی حل ہو جلد از جلد مطلع کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ جگہ کو فروخت کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں، مسجد کی جگہ کو گھیر کر مقفل کردیا جائے، اور دیگر جگہوں سے کرایہ کی کوئی شکل نکل سکتی ہو، تو اُسے اپنا کر اُس کی آمدنی متعلقہ مصارفِ خیر میں لگائی جائے۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۲۸-۱۳۲)

ولو خرب ما حوله واستغنى عنه، ويبقى مسجدًا عند الإمام، والثاني أبدًا إلى قيام الساعة، وبه يفتىٰ حاو القدسي. وتحته في الشامية: قوله: ''عند الإمام والثاني'' فلا يعود ميراثًا، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا

يصلون فيه أولاً، وهو الفتوىٰ حاوى القدسي، وأكثر المشايخ عليه. (شامي ٤٨/٦ ٥ زكريا)

وأما المسجد فليس له أن يرجع فيه ولا يبيعه ولا يورث عنه؛ لأن الوقف اجتمع فيه معنيان: الحبس والصدقة. (حاشية چلپی علی فتح القدير ٢٣٢/٦، دار الفكر)

يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي ٥٤٩/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقف علی اللہ یا وقف علی الاولاد کو فروخت کرنا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالرشید مرحوم نے اپنے ایک مکان کو وقف کیا ہے، جو کہ فتویٰ کے ساتھ رجسٹرڈ وقف نامہ منسلک ہے، واقف نے وقف نامہ میں چند الفاظ استعمال کئے ہیں، اُن کی تشریح فرما کر سمجھا دیجئے، وہ الفاظ درج ذیل ہیں:

''مکان موقوفہ کو اپنے قبضہ مالکانہ سے خارج کر کے ملکیت خدائے تعالیٰ مالک دو جہاں حی قیوم میں دے دیا''۔ کیا اِس عبارت بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس وقف علی الاولاد کو واقف کے ورثہ فروخت کر سکتے ہیں، جب کہ واقف نے اپنے وقف نامہ میں شرط ۲ر میں یہ شرط لگائی ہے کہ مکان مذکورہ موقوفہ کو کسی بھی نوعیت سے نہ منتقل کرنا اور نہ ہی کسی مطالبہ میں زر بار کرنا وغیرہ، نیز واقف نے وقف نامہ میں اور مصارفِ خیر کو بھی لکھا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ عبارت بالا وقف نامہ کو زید یہ کہتا ہے کہ وقف علی الخیر کو نہیں بیچ سکتے؛ کیوں کہ اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور وقف علی الاولاد کو فروخت کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ اولاد اُس کی مالک ہے۔ براہِ کرم وضاحت کے ساتھ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ کیا وقف علی الاولاد ملکیتِ خداء تعالیٰ مالک دو جہاں حی قیوم کو فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص یا ان کا وارث فروخت کر دے تو اُس کا کیا حکم ہے، اور وقف شئ موقوف اگر کوئی

مسلمان خرید لے، تو اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو جائیداد باقاعدہ وقف کردی گئی، خواہ وہ وقف علی اللہ ہو یا وقف علی الاولاد، بعد میں اُس کی خرید وفروخت کسی کے لئے جائز نہیں ہے، وقف علی الاولاد میں اولاد کو صرف نفع اٹھانے اور کرایہ وغیرہ کی آمدنی حسبِ صراحت وقف اپنے صرف میں لانے کا اختیار ہوتا ہے، بیچنے کا حق نہیں ہوتا، اور بہم رشتہ وقف نامہ میں چوں کہ خو واقف نے صراحۃً جائیداد مذکورہ کو نہ بیچنے کی شرط لگادی ہے؛ لہٰذا اُسے بیچنے کی گنجائش نہیں ہے، یہ بیع شرعاً منعقد ہی نہیں ہوگی، اور مقبوضہ زمین متولی کو واپس کرنی ہوگی۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢)

وفي جامع الفتاویٰ: استبدال الوقف ولا بیعه بعد صحته؛ لأنه لا یقبل الملک کالحر لا یقبل الرق. (مجموعة رسائل ابن عابدین / الرسالة التاسعة ٨٥ المکتبة الأشرفیة لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد موقوفہ کو از روئے شرعِ محمدی فروخت کرنا؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا جائیداد موقوفہ کو از روئے شرعِ محمدی فروخت کیا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ جائیداد کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لا يملک أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه، لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقف کی جائیداد کو متولی کی ملکیت سمجھ کر فروخت کرنا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب عبدالہادی صاحب نے اپنی پوری جائیداد وقف کردی ہے، اپنی اولاد کی عدمِ موجودگی میں اور اُس کے مرنے کے بعد اُس جائیداد کے متولی اُن کے بڑے لڑکے ہوئے، اِس کے بعد اُس کے چھوٹے بھائی متولی بنے، اُن کے بڑے لڑکے نے اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر اُس میں سے کچھ فروخت کردی اور تقسیم نہ ہونے کی صورت میں حفاظت کے واسطے اُس کی تقسیم ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف کی جائیداد کو نہ تو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اُس کو ذاتی ملکیت کی حیثیت سے واقف کے ورثہ میں تقسیم کرنا جائز ہے؛ بلکہ وقف باقی رکھ کر حسبِ شرائط اُس کی آمدنی صرف کرنا لازم ہے، جو وقف کا حصہ بیچ دیا گیا ہے اُس کی بیع فسخ کرکے وقف میں واپسی ضروری ہے۔

فإذا تم ولزم لا يملک ولا يملَّک ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار)

قوله: لا يملک أي لا يكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملَّک: أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه، لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه، ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملک. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب الأول

من كتاب الوقف ٢/ ٣٥٠، الهداية / كتاب الوقف ٢/ ٦٥١ مكتبه بلال ديو بند)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه، أما امتناع التمليك فلما بينا من قوله عليه السلام: تصدق بأصلها، لا يباع ولا يورث ولا يوهب. (الهداية / كتاب الوقف ٢/ ٦٤٠ إدارة المعارف ديوبند، كذا في فتح القدير / كتاب الوقف ٦/ ٢٢٠ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۱۱/۱۴۲۱ھ

موقوفہ زمین کو بیچنا جائز نہیں

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری پردادی مسماۃ صغریٰ بیگم بیوی مرزا نثار علی بیگ ساکن کہنہ مغل پورہ مرادآباد نے اپنی ملکیت تین قطع مکانات ۱۱/۱ کتوبر ۱۹۹۳ء کو بذریعہ وقف نامہ وقف رجسٹرڈ کرائے تھے، جو باقاعدہ طور پر وقف رجسٹرار دفتر مرادآباد میں درج ہے۔ صغریٰ بیگم کے چار پسران: انور علی بیگ، احمد علی بیگ، واجد علی بیگ، عابد علی بیگ وتین دختران تھیں، صغریٰ بیگم نے وقف نامہ میں چاروں پسران کی اَولاد در اَولاد، نسل در نسل، بطن بعد بطن کے لئے سکونت قائم کی تھی، انور علی بیگ اور واجد علی بیگ وطن ترک کرگئے۔ عابد علی کی صرف ایک دختر تھی، اُن کی شادی ہوگئی۔ اَب مرزا احمد کے سات پسران اور دو دختران پورے طور پر سکونت پذیر رہ گئے، دونوں دختران بیاہ دی گئیں۔ شاہد علی اپنی فیملی کو لے کر پاکستان چلے گئے، چھ بھائیوں نے آپسی رضامندی سے مکانات میں اپنے اپنے حقوق مقرر کرکے تعمیرات کرالیں، سبھی فوت ہوگئے، اُن کی اَولادیں قیام پزیر ہیں۔ وقف نامہ کے مطابق مکانات میں دیوار وغیرہ کرنے بیع، ہبہ، رہن، انتقالِ ضمانت وانتقالِ دوامی وعارضی سے منتقل کرنے کی پابندی عائد ہے۔ پھر بھی صابر علی اپنے حقوق رہائش غیر شخص سے کچھ رقم لے کر منتقل کرکے چلے گئے جس میں وہ غیر شخص آباد ہے۔ اب مرحوم امجد علی اور صابر علی مرحوم کی اولاد اپنی اپنی رہائش حدودِ مقررہ فروخت کررہے ہیں، کوئی باضابطہ تحریر یا تقسیم نہیں ہے، اور نا ہی حدود مقررہ

مساوی ہے، کسی کی جگہ سڑک کے کنارے ہے، تو کسی کی جگہ کم اندر کی طرف ہے، بہرحال آپسی رہائش ہے، اگر وقف نامہ کی خلاف ورزی میں مکانات فروخت کیے جاتے ہیں، تو زائد جگہوں کی کیا نوعیت ہوگی؟ شاہد علی کی ایک دختر پاکستان سے مرادآباد میں بیاہ دی گئی ہیں، اُس کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ عابد علی اور احمد علی بیگ کی دختران کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ وقف مکانات کو فروخت کرنے میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم اُوپر کے حالات پر غور فرما کر شرعی فیصلہ صادر فرمانے کی زحمت گوارہ کریں؛ کیوں کہ ساجد علی اور امجد علی کی رہائشی جگہ باہر کی طرف زائد ہے اور احمد اور زاہد کی رہائشی جگہ اندر کی طرف کم ہے، جب وقف سے سبک دوشی ہوئی ہے، تو اپنا جائز حق لینا چاہئے یا نہیں؟ کیوں کہ یہاں وقف کا منشاء ہی فوت ہو رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو جگہ وقف علی الاولاد رجسٹرڈ ہے، اُس کو بیچنے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے، اگر اُس کو فروخت کر دیا جائے، تو شرعاً اُس کا نفاذ نہیں ہوگا؛ لہٰذا واقفہ مسماۃ صغریٰ بیگم نے جو اَراضی ومکانات اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام کیے ہیں، وہ کسی بیٹے یا اُن کی اولاد کو اس موقوفہ اراضی کو فروخت کرنے کا کوئی حق نہیں، جن لوگوں نے ناحق طور پر اَپنا حصہ سمجھ کر کوئی جزو بیچ دیا ہے، وہ سخت مؤاخذہ دار ہوں گے، اُن پر لازم ہے کہ بیع کو کالعدم کریں اور سب حق داروں کو انصاف کے ساتھ اپنے حق کے مطابق جائداد مذکورہ سے نفع اُٹھانے کا موقع عطا کریں، اور مستحقین میں جو لوگ پاکستان چلے گئے یا جا کر واپس آ گئے ہیں، اُن کو بھی حسبِ شرائط وقف انتفاع کا حق ہے، جو لوگ بھی اِس بارے میں کوتاہی کریں گے، وہ عنداللہ مؤاخذہ دار ہوں گے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۳۳۱ ڈابھیل)

فيه: حديث عمر رضي الله عنه مرفوعًا: تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب إذا خرب المسجد أو الوقف لم يعد إلى ملك الواقف ولا يباع ۱۳/ ۲٤۳ رقم: ٤٥٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الموفق في المغني: إن الوقف إذا خرب وتعطلت منافعه كدار انهدمت أو أرض خربت وعادت مواتًا ولم تكن عمارتها، أو مسجد انتقل أهل القرية عنه، وصار في موضع لا يصلي فيه، أو قاض بأهله ولم يمكن توسيعه في موضعه، أو تشعب جميعه فلم تمكن عمارته، ولا عمارة بعضه إلا ببيع بعضه جاز بيع بعضه لتعمر به بقيته، وإن لم يمكن الانتفاع بشيء منه بيع جميعه، قال أحمد في رواية أبي داؤد: إذا كان في المسجد خشبتان لهما قيمة جاز بيعهما وصرف ثمنها عليه. لا نزاع فيه؛ فإن بيع الآلات المستغني عنها يجوز اتفاقًا. (إعلاء السنن، كتاب الوقف / باب إذا خرب المسجد أو الوقف لم يعد إلى ملك الواقف ولا يباع ۲٤٣/۱۳ تحت رقم: ٤٥٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

فإذا تم ولزم لايملك ولا يملّک ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار)

قوله: لا يملک أي لا يكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملّک: أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه، لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه، ولا يعار ولا يرهن لاقتضائهما الملک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفكر بيروت، الهداية / كتاب الوقف ٦٥١/٢ مكتبه بلال ديو بند ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کو زمین دے کر واپس لینا؟

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی زمین کسی مدرسہ کو دے دی اور اُس پر سال گذر گیا اور اُس پر تعمیر کر کے مدرسہ کے احاطۂ زمین میں شامل وداخل کرلیا گیا ہو، تو وہ زمین والا اُس زمین کو شرعاً واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف تام ہونے کے بعد اُس کو زمین والا شرعاً واپس نہیں لے سکتا، اور نہ اُس میں کسی قسم کا مالکانہ تصرف کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۸۸ ڈابھیل)

فلا یجوز له إبطاله و لا یورث عنه. (الدر المختار مع الشامي / مطلب: لو وقف علی الأغنیاء وحدهم لم یجز ۶/۵۲۱ زکریا)

فإذا تم (الوقف) ولزم، لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار) قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، ولا یعار ولا یرهن لاقتضائهما الملک. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ ۶/۵۳۹ زکریا، ۴/۳۵۲ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ۲/۳۵۰، فتح القدیر / کتاب الوقف ۶/۲۲۰ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ۲/۶۵۱ مکتبه بلال دیوبند)

والوصیة هي تملیک مضاف إلی ما بعد الموت عینًا کان أو دینًا. (الدر المختار / کتاب الوصایا ۶/۶۴۷-۶۴۸ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ زمین مسجد کے نام وقف کر کے کسی ایک شریک کا اپنے حصہ کی زمین واپس لینا؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید کی زمین ہے عمر، بکر، خالد نے زید کی زمین سے آج سے تقریباً ۲۵؍ سال قبل ۷-۷؍ سو روپئے میں خرید کر اور خود زید نے ایک بسوہ زمین اپنے پاس سے اس طرح کل ۴؍ بسوہ زمین مشترکہ طور پر وقف کی تھی، جس میں مسجد بنی ہوئی ہے، اور مسجد کا حصہ جہت قبلہ ہونے کی وجہ سے کتر

گئی تھی۔اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپسی رقابت وباہمی نزاع کی وجہ سے عمر، بکر خالد میں سے کوئی اپنے ۷؍سوروپئے جو مسجد کی زمین کی خریداری میں دئے تھے، واپسی کا مطالبہ کرے یا زید واپس کرے اور اپنا حق ملکیت جتائے؟ یا عمر، بکر، خالد مسجد کی زمین اپنے استعمال میں لائیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) باقی ماندہ زمین جو بسبب جہتِ قبلہ کتر گئی تھی، اس کتری ہوئی زمین کو زید معاوضہ دے کر واپس لینا چاہے، جب کہ مسجد کو ضرورت ہے، تو عند الشرع کیا حکم ہے؟

نوٹ:- زید کی مجبوری یہ ہے کہ زید کے لئے شارع عام پر جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) حسبِ تحریر سوال مذکورہ زمین چوں کہ عمر، بکر، خالد اور زید نے مشترکہ طور پر وقف کی ہے، اور اس جگہ مسجد بن چکی ہے، گویا وقف تام ہو چکا ہے؛ لہٰذا اَب اُن میں سے کسی بھی شخص کو اپنا حق واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں رہا، اور اس جگہ کو یا اُس کے کسی حصہ کو اُن میں سے کسی کے لئے اپنی ذاتی استعمال میں لانا قطعاً جائز نہیں ہے۔

فإذا تم (الوقف) ولزم، لا يملک أي لا يكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملَّک: أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه، لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ ٦/٥٣٩ زكريا، ٤/٣٥٢ كراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوقف ٢/٣٥٠، فتح القدير / كتاب الوقف ٦/٢٢٠ دار الفكر بيروت، الهداية / كتاب الوقف ٢/٦٥١ مكتبه بلال ديوبند)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (فتح القدير / كتاب الوقف ٦/٢٢٠ دار الفكر بيروت)

من اتخذ أرضه مسجدًا لم يكن له أن يرجع فيه ولا يبيعه ولا يورث عنه؛ لأنه يحرز عن حق العباد، وصار خالصًا للّٰه تعالیٰ. (فتح القدير / كتاب الوقف ٦/٢٢٠)

(۲) جو جگہ مسجد کے لئے وقف ہو چکی ہے، اور مسجد کو اس کی ضرورت بھی ہے، اسے زید کے لئے معاوضہ دے کر لینا جائز نہیں ہے، اور یہ مجبوری بیان کرنا کہ اس کے لئے شارع عام پر جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے، تو سوال یہ ہے کہ جب یہ جگہ وقف کی جارہی ہے تھی، اور زید خود واقفین میں شامل ہے، تو اُس نے اِس وقت اِس بات کا لحاظ کیوں نہیں کیا؟

وكذا يكره أن يتخذ طريقًا. (البحر الرائق / فصل في أحكام المسجد ٢٥١/٥)

إذا لزم الوقف فإنه لا يجوز بيعه ولا هبته ولا التصرف فيه بأي شيء يزيل وقفيته. (فقه السنة ٣٨٠/٣، دار الكتاب العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کے لئے وقف کردہ زمین کو تین سال بعد واپس لینا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زمین عیدگاہ میں ہمیشہ کے لئے وقف کردی، اور اِس کا برسر عام بعد نماز جمعہ اعلان بھی کیا، جس پر گاؤں والے گواہ ہیں، اب زید اس کو واپس لینا چاہتا ہے جب کہ تین سال تک اُس میں عیدین کی نماز ادا کی جاتی رہی ہے، نیز گاؤں والوں نے اس کی پٹائی اور بونڈری وغیرہ میں تقریباً پانچ لاکھ روپئے صرف کئے ہیں، زید اپنی وقف کردہ زمین کو واپس لینا چاہتا ہے، اب زید کے لئے اِس زمین کو واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صورت جواز کی نظر آتی ہے تو جو عیدگاہ میں روپئے خرچ ہوئے ہیں، اُس کو واپس کرے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب زید نے اپنی زمین عیدگاہ کے نام ہمیشہ کے لئے وقف کردی اور اُس پر گاؤں کے لوگوں کو گواہ بنایا، اور تین سال تک اُس میں عید کی نماز بھی ہوتی رہی ہے، تو یہ وقف تام اور لازم ہوگیا، اَب زید کے لئے عیدگاہ کے نام وقف کردہ

زمین کو واپس لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار)

قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدیر / کتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ٦٥١/٢ مکتبه بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کیلئے زمین دینے والوں سے راستہ کیلئے زمین طلب کرنا؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک مسجد دوستک (ڈیڑھ کٹھا زمین) پر وقف ہے، اِس جگہ کے علاوہ دوسری اور کوئی زمین نہیں ہے، نہ مسجد کا اپنا کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی گلی ہے، اِس مسجد کے سامنے کچھ زمینیں ہیں جس میں چند آدمی شریک ہیں، اسی زمین سے مسجد میں مصلیوں کی آمد ورفت ہوتی ہے، اس زمین کو اُن شرکاء نے ایسا ہی چھوڑ رکھا ہے یعنی وقف نہیں کیا؛ کیوں کہ اُن ہی شرکاء نے مسجد کو دوستک (ڈیڑھ کٹھا) جگہ دے کر وقف کر دیا؛ لیکن راستہ اور نل وغیرہ کی جگہ مسجد کے نام پر وقف نہیں کیا ہے؛ لہٰذا مصلیوں کا اِن شرکاء سے کہنا ہے کہ تم اِس زمین کو مسجد کے نام تحریری طور پر وقف کر دو، ورنہ بیچ دو ہم خرید لیں گے۔

اب شرکاء کا کہنا ہے کہ نہ ہم تحریری طور پر وقف کریں گے اور نہ بیچیں گے؛ بلکہ ہم نے جو مصلیوں کی آمد ورفت کے لئے چھوڑ رکھا ہے ویسا ہی رہنے دو، اِس بارے میں مصلیوں اور شرکاء کے درمیان جھگڑا ہوتا رہتا ہے کہ یہ شرکاء ہوسکتا ہے بعد میں اپنی زمین واپس لے لیں، ایسے سنگین

حالات میں شرکاء کو کیا کرنا چاہئے؟ اِس زمین کو وقف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مصلیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ شریعت کا جو فیصلہ ہو اسے قلم بند فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالکین شرکاء پر شرعاً جبر نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن شرکاء کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ مسجد کے نام راستہ یا تو وقف کردیں یا فروخت کردیں؛ تاکہ آپس کی چپقلش ختم ہو جائے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشكاة المصابیح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کیلئے زمین وقف کر کے اُس کا معاوضہ طلب کرنا؟

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم باشندگانِ مفتی والا باغ قدوائی نگر نے رہائش کے لئے اس کالونی میں زمین خریدی، اس زمین کے مالک مفتی حضرات تھے، اور اُنہوں نے عبداللطیف انصاری کو زمین بیچنے کا مجاز کیا تھا، عبداللطیف انصاری چوں کہ ناخواندہ تھے، اِس لئے اُنہوں نے حنیف انصاری کو اپنا چوتھائی حصہ میں حصہ دار بنایا، اُن لوگوں نے اصل مالک مفتی حضرات کی رضامندی سے ضرورت کے مدنظر اور جلدی زمین بیچنے کے مقصد سے ۹۲۵ رگز زمین مسجد، اور مدرسہ کے نام سے ۵۰۰ رگز مسجد، ۴۲۵ رگز مدرسہ کے لئے فی سبیل اللہ چھوڑی تھی، ۱۹۸۵ء میں اہل محلّہ نے ان لوگوں کی تحریک پر ایک میٹنگ

کی جس میں حاجی عبد اللطیف انصاری اور حنیف انصاری نے اپنی موجودگی میں مسجد و مدرسہ کی تعمیر کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل کی اور اِس کمیٹی کا صدر خلیق الرحمٰن انصاری کو بنایا گیا، اِس میٹنگ میں عبد اللطیف نے اپنی طرف سے مسجد کی تعمیر کے لئے ۵۰/ ہزار روپئے دینے کا وعدہ کیا کیا تھا، اسی میٹنگ میں اہل محلّہ نے چندہ کیا۔

واضح رہے کہ چندہ میں ایک صاحب نے زیورا ور ایک صاحب نے گھر کے برتن تک دیئے تھے، اور چھ ہزار اینٹ منگا کر مسجد کا سنگ بنیاد مولانا حکیم محمد اِسلام صاحب دامت برکاتہم کے دست مبارک سے ہوا، مسجد کی دو طرف کی بنیاد بھر دی گئی، دونوں ساجھے داروں نے سوٹرک پیلی میٹی اور املیان والی مسجد کی مرمت کا ملبہ مسجد کی زمین میں بھراؤ کے لئے اپنے خرچ پر ڈلوایا، اسی دوران کچھ اسباب فساد کی بناپر تعمیری کام رک گیا، ان لوگوں نے مسجد کی زمین لکھوانے کے لئے کئی بار اہل محلّہ سے وعدہ کیا؛ لیکن مصروفیت ہونے کی وجہ سے کچہری تک جانے کے باوجود زمین نہ لکھ سکے، اس بیچ دونوں حصہ داروں میں باہمی تنازع پیدا ہوا، حنیف نے بے ایمانی کر کے اہل محلّہ کی مخالفت کے باوجود جو ۴۲۵ گز زمین مدرسہ کی تھی، دوسرے آدمی کو فروخت کر دی، ۲۵/ اکتوبر ۱۹۹۳ء میں عبد اللطیف انصاری کا انتقال ہوا، ۵۰/ ہزار روپئے دینے کا اپنا وعدہ وہ کچھ اسباب کی بناپر پورا نہ کر سکے، ۲۵/ دسمبر سے مسجد کی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی، نئی انتظامیہ کمیٹی نے عبد اللطیف مرحوم کے صاحب زادے محمود سے رجوع کیا اور کہا کہ میرے والد وعدہ کے مطابق ۵۰/ ہزار روپئے نہیں دے سکے، میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں جو اتنی بڑی رقم دے سکوں، انہوں نے ۱۳/ ہزار روپئے دینے کا وعدہ کیا اور اب تک تقریباً ۴۵/ سو روپئے دے چکے ہیں، حنیف کے دل میں دوبارہ بے ایمانی آئی، وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی زمین مسجد کے لئے نہیں دی، مجھے اس زمین کے دام چاہئے جب کہ مفتی حضرات اور عبد اللطیف کے وارثین اس زمین کو مسجد کی زمین ہی مانتے ہیں، ماشاء اللہ مسجد اب تقریباً مکمل ہوچکی ہے، شب برأت سے اس مسجد میں نماز پنج گانہ پابندی سے ادا کی جارہی ہے، براہِ کرم اوپر لکھے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں۔ کیا اس زمین

پر بنی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین مذکورہ کے اصل مالک مفتی حضرات تھے، اور اُنہوں نے ہی وہ زمین مسجد کے لئے وقف کی تھی اور وہ آج تک اِس اقرار پر قائم ہیں؛ لہٰذا جب وہ جگہ مسجد بنادی گئی اور باقاعدہ اس میں نماز ادا کی جانے لگی، تو بلاشبہ وہ شرعی مسجد ہوگئی ہے، اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کی مسجدیت میں شک کرے یا اس کا معاوضہ طلب کرے، وہاں نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے اور حنیف کا اس جگہ کے دام کا مطالبہ کرنا قطعاً بے معنی ہے۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار)

قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدیر / کتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ٦٥١/٢ مکتبه بلال دیوبند)

ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولي؛ لأن تسلیم کل شيء بما یلیق به، ففي المسجد بالإفراز وفي غیره بنصب المتولي وبتسلیمه إیاه ویفرز. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب شروط الوقف علی قولهما ٣٤٨/٤ دار الفکر بیروت)

وعندهما حبس العین علی حکم ملک اللّٰه تعالیٰ علی وجه تعود منفعته إلی العباد، فیلزم ولا یباع ولا یوهب ولا یورث، کذا في الهدایة. (الفتاویٰ الهندیة / أول کتاب الوقف ٣٥٠/٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۱۳ھ

مرکزی اِدارہ کا ملحقہ مدارس کو بطور تبرع زمین دے کر واپس لینا؟

سوال (۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مرکزی ادارہ رجسٹرڈ ہے، جس کے اغراض ومقاصد میں تعلیم کو عام کرنا ہے، اِس تعلیم میں بچوں اور بچیوں کو صحت وتجوید کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھانا اور دینیات اور حکومت سے منظور شدہ نصاب پرائمری درجات از درجہ اطفال تا درجہ پنجم کا نظم کرنا شامل ہے، مرکزی ادارہ سے خواہش مند حضرات اپنے علاقہ کے لئے اجراء مکاتب والحاق مکاتب کی درخواست کرتے ہیں، تو حسبِ اُصول منظوری کے بعد اُن مکاتب کا مکمل نظم مرکزی ادارہ کی جانب سے کیا جاتا ہے، نیز اس الحاق کے بعد فراہمی مالیہ کی پوری سعی مرکزی ادارہ کی جانب سے جاری کردہ رسیدات ہی کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ علاقہ کی ضرورت وحالات کے لحاظ سے ان رسیدوں سے حاصل شدہ رقم سے زمین خریدی جاتی ہے، یا کوئی صاحبِ خیر اپنی ذاتی زمین مرکزی ادارہ کے نام منتقل کرتے ہیں، پھر معاونین کی جانب سے مرکزی اِدارہ کے اُصول وہدایات کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس ملحقہ مکتب کا مرکز سے الحاق ختم کیا جاتا ہے، اور علاقائی حالات کے اعتبار سے مرکزی ادارہ کے لئے وہاں متبادل تعلیمی نظم قائم کرنا ممکن نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اَب دریافت طلب بات یہ ہے کہ:

علاقہ کے کسی دینی ادارہ کو وہ زمین دینا مرکزی ادارہ کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مرکزی ادارہ کے لئے اس زمین کا فروخت کرنا اور حاصل شدہ رقم دیگر مکاتب میں استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی اعتبار سے ہر قومی وملی اِدارہ حکماً ایک شخص کے مانند ہوتا ہے، جو اپنے لئے ملکیت قبول کرنے کا اہل سمجھا جاتا ہے، اس طرح کا کوئی ادارہ اگر پہلے سے قائم ہو، اور پھر کوئی رجسٹرڈ مرکزی ادارہ اس کو اپنے سے ملحق کرے، تو اس الحاق کی وجہ سے اصل ادارہ کی اپنی حیثیت ختم نہیں ہو جاتی؛ بلکہ صرف انتظامی طور پر تبدیلی واقع ہوتی ہے، اب اس

زمانہ الحاق میں اس ادارہ کے نام پر جو بھی سرمایہ کی فراہمی ہوگی اگر چہ وہ مرکزی ادارہ کے زیرنگرانی اور اُس کی طرف سے جاری کردہ رسیدوں پر ہی ہو، پھر بھی اصلاً وہ سب آمدنی ملحقہ ادارہ ہی کی ملکیت سمجھی جائے گی، اور مرکزی ادارہ پر دیانۃً لازم ہوگا کہ وہ ہر ادارہ کی آمدنی اسی ادارہ کی ضروریات میں صرف کرے اور دورانِ الحاق مرکزی ادارہ کی طرف سے تعمیری مد یا زمین کی خریداری وغیرہ میں جو رقم دی جائے گی، وہ ادارہ کے لئے ہبہ اور تبرع ہوگا، جس میں الحاق باقی رہتے ہوئے حسبِ شرائط مرکزی ادارہ کو تصرف وانتظام کا حق حاصل ہے؛ لیکن الحاق ختم ہوجانے کے بعد اس جگہ پر مرکزی ادارہ کا کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا: لہٰذا مرکزی اِدارہ اپنی عطا کردہ زمینوں یا تعمیرات کو فروخت کر کے دوسری جگہ صرف کرنے کا مجاز نہیں ہے؛ البتہ اگر مرکزی اِدارہ خود ابتداءً اپنے ماتحت کسی نئے ادارہ کو قائم کرے، تو اس پر مالکانہ حقوق مرکزی ادارہ کو حاصل رہیں گے، اُس کا حکم پہلے سے چلنے والے ملحقہ اِداروں کی طرح نہیں ہوگا۔

المستفاد: لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٢٩١/٩ زكريا)

متولي وقف عليه مشرف ليس للمشرف أن يتصرف في أمور الوقف. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٨٦١/٥)

فإذا تم ولزم لايملک ولا يعار ولا يرهن. (تنوير الأبصار) وفي الشامي: قوله لايملک: أي لايكون مملوكًا لصاحبه ولا يملک أي لايقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه. (شامي، كتاب الوقف / قبيل مطلب في شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهنٍ ٥٣٩/٦ زكريا، ٣٥٢/٤ كراچی)

ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ٢٠٩/١، بحواله حاشية: فتاوىٰ محموديه ٣٤٣/١٤ ڈابھیل)

المتولى: في اصطلاح الفقهاء هو من فوّض إليه التصرف في مال الوقف

وقام بتدبيرها. (الموسوعة الفقهية ٣٦/٩٩ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی موقوفہ زمین کی بولی لگا کر زیادہ کرایہ پر دینا؟

سوال (۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جس کی موقوفہ ۱۰؍ بیگھہ زمین آمدنی کے واسطے موجود ہے، اب مسجد کی کمیٹی وذمہ داران سال کے شروع میں اس ۱۰؍ بیگھہ زمین کو اِس طرح لوگوں کو کھیتی باڑی کرنے کے لئے دیتے ہیں کہ کون اِس زمین کو کتنے روپئے سے کھیتی کے لئے لے گا، ایک کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ میں اتنے مثلاً ۲۰؍ ہزار روپئے میں لوں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں ۲۵؍ ہزار روپئے میں لوں گا، اب کمیٹی اُس آدمی کو دیتی ہیں جو زیادہ دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مسجد کی موقوفہ زمین ایک سال یا دو سال مدت متعینہ کے طور پر اس طرح کھیتی کے لئے دینا ولینا درست ہے یا نہیں؟ مدتِ متعینہ ختم ہوتے ہیں دوبارہ اس طرح معاملہ طے کرتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زیادہ کرایہ کی بولی لگانے والے کو سال دو سال کے لئے مسجد کی کھیتی کو زمین کرایہ پر دینا درست ہے، اور بہتر ہے کہ کرایہ داری کا معاہدہ تین سال سے زائد نہ ہو؛ تاکہ قبضہ وغیرہ کا احتمال نہ رہے۔

ولا تجوز الإجارة الطويلة على الوقف، ولو احتيج إليها فالوجه في ذٰلک أن يعقد عقودًا متفرقة مترادفةً كل عقد على سنة، فيكتب في الصک، استأجر فلان بن فلان كذا ثلاثين عقدًا، كل عقدٍ على سنة، فيكون العقد الأول لازمًا، ويكون العقد الثاني غير لازم. وفي الذخيرة: وبعض المشايخ زيفوا هٰذه الحيلة، وفي الخانية: وذكر شمس الأئمة السرخسي أن الإجارة المضافة تكون لازمة

في إحدى الروايتين، وهو الصحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل السابع في تصرف القيم في الأوقاف ۸/ ٦۸ رقم: ۱۱۲۳۰ زكريا)

إلا أن في الأوقاف لا يجوز الإجارة الطويلة كي لا يدعي المستأجر ملكها، وهي ما زاد على ثلث سنين وهو المختار. (الهداية / كتاب الاجارات ۲/ ۲۹۷ مكتبه بلال ديوبند، ۳/ ۲۹٤ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَجر مثل سے کم پر اَوقاف کی آراضی کرایہ پر نہیں دی جائے گی؟

سوال (٦۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں کوئی دینی اِدارہ قائم نہیں ہے، اِس وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں دور دوسرے مدرسہ میں جاتے ہیں، تو بازار راستہ میں پڑتا ہے، بایں وجہ اہل محلّہ نے ایک مکان جو مسجد کے لئے وقف ہے، اس کو کرایہ پر لے کر دینی اِدارہ قائم کرکے چلانے کا عزم مصمم کیا ہے اور فی الحال تعلیمی سلسلہ کو مسجد کے اندر شروع کردیا ہے، جس میں تقریباً ۸۰/ بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں، نیز مقامی بچوں کے ساتھ ساتھ بیرونی چار پانچ بچے بھی زیر تعلیم ہیں، جن کا فی الحال انتظام اہل محلّہ ہی کر رہے ہیں، اب آپ سے استفسار یہ ہے کہ مسجد کا جو موقوفہ مکان ہے، کیا اس جگہ کو کرایہ پر لے کر مدرسہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مکان کو کرایہ پر لے کر اُس میں مدرسہ چلانا درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ کرایہ اَجر مثل سے کم نہ ہونا چاہئے۔

ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب: فلا يصح إيجار الوقف بأقل من أجرة المثل ٤/ ٤۰۲ كراچی، ٦/ ٦۰۸ زكريا، كذا فی الفتاویٰ السارجية /

باب إجارة الوقف وبيعه ۳۹۹ مكتبة دار العلوم زكريا أفريقيا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۷؍۱۱؍۱۴۱۰ھ

وقف کی جائیداد سینما چلانے کے لئے کرایہ پر دینا؟

سوال (٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں صلاح الدین خلف محی الدین صاحب مرحوم ایک وقف قائم کردہ حاجی کریم اللہ ومسماۃ خیر النساء محلّہ مان پور مرادآباد کا متولی ہوں، یہ وقف ۱۹۳۶ء میں کیا گیا تھا، وقف قائم ہونے سے قبل ہی ایک آراضی ۱۹۳۲ء یعنی وقف کئے جانے سے چار سال قبل تھیٹر یعنی سینما بنانے کے لئے چالیس روپئے ماہوار کرایہ پر ۲۰؍سال کی مدت کے لئے پٹہ پر دی تھی، ۱۹۵۲ء میں ۲۰؍سال کی میعاد ختم ہونے پر میرے دادا مرحوم نظام الدین صاحب متولی اور حاجی عبداللہ صاحب نے جو ایک دوسرے وقف کے متولی ہیں، اور اس آراضی میں شریک ہیں، ۲۵؍سال کے واسطے پھر سنیما چلانے کے لئے ۳۰۰؍روپئے ماہوار کرایہ پر پٹہ پر دی، ۲۵؍سال کی میعاد ۱۹۶۷ء میں ختم ہونے سے قبل میرے موجودہ متولی اور حاجی عبداللہ صاحب کے ذریعہ پٹہ کی میعاد میں ۲۰؍سال کی توسیع کر ۲۲۰۰؍روپئے ماہوار کرایہ پر دے دی تھی، خیال ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں سنیما کی آمدنی جائز نہیں ہے۔

وہی فریق جو کہ ۱۹۳۲ء سے اِس آراضی پر قابض ہے، اب پھر پٹہ کی میعاد بڑھا کر خاطر خواہ کرایہ دینے کو تیار ہے، اب تک ۵۰؍سال پرانے کرایہ دار ہیں، پانچ روپئے سات روپئے ماہانہ کرایہ دیتے ہیں، وہ فریق اندازہ ہے کہ ۱۵؍ہزار روپئے ماہانہ کرایہ دے دے گا، تو ہندوستان میں مسلمانوں کے موجودہ حالات اور اوقاف کی ناگفتہ بہ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے سنیما چلانے کے لئے یہ آراضی اس فریق کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف کی جائیداد کو سنیما کے لئے کرایہ پر دینا اِعانت

علی المعصیۃ ہونے کی بنا پر صحیح نہیں ہے، کسی اور جائز کام کے لئے کرایہ پر دیا جائے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸۸/۶، ۲۹۸/۱۲ زکریا قدیم)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

لا یجوز الاستئجار علی الغناء والنوح وقراءة الشعر. (الفتاویٰ السراجية، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٤٦٤ دار العلوم زكريا أفريقيا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۹/۵/۱۴۱۶ھ

دینی تعلیم کے اِدارہ کی موقوفہ زمین کو آئی ٹی آئی کیلئے کرایہ پر دینا؟

سوال (۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنے علاقہ کا ایک مشہور دینی اِسلامی ادارہ ہے، جہاں پر الحمد للہ شعبۂ دینیات وحفظ و درجہ عالمیت کی مکمل تعلیم ہورہی ہے، اور تقریباً ۲۵/سال سے یہ اِدارہ قائم ہے، اِس اِدارہ کے لئے صرف دینی تعلیم وتربیت کے تقریباً ۱۸/۱ یکڑ موقوفہ (وقف شدہ) زمین ہے، اور واقفین نے بھی اِسی نیت سے وقف کی ہے، اسی زمین پر یہ ادارہ قائم ہے جس میں ایک بڑی وسیع مسجد، درس گاہ، بلڈنگ، مطبخ، دار الطعام، مہمان خانہ، بیت الخلاء اور حمامات وغیرہ تعمیر شدہ عمارتیں موجود ہیں، اِسی طرح ایک بڑی وسیع (تقریباً ۱۸/ ہزار اسکوائر فٹ پر محیط) دومنزلہ نامکمل عمارت مدرسہ کی اسی موقوفہ زمین میں فی الحال موجود ہے، جو درس گاہ کے لئے چند سال کے لئے چند سال پہلے مدرسہ کے تعمیری فنڈ (چندہ) سے زیرِ تعمیر تھی؛ لیکن تعمیری خرابی اور دیگر حالات کے پیشِ نظر تعمیر موقوف کر دی گئی ہے، باوجود اس کے عمارت فی الحال قابل استفادہ ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کچھ ٹرسٹیاں وذمہ دارانِ مدرسہ اِس پوری عمارت کو جنرل آئی، ٹی آئی کے لئے دوسرے کسی شخص کو بطور اُجرت کرایہ دینا چاہتے ہیں، (جس میں جنرل یعنی ہر کسی کو اڈمیشن لے کر عصری تعلیم حاصل کرنے کی اِجازت ہوگی) تو آیا اِس عمارت کو بطور کرایہ (اُجرت) دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو جو شخص

اس کو بطور کرایہ لے رہا ہے، وہ اس میں تبدیلی مثلاً سلیپ، پلاسٹر وغیرہ مختلف اہم تعمیری کام کی زیادتی اپنی جانب سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کس حد تک؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور ہمارے اسلاف واکابر کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ رہا ہے؟ تصریح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین صرف دینی تعلیم وتربیت کے لئے وقف کی گئی ہے، اور اُس میں سردست دینی تعلیم کا اِدارہ جاری ہے، اس جگہ کو ''آئی، ٹی، آئی'' کے لئے کرایہ پر دینا شرعاً جائز نہیں؛ اِس لئے کہ اس سے واقف کے منشاء کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، اس کی شرعاً اجازت نہیں۔

شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعہ. (شامي / مطلب: ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص والحكم به حكم بلا دليل ٦/٥ ٧٣ زكريا)

سئل القاضي الإمام شمس الإسلام محمود الأوزجندي عن أهل المسجد تصرفوا في أوقاف المسجد يعني آجروا المستغل، وله متول، قال: لا يصح تصرفهم. (الفتاویٰ الهندية / مطلب: فی بيان الفاضل من وقف المسجد ٢/ ٤٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقف بورڈ کی زمین لمبے پٹے پر دینا اور پگڑی لینا؟

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے مسجد تعمیر کی اور ایک مکان اور کچھ زمین وقف کردی، جس کی ۴۵/فیصد آمدنی مسجد کے اخراجات کے لئے اور بقیہ ۵۵/فیصد آمدنی اپنے خاندان کے لوگوں اور متولی کے لئے مقرر کی، چوں کہ واقف کے خاندان کے لوگ ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے، اس لئے وقف بورڈ نے مسجد اور وقف جائیداد کو آفیشل متولی کے زیر انتظام کردیا، آفیشل متولی نے مکان اور زمین وقف بورڈ کی اجازت سے ۷۵/سال کے لئے پٹے پر دے دی، زمین اور مکان پٹے پر دیتے وقت تقریباً

۶۲/ ہزار روپئے پگڑی، سلامی کے طور پر آفیشل متولی نے وصول کئے، وقف بورڈ کے حکم پر پچاس ہزار روپیہ وقف بورڈ کے نام بینک میں فکس ڈپازٹ کردئے گئے، اب ہر سال فکس ڈپازٹ سے جو سود ملتا ہے اس میں سے وقف بورڈ نے فیصد سالانہ عطیہ کاٹ کر بقیہ سود کی رقم متولی کو مسجد کے اخراجات کے لئے دے دیتا ہے۔ کیا وقف بورڈ کو زمین پٹے پر دے کر سلامی لینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف کی زمین کو لمبے پٹے پر دینا ہی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس طرح پٹے پر لینے والا چند دنوں میں خود ہی اس زمین کا مالک بن بیٹھتا ہے، اور وقف کا اختیار اُس پر سے ختم ہوجاتا ہے؛ لہٰذا جب پٹے پر دینا جائز نہیں، تو اس پر سلامی و پگڑی لینا بھی جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۶۷، فقہی مقالات ۲۰۷ تا ۲۱۷)

ما ذكره الصدر الشهيد من أن المختار أنه لا يجوز في الدور أكثر من سنة، إلا إذا كانت المصلحة في الجواز؛ وفي الضياع يجوز إلى ثلاث سنين، إلا إذا كانت المصلحة في عدم الجواز، وهٰذا أمر يختلف باختلاف المواضع واختلاف الزمان. وعزاه المصنف إلى أنفع الوسائل، وأشار الشارح إلى أنه لا يخالف ما في المتن؛ لأن أصل عدول المتأخرين عن قول المتقدمين بعدم التوقيت إلى التوقيت إنما هو بسبب الخوف على الوقف، فإذا كانت المصلحة الزيادة أو النقص اتبعت وهو توفيق حسن. (شامي، كتاب الوقف / فصل يراعي شرط الواقف في إجارته ٦/٦٠٦ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

وقف کی جائیداد کو سنی وقف بورڈ سے منسوخ کرانا؟

سوال (۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جائیدادہائے موقوفہ حاجی کلن مرحوم کے متعلق میں نے چند مدارس سے فتاویٰ اس امر کے لے لئے ہیں کہ وقف جائیداد کو فروخت کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اَب متولی وقف جائیداد کو منسوخ کرانے کے لئے سنی وقف بورڈ مجھے بھیجنا چاہتے ہیں، کیا میرے لئے وقف کو منسوخ کرانے کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس خلافِ شریعت کام میں کسی طرح کا تعاون جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرهن. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب مهم فرّق أبو یوسف ۶/۵۳۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پر چھوڑی گئی زمین فروخت کرنا؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند لوگوں نے کچھ زمین مسجد بنانے کے اِرادے سے چھوڑی تھی؛ لیکن ابھی مسجد بنائی نہیں گئی، اب وہ لوگ کسی وجہ سے اُس زمین کو فروخت کر کے دوسری جگہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ اِس جگہ کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ اُس جگہ مسجد نہیں بنائی گئی ہے اور وقف بھی نہیں ہے، تو اُس جگہ کے مالکان اُسے فروخت کر کے دوسری جگہ خرید سکتے ہیں۔

وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فإثنان: الملک أو الولایة. (شامي، کتاب البیوع / مطلب: شرائط البیع أنواع أربعة ۴/۵۰۵ کراچی، ۷/۱۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۲۸ھ

جس زمین کو مدرسہ کیلئے وقف کرنے کی نیت کی ہو اُس کو فروخت کرنا؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک قطعہ آراضی واقع دیہات ایک مدرسہ کو دینے کی نیت کی؛ لیکن کسی قسم کی کاغذی کارروائی نہیں کی تھی، اب کچھ شر پسند عناصر نے اس قطعہ پر قبضہ کرلیا، جس سے اب یہ نہ تو زید کے پاس رہی اور نہ مدرسہ کو ہی کچھ مل سکتا ہے، ایسی حالت میں کیا اس آراضی کو فروخت کیا جاسکتا ہے؛ تاکہ اس رقم کو فی سبیل اللہ کسی مد میں خرچ کیا جاسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر صرف نیت کی ہے اور باقاعدہ تحریری یا زبانی طور پر وقف کی نوبت نہیں آئی، تو زید کو اس بات کا حق ہے کہ وہ اپنی مملوکہ زمین کو فروخت کر کے کسی بھی خرچ میں لے آئے۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي ۷)

الوقف إخراج المال عن الملک علی وجه الصدقة، فلا يصح بدون التسليم كسائر التصرفات. (بدائع الصنائع / كتاب الوقف ۵/۳۲۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پلاٹ بک کرنے کے بعد آبادی نہ ہونے کی وجہ سے فروخت کرنا؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے شہر سے باہر کھیت خریدا اور پلاٹ بنا کر مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کئے، اِس غرض سے کہ یہاں پر مسلم آبادی ہوجائے گی، اور اس میں ایک پلاٹ مسجد ومکتب کے لئے بھی چھوڑ دیا کہ مسجد تعمیر ہوکر کچھ حصہ میں مکتب بھی قائم ہوجائے گا؛ لیکن مصلحۃً دستاویز میں اُس کو مدرسہ

کے نام سے لکھوایا؛ لیکن وہاں قریب مدت میں آبادی کی کوئی صورت نہیں ہے، کچھ لوگوں نے پلاٹ رہائش کی ضرورت سے لیا تھا؛ لیکن وہاں آبادی نہ ہونے کی وجہ سے وہ پلاٹ فروخت کر کے آبادی میں لینا چاہتے ہیں، اور بعض پلاٹ غیر مسلم نے خرید لئے اور بھی کچھ پلاٹ غیر مسلم خریدنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں اگر وہاں پر مسلمانوں نے پلاٹ فروخت کردئے تو مسجد کی جگہ فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مسجد کی جگہ مستقبل کی ضرورت سے لے کر چھوڑ دی گئی تھی، اَبھی نہ مسجد کی بنیاد بھری گئی نہ مسجد تعمیر ہوئی، نہ نماز ہوئی، اگر فروخت کر سکتے ہیں تو اس کی رقم کا مصرف کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں چوں کہ ابھی مسجد اور وقف کی تکمیل نہیں ہوئی ہے، اس لئے اس مقررہ پلاٹ کو فروخت کر کے اس کی رقم دیگر کسی ضرورت مند مسجد میں لگادی جائے، یا جہاں مسجد کی ضرورت ہو، اس کے لئے زمین خرید کردے دی جائے۔

والملک یزول عن الموقوف بأربعة: بإفراز مسجد کما سیجيء. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب شرائط الواقف معتبر إذا لم تخالف الشرع ٦/٢٧ ٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ مسجد کا موقوفہ مکان کو فروخت کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد والے اس مکان کو فروخت کر سکتے ہیں، جب کہ واقف حیات ہے؟ جواب موصول ہونے تک اگر واقف کا انتقال ہوگیا، تو پھر ایسی صورت میں ذمہ دارانِ مسجد کے لئے مسجد کی ضرورت کے پیشِ نظر اس مکان کو فروخت کرنا جائز ہے؟ اگر فروخت کرنا جائز ہو اور واقف یا اُس کے رشتہ دار اس مکان کو خریدنا چاہتے ہوں، تو کیا وقف شدہ زمانہ کی قیمت کا اعتبار رہوگا یا موجودہ زمانہ کی قیمت کا؟ واقف کی خواہش ہے کہ مکان اپنے ہی بھانجے کو دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ مکان جب تک بھی کسی درجہ میں نفع بخش رہے، یعنی اس کا معتدبہ کرایہ وغیرہ آتا رہے، اہل مسجد یا واقف کو اُسے فروخت کرنے کا قطعاً اختیار نہیں ہے، ہاں کرایہ کم ہوتو اُسے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

فإذا تم ولزم لایملک و لا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار) **قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه.** (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدیر / کتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ٦٥١/٢ مکتبه بلال دیوبند)

وعندهما حبس العین علی حکم ملک اللّٰه تعالیٰ علی وجهٍ تعود منفعته إلی العباد فیلزم، ولا یباع ولا یوهب ولا یورث، کذا في الهدایة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الأول في تعریفه ورکنه الخ ٣٥٠/٢ زکریا)

قوله: لم یجز بیعه ولا تملیکه، هو بإجماع الفقهاء ...... أما امتناع التملیک، فلما بیّنا من قوله علیه السلام: تصدق بأصلها، لا یباع ولا یورث ولا یوهب. (فتح القدیر / کتاب الوقف ٢٢٠/٦ مصطفیٰ البابي الحلبي مصر، وکذا في البحر الرائق / کتاب الوقف ٣٤٢/٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے کرایہ کے موقوفہ مکانات کو فروخت کرنا؟

سوال (۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کچھ اراضی مسجد کے نام وقف ہے، جس میں مکانات تعمیر ہیں، اب سے ۲۰-۳۰/سال پہلے اس زمین پر اپنے پیسہ سے کرایہ داروں نے مکانات تعمیر کر لئے تھے، جن کا اس وقت کے لحاظ سے پانچ دس روپئے سال طے ہوگیا تھا، اُسی وقت کسی سے دس کا کسی سے بیس سال کا کرایہ طے کرلیا گیا تھا، اُس کے بعد وہ کرایہ دار نہ کرایہ دیتے ہیں اور نہ ہی وہ اراضی چھوڑتے ہیں اور نہ کرایہ بڑھاتے ہیں۔ کیا اس صورت میں وہ اراضی کرایہ داروں کو فروخت کی جاسکتی ہے یا نہیں؛ تاکہ وہ پیسہ مسجد کی ضرورت میں کام آئے ؟ یا اس پیسہ سے کوئی اور اراضی مسجد کے لئے خرید لی جائے جس سے آمدنی زیادہ ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اہل محلّہ کے باہمی مشورہ سے مسجد کے فائدہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کرایہ کے موقوفہ مکانات کو بیچ کر اُن کے ذریعہ زیادہ آمدنی کے قابل زمین یا مکان مسجد کے لئے خریدنا درست ہے۔

ثم قال: والظاهر عدم اشتراط اتحاد الجنس في الموقوفة للاستغلال؛ لأن المنظور فيها كثرة الريع، وقلة المرمة والمؤنة، فلو استبدل الحانوت بأرض تزرع ويحصل منها غلة قدر أجرة الحانوت كان أحسن. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في شروط الاستبدال ٣٨٦/٤ كراچی، ٥٨٦/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی موقوفہ زمین مدرسہ کو فروخت کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ محی الدین پور قصبہ ملانواں ضلع ہردوئی میں ایک مسجد ہے، تقریباً دس سال قبل مدرسہ فتح العلوم کے منتظمین حضرات نے مسجد کی خالی پڑی زمین خرید لی، اور وہاں دو ہال، بیت الخلاء، غسل خانہ، استنجاء خانہ تعمیر کرائے، غسل خانہ کے قریب ایک کنواں ہے، جس میں اب ہینڈ پائپ لگا کر

کنویں کواوپر سے پاٹ دیا ہے، مذکورہ کنواں فروخت شدہ زمین میں ہے؛ مگر پائپ مسجد کے نام پر مسجد کے روپیوں سے لگا ہے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی خالی پڑی زمین جو مسجد کی ضرورت سے زائد تھی، اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو منتظمین مدرسہ نے جو اس جگہ تعمیر کرادی ہے، اُس کا کیا ہوگا؟ مسجد کی جگہ بلا معاوضہ خالی کرنے میں مدرسہ کا نقصان ہے، آپ سے اُمید ہے کہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں حل فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ جگہ مسجد کے لئے پہلے سے وقف ہے، تو اُس کو مدرسہ کے ہاتھ بیچنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ موقوفہ زمین کو بیچا نہیں جا سکتا؛ اس لئے لازم ہے کہ مدرسہ کی طرف سے جو رقم ادا کی گئی ہے وہ مدرسہ کو واپس کی جائے اور زمین مسجد کے حوالہ کی جائے؛ البتہ اہل مسجد اپنے زیر انتظام اس جگہ پر مسجد کے ماتحت مدرسہ قائم کر سکتے ہیں، اور مسجد کی طرف سے پاٹے ہوئے کنویں پر جو ہینڈ پمپ لگایا گیا، اس سے پانی وغیرہ لینا اور نمازیوں کا اس سے استعمال کرنا سب درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۴۹ ڈابھیل، انوار رحمت ۱۴۸)

وفي البحر: الثامنة في وقف المسجد: أيجوز أن يبنى من غلته منارة، قال في الخانية معزيا إلى أبي بكر البلخي: إن كان ذٰلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٥ ٢١ كراچی، ٥/٠ ٣٦ دار الكتاب)

وفي تقريرات الرافعي تحت قول المصنف لمصالحه: ليس بقيد؛ بل الحكم كذلک إذا كان ينتفع به عامة المسلمين على ما أفاد في غاية البيان حيث قال: أورد الفقيه أبو الليث سؤالاً وجواباً فقال: فإن قيل: أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به، قيل: إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلک للّٰه تعالیٰ

أيضًا، ومنه يعلم حكم كثير من مساجد مصر التي تحتها صهاريج ونحوها.
(التقريرات الرافعي على الشامي ٨٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متولی کا مدرسہ کے لئے خریدی گئی زمین کو مسجد کے نام کرنا؟

سوال (۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گولر والی مسجد سے متصل آراضی تھی، آراضی کے مالک اور گولر والی مسجد کے بیچ ساڑھے تین سو روپئے میں سودا ہوگیا، جب رجسٹری کرانے گولر والی مسجد کے لوگ گئے، تو پیسے نہیں لے گئے، ان لوگوں میں ایک حاجی صاحب تھے، اُنہوں نے کہا پیسہ ہم دے دیں رجسٹری ہم اپنے نام کرالیں، جب مسجد ہم کو پیسہ دے دے گی، تو ہم رجسٹری مسجد کے نام کردیں گے، رجسٹری حاجی صاحب نے اپنے نام کرالی، جب جب گولر والی مسجد والے لوگ حاجی صاحب سے آراضی مسجد کے نام کرنے کو کہتے تو حاجی صاحب ٹال دیتے تھے۔ سننے میں آیا ہے کہ حاجی صاحب نے کہہ دیا ہے کہ آراضی ہم نے اپنے ذاتی استعمال کے لئے لی تھی، حاجی صاحب نے اپنی زندگی میں مسجد کے نام نہیں کی اور اللہ کو پیارے ہوگئے، اس بیچ مسجد چار کھمبا میں ''مدرسہ احسن العلوم'' قائم کیا گیا، گولر والی مسجد کے متولی صاحب کو ''مدرسہ احسن العلوم'' کا صدر بنایا گیا، مدرسہ اللہ کے فضل وکرم سے چلنے لگا، مدرسہ کی کوئی جگہ نہیں تھی، مدرسہ کے لئے حاجی مرحوم کے ورثہ پر زور دیا گیا کہ جگہ مذکورہ مدرسہ کو دے دیجئے، حاجی صاحب مرحوم کے ورثا اور مدرسہ کے بیچ ۵؍ہزار روپئے میں سودا طے ہوگیا، آراضی خریدنے کے لئے اراکین ''مدرسہ احسن العلوم'' ودیگر مخصوص حضرات نے ہنگامی چندہ شہر میں کیا، چندہ کا پیسہ صدر مدرسہ کے حوالہ کردیا، رجسٹری کراتے وقت متولی گولر والی مسجد نے اپنے نام بحیثیت متولی کرالی۔ اراکین مدرسہ کو رجسٹری کا علم نہیں ہوا، کافی وقت گذر جانے کے بعد علم ہوا کہ رجسٹری متولی گولر والی مسجد کے نام ہے، تو متولی مسجد صدر مدرسہ سے کہا گیا کہ آپ نے رجسٹری

''مدرسہ احسن العلوم'' کے نام نہ کرا کر اپنے نام کیوں کرائی؟ متولی صدر نے کہا کہ وکیل نے کہا تھا کہ مسجد کے نام کرالو، مدرسہ کا ٹھیک نہیں چلے یا بند ہو جائے، اس لئے مسجد کے نام رجسٹری کرالی جب کہ آج ''مدرسہ احسن العلوم'' کو چلتے ہوئے بیس سال ہو گئے، رجسٹری کے بعد سے ایک صاحبہ اس آراضی کے کچھ حصہ پر اپنا مالک ہونے کا دعویٰ کرتی رہیں، اِدھر حال ہی میں ان صاحبہ کو بھی ''مدرسہ احسن العلوم'' کا کہہ کر آٹھ ہزار روپئے دے کر عارضی تحریر لے لی گئی، متولی مسجد صدر مدرسہ نے بتایا کہ رجسٹری کے وقت کل چھ ہزار روپئے خرچ میں آئے تھے، پانچ ہزار روپئے حاجی صاحب کے ورثہ کو دئے، اور ایک ہزار لکھائی وغیرہ میں، جس میں چار ہزار روپئے مدرسہ کے اور دو ہزار روپئے گولر والی مسجد کے خرچ ہوئے، اِدھر حال میں ان صاحبہ کو جو پیسہ دیا گیا اس میں پانچ ہزار روپئے مدرسہ کے، تین ہزار ایک دوسری مد کے مدرسہ کے فنڈ سے دئے، آپ کے پاس مدرسہ کا فنڈ موجود ہے، اس پر متولی صدر نے کوئی معقول جواب نہیں دیا، اور بولے مدرسہ تعمیر کیجئے آراضی مدرسہ کے لئے ہے، بس نام مسجد کے ہے، متولی صدر کہتے ہیں کہ مدرسہ کی آراضی ہے، اور برابر یہی کہتے رہے۔ اور رمضان المبارک کے اشتہارات میں بھی ہر سال اپیل شائع کرتے رہے کہ مدرسہ کی زمین خرید کر عارضی سائبان کا انتظام کر کے مدرسہ کی ایک شاخ قائم کر دی گئی ہے۔ (تعمیر میں تعاون فرمائیں) گولر والی مسجد کے لوگ کہتے ہیں کہ آراضی مسجد کی ہے، جس وقت پہلی رجسٹری ہوئی اس وقت مدرسہ نہیں تھا، اس لئے آراضی مسجد کی ہے، اور مدرسہ والے کہتے ہیں کہ جس وقت رجسٹری حاجی صاحب نے کی اس وقت مسجد نے پیسہ نہیں دیا تھا، حاجی صاحب نے اپنا پیسہ دے کر رجسٹری اپنے نام کرالی، مسجد کو آراضی نہیں ملی، جس وقت حاجی صاحب کے ورثہ سے آراضی لی گئی اس وقت مدرسہ قائم ہو چکا تھا، اور باقاعدہ حاجی صاحب کے ورثہ اور ''مدرسہ احسن العلوم'' کے بیچ سودا طے ہوا تھا، اور کئی گنا زیادہ مدرسہ نے پیسہ چندہ کر کے دیا، جس کے کافی گواہ موجود ہیں۔ اور رمضان المبارک کے اشتہارات بھی گواہ ہیں کہ آراضی ''مدرسہ احسن العلوم'' کے لئے خریدی گئی مدرسہ کے حوالہ آراضی لکھت میں دی جائے؛ تا کہ مدرسہ کی تعمیر کی جائے؛ کیوں کہ مدرسہ کے پاس

کوئی جگہ نہیں ہے، مدرسہ کو شدید ضرورت ہے، بغیر لکھت کے مدرسہ تعمیر نہیں ہوگا۔ آج مدرسہ تعمیر ہو آگے چل کر پھر یہی دقت پیش آئے، تو اس وقت مدرسہ کہاں جائے گا؟ مسجد و مدرسہ کے بیچ یہ طے ہوا کہ علماء حضرات سے رابطہ قائم کیا جائے، علماء حضرات کا فیصلہ مانا جائے گا؛ لہٰذا ساری تفصیل غور سے پڑھ کر اس مسئلہ کا حل مدلل و مفصل فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم حاجی صاحب نے جب اپنی رقم دے کر اپنے نام سے زمین خریدی تھی، تو وہ اُنہیں کی ملکیت ہوگئی تھی، اب اُن پر زندگی میں یہ لازم تھا کہ اپنے وعدہ کے مطابق مسجد سے رقم لے کر وہ زمین مسجد کے نام کر دیتے؛ لیکن جب وہ انتقال تک ایسا نہیں کر سکے، تو اب اس زمین کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں رہا، اور بعد میں اُن کے ورثہ نے وہ زمین مدرسہ کے ذمہ داروں کے ہاتھ فروخت کی ہے اور اس خریداری میں رقم بھی زیادہ تر مدرسہ ہی کی صرف ہوئی ہے، تو اب زمین کا مالک مدرسہ ہے، مذکورہ متولی صاحب کے اپنے نام کرا لینے سے زمین پر اُن کی ملکیت ہرگز ثابت نہ ہوگی، اُن پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد مذکورہ زمین کی رجسٹری مدرسہ کے نام کر دیں؛ البتہ اِس خریداری میں مسجد کے فنڈ سے جو رقم لگائی گئی ہے اس کو اہل مدرسہ سے واپس لے لیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۲۹-۲۳۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۳۳)

اشتریٰ شیئًا وقبضه ومات مفلسًا قبل نقد الثمن، فالبائع أسوة للغرماء ولو لم يقبضه المشتري، فإن البائع أحق به (الدر المختار) الظاهر إن المراد أنه أحق بحبسه عنده حتى يستوفي الثمن من مال الميت أو يبيعه القاضي ويدفع له الثمن.

(شامي، كتاب البيوع / مطلب لو اشترىٰ شيئًا ومات مفلسًا قبل قبضه الخ ۷/۹۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین مسجد کے نام وقف کر دینے کے بعد اُس کو خریدنا؟

سوال (۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کردی، اور مسجد کے ذمہ داران نے اس زمین کے کچھ حصہ پر تعمیر مکمل کرادی، اب کچھ زمین بچی ہوئی ہے، تو کیا وہ شخص جس نے مسجد کے لئے زمین وقف کی تھی، اِس بقیہ زمین کو خرید سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین مسجد کے لئے وقف کردی گئی ہے یا مسجد کے نام ہوگئی ہے، وہ موقوفہ ہے، اب اس کا خریدنا اور بیچنا درست نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرھن. (الدر المختار)

قولہ: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبہ، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ، لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مہم: فرق أبویوسف بین قولہ موقوفۃ الخ ٥٣٩/٦ زکریا، ٣٥٢/٤ کراچی، کذا في الفتاویٰ الھندیۃ / الباب الأول من کتاب الوقف ٣٥٠/٢، فتح القدیر / کتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفکر بیروت، الھدایۃ / کتاب الوقف ٦٥١/٢ مکتبہ بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۶/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ مدرسہ کا مسجد کی زمین غصب کرنا؟

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم حقیقی چار بھائی ہیں، ہماری آبائی سکنائی آراضی ہے، یہ آراضی جامع مسجد کے متصل جانب جنوب ہے، اس مشترکہ آراضی کے چوتھائی حصہ کی بات جامع مسجد کی ضرورت کے لئے دس سال سے چل رہی تھی، اپریل ۱۹۸۹ء میں ناظم تعمیرات جدید جامع مسجد نے آراضی مذکورہ کا چوتھائی حصہ خرید لیا، اور اقرار نامہ بھی تحریر کرالیا، آراضی مذکورہ کا ۴-۳ حصہ باقی رہا، کچھ دنوں کے بعد بقیہ حصہ ۴-۳ اراکین مدرسہ نے خرید لیا، اراکین مدرسہ نے چوتھائی کے لئے زور دیا کہ یہ حصہ بھی

مدرسہ ہی کو دے دو، مسجد کومت دو، جب کہ پہلا حق مسجد کا ہے اور سب سے پہلے مسجد کی بات تھی، اراکین مدرسہ کو انکار کردیا گیا، جون ۱۹۹۰ء میں اراکین مدرسہ نے مدرسہ کی تعمیر شروع کرادی اور بغیر اجازت خریدار کے چوتھے حصہ پر بھی قبضہ کرلیا، مسجد کی ضرورت باقی رہ گئی، اس غاصبانہ قبضہ کا اسلام کی رو سے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اہلِ مدرسہ کو مسجد کے حصہ پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور مسجد کی جتنی زمین پر اُنہوں نے قبضہ کیا ہے اسے مسجد کو لوٹانا واجب ہے، اِس جگہ پر مدرسہ کی تعمیر ہرگز درست نہیں ہے۔

ومن غصب أرضًا فغرس فیها أو بنیٰ، قیل له أقلع البناء والغرس وردها، لقوله علیه السلام: لیس لعرق ظالم حق؛ ولأن ملک صاحب الأرض باق؛ فإن الأرض لم تصر مستهلکة، والغصب لا یتحقق فیها. (الهدایة / کتاب الغصب ۳۷۹/۳ الأمین کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۰/۶/۱۴۱۱ھ

سرحدی علاقہ میں واقع مسجد کو حکومت کے باڑ میں لینے کی وجہ سے ویران چھوڑ دینا؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت والا ہمارا محلّہ سرحدی علاقہ میں واقع ہے، اور محلّہ کی مسجد ہندوستان وبنگلہ دیش کو باٹنے والی ندی کے ساحل پر واقف ہے، جواب ٹوٹی ہوئی ہے؛ کیوں کہ مرکزی حکومت کی ایک اسکیم کے ماتحت سرحد پر تار کی باڑ لگائی گئی ہے، اور محلّہ کی یہ مسجد باڑ کے باہر چلی گئی، اب مسجد میں رات کے وقت تو آنا جانا ممنوع ہے؛ البتہ دن کے وقت اِجازت کے ساتھ آمد ورفت کی گنجائش ہے، ایسے

محلّہ میں کچھ لوگوں نے مسجد کو منتقل کرنے کا فیصلہ لیا ہے، اور چوں کہ سرکاری ضابطہ کے مطابق باڑ کے باہر چلی جانے والی مسجد یا مندر کا کچھ معاوضہ نہیں ملتا؛ اس لئے اُنہوں نے مقامی افسروں سے مل کر مسجد کی عمارت اور اُس کی زمین عام اور مملوک بتا کر اس کا معاوضہ حاصل کرلیا ہے، بعد میں اُنہوں نے معاوضہ کی رقم سے دوسری جگہ زمین خرید کر اُسی پر جدید مسجد کی بنیاد ڈالی ہے، اور رجسٹری فیس سے رہائی حاصل کرنے کی غرض سے اصلی قیمت کے بجائے فرضی اور معمولی قیمت لکھوا کر اسے اپنے نام رجسٹری کرائی ہے، اور وقف کردینے کے فیصلہ کرلینے پر محلّہ کے بعض لوگوں نے ناراضی سے پھر قدیم مسجد کے اوپر دروازہ اور کھڑکیاں توڑ پھوڑ کر جدید مسجد میں لگادی۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ صورت میں ساحل والی مسجد کو غیر آباد اور ویران چھوڑنا، اور اُس کے دروازہ اور کھڑکیاں وغیرہ کو منتقل کرنا درست ہے؟

(۲) مسجد کو عام گھر وغیرہ بتا کر اُس کا معاوضہ حاصل کرنا اور اُس سے جگہ خرید کر اُس پر مسجد بنانا جائز ہے؟ (اس پر شرعی مسجد ہوگی یا نہیں؟)

(۳) کیا ایسے معاوضہ کی رقم سے کسی زمین کو مسجد کے واسطے بغیر عمومی رضامندی کے اپنے نام پر خریدنا درست ہے؟

(۴) کیا جماعت خانہ کی چھت پر سائرن لگا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) حکومت نے مذکورہ مسجد کو باڑھ کے اندر لے کر گوکہ ظلم کیا ہے؛ لیکن حکومت کے قبضہ کے باوجود مذکورہ مسجد کی جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، اس جگہ کو کسی اور استعمال میں لانا درست نہیں؛ البتہ اس مسجد کی کھڑکیوں دروازوں اور دیگر اشیاءِ منقولہ کو دوسری مسجد میں لگانے کی اِجازت ہے۔

إن المسجد إذا خرب یبقی مسجدًا أبدًا، لکن علمت أن المفتی به قول أبي یوسف أنه لا یجوز نقله. (شامي، کتاب الوقف / مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره ٦/٥٤٩ زکریا)

ولـو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلى قيـام الساعة، وبه يفتى. (الـدرالـمـختـار، كتـاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجدأو غيره ٤٢٩/٦ بيروت، ٥٤٨/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٤٥٨/٢ زكريا)

ونـقـل فـي الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني: أنه سئل عن مسجد، أو حـوض خرب ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد، أو حوض آخر؟ قال: نعم. (شـامي، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجدأو غيره ٤٣٠/٦ بيروت، ٥٥٠/٦ زكريا)

(۲-۳) حسبِ تحریرِ سوال چوں کہ سرکاری ضابطہ کے مطابق مسجد پر سرکاری قبضہ کا کچھ معاوضہ نہیں ملتا؛ اس لئے بہتر تو یہی تھا کہ سرکار سے کسی طرح بھی معاوضہ نہ لیا جائے؛ لیکن بعض جزئیات اِس بات کی طرف مشیر ہیں کہ اگر کوئی غاصب وقف کی زمین غصب کرلے، اور وہ زمین ضائع ہو جائے تو غاصب سے ضمان لیا جاسکتا ہے؛ اس لئے مسئولہ صورت میں مسجد کے سرکاری طور پر غصب کرلینے کے بدلہ میں کسی بھی حیلہ سے ضمان کی رقم لے کر دوسری جگہ مسجد بنالی جائے، تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

الـوقف يـقبـل الانتـقـال مـن أرض إلـى أرض، فإن أرض الوقف إذا غصبها غـاصب وأجرىٰ عليها الماء، حتى صارت بحرًا لا تـصلح للمزارعة يضـمن قيمتها، ويشتري بها أرضًا أخرى فتكون وقفًا مكانها. (فتح القدير / كتاب الوقف ٢١١/٦)

(۴) افطار وسحر کے وقت کو بتانے کے لئے مسجد کی چھت پر سائرن لگانا درست ہے۔ (کفایت المفتی ۲۱۰/۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو جگہ مسجد کیلئے کارآمد نہ ہو اس کو فروخت کرکے مسجد میں پیسہ لگانا؟

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک مسجد کے پاس تین بھائی رہتے تھے، اور وہ جگہ بہت تھوڑی تھی جس میں ایک ہی بھائی کا گزارا ہوسکتا تھا، چھوٹے دونوں بھائیوں نے اپنے دونوں حصے بڑے بھائی کو نہ دے کر مسجد کو فروخت کردئے، اور وہ جگہ مسجد کے علاوہ ہے، جو نہ مسجد کے کام آرہی ہے اور نہ ہی وہ کام کی ہے، اب اس جگہ کو بڑے بھائی اعجاز حسین جو زیادہ مستحق ہے، اور جگہ تنگ ہونے کی بنا پر بہت پریشان ہے؛ لہٰذا یہ جگہ اس کو واپس دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز یہ جگہ متولی کے بغیر مشورہ اور رائے کے خریدی گئی ہے، یہاں تک کہ متولی کے علم میں بھی نہیں آئی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی جگہ جو مسجد کے لئے کارآمد نہیں ہے اور نہ آئندہ اُس کے کارآمد ہونے کی اُمید ہے، اُسے متولی اور بستی کے معزز حضرات کے مشورہ سے بیچ کر حاصل شدہ رقم سے مسجد کی آمدنی کے لئے کوئی اور مناسب جگہ خریدنے کی گنجائش ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر اعجاز حسین مذکورہ جگہ پوری قیمت پر خریدنا چاہے تو متولی کی اِجازت سے ایسا کرنا جائز ہوگا، اور متولی کی اِجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

إذا کان الأمر کذٰلک صح بیعه بأمر الحاکم، ویشتري بثمنه وقفًا مکانه. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في الوقف إذا خرب ولم یمکن عمارته ۳۷٦/٤، ٥۷۳/٦ زکریا)

وشرط في البحر: خروجه عن الانتفاع بالکلیة، وکون البدل عقارًا، والمستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل. (الدر المختار / کتاب الوقف، مطلب في اشتراط الإدخال والإخراج ۳۸٦/٤ دار الفکر بیروت، کذا في البحر الرائق / کتاب الوقف ٥۸٦/٦-٥۸۷ زکریا)

والمعتمد أنه یجوز للقاضي بشرط أن یخرج عن الانتفاع بالکلیة، وأن لا یکون هناک ریع للوقف یعمر به. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الرابع من کتاب الوقف ٤۰۱/۲ زکریا، کذا في النهر الفائق / کتاب الوقف ۳۲۰/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۱۸ھ

جس زمین کی آمدنی مسجد کے لئے وقف ہوا اُسے فروخت کرکے مسجد میں لگانا؟

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والدمحترم شرافت خان کے نام ایک زمین ہے، جس کے متعلق اُنہوں نے اپنی حیات ہی میں یہ وصیت کی تھی کہ اس زمین کی آمدنی کو فلاں مسجد میں صرف کیا جائے، اب اس مسجد کی تعمیر چل رہی ہے، اور مسجد کے پاس اتنا بجٹ موجود نہیں ہے جس سے تعمیر کی جاسکے، تو کیا اس زمین کو بیچ کر اس کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے لئے جس زمین کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہے، یہ بھی ایک طرح کا وقف ہے، اس میں زمین کو فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ زمین کو کرایہ پر یا کھیتی وغیرہ کے لئے دے کر اس کی آمدنی مسجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

أوصی بغلة بستانه له الغلة ما عاش. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الوصايا / نوع في ألفاظها ٦/٤٣٥ زكريا)

الوقف هو حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة. (تبيين الحقائق / أول كتاب الوقف ٤/٢٥٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کا موقوفہ مکان فروخت کرکے لڑکوں کو کاروبار کرانا؟

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ میں تعمیر کے سلسلہ میں وقف مکان کی فروختگی کا روپیہ اپنے پاس خزانچی ہونے کے ناطے

اپنے کھاتہ میں جمع کرالیا، اور اس رقم سے لڑکوں کو کاربار کرایا، کمیٹی کے کچھ ارکان کے اعتراض کرنے پر اُن کی غیر موجودگی میں میٹنگ کرکے اُن کو کمیٹی سے نکلوادیا، اور اب مدرسہ کی حالت ابتر ہے، ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ اور کمیٹی کے ذمہ داروں کے پاس جمع شدہ رقم اَمانت ہے، اُنہیں اِس رقم میں بے جا طریقہ پر یا اپنے ذاتی فائدہ میں تصرف کا حق نہیں ہے، جو شخص ایسا کرے گا وہ رقم کا ضامن اور گنہگار ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اَمانت میں خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۱؍۱۷)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق ۱/ ۱۰ رقم: ۳۳، مرقاة المفاتيح / باب الكبائر وعلامات النفاق ۱/ ۲۱۱ رقم: ۵۵ دار الكتب العلمية بيروت)

اِس لئے ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ پوری رقم مدرسہ اور کمیٹی کو اَدا کرے اور اِس گناہ سے توبہ واستغفار کرے۔

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ۱۰۹/۲۸ بيروت، شرح النووي على مسلم ۳۵٤/۲)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد / باب ذكر التوبة ۳۱۳ رقم: ٤۲۵۰ دار الفكر بيروت، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح رقم: ۲۳٦۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۶؍۵؍۱۴۱۴ھ

موقوفہ خانقاہ میں غسل میت کے لئے جگہ بنانا؟

سوال (۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۱۹۱۷ء میں ہمارے شہر وانمباڑی میں ایک ذکر خانہ بنام ’’خانقاہ قادریہ باقیات الصالحات‘‘ قائم ہوا، اُس زمانہ میں وہ علاقہ غیر آباد تھا، مگر اب یہ خانقاہ تین چار ہزار مکانات کے درمیان آ گئی ہے، مذکورہ ذکر خانہ ۱۳؍ ہزار مربع قدم کے میدان میں اور اُس کے درمیانی حصہ میں ایک ہزار مربع قدم پر عمارت مشتمل ہے، خانقاہ کے اطراف واکناف میں جو آبادی ہوئی ہے، وہ اکثر غرباء کی ہے، جن کے مکانات اوسطاً ساڑھے بارہ بائی چالیس ۵۰۰؍ مربع قدم کے ہیں، جب اُن کے یہاں اموات ہوتی ہیں، تو میت رکھنے کے لئے اور غسل دینے کے لئے ایک صاحب خیر کے کار شیڈ کو استعمال کیا جاتا ہے، کئی سالوں سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، اب مذکورہ صاحب خیر نے یہ تجویز رکھی ہے کہ خانقاہ کے میدان کے ایک حصہ میں وہ اپنی ذاتی صرفہ سے اس مقصد کے لئے ایک عمارت بنوادیں گے؛ تاکہ غرباء کا یہ مسئلہ آسان ہوجائے۔

خانقاہ کے دستور کے مطابق واقف نے مذکورہ جگہ ذکر اور اُس کے متعلقات کے لئے عنایت کیا ہے، شرعی رو سے خانقاہ کی جگہ میدان میں ایک عمارت بنواکر میت رکھنے وغسل میت کے لئے غرباء کو سہولت بہم پہنچانا کیسا ہے؟ از راہِ کرم فوراً جواب عنایت فرمائیں؛ اس لئے کہ خانقاہ کا مجلس منتظمہ کی میٹنگ بتاریخ ۳۰؍۴؍۲۰۱۲ء کو منعقد ہوگیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ خانقاہ کا حصہ آباد ہے، اور وہاں ذکر کی مجالس قائم ہوتی ہیں، اور تعلیم وتربیت اور سلوک وتصوف کا سلسلہ جاری ہے، تو اُس کے احاطہ میں غسل اَموات کے لئے کوئی عمارت بنانا شرط واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز اور درست نہ ہوگا؛ لیکن اگر یہ جگہ ویران پڑی ہوئی ہے، اور تعلیم وتربیت کے مصرف میں مستعمل نہیں ہے، تو علاقہ کے ذمہ دار حضرات کے مشورہ سے اس کے کسی حصہ میں غرباء کی ضرورت کے لئے غسل اَموات کی جگہ

بنائی جاسکتی ہے۔

مستفـاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنىٰ قومٌ عليها مسجدًا لم أر بذٰلک بأسًا، وذٰلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يـجـوز لأحد أن يملکها؛ فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين. (عمدة القاري ۱۷۹/۲ دمشق)

وفي الشامي: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف ليصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا)

فإذا تم ولزم لا يملک ولا يملک ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ ٣٥٢/٤ دار الفكر بيروت، ٥٣٩/٦ زكريا)

الـفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لا يصرف وأنه صحيح. (الفتاوىٰ الهندية / مطلب في بيان الفاضل من وقف المسجد ٤٦٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدارس کے لئے موقوفہ قرآنِ کریم کوفروخت کرکے دینی ودرسی کتب خریدنا؟

سوال (۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اکثر مدارس میں عامۃ المسلمین برائے ایصالِ ثواب قرآنِ پاک دیتے ہیں، بسا اَوقات ضرورت سے زیادہ ہوجاتے ہیں، اُن کی حفاظت بھی مشکل ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں اُن کو فروخت کرکے اُس کے عوض کتبِ فقہیہ اور کتبِ حدیث وتفسیر وافتاء حاصل کی جاسکتی ہیں؟ کیوں کہ واقف کا مقصد حصولِ ثواب ہے، اِس طرح بھی واقف کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر شرعاً گنجائش نہیں تو کیا مہتمم مدرسہ دوسری مسجد میں یا دیگر مدارس کے طلبہ کو دے دے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ قرآنِ کریم کو فروخت کرنے کی اِجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے، ہاں اگر قرآنِ کریم زیادہ ہوجائیں تو دیگر مسجدوں اور مدارس میں بطور وقف بھیجے جاسکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۴۷۷)

فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار) **قوله لا یملک: أي لا یکون مملوکًا لصاحبه. ولا یملک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه.** (الدر المختار مع الشامي ٤/٣٥١-٣٥٢ کراچی، الهدایة / کتاب الوقف ٢/٦٤٠ مکتبه شرکت علمیة ملتان، وکذا في فتح القدیر / کتاب الوقف ٦/٢٢٠ مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

وقف مصحفًا علی أهل مسجد للقراءة إن یحصون جاز، وإن وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیه، ولا یکون محصورًا علی هٰذا المسجد، وبه عرف حکم نقل کتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها، والفقهاء بذٰلک مبتلون. فإن وقفها علی مستحقي وقفه لم یجز نقلها. (الدر المختار / کتاب الوقف ٤/٣٦٥ کراچی، وکذا في البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/٣٣٨ زکریا)

لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته. (الفتاویٰ الهندیة ٢/٤٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم خریدنے کیلئے دی گئی رقم سے دینی کتابیں خریدنا؟

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے لوگ قرآنِ پاک کی قیمت دیتے ہیں کہ اُس سے قرآنِ کریم خرید کر ایصالِ ثواب کے لئے رکھ دیں، تو کیا بجائے قرآنِ پاک کے دوسری کتب خرید سکتے ہیں؟ کیا اس طرح واقف کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دینے والے کی اِجازت کے بغیر قرآنِ کریم کے لئے خاص کی گئی رقم سے دیگر کتابیں خریدنے کی اِجازت نہیں ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

لكن في القنية: سبل مصحفًا في مسجد بعينه للقراءة، ليس له بعد ذٰلك أن يدفعه إلى آخر من غير أهل تلك المحلة للقراءة ...... مما قدمه عن الخلاصة من حكاية القولين: من أنه لو وقف المصحف على مسجد: أي بلا تعيين أهله، قيل: يقرأ فيه: أي يختص بأهله المتردّدين إليه، وقيل: لا يختص به: أي فيجوز نقله إلى غيره، وقد علمت تقوية القول الأول بما مر عن القنية. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: متى ذكر للوقف مصرفًا، لا بد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة، مطلب في نقل كتب الوقف من محلها ٣٦٦/٤ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٨١/٥-٣٨٢ زكريا)

إذا ذكر للوقف مصرفًا لا بد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة حقيقةً.

(رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: متى ذكر للوقف مصرفًا لا بد أن يكون الخ ٣٦٥/٤ كراچی)

إذا قصر المتولي في شيء من مصالح الوقف هل يضمن؟ قلت: إن كان في عينٍ ضمنها، وإن كان فيما في الذمة لا يضمن. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٠١/٥ زكريا)

ولو اشترى بغلته ثوبًا ودفعه إلى المساكين يضمن ما نقد من مال الوقف لوقوع الشراء له. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٠٦/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۴/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَنجمنِ اسلامیہ کے اَوقاف کہاں کہاں خرچ کئے جاسکتے ہیں؟

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انجمنِ اسلامیہ کے نام کچھ املاک وقف ہیں، مثلاً قبرستان کی دوکانیں اور مسجد کی دوکانیں دیگر مکانات امام باڑہ وغیرہ اِن سب کی انجمن ایک ہی ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قبرستان کی دوکانوں کی آمدنی کن کن جگہوں پر لگائی جاسکتی ہے، اور دیگر املاک کی آمدنی کہاں صرف ہوسکتی ہے؟ نیز سڑکیں اونچی ہوجانے کی وجہ سے برسات میں ہر قسم کی گندگی جمع ہوجاتی ہے، تو کیا قبرستان میں مٹی کا پٹاؤ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جو اَملاک انجمنِ اسلامیہ کے نام وقف ہیں، اِن کی آمدنی انجمن کے مقررہ دستور کے موافق اُن تمام سرگرمیوں میں صرف کی جاسکتی ہے، جہاں انجمن کے بااختیار ذمہ داران مناسب سمجھیں اور قبرستان میں ضرورت کی وجہ سے مٹی کا پٹاؤ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

مسجد له أوقاف مختلفة لابأس للقيم أن يخلط غلتها كلها، وإن خرب حانوت منها فلا بأس بعمارته من غلة حانوت آخر؛ لأن الكل للمسجد ولو كان مختلفا؛ لأن المعنى يجمعهما. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٥٥١/٦ زكريا)

واليوم اعتادوا التسنيم باللبن صيانة للقبر عن النبش ورأوا ذٰلک حسناً،

وقـال صلى اللّٰه عليه وسلم: ما راٰه المسلمون حسنًا فهو عند اللّٰه حسن. (شامي، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت ٣/١٤٤ زكريا، المستدرك للحاكم ٣/٦٤)

وقـد اعتـاد أهـل مصر وضع الأحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا بأس به. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ٣٣٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درگاہوں اور مزارات کے نام وقف زمینوں کی آمدنی کا مصرف؟

سوال (۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قدیم مسلم بادشاہوں اور ہندو راجاؤں نے بہت سی جگہوں پر درگاہوں مزارات اور مندروں کے لئے زمینیں الاٹ کی ہیں، نیز مذکورہ مقامات کے جو خادم ہوا کرتے تھے، وہ زمینیں اُن کے استعمال میں رہتی تھیں، اُن کی گذر بسر اِسی آراضی کی آمدنی سے ہوا کرتی تھی، کچھ اِسی طرح کے ہمارے یہاں ایک بزرگ دبیاں پور اندور میں گذرے ہیں، جن کی وفات کو تقریباً ساڑھے چار سو سال ہو چکے ہیں، اُن کے لئے تقریباً سولہ بیگھہ زمین الاٹ کی گئی تھی، پر ہمارے آباء واجداد زراعت کیا کرتے تھے، اور بحیثیت خادم ومجاور خدمت بھی کیا کرتے تھے، پھر ۱۹۲۶ء کے ہولکر اسٹیٹ میں اُس وقت کی حکومت نے تحقیقات کر کے نوٹس دے کر درگاہوں کے خادمین کو بلوایا اور اُن تمام مجاورین کو بطور سند ایک ایک پرچہ دیا گیا۔ (ہولکر اسٹیٹ کی دی ہوئی نوٹس اور سند جو انعام یعنی مذکورہ آراضی کو قائم رکھنے کی تھی اور گزٹ اِن سب کی فوٹو کاپی ساتھ میں منسلک ہے)

(۱) جس میں لکھا کہ ۱۹۲۶ء کے انعام اِنکوائری رولز دفعہ ۲۰/ کے مطابق آفیسر کے حکم سے یہ انعام (آراضی وغیرہ) تمہارے نام قائم رکھا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ درگاہوں کے توسط سے ملی ہوئی آراضی وغیرہ کے ان کے مجاورین وخادمین مالک ہیں یا نہیں؟ جب کہ ہم اب بھی وہاں کی خدمت کر رہے ہیں، دوسری بات موجودہ وقت میں

وقف بورڈ سرکاری کاغذات میں اس انعام کو وقف اندراج کراکے اُسے نیلام کرنا چاہتا ہے، یعنی قیمت لے کر کسی کو ایک سال اور پھر سال پورا ہونے پر قیمت لے کر اسی کو یا دوسرے کو مذکورہ مدت تک کے لئے دیتا رہے گا، اور ہمیں اس سے دست بردار کرنا چاہتا ہے، کیا یہ انعام بطورحق الخدمت ہماری ملکیت نہیں ہے؟ یا ہے، جب کہ کاغذات میں بطور انعام اس آراضی کی سند ہمیں دی جاچکی ہے، نیز وقف اور انعام میں کیا فرق ہے؟ شرعی اعتبار سے وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شریعت میں مزارات کی دیکھ ریکھ کے لئے یا اُن کو آباد رکھنے کے لئے کسی طرح کے وقف کا کوئی ثبوت نہیں ملتا؛ لیکن ہندوستان کے بادشاہوں نوابوں اور راجاؤں نے اُسے ایک کارِ خیر سمجھ کر زمین الاٹ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، اور اِس طرح کے اَوقاف کی تحریری شرائط میں مزارات کے اِرد گرد رہنے والے بے سہارا لوگوں کی ضروریات میں صرف کرنے کی بات لکھی گئی، اس لئے مذکورہ جائیدادوں کو اَوقاف کے حکم میں قرار دے کر اُن سے ہونے والی آمدنی غریب خدام اور دیگر فقراء ومساکین، قریبی قبرستانوں کی ضروریات اور مزید آمدنی بچنے پر مساجد ومدارس میں صرف کی جائے گی، اور ان زمینوں کا فروخت کرنا یا دوسروں کی طرف ہبہ وغیرہ کے ذریعہ منتقل کرنا وقف بورڈ یا خدام کے لئے جائز نہیں ہے۔ (مستفاد از: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۰ ۳۷-۱ ۳۷ ڈابھیل، انوار رحمت ۱۵۳-۱۵۴، فتاویٰ دار العلوم ۱۴/۱۶۹، ۱۸۵)

سئل نجم الدين في مقبرة فيها أشجار، هل يجوز صرفها إلى عمارة المسجد؟ قال: نعم إن لم تكن وقفًا على وجه آخر، قيل له: فإن تداعت حيطان المقبرة إلى الخراب يصرف إليها أو إلى المسجد، قال: إلى ما هي وقف عليه إن عرف، وإن لم يكن للمسجد متول ولا للمقبرة فليس للعامة التصرف فيها بدون إذن القاضي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / قبيل الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغني عنها الخ ٢/٤٧٦-٤٧٧ زكريا)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ ٣٥٢/٤ دار الفكر بيروت، ٥٣٩/٦ زكريا)

فيزول ملك الواقف عنه إلى الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته إلى العباد، فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. (الهداية / كتاب الوقف ٦٤٠/٢ إدارة المعارف ديوبند، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/٨ رقم: ١١٠٥٩ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول من كتاب الوقف ٣٥٠/٢ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٤٢/٥ زكريا، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۷/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قومی اِدارے کی آمدنی کہاں خرچ کی جائے؟

سوال (۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عثمان یا پھر زید، بکر وغیرہ مل کر کوئی اِسکول یا اِدارہ (قومی) ٹرسٹ یا سوسائٹی کے ذریعہ چلاتے ہیں، یہ ٹرسٹ یا سوسائٹی بعض مرتبہ صرف نام کی ہوتی ہے یعنی تمام سوسائٹی کے ممبر یا تمام ٹرسٹی عملی اور مالی طور پر اِس ادارے یا اسکول کے کاموں میں حصہ نہیں لیتے ،صرف ایک عثمان ہی تمام اِخراجات اور کاموں کو دیکھتا اور کرتا ہے۔ مندرجہ بالا اِدارے یا اِسکول سے ہونے والی زائد آمدنی فیس اور ڈونیشن کے ذریعہ کسی فرد یا سوسائٹی یا ٹرسٹ کی ملکیت ہوسکتی ہے؟ اگر نہیں ہوسکتی تو کیا اِس زائد آمدنی کو اپنے ذاتی مصرف میں لانے کا حق سوسائٹی کے ممبر یا ٹرسٹی کو ہوسکتا ہے؟ اِس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں، یہ عام دوسری تجارت کی طرح ہے یا قومی ملکیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو اِدارہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہو؛ بلکہ قومی وملی اِدارے کے بطور اُسے قائم کیا جائے، تو اُس کے ٹرسٹی اور ممبران شرعاً اس کے مالک نہیں ہوتے

ہیں؛ بلکہ اِدارے کی تمام آمدنی کا مالک خود اِدارہ ہوتا ہے جو بجائے خود ایک شخص کے حکم میں ہے، اِس لئے مسئولہ صورت میں مذکورہ اِدارے یا اِسکول کی ہر طرح کی آمدنی کسی خاص فرد کی نہیں؛ بلکہ اِدارے کی ملک ہوگی، اور اِس آمدنی کو اِدارے کا کوئی بھی ممبر اُصول وضوابط کے بغیر اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ یہ اِدارے کوئی تجارتی کمپنی نہیں ہیں؛ بلکہ قوم وملت کی ملکیت ہیں، اُن کی آمدنی صرف اُنہی جگہوں پر خرچ ہوگی جن سے اِدارے کی ضرورت وابستہ ہو۔

ليس للمتولي أخذ زيادة على ما قرّر له الواقف أصلاً، ويجب صرف جميع ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصارف الوقف الشرعية.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب إذا كان الناظر مفسدًا لا يقبل قوله بيمينه ٦/ ٦٧٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۵/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَوقاف کی زمینوں کا تبادلہ

آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے موقوفہ زمین کا تبادلہ کرنا؟

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے تقریباً ۵۰-۶۰ ؍سال پہلے ایک صاحبِ خیر نے ہمارے گاؤں کے مدرسہ مظاہر العلوم کے لئے گاؤں سے قریب ایک کھیت تقریباً ڈھائی بیگھہ بطور وقف دیا تھا، اس وقت بھی اس میں کوئی خاص آمدنی نہیں ہوتی تھی، اسی وجہ سے آخری ۳۵ ؍سال سے زمین کی نیلامی موقوف ہے؛ بلکہ اس کا محصول مدرسہ ادا کرتا ہے۔ یعنی نقصان ہی نقصان ہے، اس وقت اس کھیت کے اطراف میں لوگوں نے مکانات بنا کر رہنا بھی شروع کر دیا ہے، جس کی وجہ سے وقف کی حفاظت بھی مشکل ہو رہی ہے۔ اگر اس زمین کو بیچ دیا جائے تو اُمید ہے کہ پچاس سے پچپن لاکھ روپئے آسکتے ہیں، اور اس رقم سے دوسری ملکیت مدرسہ کے لئے بسا کر کافی آمدنی ہوسکتی ہے، واقف کا کئی سالوں سے انتقال ہو چکا ہے؛ لیکن اُن کے وارثین نے اگر شریعتِ مطہرہ اِجازت دے اس کھیت کو بیچ کر دوسری ملکیت بسانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ تو آپ سے گزارش یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں بتائیں مدرسہ کمیٹی یا گاؤں کے لوگ مشورے سے اُس کو بیچ کر زیادہ آمدنی والی ملکیت خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ مدرسہ کے لئے مذکورہ موقوفہ زمین سے فی الحال کوئی نفع نہیں ہے؛ بلکہ اس پر سرکاری محصول اَدا کرنے کی وجہ سے مزید نقصان ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اِس لئے مدرسہ کمیٹی اور گاؤں کے ذمہ دار حضرات سے مشورہ کر کے اُس

جگہ کو فروخت کردیا جائے اور اُس کے بدلے میں دوسری نفع بخش جگہ لے لی جائے؛ تاکہ مدرسہ کی وقف کی آمدنی زیادہ سے زیادہ حاصل ہوسکے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

وکذلک سائر الوقوف عنده إلا أنها إذا خرجت عند انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها بأذن الحاكم بأرض أو دور آخر تكون وقفًا مكانها.

(إعلاء السنن / كتاب الوقف ۱۳/۱۱۲)

وحكى أنه وقع مثله في زمن سيدنا الإمام الأجل في رباط بعض الطرق خرب ولا ينتفع المارة به، وله أوقاف عامرة فسئل، هل يجوز نقلها إلى رباط آخر ينتفع الناس به، قال نعم؛ لأن الواقف غرضه انتفاع المارة ويحصل ذٰلک بالثاني. (شامي / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٦/٥٥٠-٥٥١ زكريا، ٣٦٠/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کیلئے متعین کردہ زمین کے بدلے دوسری زمین وقف کرنا؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی جائیداد زمین سے ایک قطعہ مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کی چند سالوں کے بعد اس زمین سے قریب دوسری مسجد بن جانے کی وجہ سے زید چاہتا ہے کہ اتنے ہی رقبہ کی زمین کا ایک حصہ دوسری جانب وقف کر کے اُس پر مسجد کی تعمیر کرے اور پہلی زمین اپنے استعمال میں لے لے، کیا اِس شرعی مصلحت کے پیش نظر زید اپنی موقوفہ (متعینہ) زمین سے رجوع کر کے اُسی جیسی دوسری زمین وقف کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی زمین جو مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کی گئی اور اس

میں ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی کہ اُسی کے قریب دوسری مسجد بنادی گئی، تو اب مسجد کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے واقف کے لئے جائز ہے کہ اس موقوفہ زمین کا تبادلہ دوسری ایسی زمین سے کردے جہاں مسجد کی تعمیر کی ضرورت ہو اور اس سابقہ موقوفہ زمین کو اپنے استعمال میں لے لے۔

وفي القنية: مبادلة دار الوقف بدار أخرىٰ إنما تجوز إذا كانتا في محلة واحدة أو تكون المحلة المملوكة خيرًا من المحلة الموقوفة، وعلىٰ عكسه لا يجوز. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٧٣٦/١)

وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلىٰ أقرب مسجدٍ أو رباطٍ أو بئرٍ أو حوضٍ إليه (الدر المختار) وفي شرح الملتقىٰ: يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي، كتاب الوقف / فيما لو خرب المسجد أو غيره ٥٤٩/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقف علی الخیر جائیداد کو فروخت کر کے دوسری خریدنا؟

سوال (۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی کمن صاحب مرحوم ساکن گلشہید مرادآباد نے اپنی حیات میں کل جائیداد کو ۱۹۳۲ء اور ۱۸۳۵ء میں وقف علی الاولاد و علی الخیر کیا، ان دونوں وقف ناموں کی نقلیں حاضر خدمت ہیں، اس وقت وقف جائیداد قدیم اور جدید کرایہ اٹھنی ہوئی ہیں، جن کا ماہانہ کرایہ اِس وقت ۲۸۴۶/۲۵/ روپئے ہوتے ہیں، اِسی آمدنی کرایہ میں سے وقف جائیداد کے اخراجات جیسے واٹر ٹیکس، ہاؤس ٹیکس، مقدمہ بازی وعطیہ مساجد بھی ہیں، اِس وقت وارثان کی تعداد ۲۹ نفر پر مشتمل ہے، جن کو بالفاظ دیگر قدرے سہام حصہ کرایہ آمدنی ملتی ہے، چوں کہ پرانے وارثان کے انتقال پر اُن کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے، اور کرایہ آمدنی بھی اِسی لحاظ سے کم ہوتی جاتی ہے، اس لئے وارثان وقف

جائیداد کو اُٹھاکر زیادہ آمدنی کرایہ حاصل ہو سکے۔ کیا اِس طرح وقف جائیداد کو فروخت کرنا اور دوسری جائیداد خرید کر اس کو وقف کرنا ازروئے قرآن وحدیث شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ وقف سے چوں کہ آمدنی کا سلسلہ بدستور جاری ہے؛ لہٰذا اُسے فروخت کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

وشرط في البحر: خروجه عن الانتفاع بالكلية. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في اشتراط الإدخال والإخراج ٦/٥٨٥ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٣٤٥ زكريا، كذا في النهر الفائق / كتاب الوقف ٣/٣٢٠ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۹/۱۴۱۹ھ

آمدنی بڑھانے کیلئے موقوفہ جائیداد کوفروخت کرکے دوسری خریدنا؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وقف جائیداد کی آمدنی بہت کم ہونے کی صورت میں اس کی آمدنی بڑھانے کی غرض سے وقف جائیداد کو بیچ کر اگر دیگر جائیداد خریدی جائے، تو وہ وقف معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور ایسا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا وقف کی جائیداد فروخت کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض آمدنی بڑھانے کی غرض سے موقوفہ جائیداد اور عمارات کو بیچنے یا تبدیلی کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

والثالث: أن لا يشرطه ولكن فيه نفع في الجملة وبدله خير منه ريعًا ونفعًا وهٰذا لا يجوز استبداله على الأصح المختار ...... بخلاف الدار إذا ضعفت بخراب بعضها ولم تذهب أصلاً فإنه لا يجوز حينئذ الاستبدال على كل

الأقوال . (شامي، كتاب الوقف / مطلب في استبدال الوقف وشروطه ٥٨٤/٦ زكريا، كذا في مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٥٧٦/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین کا کرایہ کم ہونے کی وجہ سے فروخت کر کے دوسری خریدنا؟

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۱۹۳۲ء میں ہندو پاک کی تقسیم سے قبل مراد آباد میں تقریباً تین ہزار مربع گز آراضی اسٹیشن روڈ پر محمد اخلاق کو تھیٹر لگانے کے لئے ۲۰/ سال کی مدت کے واسطے ۴۰/ روپئے ماہوار کرایہ پر پٹہ پر دی گئی تھی، ۱۹۳۲ء میں حاجی کریم اللہ اور مساۃ...... نے ایک وقف کیا، جس میں اور دیگر جائیداد کے علاوہ یہ تھیٹر (سینما) کی آراضی بھی شامل کی گئی، ۱۹۴۷ء میں محمد اخلاق پاکستان چلے گئے، اور پاکستان سے آئے ایک شرنارتھی، جرنجیت لال پی پڑا نے یہ آراضی اپنے نام الاٹ کرالی، اور ۴۰/ روپئے ماہوار کرایہ ہمارے دادا کو دیتا رہا، ۱۹۵۲ء میں یہ ۲۰/ سال کی میعاد ختم ہونے پر جرنجیب لال پی پڑا میرے دادا نظام الدین متولی (وقف علی الاولاد حاجی کریم اللہ محلّہ مان پور مراد آباد) سے تین سو روپئے ماہوار کا دوسرا پٹہ ۲۵/ سال کی مدت کے لئے کیا، ۱۹۷۸ء میں ۲۵/ سال کی مدت ختم ہونے پر میں صلاح الدین اور حاجی عبد اللہ اس شخص جرنجیت لال پی پڑا سے ۲۰/ سال کی میعاد میں توسیع کر لی، اور دو ہزار دو سو روپئے ماہوار کرایہ طے کیا، جس کی میعاد ۳۱/ جنوری ۱۹۹۸ء کو ختم ہوگئی ہے، اب میعاد ختم ہونے کے بعد ہم لوگ اپنی آراضی خالی کرانا چاہتے ہیں، چوں کہ پٹہ میں یہ شرط ہے کہ میعاد ختم ہونے پر وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جاوے گا، اور ہماری آراضی ہموار کر کے ہم کو دیدے گا) جس کے لئے وہ بالکل تیار نہیں ہے، ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ۵-۷/ ہزار روپئے ماہانہ کرایہ دینے کو تیار رہے، بازاری قیمت کے لحاظ سے موجود دور میں اس جگہ کی قیمت ۱۰-۱۲/ کروڑ روپئے بنتی ہے، اگر یہ جگہ آج خالی ہوجائے تو ہمارے وقف کی آمدنی ایک لاکھ روپئے ماہانہ تک ہوسکتی ہے،

مرادآباد کی ایک بہت بڑی پارٹی ہم سے یہ آراضی ۵۰-۶۰/ہزار روپئے ماہانہ کرایہ پر لینے کو تیار ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ پوری آراضی اس کو تعمیر کرنے کی اجازت کے ساتھ دی جائے، یعنی ہمیشہ کے لئے جرنجیت لال پی پڑا سے خالی کرانے کی ذمہ داری اُسی کی ہوگی، وکیلوں سے اور وقف بورڈ لکھنؤ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ تین سال سے زیادہ کے لئے کرایہ پر دی ہی نہیں جاسکتی، اور اگر جرنجیت لال پی پڑا سے خالی کرانے کے لئے مقدمہ بازی کی جائے، تو اُس میں وقت اور کتنے روپئے خرچ ہوں گے، کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ۱۰-۲۰/سال بھی لگ سکتے ہیں، اس وقت پی پڑا اُس پر بنائے گئے سینما اور چائے کے اسٹال اور سائیکل کے ٹھیکہ سے کل ملا کر ایک لاکھ روپئے ماہانہ کی آمدنی کررہا ہے۔

اِسی طرح پر ایک دوسری آراضی تقریباً ۴-۵/سو مربع گز ۱۹۳۵ء میں لالیہ بلبل پرشاد کو واقف حاجی کریم اللہ نے ۷۵/روپئے ماہوار کرایہ پر ۹۸/سال کے واسطے فیکٹری لگانے کے لئے دی تھی، جس میں پٹہ کی شرائط کے مطابق کاروبار کرنے کے لئے دوکان گودام رہائش کے لئے مکان بنانے کی اِجازت دی گئی تھی، دوکانیں بنا کر وہ ۵۰-۶۰/ہزار روپئے ماہانہ کی آمدنی کررہا ہے، اور ہم لوگوں کو آج بھی صرف ۷۵/روپئے دیتا ہے، پٹہ کی میعاد ختم ہونے میں ابھی ۲۵/سال کا ٹائم باقی ہے، پٹہ کی کمزور شرائط کے سبب ہم لوگ کوئی قانونی چارہ جوئی کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں جائیدادوں سے غیر مسلم لوگ بھرپور فائدہ حاصل کررہے ہیں، اور واقف کے خاندان کے مستفیض الیہ (BENEFICIRIES) دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، جس مقصد کے تحت وقف کیا گیا تھا کہ واقف کے خاندان کے لوگ نسل درنسل اور بطناً بعد بطن فیض اُٹھاتے رہیں گے، بالکل فوت ہوگیا ہے؛ بلکہ اِس کے برخلاف غیر مسلم لوگ جن کے قبضہ اور تصرف میں یہ آراضی ہے، خوب فائدہ حاصل کررہے ہیں، اُن کی نسلوں کا سدھار ہوجائے گا، ہم لوگ اگر مقدمہ بازی شروع کرتے ہیں، تو کئی نسلیں گذر جائیں گی، روپئے علیحدہ پانی کی طرح بہانا پڑے گا، پھر بھی کوئی فائدہ حاصل ہونے کی اُمید نہیں کی جاسکتی، یہ جائیدادیں اُن لوگوں کے قبضہ

میں مستقل طور پر چلی جائیں گی، موجودہ قانون بھی ہمارے موافق نہیں ہے۔

مندرجہ بالا واقعات اور موجودہ مسلمانوں کی پستی اور ناموافق حالات کے پیشِ نظر وقف جائیداد بچانے اور محفوظ کرنے کی غرض سے اِس جائیداد کوفروخت کرکے دوسری جائیدادخرید لی جائے، تو وہ وقف متصور ہوگی یا نہیں؟ ایسا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا وقف جائیداد اِس طرح پر منتقل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ سوال میں جب کہ اتنی بڑی جائیداد کی آمدنی کل ۲۲/سو روپئے اور دوسری جائیداد کی آمدنی صرف ۷۵/روپئے ہے، یہ آمدنی جائیداد کی مرمت وغیرہ کے لئے بھی کافی نہیں ہوسکتی، اورقانوناً قابضین سے لینا بھی ممکن نہیں؛ لہٰذا ایسی ضرورت کے پیشِ نظر اس جائیداد کوفروخت کرکے دوسری جائیداد وقف کے نام سے لینا جائز ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اُن پرانی جائیدادوں کوفروخت کرنے کے ساتھ ہی جو اُس کی رقم موصول ہو اُس سے فوراً دوسری زمین کا وقف کے نام سے بیع نامہ کرالیں، ورنہ اُس کی رقم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اور دوسری خرید کردہ زمین بھی وقف ہی شمار ہوگی اور اُس کے مصارف بھی وہی ہوں گے جو وقف اول کی آمدنی کے ہیں۔

والثاني أن لا يشترطه سواء عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيءٌ أصلاً أو لا يفي بمؤنته فهو أيضًا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضي ورأيه المصلحة فيه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: في استبدال الوقف وشروطه ٥٨٣/٦ زكريا، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٨/٦ دار الفكر بيروت، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الرابع من كتاب الوقف ٤٠١/٢ زكريا)

فإن أرض الوقف إذا غصبها غاصب وأجرى عليها الماء حتى صار بحرًا لا يصلح للزراعة يضمن قيمتها ويشتري بقيمتها أرضًا فتكون الثانية وقفًا على

وجه الأولىٰ. (فتاویٰ قاضي خان علی الهندية / فصل في مسائل الشرط في الوقف ۳۰٦/۳ زكريا)

ولو صارت الأرض بحال لا ينتفع بها والمعتمد أنه بلا شرط يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية، وأن لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۲۲۳/۵ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضیاع کے اندیشہ سے موقوفہ آراضی کوفروخت کرکے دوسری زمین خریدنا؟

سوال (۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی وقف شدہ آراضی ہے، جو غیر مسلمین کے درمیان میں ہے، جس کے کچھ حصہ پر اُنہوں نے قبضہ بھی کرلیا ہے، نیز مسجد کی زمین کو نقصان بھی پہنچاتے رہتے ہیں، اور اُس کی فصل سے مسجد کو کوئی خاص فائدہ بھی نہیں ہے؛ اِس لئے ذمہ دارانِ مسجد چاہتے ہیں کہ اس زمین کوفروخت کرکے اُس کی رقم سے دوسری زمین جو محفوظ ہو اور اس سے مسجد کو آمدنی بھی زیادہ ہو، خرید لی جائے۔ واضح رہے کہ واقف کے ورثہ میں اُن کے حقیقی بھتیجے ہیں، اُن کی بھی رائے ہے کہ وقف شدہ زمین کو فروخت کرکے اُس کی رقم سے دوسری زمین خرید لی جائے؛ اس لئے کہ آئندہ بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ وقف شدہ آراضی کوفروخت کرکے اس کی رقم سے دوسری زمین خریدی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ اندیشہ واقعی ہو کہ آئندہ موقوفہ زمین پر غیر مسلمین قبضہ کرلیں گے، اور بچانا مشکل ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں مذکورہ خطرات کے پیشِ نظر اس زمین کوفروخت کرنا جائز ہے، اور فروخت کرنے کے بعد فوراً دوسری زمین اس آمدنی سے خرید کر وقف

رجسٹرڈ کرالی جائے؛ تا کہ آمدنی ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۸۳)

والثاني أن لا يشترطه سواء شرط عدمه أو سكت؛ لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيءٌ أصلاً أو لا يفي بمؤنته فهو أيضًا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضي ورأيه المصلحة فيه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في استبدال الوقف وشروطه ٦/٥٨٣ زكريا، فتح القدير ٦/٢٢٨)

وشرط في الإسعاف أن يكون المستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل ...... وأنت خبير بأن المستبدل إذا كان هو قاضي الجنة، فالنفس به مطمئنة ولا يخشى الضياع معه ولو بالدراهم والدنانير، والله الموفق. (النهر الفائق / كتاب الوقف ٣/٣٢٠ رشيدية)

وقد اختلف كلام قاضي خان ففي موضع جوّزه للقاضي بلا شرط الواقف حيث رأى المصلحة فيه، وفي موضع منعه منه، ولو صارت الأرض بحال لا ينتفع بها، والمعتمد أنه يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية، وأن لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به، وأن لا يكون البيع بغبن فاحش، كذا في البحر الرائق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط في الوقف ٢/٤٠١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

فإن أرض الوقف إذا غصبها غاصب وأجرىٰ عليها الماء حتى صار بحرًا لا يصلح للزراعة يضمن قيمتها، ويشتري بقيمتها أرضًا أخرىٰ فتكون الثانية وقفًا على وجه الأولىٰ. (فتاوىٰ قاضي خان على الهندية / فصل في الشرط وفي الوقف ٣/٣١٤ مكتبه اتحاد ديو بند، شامي، كتاب الوقف / مطلب: لا يستبدل العامر إلا في أربع ٦/٥٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۵/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری تحویل میں گرفتہ موقوفہ زمین کو بیچ کر دوسری لینا؟

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے اب سے تقریباً ۲۰؍سال قبل جامعہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ ٹانڈہ کے نام زمین وقف کی، جس کے وہ مکمل طور پر مالک تھے، واقف بے اولاد اور نابینا تھے، اُن کا کوئی وارث بھی نہیں تھا، وقف کنندہ نے بجائے وقف نامہ کے مدرسہ کے نام بیع نامہ کرایا؛ تاکہ آئندہ کوئی اُن کا جھوٹا وارث بن کر مدرسہ کو پریشان نہ کرے؛ لیکن ہوا یہی کہ ایک شخص نے اُن کا جھوٹا وارث بن کر مدرسہ کے خلاف مقدمہ کر دیا، اُس شخص نے اپنے انتقال سے قبل کسی دیگر شخص کے نام فرضی بیع نامہ کرایا، اب وہ شخص مدرسہ کے خلاف مقدمہ لڑ رہا ہے، مدرسہ اِس زمین کا مقدمہ کئی بار جیت چکا ہے؛ لیکن مدرسہ کا قبضہ نہیں ہوا ہے، اور آئندہ بھی قبضہ کے امکان نہیں ہیں، فی الحال وہ زمین سرکاری تحویل میں ہے جس کی وجہ سے اُس میں کاشت بھی نہیں ہورہی ہے اور مقدمہ پر مدرسہ کا کافی پیسہ بھی خرچ ہورہا ہے۔ اس لئے دریافت یہ کرنا ہے کہ اس زمین کو فروخت کر کے اس کی رقم سے مدرسہ کے لئے دوسری زمین برائے کاشت خرید لی جائے؛ تاکہ اس کی آمدنی یا غلہ مدرسہ کے کام آسکے اور واقف کو بھی اس کی نیت کے مطابق ثواب پہنچتا رہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کے نام کی گئی، مذکورہ زمین سے سردست مدرسہ کے نفع اٹھانے کی کوئی شکل نہیں ہے، اس لئے ضرورت اور مجبوری کے تحت اس جگہ کے بدلہ اگر کوئی اور زمین خرید کر یا تبادلہ میں حاصل کر لی جائے، تو اِس کی گنجائش ہوگی؛ تاکہ نفع رسانی کے راستے کھل سکیں۔ (فتاوی محمودیہ ۵۱۰/۱۵ ڈابھیل)

اعلم أن الاستبدال علی ثلاثة وجوہ: الثاني أن لا یشترطه، سواء شرط عدمه أوسکت لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیة، بأن لا یحصل منه شيء أصلاً ولا یفي بمؤنته فهو أیضًا جائز علی الأصح إذا کان بإذن القاضي ورأیه المصلحة

فيه. (شامي / مطلب في استبدال الوقف و شروطه ٦/٥٨٤ زكريا)

وقف موضعها في حياته و صحته، و أخرجه من يده فاستولى عليه غاصب وحال بينه و بينه تؤخذ من الغاصب قيمته، ويشترى بها موضع آخر فيوقف على شرائطه؛ لأن الغاصب لما جحد صار مستهلكًا، والشيء المسبل إذا صار مستهلكًا وجب الاستبدال به. (الفتاویٰ الهندية / الباب التاسع في غصب الوقف ٢/ ٤٤٩-٤٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آبادی سے دور مدرسہ کی مملوکہ زمین کو بیچ کر آبادی میں جگہ لینا؟

سوال (۹٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عربیہ مدرسہ قائم کرنے چلانے اور اُس میں دنیوی و دینی حفظ وتجوید کے لئے زمین خریدی گئی کہ اِس میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ چلایا جائے گا؛ لیکن وہ زمین شہر سے ۹-۱۰ رکیلومیٹر دور واقع ہے، وہ زمین ابھی افتادہ پڑی ہے، اس میں نہ بنیاد رکھی گئی، نہ تعمیرات ہوئیں، اگر چہ وہاں دیگر مکاتب اور مساجد پہلے سے موجود ہیں؛ لیکن یہ زمین ابھی وقف نہیں کی گئی ہے، اب اَصحابِ ارکان کی رائے ہے کہ اس زمین کو فروخت کرکے دوسری جگہ جو شہر کے قریب یا شہر کی آبادی سے متصل ہو خریدی جائے، کیا اَرکان وممبرانِ کمیٹی (جو ابھی مدرسہ کی زمین کو رجسٹری نہ کراسکی) کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ مذکورہ کام انجام دیدے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ زمین چوں کہ مدرسہ کی مملوکہ ہے، موقوفہ نہیں ہے، اِس لئے ذمہ دارانِ مدرسہ اور کمیٹی کے مشورہ سے اُسے فروخت کرکے آبادی کے قریب مناسب جگہ خریدنے کی اِجازت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۳٦۷ ڈابھیل)

فإذا عـادت مـلـكًا يجوز أن يبنى موضع المسجد دارًا أو موضع المقبرة مسجدًا، وغيره ذٰلك. (مستفاد: عمدة القاري ١٧٩/٤)

وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودًا مالاً متقومًا مملوكًا في نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه. (شامي / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٥/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی ڈیڑھ گٹھہ موقوفہ زمین کے بدلہ ۱۲ر گٹھہ زمین کا تبادلہ کرنا؟

سوال (۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ڈیڑھ گٹھا زمین مسجد کے نام وقف کی، اور یہ شرط لگائی کہ اس سے جو پیداوار ہوگی وہ مسجد کے اِخراجات پر صرف ہوگی، اور میرے مرنے کے بعد کوئی اُس زمین کا وارث نہ ہوگا سوائے مسجد کے، اور اس زمین سے مسجد کا کوئی فائدہ نہ ہورہا تھا، اب اُس مسجد کا جو متولی بنا، تو اُس نے اس ڈیڑھ گٹھا زمین کا بدلہ بارہ گٹھا سے کرلیا، اور اب اِس زمین سے تقریباً دس سال سے اچھی خاصی آمدنی ہورہی ہے، اور مسجد کا فائدہ ہورہا ہے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس ڈیڑھ گٹھ زمین سے مسجد کو تھوڑا بہت بھی نفع ہورہا ہو، تو اُسے فروخت کرنے کی اِجازت نہیں ہے، ہاں جب نفع کی بالکل امید ہی نہ رہے، تو اہل مسجد کے مشورہ سے فروخت کی گنجائش ہے۔

وإن كـان لا لـذٰلك؛ بـل اتفق أنه أمكن أن يؤخذ بثمنه ما هو خير منه مع كـونـه مـنتفعًا به، فينبغي أن لا يجوز؛ لأن الواجب إبقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة؛ ولأنه لا موجب لتجويزه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب لا يستبدل العامر إلا في أربع ٣٨٨/٤ كراچی، ٥٨٩/٦ زكريا)

قـال: إذا ضـعـفـت الأرض الـمو قو فة عن الاستغلال و القيم يجد بـمثمنها أرضًـا أخـرىٰ هـي أكثـر ريعًا كان له أن يبيع هٰذه الأرض ويشتري بمثمنها ما هو أكثر ريعًا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦٣/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی غیر مستعملہ زمین کوفروخت کر کے دوسری زمین لینا؟

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کی ایک زمین غیر مستعملہ میں نالہ ہے، اور دن بدن نالہ کے پانی کے بہاؤ کی وجہ سے زمین کونقصان ہورہا ہے، اور اُس کو روکنے میں مدرسہ کو بہت بڑا خرچ کرنا پڑتا ہے، اگر اُس زمین کو بیچ دیا جائے اور اس رقم سے قریب کی کارآمد زمین خرید لی جائے، تو مدرسہ صرف نقصان سے نہیں بچتا؛ بلکہ اُس میں اور فائدہ ہے، ایسی صورت میں شریعت کی روشنی میں کیا عمل کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زمین مدرسہ کی طرف سے خریدی گئی تھی، تو اُس کو بیچ کر دوسری زمین خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر زمین وقف شدہ ہے، تو غرض واقف کے مطابق جب تک اُس کا استعمال کرنا ممکن ہو، بیچنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اصل موقوفہ زمین کو باقی رکھنا ضروری ہے۔

الثـالـث: أن لا يشـر طه أيضًا ولكن فيه نفع في الجملة وبدله خير منه ريعا ونـفـعًـا، وهٰـذا لا يـجوز استبداله على الأصح المختار، كذا حرره العلامة قنالي زاده. (شامي ٣٨٤/٤ كراچی، ٥٨٤/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تالاب کی زد میں آنے کی وجہ سے ایک مسجد کی جگہ فروخت کر کے دوسری زمین خریدنا

سوال (۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لال مسجد محلّہ پڑاؤ قصبہ ٹانڈہ ضلع رامپور کی دو قطعہ آراضی ہے، جو نواب صاحب رامپور کی طرف سے مسجد کے مصارف کے لئے دی گئی تھی، چک بندی میں کسی غلطی کی وجہ سے دونوں زمینوں کے ٹکڑے ایک شخص زید کے نام درج ہوگئے ہیں، اُن کے فوت ہونے کے بعد وہ زمین اُن کی اولاد کے نام آگئی ہے؛ البتہ زید کی اولاد کا مسجد کے مقتدیوں سے یہ کہنا ہے کہ اگرچہ یہ زمین ہمارے نام آگئی ہے؛ لیکن حقیقۃً یہ زمین مسجد ہی کی ہے، اور مسجد ہی اُس کی مالک ہے، اور اب تک اُس کی پیداوار سے جو آمدنی ہوئی ہے وہ بھی مسجد ہی کو آتی ہے۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ اِن دونوں زمینوں کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا پانی کے تالاب سے متصل ہے، پانی کی وجہ سے یہ ٹکڑا برابر کٹ رہا ہے، اور کافی زمین پانی میں چلی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس ٹکڑے سے کوئی آمدنی پیداوار وغیرہ کی نہیں ہورہی ہے، اب کمیٹی اور مقتدیانِ مسجد اِس ٹکڑے کو فروخت کر کے یہ چاہتے ہیں کہ جو رقم حاصل ہو اس کے ذریعہ سے جو دوسرا ٹکڑا ہے، وہ آبادی سے متصل ہے، اس پر کچھ رہائشی کمرے تعمیر کردیئے جائیں، تو کیا اہل محلّہ اور کمیٹی کو ازروئے شرع ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ چوں کہ دونوں ہی ٹکڑے مسجد کے نام نہیں ہیں، تو کیا کمیٹی اور اہل محلّہ اِس بات کے شرعاً مجاز ہیں کہ دونوں ہی زمین کے قطعہ فروخت کر کے اس کی رقم سے مسجد کے نام سے کسی اور جگہ پر زمین خرید لی جائے، جس کی پیداوار وغیرہ سے مسجد کو آمدنی ہوتی رہے، جو حکم بھی ازروئے شرع ہو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ دونوں زمینیں لال مسجد کی ملکیت ہیں، اگرچہ ان

پر کسی اور شخص کا نام درج ہوگیا ہو، اب جوز مین تالاب کے کنارے آ کر ضائع ہو رہی ہے، اس کے تبادلہ میں دوسری جگہ برائے آمدنی مسجد خریدی جاسکتی ہے؛ لیکن وہ جگہ بیچ کر دوسری زمین کی تعمیرات میں لگانا درست نہ ہوگا۔

لكن صار بحيث لاينتفع به بالكلية، بأن لا يحصل منه شيء أصلا، أو لا يفي بمؤنته، فهو أيضًا جائز على الأصح. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في استبدال الوقف وشروطه ٥٨٤/٦ زكريا)

وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلىٰ أقرب مسجدٍ أو رباطٍ أو بئرٍ أو حوضٍ إليه (الدر المختار) وفي شرح الملتقىٰ: يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي، كتاب الوقف / فيما لو خرب المسجد أو غيره ٥٤٩/٦ زكريا)

البتہ جس زمین سے آمدنی حاصل ہو رہی ہے اس کو بیچ کر دوسری جگہ لینا درست نہ ہوگا۔

والثالث أن لا يشترطه أيضًا، ولكن فيه نفع في الجملة، وبدله خير منه ريعًا ونفعًا، وهٰذا لا يجوز استبداله على الأصح المختار. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في استبدال الوقف وشروطه ٥٨٤/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے ناقابلِ استعمال مکان کو فروخت کر کے دوسری جگہ خریدنا؟

سوال (۱۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا ایک بہت قدیم مکان ہے، جس کی کڑی وغیرہ بھی بوسیدہ ہو چکی ہے اور کچھ ٹوٹ بھی گئی ہیں، ۲۵-۳۰ گز میں ہے، وہ بھی اندر گلی میں، نہ دکان وغیرہ کے مطلب کا ہے اور نہ اس کو کوئی کرائے پر رہنے کے لئے لے سکتا ہے، بہرحال اِس وقت مسجد کے کسی فائدے کا نہیں ہے، ذمہ دارانِ

مسجد یہ چاہتے ہیں کہ اس مکان کو بیچ کر اور کچھ رقم اور ڈال کر کوئی دوسری جگہ خرید کر وہاں کوئی مکان یا دکان وغیرہ بنا کر اسے کرائے پر دے دیا جائے؛ تاکہ مسجد کی آمدنی میں کچھ اضافہ ہو جائے، اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ذمہ دارانِ مسجد کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر واقعۃً مسجد پر وقف شدہ قدیم مکان ایسا بوسیدہ ہوگیا ہے کہ اس سے مسجد کے لئے کسی آمدنی کی اُمید نہیں ہے، تو ذمہ دارانِ مسجد کے لئے اس مکان کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم سے دوسری جگہ خرید کر اُس سے مسجد کے لئے آمدنی حاصل کرنے کی گنجائش ہوگی۔

وشرط في البحر خروجه على الانتفاع بالكلية وكون البدل عقارًا. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في اشتراط الإدخال والإخراج ٥٨٥/٦ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٤٥/٥ زكريا)

قول الشارح: وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية، قال العلامة الرافعي تحته: بأن لا يحصل منه شيء أصلاً أو لا يفي بمؤنته. (التقريرات الرافعي على الرد المحتار ٨٥/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۳۴/۸/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام متعینہ جگہ خرید کر دوسری جگہ پر مسجد بنانا؟

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''تنظیم علماء اہلِ سنت والجماعت'' کے زیر اہتمام مختلف دینی اُمور انجام پاتے ہیں، اور دار القضاء بھی، تنظیم کی اپنی کوئی مستقل جگہ نہیں ہے، دفتر اور دار القضاء کرایہ کی جگہ پر ہے، اراکینِ تنظیم نے باہمی مشورہ سے ایک ایسے علاقے میں، جہاں مسجد کی سخت ضرورت تھی، مسجد کے لئے چند جھونپڑوں پر مشتمل بارہ سو مربع فٹ زمین کا سودا ایک کروڑ دس لاکھ روپئے میں کیا، قیمت کی

ادائیگی کی مدت ایک سال طے پائی؛ لیکن کچھ دنوں بعد صاحب معاملہ (بائع نے چھ ماہ کی مدت میں مبلغ ۸۰؍لاکھ روپئے کی ادائیگی کا مطالبہ شروع کردیا، تنظیم چھ ماہ کی مدت میں ۸۰؍لاکھ روپئے جمع نہیں کرسکی، تو مالک مکان نے تنظیم سے مسجد کا سودا ختم کرتے ہوئے تحریری معاہدہ نامہ واپس لے لیا، اور ایک مجلس میں یہ بھی کہا کہ ہمیں لوگوں نے بتایا تھا کہ تنظیم زمین کی خریداری مسجد کے لئے نہیں؛ بلکہ اپنے آفس کے لئے کررہی ہے، اِسی دوران کچھ دوسرے لوگ نمودار ہوئے، جس میں صاحب معاملہ کے سالے بھی شامل ہیں، اُن لوگوں نے مطالبہ کیا کہ جو رقم آپ لوگوں نے مسجد کے نام پر جمع کی ہے، وہ ہمارے حوالے کردو؛ کیوں کہ ہم لوگ وہی جگہ اُسی قیمت پر اُنہیں صاحب سے مسجد کے لئے خرید رہے ہیں، اور اُن لوگوں نے الگ سے کمیٹی بھی تشکیل دے دی ہے، جس میں تنظیم کا کوئی رکن شامل نہیں ہے؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اب جب کہ تنظیم پر اعتماد کرتے ہوئے مسجد کے نام پر جو چندہ اب تک جمع ہورہا ہے، اس کا وکیل کون ہوگا؟ تنظیم علماء اہل سنت والجماعت یا نئی کمیٹی؟

(۲) کیا موجودہ صورتِ حال میں تنظیم کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ سابقہ سودا خود بیچنے والے کی طرف سے رد کردینے کے بعد اس جمع شدہ رقم سے مسجد کے لئے دوسری جگہ خرید سکے۔

(۳) یا تنظیم پر لازم ہوگا کہ جو بھی شخص مذکورہ جگہ کا سودا مسجد کے لئے کرے، تنظیم جمع شدہ رقم ان کے حوالہ کردے؟

(۴) ہزاروں چندہ دہندگان سے اُن کی آراء اور نیتوں کا حال دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہے؛ کیوں کہ بہت سے لوگوں نے چندہ کی جھولی میں بے نام عطیہ کیا ہے؟

(۵) خدشہ اس بات کا ہے کہ لوگ تنظیم سے سوال کریں کہ ہم نے تمہارے اعتماد پر مسجد کے نام پر چندہ دیا تھا، تو تم نے اس رقم کو دوسرے کے حوالہ کیوں کیا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ ''تنظیم علماء اہل سنت والجماعت'' نے اپنے

اعتماد پر لوگوں سے سخت ضرورت کے علاقہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے زرتعاون جمع کیا ہے؛ لہٰذا یہی تنظیم اِس پوری رقم کی وکیل ہے، پس اگر پہلی جگہ پر کسی وجہ سے مسجد تعمیر نہ ہوسکے، تو اس تنظیم کو دوسری جگہ خرید کر مسجد تعمیر کرنے کا حق حاصل ہے؛ تاہم اِس اقدام کے بعد اخبار وغیرہ میں اعلان کردیا جائے کہ اب تنظیم فلاں جگہ پر مسجد تعمیر کر رہی ہے؛ تاکہ تنظیم کا اعتماد بحال رہے اور اس تنظیم کو اپنی حاصل کردہ رقم نئی کمیٹی کو دینے کا اختیار نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۱/۲۸۲ میرٹھ، باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ۳۵۱)

ومنه أن كل عقد لا يحتاج فيه الوكيل إلى إضافته إلى المؤكل، ويكتفي بالإضافة إلى نفسه كالبيعات والأشربة والإجارات والصلح الذي هو في معنى البيع، فحقوقه راجعة إلى الوكيل، ويكون الوكيل في هٰذه الحقوق كالمالك والمالك كالأجنبي. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوكالة ۵٦٧/۳ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١، رقم المادة: ٩٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مامون علاقہ سے مسجد کی زمین فروخت کرکے دوسری جگہ لینا؟

سوال (۱۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قطعہ اراضی مدرسہ، مسجد اور اسکول کے لئے شہر سے ۱۰ کلومیٹر دور خریدی گئی، اب درمیان میں غیر مسلم بستیاں پڑتی ہیں، راستہ امن کا نہیں ہے، طلبہ اور اساتذہ شہر سے بھی جائیں گے، ابھی کچھ تعمیر نہیں ہوئی۔ کیا اُسے فروخت کرکے دوسری جگہ اُس کام کے لئے خریدی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوال میں ذکر کردہ صورت میں مذکورہ زمین کو بیچ کر

اُن پیسوں سے دوسرے مامون علاقہ میں مذکورہ مقاصد کے لئے زمین خریدنا جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۶۲، امداد الفتاویٰ ۲/۵۹۳)

وکذٰلک سائر الوقوف عنده إلا أنها إذا خرجت عند انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالها بإذن الحاكم بأرض أو دورٍ أخرىٰ تكون وقفًا مكانها.

(إعلاء السنن ۱۳/ ۱۱۲ کراچی، ۱۳/ ۲٤۷ بيروت)

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجدٍ أو حوض خربَ، ولا يحتاج إليه لفرق الناس عنه، هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلىٰ مسجدٍ أو حوضٍ آخر؟ فقال: نعم! ومثله في البحر عن القنية الخ. (شامي، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/ ٥٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹرسٹ کا مسجد کے نام زمین لے کر اُس کو دوسری زمین سے بدلنا؟

سوال (۱۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ٹرسٹ نے مسجد ومدرسہ کے لئے عوامی چندے سے ایک دوکان خریدی ہے، اور اس جگہ کا ماحول ناموافق ہے، اس وجہ سے ٹرسٹ کی یہ نیت ہے کہ اگر اس سے بہتر کوئی مناسب جگہ ہم کو مل گئی تو اس دوکان کو فروخت کرکے اس جگہ کو خرید لیا جائے گا، اس لئے اس کو مسجد کا نام نہ دیتے ہوئے مدرسہ کیا جائے؛ تاکہ ضرورت پڑنے پر اس مکان کو فروخت کیا جا سکے۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ عوام نے تو مسجد کے لئے چندہ دیا ہے؛ لیکن ٹرسٹ نے مسجد کی نہیں؛ بلکہ مدرسہ کی نیت کر لی ہے، تو کیا ٹرسٹ کی نیت کی بنیاد پر اس مذکورہ بالا مکان کے لئے مسجد کا حکم نہیں رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹرسٹ نے جو جگہ خریدی ہے اُسے اس وقت تک مسجد کا

حکم نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ وہاں مسجد کی نیت سے تعمیر یا نماز شروع نہ کردی جائے، اب اگر وہ جگہ ناموافق ماحول میں پڑتی ہے، تو ٹرسٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ اُسے فروخت کر کے اس کے بدلہ میں مناسب جگہ مسجد کے لئے حاصل کرلے، اور وہاں مسجد تعمیر کرے اور جس غرض سے چندہ وصول کیا گیا ہے، وہ صرف اِسی غرض میں استعمال کرے۔

ويزول ملكه عن المسجد والمصلي بالفعل أي بالصلاة فيه، وبقوله: جعلته مسجدًا عند الثاني. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب إذا وقف كل نصف على حدة صارا وقفين ٥٤٤/٦-٥٤٥ زكريا)

وإذا بنى مسجدًا لا يصير مسجدًا حتى يقر بلسانه أنه مسجد لا يباع ولا يوهب ولا يرهن ولا يورث، وفتح الباب وأذن فيه وأقيم وأذن للناس بالدخول فيه عامة، فيصير مسجدًا إذا صلى بجماعة فيه، وقال أبو يوسف: يصير مسجدًا بقوله: جعلته مسجدًا، وفي الخانية: وفي رواية أخرىٰ عن أبي حنيفة: إذا صلى واحد فيه بإذنه يصير مسجدًا، إلا أن بعضهم قال: إذا صلى فيه واحد بأذان وإقامة، وفي ظاهر الرواية لم تذكر هٰذه الزيادة، والصحيح رواية الحسن وهو أنه يشترط أداء الصلاة بالجماعة من اثنين فصاعدًا بإذنه كما قال محمد. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ١٥٦/٨ رقم: ١١٤٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد یا وقف کی آراضی کو منتقل کرنا؟

سوال (۱۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد اور وقف کی آراضی نہ تو منتقل کی جاسکتی ہے اور نہ فروخت کی جاسکتی ہے، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد اور وقف کی آراضی بلا شدید ضرورت کے منتقل اور فروخت نہیں کی جاسکتی۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن. (الدر المختار)

قوله: لا یملک أي لا یکون مملوکًا لصاحبه، ولا یملّک: أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ ٦/٥٣٩ زکریا، ٤/٣٥٢ کراچی، کذا في الفتاویٰ الهندیة / الباب الأول من کتاب الوقف ٢/٣٥٠، فتح القدیر / کتاب الوقف ٦/٢٢٠ دار الفکر بیروت، الهدایة / کتاب الوقف ٢/٦٥١ مکتبه بلال دیوبند)

أما بدون الشرط أشار في السیر أنه لا یملک الاستبدال إلا القاضي إذا رأی المصلحة في ذٰلک. (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندیة ٣/٣٠٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۱/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عارضی بنائی گئی مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں لوگ پنج گانہ نماز پڑھنے کے لئے کچی مسجدیں تعمیر کرتے ہیں (یعنی ٹین اور تختہ وغیرہ سے) پھر بوقت ضرورت مسجد دوسری جگہ منتقل کردیتے ہیں، اور مسجد کی پرانی جگہ کو حسبِ ضرورت دوسرے کام میں لگایا جاتا ہے، ایسا ہی ہمارے گھر میں بھی ایک پرانی مسجد ہے؛ لیکن دن بدن گھر میں مکانات بڑھنے کی وجہ سے مسجد بالکل گھر کے اندر ہوگئی، اور گھر کا مطبخ بھی مسجد کے محراب سے ملا ہوا ہے، عورتوں کی باتیں مسجد میں سنائی دیتی ہیں، مزید برآں عورتوں کے پردے میں خلل واقع ہوتا ہے، مذکورہ وجوہات کی وجہ سے اب گھر والے مسجد سڑک پر منتقل کرنا

چاہتے ہیں، تو کیا مسجد کے احترام کے لئے مذکورہ جگہ سے سڑک پر منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی پرانی جگہ کو دوسرے کام میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مساجد جو محض عارضی طور پر جماعت خانہ کی نیت سے بنائی جاتی ہیں، اُن کو بعد میں ضرورت کی بناپر دوسری جگہ منتقل کرنا درست ہوسکتا ہے؛ لیکن اگر مستقل طور پر کسی جگہ مسجد بنائی جائے، تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوجاتی ہے، اُس کو منتقل کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلی قیام الساعة وبهٖ یفتیٰ (الدر المختار) **قوله: عند الإمام والثاني: فلا یعود میراثًا، ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد اٰخر، سواء کانوا یصلون فیه أولا وهو الفتویٰ، وأکثر المشائخ علیه.** (شامي / مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره ۳۵۸/٤ کراچی، ٥٤٨/٦ زکریا، کذا في البحر الرائق، کتاب الوقف / أحکام المساجد ٤٢١/٥ زکریا، بدائع الصنائع، کتاب الوقف / وأما حکم الوقف الجائز ٢٢١/٦ کراچی)

لو کان مسجدٌ في محلة ضاق علی أهله، ولا یسعهم أن یزیدوا فیه، فسألهم بعض الجیران أن یجعلوا ذٰلک المسجد له لیدخله في داره، ویعطیهم مکانًا عوضًا ما هو خیر له، فیسع فیه أهل المحلة، قال محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: لا یسعهم ذٰلک، کذا في الذخیرة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما یتعلق به ٤٥٧/٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۵ھ

غیر مسلموں کے غلبہ کی وجہ سے گاؤں اور مسجد چھوڑنا؟

سوال (۱۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک گاؤں میں غیر مسلموں کی تعداد زیادہ ہے اور مسلمانوں کی تعداد کم ہے، اور ہر سال کوئی نہ کوئی خطرہ ہوتا رہتا ہے، اور اس گاؤں میں مسجد بھی ہے، اگر گاؤں چھوڑتے ہیں تو مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، ایسی صورت میں مسلمان کیا کریں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حوصلہ مندی کے ساتھ حتی الامکان اُسی بستی میں جمے رہیں اور رفتہ رفتہ اپنی آبادی بڑھانے کی سعی کرتے رہیں، اور جہاں تک ممکن ہو مسجد کی بے حرمتی اور غیروں کے ہاتھ میں جانے سے روکنے کا انتظام کریں، ایسی صورت میں وہ انشاء اللہ عند اللہ ماجور اور مستحق ثواب ہوں گے، ہاں اگر وہاں رہ کر جان وایمان بچانا دشوار ہو تو اس بستی کو چھوڑ کر دوسری محفوظ جگہ منتقل ہونے کی بھی گنجائش ہے، ایسی صورت میں مسجد کا سامان وغیرہ منتقل کر کے دوسری آباد مسجد میں لگا دیا جائے۔ (شامی ۴/۳۵۹ کراچی، ۶/۵۴۹ زکریا)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة: ۱۹۵]

فمقتضاه أن من قدر على عبادة اللّٰه في أي موضع اتفق لم تجب عليه الهجرة منه وإلا وجبت، ومن ثم قال الماوردي إذا قدر على إظهار الدين في بلدة من بلاد الكفر، فقد صار البلد به دار الإسلام، فالإقامة فيها أفضل من الرحلة منها لما يترجى من دخول غيره في الإسلام. (فتح الباري ۷/۲۲۹)

الثالثة: أن يجحده الغاصب، ولا بينة: أي وأراد دفع القيمة، فللمتولي أخذها ليشتري بها بدلاً. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: لا يستبدل العامر إلا في أربع ۴/۳۸۸ كراچی، وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية / كتاب الوقف ۳/۳۰۶ زكريا)

سئل الحلواني عن أوقاف المسجد إذا تعطلت وتعذر استغلالها، هل

للمتولي أن يبيعها ويشتري بثمنها أخرىٰ؟ قال: نعم. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤٢٢ زكريا، وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٦/ ٢٣٧ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

رجل وقف موضعًا في صحته، وأخرجه عن يده، فاستولى عليه غاصب، وحال بين الوقف وبينه، قال الشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل رحمه اللّٰه تعالىٰ: يأخذ من الغاصب قيمتها ويشتري بها موضعًا آخر، فيقفه على شرائط الأول. قيل له: أليس بيع الوقف لا يجوز؟ فقال: إذا كان الغاصب جاحدًا أو ليس للوقف بينة يصير مستهلكًا، والشيء المسبل إذا صار مستهلكًا يجب له الاستبدال. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / فصل في وقف المنقول ٣/ ٣١٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۳/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاؤں اُجڑ جانے کی وجہ سے مسجد فروخت کر کے دوسری مسجد بنانا؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں کے اندر مسجد تھی اور مسجد کے نام سے کچھ زمین تھی؛ لیکن فساد کے موقع پر مسلمانوں نے گاؤں کو چھوڑ دیا، اور اب وہاں ایک بھی مسلمان نہیں رہتا ہے، اور مسجد میں اذان بھی نہیں ہوتی، اس لئے مسلمانوں نے سوچا ہے کہ مسجد اور مسجد کی زمین کو فروخت کر کے دوسری مسجد بنادی جائے، یا دوسری مسجد میں اس رقم کو صرف کیا جائے، اس طرح کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں اصل مسجد کو تو منتقل کرنا اور فروخت کرنا تو جائز نہیں ہے؛ البتہ مسجد کی موقوفہ زمینوں سے اگر انتفاع کی کوئی شکل نہ ہوا اور وہاں چھوڑے

رکھنے میں ناجائز قبضہ کا اندیشہ غالب ہوتو انہیں فروخت کر کے دوسری محفوظ جگہ مسجد کے لئے زمین خریدی جائے، بعض فقہی جزئیات سے اس حکم کی تائید ہوتی ہے۔

ولو خرب ما حوله واستغنی عنه يبقى مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلى قيام الساعة وبه يفتى (الدر المختار) قوله: عند الإمام والثاني: فلا يعود ميراثًا، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوىٰ، وأكثر المشائخ عليه. (شامي / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٨/٤ كراچی، ٥٤٨/٦ زكريا، كذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / أحكام المساجد ٤٢١/٥ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الوقف / وأما حكم الوقف الجائز ٢٢١/٦ كراچی)

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه، هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجدٍ أو حوضٍ آخر؟ فقال: نعم. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٩/٤ كراچی، وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف / أحكام المساجد ٢٣٦/٦ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

سئل الحلواني عن أوقاف المسجد إذا تعطلت وتعذر استغلالها، هل للمتولي أن يبيعها ويشتري بثمنها أخرىٰ؟ قال: نعم. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤٢٢/٥ زكريا، وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٢٣٧/٦ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

رجل وقف موضعًا في صحته، وأخرجه عن يده، فاستولى عليه غاصب، وحال بين الوقف وبينه، قال الشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالىٰ: يأخذ من الغاصب قيمتها ويشتري بها موضعًا آخر، فيقفه على شرائط الأول. قيل له: أليس بيع الوقف لا يجوز؟ فقال: إذا كان الغاصب جاحدًا أو

ليس للوقف بينة يصير مستهلكًا، والشيء المسبل إذا صار مستهلكًا يجب له الاستبدال. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / فصل في وقف المنقول ۳/ ۳۱۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۱/۱ھ

اَحکامِ مساجد

مسجد کی بناء وتعمیر

بلاضرورت مسجد کی تعمیر؟

سوال (۱۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ہی محلّہ میں بالکل متصل دو مساجد قائم ہیں، یہ دونوں مساجد نمازیوں سے پر نہیں ہوتیں، اَب اِسی محلّہ میں متصل ہی تیسری مسجد تعمیر کرنے کے لئے لوگ تیار ہیں، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پہلے سے وہاں دو مسجدیں موجود ہیں اور نمازیوں کے لئے کافی ہیں، تو بلاضروت تیسری مسجد بنانا مناسب نہیں ہے۔

فالعجب من المشايخين المتعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجد طلبًا للإسم والرسم، واستعلاءً لشانهم واقتداءً بآبائهم، ولم يتأملوا ما في هٰذه الآية والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم. (تفسیر أحمدي ٤٧٨ المكتبة الحقانية پشاور)

وعن عطاء: لما فتح اللّٰه تعالىٰ الأمصار على يد عمر رضي اللّٰه عنه أمر المسلمين أن ينوا المساجد، وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضارّ أحدهما صاحبه.

(الكشاف ٢/ ٣١٠ التوبة: ١٠٧ دار الكتاب العربي بيروت، وكذا في روح المعاني ١١/ ٢١ دار إحياء التراث العربي بيروت، وكذا في تفسير معالم التنزيل للبغوي ٢/ ٣٢٧ إدارة تاليفات رشيدية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آبادی کی کثرت کی وجہ سے گاؤں میں دوسری مسجد بنانا؟

سوال (۱۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِس وقت ہماری بستی آبادی کے لحاظ سے کافی بڑی ہے، جب کہ پوری بستی میں صرف ایک ہی مسجد ہے جو نمازیوں کے لئے تنگ پڑ رہی ہے، تنگی کے مدنظر ذمہ دارانِ مسجد مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف بستی کے اندر ہی ایک اور جگہ مسجد کے واسطے خریدی گئی، کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ پرانی مسجد کو ہی ڈبل منزلہ کردی جائے، جب کہ دوسرے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد کے لئے جو دوسری جگہ خریدی گئی ہے، وہاں پر نئی مسجد تعمیر کی جائے، شرعی لحاظ سے کون سا کام زیادہ مفید ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ مذکورہ بڑی بستی میں صرف ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو نمازیوں کے لئے تنگ پڑ چکی ہے اور ضرورت کی بنا پر دوسری مسجد کے لئے جگہ خریدی جا چکی ہے، اس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اِسی خریدی ہوئی جگہ پر نئی مسجد بنائی جائے؛ تاکہ اس جگہ کے قریب رہنے والوں کے لئے سہولت ہو سکے، پھر جب بعد میں جب ضرورت ہو تو پرانی مسجد کو دومنزلہ بنانے کی کوشش کی جائے۔

عن عطاء: لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الأمصار علی ید عمر رضي اللّٰہ عنہ أمر المسلمین أن یبنوا المساجد، وأن لا یتخذوا في مدینۃ مسجدین یضارّ أحدہما صاحبہ. (الکشاف ۳۱۰/۲ التوبۃ: ۱۰۷ دار الکتاب العربي بیروت، وکذا في روح المعاني ۲۱/۱۱ دار إحیاء التراث العربي بیروت، وکذا في تفسیر معالم التنزیل للبغوي ۳۲۷/۲ إدارۃ تالیفات رشیدیۃ ملتان)

یجب بناء المساجد في الأمصار والقریٰ والمحال - جمع محلۃ - ونحوہا حسب الحاجۃ وہو من فروض الکفایۃ. (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۹۵/۳۷ بیروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۳۲ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نمازیوں کے بڑھنے کی وجہ سے دوسری مسجد تعمیر کرنا؟

سوال (۱۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں ایک مسجد تقریباً ۲۰؍فٹ لمبی اور ۱۰؍فٹ چوڑی ہے، اور اُس کے سامنے کھلا صحن ہے، گاؤں کی آبادی تقریباً ۵۰۰؍سو افراد پر مشتمل ہوگی، اور ۱۰-۱۵؍گھروں کے علاوہ سبھی مسلمان ہیں، رمضان المبارک میں نمازی زیادہ ہونے کی بنا پر مسجد تنگ پڑجاتی ہے، جب کہ رمضان میں تقریباً ۲۵؍فیصد ہی نمازی ہوتے ہیں؛ لیکن اگر پورے گاؤں کے لوگ نمازی ہوجائیں اور پورے سال نماز پڑھیں تو واقعی پہلی مسجد کی توسیع کی ضرورت پیش آئے گی، یا دوسری مسجد تعمیر کی جائے، گاؤں کے لوگ رمضان کے بعد بہت کم نماز پڑھتے ہیں، مشکل سے ۱۰-۱۵؍لوگ نماز پڑھتے ہیں، تو بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دوسری مسجد کی تعمیر سے پہلی مسجد کے نمازی بٹ جائیں گے، اس لئے مسجد تعمیر نہ کی جائے؛ لیکن دوسری مسجد کی تعمیر کرانے والے حضرات دوسری مسجد کی تعمیر مرکز کی حیثیت سے کرانا چاہتے ہیں؛ تاکہ وہاں جماعتیں آئیں اور گاؤں واطراف میں تبلیغی کام کریں اور نمازی بڑھیں، اور جو نوجوان دین سے بیزار ہورہے ہیں، اُن کے اندر دینی جذبہ پیدا ہو اور سو فیصد نمازی ہوجائیں، انشاء اللہ دونوں مسجدیں اپنی ہیں، دونوں کو نمازیوں سے بھرنے کی سعی وکوشش اپنا فریضہ تصور کریں گے، مقصد دوسری مسجد کو ویران کرنا (العیاذ باللہ) نہیں ہے، آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتلائیں کہ مذکورہ بالا حالات میں دوسری مسجد کی تعمیر درست ہے یا نہیں؟

نوٹ: -پہلی مسجد گاؤں کے پچھّم میں ہے اور دوسری نئی مسجد گاؤں کے پوربی جانب بنے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ نئی مسجد دوسرے محلّہ میں بنائی جارہی ہے، اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نئی مسجد کی تعمیر سے دونوں مساجد میں نمازیوں کے بڑھنے کی امید ہے؛ لہٰذا نئی مسجد بنانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، اِس تعمیر پر اعتراض کرنے والے حق بجانب نہیں

ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ٦٦٩)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن تُتخذ المساجد في الدور وأن تطهر وتطيب. (سنن ابن ماجة، أبواب المساجد / باب تطهير المساجد وتطييبها رقم: ٧٥٩ دار الفكر بيروت)

يجوز لأهل المحلة أن يجعلوا المسجد الواحد مسجدين. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢/ ٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/ ۱۰/ ۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی بزرگ کے نام پر مسجد کا نام رکھنا؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک مسجد تعمیر کروائی ہے اور اس کا نام ''مسجد رشیدیہ'' بیادگار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ رکھا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نام رکھنا درست ہے؟ جواب باصواب سے رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: تعارف اور امتیاز کے لئے کسی بزرگ کے نام کی طرف مسجد کے انتساب کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی کو اپنی ذاتِ عالی کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صلاة الرجل في بيته بصلاة، وصلاته في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، وصلاته في المسجد الذي يجمّع فيه بخمس مائة صلاة، وصلاته في المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة، وصلاته في مسجدي بخمسين ألف صلاة،

وصلاته في المسجد الحرام بمائة ألف صلاة. (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة / باب ما جاء في الصلاة في المسجد الجامع رقم: ۱۴۱۳ دار الفكر بيروت)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سابق بين الخيل التي أُضمرت من الحفياء وأمدُها ثنيةُ الوداع، وسابق بين الخيل التي لم تُضمر من الثنية إلى مسجد بني زُريق، وأن عبد اللّٰه بن عمر كان فيمن سابق بها. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة / باب هل يقال: مسجد بني فلان رقم: ۴۲۰ دار الفكر بيروت)

ويستفاد منه جواز إضافة المساجد إلى بانيها أو المصلي فيها، ويلتحق به جواز إضافة أعمال البر إلى أربابها. (فتح الباري / باب هل يقال مسجد بني فلان ۲/۷۷ رقم: ۴۲۰ نزار مصطفیٰ الباز مكة المكرمة، ۱/۵۱۵ دار الفكر بيروت، عمدة القاري / باب هل يقال مسجد بني فلان ۲/۱۵۹ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ میں مسجد بنانا اور اَیامِ تعطیل میں اُسے آباد رکھنا؟

سوال (۱۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد تھی سارے محلّہ والے اُسی میں نماز پڑھتے ہیں، محلّہ کے ایک کنارے پر مدرسہ ہے، مدرسہ والوں نے مدرسہ کے بچوں کے لئے مدرسہ ہی میں مسجد بنالی، محلّہ والوں نے بھی تعاون کیا، اب باقاعدہ اس مدرسہ والی مسجد میں بھی جماعت ہونے لگی، اور محلّہ کے بھی کچھ لوگ اسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، جب مدرسہ کی کوئی چھٹی ہوتی ہے تو طلبہ اور اَساتذہ گھر چلے جاتے ہیں، اور یہ مسجد بند ہوجاتی ہے، نہ اس میں اذان ہوتی ہے نہ نماز ہوتی ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مدرسہ کی اس مسجد میں چھٹیوں کے دنوں میں اذان ونماز بند ہونے کا وبال اہل محلّہ یا اُن گھروں پر جو اس مسجد کے قریب ہیں تو نہیں پڑے گا؟ جب کہ اہل محلّہ اپنے محلّہ

کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، جو شکل ازروئے شرع بہتر ہو، فیصلہ فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ میں جو مسجد بنائی گئی ہے وہ بھی مسجد شرعی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ تعطیلات کے زمانہ میں بھی وہاں نماز پابندی سے جاری رہے، اور اگر بالفرض ایسا ممکن نہ ہو تو اس مسجد میں نماز نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ محلّہ سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

دار فيها مسجد إن كانت الدار إذا أغلقت كان للمسجد جماعة ممن كان في الدار، فهو مسجد جماعة يثبت فيها أحكام المسجد من حرمة البيع وحرمة الدخول للجنب، إذا كانوا لا يمنعون الناس من الصلاة فيه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵۹/۸ رقم: ۱۱۵۰۴ زكريا)

فعلى هٰذا المساجد التي في المدارس بِجُرجَانِيةَ خوارزم مساجد. لأنهم لا يمنعون الناس من الصلاة فيها، وإذا أغلقت يكون فيها جماعة من أهلها. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل لما اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقف الخ ۲۴۹/۵ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیچے کے حصہ میں ذاتی کاروبار کرکے اُوپر مسجد تعمیر کرنا؟

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب جو سرتاج نام کے ہیں، اِس طور پر مسجد کے لئے تیار ہیں کہ زمین کے نیچے کے حصہ کو وہ اپنے استعمال میں لائیں گے، اور اپنے کام کاروبار کے لئے ہال بنائیں گے یا دوکانیں وغیرہ ہوں گی، اور اس کی چھت پر مسجد تعمیر ہو، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ طریقہ کہ نیچے کا حصہ اپنی ملکیت میں رہے اور اوپر کی

منزل میں مسجد بنادی جائے، اس سے اوپری منزل مسجد شرعی نہیں بن سکتی؛ بلکہ وہ جگہ محض جماعت خانہ کے حکم میں ہوگی جس میں نماز پڑھنا تو جائز ہے؟ لیکن مسجد شرعی کا ثواب نہیں ملے گا، مسجد شرعی اُس وقت بنے گی جب کہ اوپر اور نیچے دونوں حصے مسجد ہی پر وقف ہوں، اور مسجد کے مصالح کے لئے استعمال کیا جائے۔

بخلاف ما إذا كان السرداب، أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد، فإنه يجوز إذ لا ملك فيه لأحد؛ بل هو من تميم مصالح المسجد، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس هٰذا هو ظاهر المذهب. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٥/٢٥١ كوئٹه، شامي / مطلب في أحكام المسجد ٦/٥٤٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیچے دوکانیں اُوپر مسجد بنانا؟

سوال (۱۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک زمین میں دوکانیں تھیں، دوکانوں کے مالک نے دوکانوں کے اُوپر لکڑی کی چھت ڈلوا کر مسجد بنادی؛ کیوں کہ دوسری مسجد دور پڑتی تھی، مسجد اس طرح ایک صدی سے زیادہ زمانہ سے چلی آرہی ہے، ان دوکانوں کے پیچھے کچھ خالی زمین تھی، جس میں وہ دوکان والے اپنی دوکانوں کا سامان وغیرہ رکھ لیا کرتے تھے، گویا گودام تھے، اس مسجد کے آس پاس مسلمان نہیں ہیں، دوکانوں سے مسجد آباد رہتی ہے اور محفوظ بھی رہتی ہے، فسادات میں غیر مسلم مسجد پر حملہ بھی کر دیتے ہیں، اب موجودہ کمیٹی مسجد اور دوکانوں کو توڑ کر نئے سرے سے سلیقہ کے ساتھ نیچے کے پورے حصہ میں (جہاں مسجد سے قبل دوکانیں تھیں وہاں بھی اور دوکانوں اور مسجد کے پیچھے جو گودام وغیرہ تھے، وہاں بھی) دوکانیں اور اُن کے اوپر مسجد تعمیر کرنا چاہتی ہے؛ کیوں کہ نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے، مختصر یہ کہ:

الف:- پہلے دوکانیں تھیں بعد میں ان پر مسجد تعمیر کی گئی۔

ب:- ایک صدی سے زیادہ سے مسجد اوپر چلی آرہی ہے۔

ج:- پیچھے سامان وغیرہ رکھنے کی جگہ تھی۔

د:- اَب نیچے کے پورے حصہ میں مارکیٹ اوراُوپر مسجد بنانا چاہتے ہیں، جب کہ پیچھے جہاں گودام تھے، اُس کے اوپر مسجد کے لئے چھت ڈال دی گئی ہے، اور فی الحال وہاں نماز ہورہی ہے، اوراس کے نیچے دو دوکانیں بھی اِس وقت چل رہی ہیں۔ تواب مذکورہ تفصیلی حالات میں نیچے مارکیٹ بناکراوپر مسجد مندرجہ بالا طریقہ پر بنانا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگروہ دوکانیں مسجد ہی کی ہیں اوراُن کا کرایہ مسجد کوآتا ہے، تواِس طریقہ پرمسجدِشرعی کی تعمیر درست ہے۔ شامی کی درج ذیل عبارت سے اس مسئلہ پر پوری روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيرها أو جعل فوقه بيتًا ...... لا يكون مسجدًا (الدر المختار) وفي الشامي: ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد أو لا، إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجدًا فيما إذا لم يكن وقفًا على مصالح المسجد، وبه صرح في الإسعاف، فقال: وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كان وقفًا عليه صار مسجدًا، شرنبلاليه. قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سلفه وعلوه مسجدًا ينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ [الجن: ١٨] (الدر المختار مع الشامي / مطلب في أحكام المسجد ٣٥٧/٤ دار الفكر بيروت، ٥٤٧/٦ زكريا، كذا في البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٢٥١/٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴؍۱۰؍۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُوپر مسجد نیچے دوکان جس میں غیر مسلم مورتی کی پوجا کرے؟

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دومنزلہ مسجد ہے، نیچے دوکانیں ہیں، اُن میں سے ایک دوکان مسلم کے قبضہ میں ہے، جس میں تصویر کا کام ہوتا ہے، اور بقیہ دوکانیں غیر مسلم کے قبضہ میں ہیں، جس میں مورتیاں رکھ کر اُس کی پرستش کی جاتی ہے؛ لہٰذا مسجد کے بالائی حصہ پر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں مسجد کے بالائی حصہ پر نماز پڑھنا اور غیر مسلم کو دوکان کرائے پر دینا درست ہے، اگر چہ وہ غیر مسلم اُس میں مورتیاں رکھے؛ اس لئے کہ دوکان خاص اس مقصد سے کرایہ پر نہیں دی گئی ہے؛ لیکن یہ حکم اُسی وقت ہے جب کہ اس کرایہ دار کے رہنے سے مسجد کو کوئی نقصان نہ ہو۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

وهو الذنب والمعصية، وهي كل ما منعه الشرع، أو حاك في الصدر وكرهت أن يطلع عليه الناس. (التفسير المنير ٥/٦٩ بيروت)

ولا بأس بأخذ أجر على حمل خمر الذمي خلافًا لهما، رجل آجر بيتًا ليتخذ فيه نارًا وبيعة أو كنيسة أو يباع فيه الخمر، فلا بأس به. وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار. (خلاصة الفتاویٰ / الفصل التاسع من كتاب الكراهية ٤/٣٧٦ امجد اکیڈمی لاهور)

إذا استاجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها فلا بأس بذٰلک، وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في ذٰلک بأس؛ لأن المسلم لا يؤاجرها لذٰلک، إنما أجرها للسكنىٰ. كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الفصل السادس ٤/٤٥٠ زكريا)

لو جعل تحته حانوتًا وجعله وقفًا على المسجد، قيل: لا يستحب ذٰلك، ولكنه لو جعل في الابتداء هٰكذا صار مسجدًا وما تحته صار وقفًا عليه. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٢١٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٧١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۶ھ

عام گذرگاہ کے اُوپر لینٹر ڈال کر مسجد بنانا؟

سوال (۱۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک محلّہ میں جس کوڈالیاوالی گلی کہا جاتا ہے، مسلم آبادی ہے، اُس محلّہ میں جانے کے واسطے ایک اونچا وسیع دروازہ ہے، اس میں عام راستہ نہیں ہے؛ بلکہ محلّہ والے ہی آتے جاتے ہیں، اس نکلنے کی جگہ کے اُوپری حصہ کو وقف کردیا گیا ہے، اس دروازہ پر وسیع چھت ہے، اور قریب میں کوئی مسجد نہیں ہے، نالہ کے قریب یہ جگہ واقع ہے، بارش میں کیچڑ کی وجہ سے نکلنے میں دشواری ہوتی ہے؛ لہٰذا اہلِ محلّہ جو اِس کے اندر رہتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اس دروازہ پر مسجد تعمیر کردی جائے، اس پر بالاتفاق سب راضی ہیں، اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس دروازہ پر اگر جگہ بنا کر نماز پڑھ لی جائے، تو نماز تو درست ہوجائے گی، مگر یہ جگہ شرعی مسجد نہ بنے گی؛ اس لئے کہ نیچے عام راستہ ہونے کی وجہ سے حق العبد منقطع نہ ہوگا اور راستہ کے مصالح مسجد میں شامل نہ ہونے کی بنا پر مسجد کی صحت کی شرط نہ پائی جائے گی۔

قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ بخلاف ما إذا كان السرداب والعلو موقوفًا لمصالح المسجد. (شامي ٣٥٨/٤ كراچی، ٥٤٧/٦

زكريا، كذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/ ۱۲/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد قدیم کو شہید کر کے نیچے مکتب اُوپر مسجد بنانا؟

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے، اَب اُس کو شہید کر کے نیچے مدرسہ ومکتب بنانا چاہتے ہیں، اور اُس کے اوپر مسجد، تو کیا اِس طرح سے تعمیر صحیح ہے کہ پہلے نیچے جو مسجد تھی اُس کو مدرسہ یا مکتب بنالیا جائے، اور اوپر مسجد بنوائی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قدیم مسجد کو شہید کر کے نیچے مدرسہ یا مکتب تعمیر کرنا درست نہیں، مسجد شرعی کے فوقانی اور تحتانی حصہ کا مسجد ہی کے لئے متعین کرنا لازم ہے۔

لأنه مسجد إلى عنان السماء. (الدر المختار) وكذا إلى تحت الثرىٰ.

(شامي ١/ ٦٥٦ كراچی، ٢/ ٤٢٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بالائی حصہ پر محراب بنانا

سوال (۱۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد موضع بہڑا میں بنی ہوئی ہے؛ لیکن اب نمازیوں کی زیادتی کی وجہ سے جگہ تنگ پڑجاتی ہے، اسی وجہ سے اب دوسری منزل کی تعمیر ہورہی ہے، اور دوسری منزل پر بھی محراب بنایا جارہا ہے، اس غرض سے کہ سخت گرمی میں تراویح وغیرہ پڑھنے میں سہولت رہے گی، تو اس ضرورت کے تحت اوپر نیچے دونوں منزلوں میں محراب بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری منزل پر محراب بنانا درست ہے، اور گرمی یا حبس کے عذر کی بنا پر دوسری مسقّف منزل کی محراب پر جماعت فرائض وتراویح ادا کی جاسکتی ہے؛ البتہ بلا ضرورت پہلی منزل کو خالی نہ چھوڑا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳/۱۵۹، فتاویٰ دارالعلوم حاشیہ ۴/۱۵۰، احسن الفتاویٰ ۳/۲۸۷)

البتہ اگر کھلی چھت ہو تو اوپر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

الصعود على السطح كل مسجد مكروه؛ ولهٰذا إذا اشتد الحرّ يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذٍ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / آداب المسجد ۵/۳۲۲ دار الفكر بيروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعزیہ رکھنے کی جگہ پر مسجد بنانا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر کھرگون میں ایک بنگلہ ہے، یعنی پنچایتی ایک عمارت، جس میں کئی سالوں سے تعزیہ وغیرہ بنتا ہے اور سال بھر اسی کے کام میں لیا جاتا ہے، اب اس محلّہ میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے اہل محلّہ کا اس جگہ پر مسجد بنانے کا اِرادہ ہے، جب کہ اسی میں سے ایک کمرہ تعزیہ کے لئے بھی نکالنا چاہتے ہیں، تو ایسی جگہ پر مسجد تعمیر کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعزیہ بنانا جائز نہیں ہے، یہ کھلی ہوئی بدعت ہے، اِس لئے صورتِ مسئولہ میں جس عمارت میں تعزیہ رکھا جاتا ہے، اگر اُس عمارت کے مالکین ومتصرفین راضی ہوں، تو اُس جگہ مسجد بنانا شرعاً جائز ہے اور مسجد بنے یا نہ بنے تعزیہ کا سلسلہ بہرصورت ختم ہونا

چاہئے ۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۴۲۰ ڈابھیل)

فلو جعل وسط داره مسجدًا وأذِن للناس في الدخول والصلاة فيه، إن شر معه الطريق، صار مسجدًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول ٢/٤٥٤ زكريا)

رجل له ساحة لا بناء فيها، أمرَ قومًا أن يصلوا فيها بجماعة ...... إن أمرهم بالصلاة فيها أبدًا ...... صارت الساحة مسجدًا، لو مات لا يورث عنه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد ٢/٤٥٥ زكريا، كذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا الخ ٣/٢٩٠ زكريا، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٨/١٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے صحن میں بوسیدہ ہڈیاں نکلنا؟

سوال (۱۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک مسجد بننے جارہی ہے، اس مسجد کا جو صحن ہے اس میں ایک دو جگہ مردوں کی ہڈیاں نکلی ہیں، اس جگہ پر فی الحال کوئی قبر موجود نہیں ہے، بوڑھے لوگ بتاتے ہیں کہ تقریباً ۵۰ر سال پہلے یہاں قبریں تھیں، تو شاید انہیں میں سے یہ ہڈیاں نکلی ہوں؛ لیکن دو چار ہڈیوں کے علاوہ اور کوئی ہڈی نہیں ملی، اور نہ وہاں اب قبروں کے نشانات ہیں، تو اس جگہ کو مسجد کے صحن میں شامل کرسکتے ہیں؟ اور وہاں پر نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور جس جگہ مسجد کا صحن ہوگا، وہ گرام سماج کی ملکیت میں ہے قبرستان نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر گرام سماج والے اپنی زمین مستقل طور پر مسجد کو دے

دیں، تو اس حصہ پر مسجد کا صحن بنانا درست ہے، زمین میں چند ہڈیوں کے برآمد ہونے سے اس حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی اور اس جگہ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہ ہوگی۔

ولو بلی المیت و صار ترابًا جاز دفن غیره في قبره وزرعه والبناء علیه، كذا في التبیین. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الحادي والعشرون في الجنائز ۱/۱٦۷ زكریا، كذا في تبیین الحقائق، كتاب الصلاة / باب الجنائز ۱/۵۸۹ زكریا، عمدة القاري / باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلیة و یتخذ مكانها مساجد ۱۷۹/٤ إدارة الطباعة المنبریة دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱٦/٦/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے موقوفہ مکان کو مسجد بنانا؟

سوال (۱۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کھجور والی محلّہ بارہ دری میں آبادی اور مصلیین کی تعداد میں اِضافہ کی وجہ سے ناکافی ہوتی جارہی ہے، مزید ایک مسجد کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، مسجد ہٰذا کا ایک وقف مکان جو محلّہ میں ہی مسجد سے کچھ فاصلے پر واقع ہے، اُسے مسجد ہٰذا کی کمیٹی مسجد بنانا چاہتی ہے، شریعتِ مطہرہ کی رو سے ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد پر وقف شدہ مکان کو اہل محلّہ کی رضامندی سے مسجد بنانا درست ہے؛ لیکن دونوں مسجدوں کی انتظامیہ کمیٹی ایک ہی رہے گی۔

اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه جاز للحاكم أن یصرف من فاضل الوقف الآخر علیه (الدر المختار) قال الشامي: بأن وقف وقفین علی المسجد، أحدهما علی العمارة والآخر إلی إمامه أو مؤذنه، والإمام والمؤذن لایستقر لقلة المرسوم للحاكم الدین أن یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلی الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة

إن كان الوقف متحدًا. (مستفاد: الدر المختار مع الشامي / مطلب في نقل أنقاض المسجد و نحوه ٦/٥٥١ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٢٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قدیم مسجد کو مکتب بنا کر بڑی مسجد تعمیر کرنا؟

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک مسجد نزول کی جگہ پر ۲۳؍ سال سے بنی ہوئی ہے، نماز بھی ہوتی چلی آ رہی ہے، اَب مسجد کی پورب سائڈ میں ایک دوسری زمین خرید لی گئی ہے، ذمہ دارانِ مسجد دوسری والی جگہ پر مسجد بڑی سائز کی بنانا چاہتے ہیں، پہلی والی مسجد کو مکتب بنانے کا عزم ہے۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ پہلی مسجد کو مکتب بنانا اور نئی جگہ پر بڑی مسجد بنانے کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مسجدِ شرعی میں ۳۲؍ سال سے نماز ہو رہی ہے، اُسے مسجد کے بجائے مکتب بنا دینا جائز نہیں ہے، اُسے مسجد ہی کے طور پر برقرار رکھنا ضروری ہے، اگر نئی مسجد بنانے کی ضرورت ہو تو نئی جگہ پر نئی مسجد بنالی جائے، یا اگر ممکن ہو تو بیچ کا راستہ ختم کر کے دونوں مسجدوں کو ملا دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۱/۲۷۲ میرٹھ)

ولو خرب ما حوله، واستغنى عنه يبقى مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلى قيام الساعة وبه يفتىٰ. (الدر المختار / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/٥٤٨ زكريا)

قال أبو يوسفؒ: هو مسجد أبدًا إلى قيام الساعة لا يعود ميراثًا، ولا يجوز نقله، ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا وهو الفتوىٰ. (البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٥/٢٥١ كوئٹه، شامي ٦/٥٤٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۴/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مینار بنانے کا حکم؟

سوال (۱۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے لئے مینار بنانے کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی علامت کے طور پر مینار بنانا بہتر ہے؛ تاکہ آنے جانے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسجد ہے؛ لیکن مینار بنانا شرعاً واجب یا ضروری نہیں ہے، بغیر مینار کے بھی مسجد کا تحقق ہو جاتا ہے اور مینار کی تعمیر میں فضول خرچی نہ کرنی چاہئے؛ بلکہ صرف ضرورت کے بقدر بنایا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۴۵۴ ڈابھیل)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجصٍ وماء ذهب لا من مال الوقف؛ فإنه حرام، وضمن متوليه لو فعل (الدر المختار) وأما من مال الوقف، فلا شك أنه لا يجوز للمتولي فعله مطلقًا؛ لعدم الفائدة فيه، خصوصًا إذا قصد به حرمان أرباب الوظائف، كما شاهدناه في زماننا. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره الخ ۱/۶۵۸ كراچی، البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ۲/۶۵ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / فصل: كره غلق المسجد ۱/۱۰۹ زكريا)

ويجوز أن يبنى منارة من غلة وقف المسجد إن احتاج إليها. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي عشر / الفصل الثاني الخ ۲/۴۶۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد سے متصل جماعت خانہ پر مینار اور رہائش کی تعمیر؟

سوال (۱۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضرورت پڑنے کی بنیاد پر جماعت خانہ کے اوپر رہائشی تعمیر کر سکتے ہیں یا پھر وہ جگہ مسجد کے

حکم میں آجائے گی؟

مسجد کی خوبصورتی کے لئے دوکانوں کے اوپر مینار کی تعمیر کرنے کی شریعت میں اِجازت ہے، یا پھر مینار مسجد کے ساتھ ہی خاص ہے؟ براہ کرام جلد جواب عنایت فرمائیں؛ کیوں کہ تعمیرات سوالات کے جوابات پر موقوف ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ جماعت خانہ مسجد کی حدود میں داخل نہیں کیا گیا ہے، اِس لئے اس پر مزید تعمیرات کی گنجائش ہے، اوراس پر مینار بھی بنایا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲۱/۱۵، احسن الفتاویٰ ۴۵۹/۶)

ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لا من مال الوقف؛ فإنه حرام، وضمن متوليه لو فعل (الدر المختار) وأما من مال الوقف، فلا شك أنه لا يجوز للمتولي فعله مطلقًا؛ لعدم الفائدة فيه، خصوصًا إذا قصد به حرمان أرباب الوظائف، كما شاهدناه في زماننا. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره الخ ٦٥٨/١ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٦٥/٢ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / فصل: كره غلق المسجد ١٠٩/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر کسی کے نام کا کتبہ لگانا؟

سوال (۱۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کا لڑکا ایک سال قبل بازار کے اندر دکانوں میں آگ لگنے کی وجہ سے نذر آتش ہوگیا، حکومت کی طرف سے معاوضہ کے طور پر مبلغ ۵۰/ ہزار روپئے اُن صاحب کو ملے تھے، اُس

نے اس روپئے کو مسجد کی تعمیر میں لگا دیا، اب ان صاحب کی خواہش ہے کہ اپنے بچے کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مسجد کے اندر ایک پتھر اس مرحوم کے نام سے نصب کردیں، تو شرعاً ان روپیوں کا لگانا کیسا ہے؟ اور مسجد کے اندر کسی کے نام کا پتھر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ روپئے مسجد میں لگانا درست ہے، اور کتبہ لگانے سے اگر شہرت اور ریاکاری مقصود نہ ہو، تو اِس کی بھی گنجائش ہے۔

عن علقمة بن وقاص الليثي يقول: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئٍ ما نوى؛ فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو إلى امرأةٍ ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه. (صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي / باب كيف كان بدءُ الوحي إلى رسول الله ﷺ رقم: ١ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ١٩٠٧ بيت الأفكار الدولية)

فيه أن التعاون في بنيان المسجد من أفضل الأعمال أنه مما يجري للإنسان أجره بعد موته. (عمدة القاري / باب بنيان مسجداً ٢٠٩/٤ بيروت)

والمراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه الله في العمل هو الإخلاص وهو أن تكون نيته في ذٰلک طلب مرضاة الله تعالىٰ من دون رياء وسمعة، حتى قال ابن الجوزي: من كتب اسمه على المسجد الذي يبنيه كان بعيداً من الإخلاص.

(عمدة القاري ٢١٣/٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کے بعد دروزاہ پر نام کا پتھر نصب کرنا؟

سوال (۱۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: کسی مسجد یامدرسہ وغیرہ کی عمارت یاتعمیرِ جدید کرنے کے بعد اُس کی دیوار یا دروازہ پر بنوانے والے کا نام لکھنا یا جس متولی وٹرسٹی کے زمانہ میں اُس کی تعمیر ہوئی ہے، اُس کا نام لکھنا درست ہے یا نہیں؟ اِس طرح کے ناموں کا مقصد عموماً اپنی شہرت اور ریا ہوتی ہے، تو کیا اِس کے بعد بھی اجر وثواب کامل ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصالِ ثواب کے لئے مسجد بنوا دینا اور اِس نیت سے پتھر کھدوا کر لگانا کہ دوسروں کو اِس قسم کے کاموں کی رغبت ہو یا کوئی شخص اِس پتھر کو دیکھ کر میت کے لئے خصوصیت سے ایصالِ ثواب کرے تو درست ہوسکتا ہے، اور شہرت کی بنا پر نام کھدوانا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۵۱۴ ڈابھیل)

عن سلمة قال: سمعت جُندبًا رضي اللّٰه عنه يقول: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمّع سمّع اللّٰه به، ومن يرائي يرائي اللّٰه به. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق / باب الرياء والسمعة رقم: ٦٤٩٩ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ٢٩٨٦ بيت الأفكار الدولية)

عن علقمة بن وقاص الليثي يقول: سمعت عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه على المنبر قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئٍ ما نوى؛ فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو إلى امرأةٍ ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه. (صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي / باب كيف كان بدءُ الوحي إلى رسول اللّٰه ﷺ رقم: ١ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ١٩٠٧ بيت الأفكار الدولية)

فيه أن التعاون في بنيان المسجد من أفضل الأعمال أنه مما يجري للإنسان أجره بعد موته. (عمدة القاري / باب بنيان مسجداً ٢٠٩/٤ بيروت)

والمراد بوجه اللّٰه ذات اللّٰه وابتغاء وجه اللّٰه في العمل هو الإخلاص وهو أن تكون نيته في ذٰلک طلب مرضاة اللّٰه تعالیٰ من دون رياء وسمعة، حتى قال

ابن الجوزي: من كتب اسمه على المسجد الذي يبنيه كان بعيداً من الإخلاص.
(عمدة القاري ٢١٣/٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درس گاہ میں مسجد کے صحن کی طرف کھڑکی کھولنا؟

سوال (۱۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ سے متصل مسجد ہے، مسجد کے صحن کی جانب درس گاہ ہے، اس میں دو کھڑکی روشنی وہوا کی وجہ سے لگی ہوئی ہیں، محلّہ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی جانب کھڑکی نہیں ہونی چاہئے، اُن کو بند کرادیا جائے، مدرسہ والے کہتے ہیں کہ اس سے طلبہ کو پریشانی ہوجائے گی، بعض اوقات بجلی غائب ہوجاتی ہے، حبس وگرمی ہوجاتی ہے، پڑھنا پڑھانا مشکل ہے، ایسی صورت میں مدرسہ والے کیا کریں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے خیال اور معلومات میں مسجد کی جانب کھڑکی کھولنا جائز نہیں، اس لئے فتویٰ لے لیجئے، اگر جائز ہوتو مضائقہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد اور مدرسہ دونوں عام مسلمانوں کے دینی فائدہ کے لئے ہیں؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اہل مسجد کو دیوار میں ہوا کے لئے کھڑکی کھولنے پر اعتراض نہ کرنا چاہئے، اگر وہ اعتراض نہ کریں تو مدرسہ کی کھڑکی کھولنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ويسع الذي محمله أن ينتفع به عالم يضر بالمسلمين؛ لأنه له حق المرور ولا ضرر فيه في معناه به إذ المانع متعنت، فإذا أضر بالمسلمين له كره له ذٰلک لقوله عليه السلام: "لا ضرر ولا ضرار في الإسلام". (الهداية ٥٧٥/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

MLA کا اپنے اِمدادی فنڈ سے عیدگاہ یا مسجد میں رقم دینا؟

سوال (۱۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے MLA نے اپنے فنڈ سے بطور امداد کچھ رقم عیدگاہ کو وسیع کرنے، فرش ڈالنے، یا پتھر بچھانے، یعنی اس کو خوب صورت بنانے کے لئے دئے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ: کیا اِس رقم کو ہم اپنی عیدگاہ میں فرش ڈالنے یا پتھر بچھانے کے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس پیسے سے بنائے گئے فرش پر عید کی یا جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سرکاری ضابطہ کے مطابق MLA اپنے امدادی فنڈ سے عیدگاہ یا مسجد وغیرہ میں رقم دیتا ہے، تو اُس کی شرعاً گنجائش ہے، بشرطیکہ اس دینے کی وجہ سے آئندہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/۳۵۶، ۲/۴۶۱، فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی دونوں جانب روشن دان اور کھڑکیوں کی جگہ چھوڑنا؟

سوال (۱۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں کی پرانی مسجد کافی بوسیدہ ہوچکی ہے، جس کو شہید کرکے از سر نو تعمیر کی ضرورت ہے، مسجد کے دائیں بائیں متصل گاؤں کی آبادی ہے، اِس لئے مسجد کی ضرورت کے پیشِ نظر مسجد کے دائیں بائیں کھڑکیاں اور روشن دان کے لئے تین چار فٹ جگہ چھوڑنے کی ضرورت ہے، کیا شریعت کی رو سے جو جگہ مسجد کی تحویل میں تھی، ایسی ضرورت کے پیشِ نظر اُس کو خالی چھوڑ دینا درست ہے؟ جب کہ اُس کا احاطہ کردیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں دائیں بائیں جانب جس حصہ کو

چھوڑنے کا ارادہ ہے، اگر وہ پہلے ہی سے جماعت خانہ میں شامل نہیں تھا، یعنی مسجد شرعی کے حدود سے باہر تھا، تو اسے چھوڑنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر وہ حصہ پہلے سے مسجد کے اصل جماعت خانہ میں اور مسجد شرعی میں داخل ہے، تو اب اُسے مسجد سے باہر نہیں کیا جاسکتا، اَب کھڑکیاں اور دروازے آپ کہیں بھی لگائیں اُس حصہ کو مسجد سے باہر نہیں قرار دیا جائے گا، اور احترام بدستور ضروری ہوگا۔

وإن أرادوا أن يجعلوا شيئًا من المسجد طريقًا للمسلمين فقد قيل: ليس لهم ذٰلك وإنه صحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد، نوع منه: في الإضافة إلى ما بعد الموت ۱۵۸/۸ رقم: ۱۱۵۰۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد مدرسہ کے پرانے تعمیری مٹیریل کو فروخت کرنا؟

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد مدرسہ کا پرانا مٹیریل اینٹ، روڑی اور مٹی وغیرہ اگر ضرورت نہ ہو یا ضرورت سے زائد ہو، تو اس کو فروخت کرکے وہ رقم مسجد مدرسہ میں لگادی جائے تو کیا حکم ہے؟ مسجد مدرسہ کا مٹیریل مسجد مدرسہ کے فرش، راستے اور غسل خانہ وغیرہ میں لگاسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا پرانا یا زائد از ضرورت سامان فروخت کرکے مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے۔

سئل الحلواني عن أوقاف المسجد إذا تعطلت وتعذر استغلالها، هل للمتولي أن يبيعها ويشتري بثمنها أخرىٰ؟ قال: نعم. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ۴۲۲/۵ زكريا، وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ۲۳۷/۶ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

قال الموفق في المغني: إن الوقف إذا خرب وتعطلت منافعه كدار انهدمت أو أرض خربت وعادت مواتًا ولم تكن عمارتها، أو مسجد انتقل أهل القرية عنه وصار في موضع لا يصلى فيه، أو ضاق بأهله ولم يمكن توسيعه في موضعه، أو تشعب جميعه لم تمكن عمارته، ولا عمارة بعضه إلا ببيع بعضه جاز بيع بعضه لتعمر به بقيته، وإن لم يمكن الانتفاع بشيء منه بيع جميعه، قال أحمد في رواية أبي داؤد: إذا كان في المسجد خشبتان لهما قيمة جاز بيعهما وصرف ثمنها عليه. لا نزاع فيه فإن بيع الآلات المستغني عنها يجوز اتفاقًا. (إعلاء السنن / باب إذا خرب المسجد أو الوقف لم يعد إلى ملك الواقف ولا يباع ۱۳/ ۲۴۳ تحت رقم: ۴۵۷۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ ضرار کی تعریف

سوال (۱۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے ہوتے ہوئے قریب ہی میں دوسری مسجد تعمیر کرنا مسجدِ ضرار کے حکم میں داخل ہوگی یا نہیں؟ نیز مسجدِ ضرار کی تعریف اور اُس کے شرائط کیا کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ضرورۃً دوسری مسجد بنائی جائے، تو وہ مسجد؛ مسجدِ ضرار نہ کہلائے گی، مسجدِ ضرار کا اطلاق اصطلاحِ شرع میں اُس خاص مقام پر کیا جاتا ہے جو منافقین نے مسجدِ قبا کے مقابلہ میں مسلمانوں میں انتشار اور دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے متعین کیا تھا، اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھانے کا حکم دیا تھا، آج کل جو مسجدیں مسلمان بناتے ہیں خواہ وہ دوسری مسجدوں کے قریب ہوں یا دور، وہ مسجدِ ضرار کی تعریف میں داخل نہیں ہیں؛ البتہ بلاضرورت ایک مسجد کے رہتے ہوئے دوسری مسجد کی تعمیر نہ کرنی چاہئے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۴/ ۴۶۳)

وقيل: كل مسجد بني مباهاةً أو رياءً وسمعةً، أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله، أو بمال غير طيب، فهو لاحقٌ بمسجد الضرار. (تفسير المدارك، ١/٦٥١ التوبة: ١٠٧، وكذا في روح المعاني ١١/٢١ التوبة: ١٠٧ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی مسجد منہدم کر کے اُونچی بنانا؟

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرزمین ادوبی شریف پر سڑک کے کنارے سوڈیڑھ سوسال پرانی ایک مسجد بنی ہوئی ہے، بستی کے کچھ افراد رائے دیتے ہیں کہ مسجد کو منہدم کر کے لیول اونچا کرلیا جائے، پھر فوری تعمیر جدید ہوجائے، کچھ افراد مسجد کے صحن پر سائبان (برآمدہ) بنانے کی رائے دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسجد کو منہدم کر کے تعمیرِ جدید نہ کی جائے، ہم جملہ متعلقین مسجد انتظامیہ پس وپیش میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ مسجد کی بقاء کے لئے کون سا راستہ اپنایا جائے؟ سڑک اور مسجد کے فرش کا لیول فی الحال برابر ہے؛ لیکن سڑک مزید اونچی ہوجائے کچھ نہیں کہا جاسکتا، مسجد کی تین دو کانیں بھی ہیں، جن کا فرش مسجد کے فرش سے اونچا ہے؛ لیکن رخ مسجد کی طرف نہیں ہے، مسجد کی نالی بہت کم گہری رہ گئی ہے، اس کے باعث وضو کرتے وقت چھینٹیں پڑتی ہیں، مسجد کے آس پاس مسلمانوں کے مکانات پیشتر پہلی ہی منزل پر مسجد کی چھت سے اونچے ہیں، مسجد کی کچھ رقم منتظمین کی تحویل میں موجود ہے، اگر پھر سے مسجد تعمیر ہو تو فوری تعمیر عمل میں آسکتی ہے، تیز ہوائیں چلنے پر گرد وغبار کوڑا کرکٹ اور غلاظت مسجد میں لیول نیچا ہونے کے باعث داخل ہوتی ہے، آیا مسجد منہدم کر کے اس کا لیول اونچا کر کے تعمیرِ جدید ہوسکتی ہے یا مسجد کی تعمیرِ جدید نہ کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ضرورت کی بنا پر مسجد منہدم کر کے اُس کی کرسی اونچی

بنا کر مسجد کی نئی تعمیر کرنا درست ہے۔

مسجد بابه على مهب الريح فيصيب المطر باب المسجد فيفسد الباب ويشق على الناس الدخول في المسجد كان للقيم أن يتخذ ظلة على باب المسجد من غلة الوقف. (الفتاویٰ الهندية، الباب الحادي عشر / الفصل الثاني من كتاب الوقف ۴۶۱/۲ زكريا)

ذكر ابن سماعة عن محمد رحمه اللّٰه في رجل بنى مسجدًا ثم مات فأراد أهل المسجد أن ينقضوه ويزيدوا فيه فلهم ذٰلک. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي عشر من كتاب الوقف ۴۵۷/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد سے ملحق مکانات کو مسجد میں شامل کرنا؟

سوال (۱۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، محلّہ میں مسلمانوں کی کافی تعداد ہے، اس محلّہ کے دو حصے ہیں، ایک حصہ قدرے دوری پر ہے، اس حصہ کے لوگوں کو جانے میں پریشانی ہوتی ہے، اسی حصہ میں مسجد کے کچھ مکان ہیں، یہاں کے مسلمان چاہتے ہیں کہ کرایہ داروں سے مکان خالی کر کے یہاں ایک دوسری مسجد کی تعمیر کرلیں، متولی صاحب بھی رضامند ہیں، از روئے شرع کیا ایسا کیا جاسکتا ہے؟ کیا پریشانی کے پیشِ نظر مسجد کے مکانوں کو مسجد کی شکل دی جاسکتی ہے، یعنی ان مکانوں کو منہدم کر کے مسجد بنائی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت کے وقت اہلِ محلّہ اور ذمہ دارانِ مسجد کے مشورہ سے ان مکانات کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنے کی گنجائش ہے؛ تاہم یہ نئی مسجد انتظام میں پہلی مسجد کے تابع رہے گی، یعنی دونوں مسجدوں کا متولی ایک ہی شخص ہوگا؛ تاکہ جہتِ وقف کی رعایت رکھی جاسکے۔

في الفتح: ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه أو حانوتٌ جاز أن يؤخذ ويدخل فيه، زاد في البحر عن الخانية: بأمر القاضي، وتقييده، بقوله: وقف عليه: أي على المسجد يفيد أنها لو كانت وقفًا على غيره لم يجز لكن جواز أخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالأولیٰ؛ لأن المسجد للّٰه تعالیٰ، والوقف كذٰلک. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا ٥٧٦/٦-٥٧٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

مدرسہ کے کمرے کو مسجد میں شامل کرنا

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم گاؤں والوں نے مشورہ کیا ہے کہ مدرسہ کے کمرہ کو شہید کرکے مسجد میں شامل کریں، اور مسجد میں ۲۰/ یا ۲۵/ فٹ کا اِضافہ کرنا ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ نقشہ میں مدرسہ کے نام سے جو کمرہ بنا ہوا ہے اگر یہ مسجد ہی کی ملکیت ہے تو اُس کو توسیع مسجد میں شامل کرنا بلاشبہ جائز ہے، شرعاً اُس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۲۰۰)

أرض وقف على مسجد، والأرض بجنب ذٰلک المسجد، وأرادوا أن يزيدوا في المسجد شيئًا من الأرض جاز. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد ٤٥٦/٢، خلاصة الفتاوىٰ / الفصل الرابع في المسجد وأوقافه ٤٢١/٤ رشيدية، فتاوىٰ قاضي خان / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٢٩٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی قبر کو برابر کر کے مسجد میں شامل کرنا؟

سوال (۱۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صوبہ راجستھان کی ایک تحصیل چھپا بڑود ضلع باران میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے، اوراب وہ نمازیوں کے لئے ناکافی ہے، اور مسجد کی دیوار سے متصل ایک پختہ قبر ہے، جو تقریباً سو سال سے ہے، اور موجودہ لوگوں میں کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کس کی قبر ہے، اوراب لوگ مسجد کو وسیع وکشادہ کرنا چاہتے ہیں کہ پختہ قبر کو توڑ کر مسجد کے احاطہ میں لے لیں، تو کیا از روئے شرع اِس طرح کر سکتے ہیں؟ اور مسجد کے احاطہ میں کر کے اس جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ مسجد کی تعمیر جلد ہونے والی ہے، جواب جلد مرحمت فرمادیں نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر یہ قبر مسجد کی مملوکہ زمین کے اِحاطہ میں ہے یا مملوکہ قبرستان میں ہے اور مالکین اس کو مسجد کی حدود میں شامل کرنے پر راضی ہیں، تو اِس قدیم پختہ قبر کو برابر کر کے اُسے مسجد میں شامل کرنا اوراس جگہ نماز پڑھنا بلاشبہ درست ہے۔

قال ابن القاسم: لو أن مقبرةً من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدًا، لم أر بذٰلك بأسًا، وذٰلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم، لا يجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها، جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لأحد، فمعناهما على هٰذا واحد. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري/ باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ١٧٩/٤ إدارة الطباعة المنيرية دمشق)

جاز زرعه والبناء عليه إذا بلى وصار ترابًا الخ. (الدر المختار ١٤٥/٣ زكريا)

ولو بلى الميت وصار ترابًا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه.

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة / باب الجنائز ٥٨٩/١ كراچی، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي

والعشرون في الجنائز / الفصل السادس في القبر والدفن الخ ۱۶۷/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی قبروں پر لینٹر ڈال کر مسجد میں شامل کرنا؟

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے صحن میں کچھ پرانی قبریں ہیں، مگر اَب نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ پڑنے لگی ہے، جس کی وجہ سے سبھی نمازیوں کی رائے یہ ہو رہی ہے کہ قبروں کے اُوپر لینٹر ڈال کر صحن کو کشادہ کرلیا جائے؛ تاکہ مسجد کی تنگی کی پریشانی ختم ہوجائے؛ کیوں کہ سال کے آٹھ مہینے ایسے گذرتے ہیں کہ چار یا تین وقت کی نماز صحن میں پڑھی جاتی ہے، تو مسجد کے نمازیوں کا یہ عمل درست ہوگا یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل مسئلہ یہ ہے کہ قبریں اگر پرانی اور بوسیدہ ہوجائیں اور مسجد میں توسیع کی ضرورت ہو، تو اُن قبروں کے آثار کو مٹا کر اُس جگہ کو مسجد میں شامل کرنے کی گنجائش ہے، یہ جزئیہ کتبِ فقہ میں موجود ہے، اِس پر قیاس کرتے ہوئے ضرورت کے وقت پرانی قبروں پر لینٹر ڈال کر اُس کے اوپر نماز پڑھنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۰۹/۶، عزیز الفتاویٰ ۵۹۳/۱)

قال ابن القاسم رحمه اللّٰه: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدًا لم أر بذلك بأسًا، وذٰلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها، فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد؛ لأن المسجد أيضًا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لأحد، فمعناهما على هٰذا واحد. (عمدة القاري / باب: هل تنبش قبور

مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد ١٧٩/٤ إدارة الطباعة المنيرية دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/۳/۱۴۲۶ھ

غسل خانہ کی جگہ کوصف میں شامل کرنا

سوال (۱۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد میں تین غسل خانے ہوں، اور اُن کا استعمال صحیح نہ ہوتا ہو، جیسے کہ لوگ اس کو کبھی کبھی پاخانہ کی جگہ بھی استعمال کسی کو بتائے بغیر چپکے سے کر جاتے ہوں، تو اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اُن میں سے دو غسل خانوں کو شہید کر کے اِس جگہ کو نمازیوں کے استعمال میں لانے کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟ یا اس کو محلّہ والے ہی شہید کرا کر اپنی مرضی سے ٹھیک کرا سکتے ہیں؟ اور ایک ہی غسل خانہ سے کام چلا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اہلِ محلّہ اگر مناسب سمجھیں اور مسجد میں ضرورت بھی نہ ہو، تو آپسی مشورہ سے ضرورت کے مطابق مسجد کے غسل خانوں میں ترمیم کر سکتے ہیں۔

ثم ذكر الشرنبلالي أن هٰذا في المسجد بخلاف حوض و بئر، فقد ذكر في التاتارخانية وغيرها جواز نقلها. (شامي / مطلب في ما لو خرب المسجد أو غيره ٣٦٠/٤ كراچی، ٥٥٠/٦ زكريا)

أرض وقف على مسجد والأرض بجنب ذٰلك المسجد وأرادوا أن يزيدوا في المسجد شيئًا من الأرض جاز. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الحادي عشر ٤٥٦/٢ زكريا، البحر الرائق / فصل في أحكام المسجد ٢٥٦/٥ كوئٹه، الدر المختار مع الشامي / مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا ٣٧٩/٤ دار الفكر بيروت، ٥٧٦/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیت الخلاء کو مسقّف کر کے مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے؟

سوال (۱۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، جس میں نیچے کی منزل مدرسہ کے ہال اور کمروں پر مشتمل ہے، بالائی منزل میں نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کے دن مجمع کی کثرت کی وجہ سے کچھ لوگوں کو نماز دھوپ میں پڑھنی پڑتی ہے، اب بجائے آگے کے حصہ کے مسقّف کرنے کے مسجد کی داہنی طرف تقریباً ۱۲-۱۳؍فٹ جگہ ہے، اور تقریباً ۸-۹؍فٹ کی دوری پر بیت الخلاء واقع ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر مسجد کو بارہ یا تیرہ فٹ بڑھایا جاتا ہے تو اِس حالت میں بیت الخلاء مسجد کے نیچے کے حصہ میں آ جاتی ہے، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ یا پھر بیت الخلاء والی جگہ کو مسجد میں شامل نہ کر کے ۸؍یا ۹؍فٹ مسجد کو بڑھایا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے بیت الخلاء کی چھت کو مسجد کی توسیع میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

لو جعل الواقف تحته بيتًا للخلاء هل يجوز؟ كما في مسجد محلة الشحم في دمشق لم أره صريحًا. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی، ٤٢٨/٢ زكريا) **وقال الرافعي: ثم رأيت في غاية البيان ما يفيد الجواز.** (تقريرات الرافعي ٨٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

استنجاء خانے کو توڑ کر مسجد کے صحن میں شامل کرنا؟

سوال (۱۳۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے صحن سے باہر ایک استنجاء خانہ ہے، جس کو توڑ کر کارکنان مسجد کے صحن کی توسیع کے

لئے صحن میں داخل کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استنجاء خانہ کو توڑ کر صحن مسجد کی توسیع میں شامل کرنا شرعاً درست ہے؛ لیکن اِس بات کا ضرور لحاظ رکھا جائے کہ استنجاء خانہ کی جگہ پر بدبو وغیرہ بالکل باقی نہ رہے، مسجد میں شامل کرنے سے پہلے ہی اُس کو دور کرنا ضروری ہے۔

ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض يدخل فيه. (شامي / مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا ٦/٥٧٦ زكريا)

وفي الكبرىٰ: مسجد أراد أهله أن يجعلوا الرحبة مسجدًا والمسجد رحبةً، وأرادوا أن يحدثوا له بابًا، وأرادوا أن يحولوا الباب عن موضعه، فلهم ذٰلک، فإن اختلفوا، نظر: أيهم اكثر وأفضل، فلهم ذٰلک، كذا في المضمرات.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٢/٤٥٦ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / أحكام المساجد ٥/٨٤١ إدارة القرآن كراچی، ٨/١٥٧ رقم: ١١٥٠٠ زكريا، وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الربع في المسجد وما يتصل به ٦/٢٦٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۳/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رفاہِ عام کے کنویں کو مسجد میں شامل کرنا؟

سوال (۱۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں مصلیان کی ضرورت کے لئے کنواں تھا، سارے مصلی وضو غسل کی ضرورت پوری کرتے تھے، وہ تو بند کر کے نل لگوا دیا گیا، اس کنواں کے علاوہ ایک کنواں مسجد کے گیٹ کے سامنے تھا، اس سے محلّہ کے افراد مسلم غیر مسلم اپنی اپنی ضرورت پوری کرتے تھے۔

دریافت کرنا یہ ہے کہ کچھ حضرات یہ چاہ رہے ہیں کہ یہ کنواں اور کنواں والی جگہ مسجد میں لے لی جائے اور کچھ حضرات منع کررہے ہیں کہ نہیں اس جگہ کو مسجد میں نہیں لے سکتے؛ کیوں کہ مسجد کو ایسی جگہ نہیں چاہئے، اگر مسجد کی توسیع کرنی ہے تو ایک صاحب کی جگہ جو کہ مسجد کے برابر میں ہے، اس کو خریدلو، ہم برابر مسجد کا تعاون کرنے کو تیار ہیں، اور مسجد کی برابر والی جگہ اگر سبھی حضرات خریدنا چاہیں، تب مسجد کو جگہ مل جائے گی۔ معلوم کرنا یہ ہے کہ مسجد کے گیٹ کے سامنے جو کنواں ہے جس سے مسلم غیر مسلم اپنی اپنی ضرورت پوری کرتے تھے، وہ جگہ مسجد میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو کنواں مسجد کی حدود کے اندر اور مسجد کی ملکیت میں تھا، اُسے پاٹ کر مسجد کی توسیع میں شامل کرنا بلا شبہ درست ہے، اور جو کنواں مسجد کے گیٹ کے باہر تھا جس سے عام لوگ بلا امتیاز پانی لیا کرتے تھے، اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کاغذات میں وہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہو تو اُسے مسجد کے اندر شامل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر وہ کاغذات میں مسجد کی ملکیت میں داخل نہ ہو تو بظاہر یہ جگہ میونسپلٹی یا گرام پنچایت کی ملکیت ہوتی ہے، تو اُس کی اِجازت کے بغیر اس جگہ کو مسجد کی توسیع میں شامل کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱؍۲۰۰)

وفي الکبریٰ: مسجد أراد أهله أن یجعلوا الرحبة مسجدًا والمسجد رحبةً، وأرادوا أن یحدثوا له بابًا، وأرادوا أن یحولوا الباب عن موضعه، فلهم ذٰلک، فإن اختلفوا، نظر: أیهم اکثر وأفضل، فلهم ذٰلک، کذا في المضمرات.

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما یتعلق به ٢/٤٥٦ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الوقف / أحکام المساجد ٥/٨٤١ إدارة القرآن کراچی، ٨/١٥٧ رقم: ١١٥٠٠ زکریا، وکذا في البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الربع في المسجد وما یتصل به ٦/٢٦٨ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۵/۶/۳ھ

مسجد کی توسیع کے بعد محراب کہاں بنائیں؟

سوال (۱۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محراب کو اپنی سابقہ جگہ سے ہٹا کر مسجد کے بیچ میں لانا پڑے گا یا داہنی جانب صفوں کے بڑے ہونے کی کوئی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں محراب بدل کر بیچ میں بنانی چاہئے۔

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترىٰ أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد، وهي قد عينت لمقام الإمام. (شامي، كتاب الصلاة / باب الإمامة، مطلب في كراهية قيام الإمام في غير المحراب ٥٦٨/١ كراچی، ٣١٠/٢ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية / ما يكره للمصلي وما لا يكره ٥٦٨/٢ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۷/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قدیم مسجد میں قبلہ سے معمولی انحراف مضر نہیں

سوال (۱۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کی جامع مسجد جو کہ قدیمی تعمیر ہے، گاہے بگاہے اس کی توسیع ہوتی رہی ہے، مگر موجودہ وقت میں جگہ کی قلت کی بنیاد پر پھر اُس کی توسیع کا مرحلہ درپیش ہے، قدیمی تعمیر میں قطب نما سے دیکھنے پر قبلہ تھوڑا داہنی طرف ہے، کیا قدیمی تعمیر کے رخ پر ہی اُس کی توسیع کردی جائے یا درست کرلیا جائے، درستگی میں پوری مسجد شہید کردی جائے، پھر اُس کی تعمیر جدید ہو یا جدید کی درستگی اور قدیم اپنی حالت پر چھوڑ دی جائے، نچلے حصہ میں تہہ خانہ بنانے کا اِرادہ ہے، اور اوپر مسجد، کیا تہہ خانہ میں رہائشی کمرے، دوکانیں، گودام مدرسہ، پارکنگ، ہال اہلی یا عوامی ضرورت کے لئے یا کرایہ پر اور کسی ضرورت کے لئے تہہ خانہ کا استعمال درست ہے؟ اور مذکورہ ضرورتوں کے

لئے مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنایا جاسکتا ہے، مسجد کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قطب نما کے اعتبار سے اگر مذکورہ مسجد کے قبلہ میں معمولی فرق ہے، تو اُس کی وجہ سے جہتِ قبلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ لہٰذا اگر پرانی بنیادوں پر ہی مسجد کی جدید تعمیر کردی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر بآسانی قطب نما کے مطابق قبلہ کی جہت بنائی جاسکے تو اُس کی بھی گنجائش ہے، اور مسجد میں جو جگہ پہلے سے نماز پڑھنے کے لئے استعمال ہورہی ہے اُس کے نیچے اگر تہہ خانہ تعمیر کیا جائے تو لازم ہوگا کہ اُسے صرف نماز ہی کی ضرورت کے لئے استعمال کریں، پارکنگ، دوکان اور ہال وغیرہ کے لئے اُس تہہ خانہ کو استعمال نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ اگر مسجد کے اِردگرد کی جگہ (جماعت خانہ کے علاوہ) کے نیچے تہہ خانہ بنایا جائے، تو اُسے مسجد کے مفاد میں مسجد کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۱۴۱، فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۲۵۱، کفایت المفتی ۷/ ۳۳، ۷/ ۲۸)

فیعلم منه أنه لو انحرف عن العین انحرافًا لا تزول منه المقابلة بالکلیة جاز. (شامي، کتاب الصلاۃ / بحث استقبال القبلة ۲/ ۱۰۹ زکریا)

قال في البحر: وحاصله أن شرط کونه مسجدًا أن یکون سفله وعلوه مسجدًا لینقطع حق العبد عنه، لقوله تعالیٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ بخلاف ما إذا کان السرداب والعلو موقوفًا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس، هٰذا هو ظاهر الروایة. (شامي، کتاب الصلاۃ / مطلب في أحکام المسجد ۶/ ۵۴۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/ ۱۱/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ شرعی

مسجد کا اطلاق کن کن حصوں پر ہوتا ہے؟

سوال (۱۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کسے کہتے ہیں؟ اِحاطۂ مسجد کے مختلف حصوں کو الگ الگ ناموں سے موسوم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً جماعت خانہ، صحن مسجد، متعلقاتِ مسجد، خارجِ مسجد وغیرہ، اگر کیا جاسکتا ہے، تو احکامِ مسجد کے پیشِ نظر داخلِ مسجد کی حدود متعین کرنا وہاں کوئی علامت اسٹیکر کالی یا ہری پٹی کے ذریعہ نشان دہی کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَصلاً مسجد کے دو حصے ہوتے ہیں:

(۱) مسجدِ شرعی، جسے جماعت خانہ بھی کہا جاتا ہے اس سے مراد وہ پورا حصہ ہے، جہاں نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے، جس میں اندرونی و بیرونی سب حصے شامل ہیں۔

(۲) ملحقاتِ مسجد، جسے متعلقاتِ مسجد یا خارجِ مسجد وغیرہ بھی کہا جاسکتا ہے، اس سے مراد وہ تمام مسجد کے ملحق حصے ہیں، جو جماعت خانہ اور مسجدِ شرعی سے الگ ہیں، جن میں وضوخانہ، اِمام ومؤذن کے کمرے چٹائی وغیرہ رکھنے کے اسٹور اور جماعت وغیرہ سب شامل ہیں، اور مسجدِ شرعی کے امتیاز کے لئے کوئی بھی علامت لگانا شرعاً منع نہیں ہے؛ بلکہ بہتر ہے؛ تاکہ معتکفین کے لئے سہولت ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۴/ ۶۳۷-۶۴۹، فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۴۱۸ ڈابھیل)

لا يظن أن ما حول بير زمزم يجوز الوضوء أو الغسل من الجنابة فيه؛ لأن حريم زمزم يجري عليه حكم المساجد، فيعامل بمعاملتها: من تحريم البصاق،

والمكث مع الجنابة فيه، ومن حصول الاعتكاف فيه، واستحباب تقديم اليمنى، بناء على أن الداخل من المسجد لمسجد يسن له ذٰلک. (شامي، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في رفع الصوت بالذكر ٤/٢ ٤٣ زكريا)

يكره التوضوء في المسجد إلا إذا كان فيه موضع أعد لذلک؛ لأنه مستثنى منذ حينئذ. (الحلبي الكبير ٦١١ لاهور)

ولا بأس بأن يتخذ في المسجد بيت يوضع فيه الحصير، ومتاع المسجد به جرت العادة من غير نكير. (الحلبي الكبير ٦١٢ لاهور)

وكذا الخياطة فيه تكره إلا إذا كان لضرورةٍ حفظه عن الصبيان ونحوهم. (الحلبي الكبير ٦١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے دور ہونے کی وجہ سے عیدگاہ کو مسجد بنانا؟

سوال (۱۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں جس میں تقریباً تین ہزار لوگ زندگی بسر کرتے ہیں، اور اُس میں تین مسجدیں بھی ہیں؛ لیکن ہمارے محلّہ سے وہ تینوں مسجدیں کافی دور ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے محلّہ کے تقریباً سبھی افراد اپنے گھروں میں نمازیں ادا کر لیتے ہیں، اور دور ہونے کی وجہ سے مسجد نہیں پہنچ پاتے ہیں، ہاں ہمارے محلّہ میں ایک عیدگاہ ہے جو اَب آبادی میں آ گئی ہے، اور اس کو ہمارے محلّہ کے لوگ مسجد بنانا چاہتے ہیں، تو کیا اُس عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز ہے، فی الحال پنجوقتہ نمازیں اَدا کی جائیں گی اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں بھی اسی میں ادا کی جائیں گی، تو کیا اِس طرح عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام اہلِ محلّہ واہلِ شہر کے مشورہ سے اُس عیدگاہ کو مستقل

مسجد بنانے کی شرعاً گنجائش ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: أمر النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم ببناء المسجد، فقال: ''یا بني النجار! ثامنوني بحائطکم هٰذا''. قالوا: لا واللّٰہ! لا نطلب ثمنه إلا إلی اللّٰہ عز وجل. (صحیح البخاري، کتاب الوصایا / باب إذا وقف جماعة أرضًا مشاعًا فهو جائزٌ ۳۸۸/۱ رقم: ۲۷۷۱ دار الفکر بیروت)

فإذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها إلی المسجد؛ لأن المسجد أیضًا وقف من أوقاف المسلمین، لا یجوز تملکه لأحد فمعناهما علی هٰذا واحد. (عمدة القاري شرح صحیح البخاري / باب هل تنبش قبور مشرکي الجاهلیة الخ ۱۷۹/٤ دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عیدگاہ کا میدان مسجدِ شرعی کے حکم میں ہے؟

سوال (۱۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عیدگاہ کے میدان کو مسجد کہا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ کا اصل میدان شرعاً مسجد کے حکم میں ہے۔

إن مصلی العید له حکم المساجد. (شامي / مطلب في أحکام المسجد ۶۵۷/۱ کراچی، ٤٣٠/٢ زکریا)

اور وہ ملحقہ میدان جو اصلی حدود میں واقف نے شامل نہیں کیا ہے، اُس کا حکم مسجد کے مانند نہیں ہے، وہ فناء مسجد کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانے سے مسجدِ شرعی بن جاتی ہے

سوال (۱۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں ایک جگہ ایک شخص نے دینی کام کرنے کے لئے دی تھی، اس میں مدرسہ کا اجراء کردیا گیا، گاؤں میں ایک مسجد تھی، دوسری کی ضرورت بھی سمجھی گئی، تو اُس زمین میں آدھی میں مدرسہ اور آدھی میں مسجد بنادی گئی، سال دو سال نماز پڑھتے ہوئے اس مسجد میں ہوگئے، تو گاؤں والوں میں اختلاف ہوا، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ صرف مدرسہ کے لئے ہے، مسجد دوسری جگہ بنالو، تو اب جب کہ اس میں سالوں سے نماز اور اذان جماعت امام رکھ کر نماز ہو رہی ہے، اس جگہ کو مسجد سے خالی کیا جاسکتا ہے، یا وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوگئی ؟ اس کو خالی نہ کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ جگہ مسجد ہوگئی ہے اُسے خالی نہ کرایا جائے، مسجد بنانا مدرسہ کے وقف کے منافی نہیں ہے۔ (مستفاد: عینی بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۴۸۷ ڈابھیل)

ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة (الدر المختار) **قوله: شرطَ الواقف أو لا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة، وأعم للمصلحة، كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة ......، ثم السراج والبساط، كذٰلك إلى آخر المصالح.** (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ بعد العمارة الخ ٤/٣٦٦ كراچی، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٣٥٦ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٢/٤٦٢ زكريا)

مدرسة ما يبنى لكنى طلبة العلم ويجعل لها مدرس ومكان للدرس، لكن إذا كان فيها مسجد، فحكمه كغيره من المساجد، ففي وقف القنية: المساجد التي فيها المدارس مساجد؛ لأنهم لا يمنعون الناس من الصلاة فيها، وإذا أغلقت يكون فيها جماعة من أهليها. (شامي، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في أحكام

المساجد ۲/ ٤٣٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۳/۱۱/۱۴۱۳ھ

مسجد کی دوکانوں کو مسجد میں شامل کرنے سے اُس پر بھی مسجدِ شرعی کے اَحکام جاری ہوں گے

سوال (۱۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بڑی جامع مسجد ہے، جس کی حدود میں کئی دوکانیں قدیم زمانہ سے بنی ہوئی تھیں، اور اُن کا کرایہ مسجد میں آتا تھا، بعد میں مسجد کی توسیع ہوئی اور مسجد کے صحن میں قدیم تعمیر شدہ دوکانوں کی چھت کو بھی شامل کرلیا گیا۔ اَب سوال یہ ہے کہ یہ چھت کا حصہ مسجدِ شرعی میں شامل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ مثلاً معتکف اگر وہاں تک آئے تو اُس کا اعتکاف فاسد تو نہ ہوگا؟ اور کیا اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کے ثواب میں کچھ کمی تو نہ آئے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں توسیع شدہ مسجد کا حصہ مسجدِ شرعی قرار دیا جائے گا؛ کیوں کہ نیچے کی دوکانیں پہلے سے مسجد پر وقف ہیں، اور مصالح مسجد کے لئے مستعمل ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۶۸۳)

وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كانا وقفًا عليه صار **مسجدًا**. شرنبلاليه. (شامي / مطلب في أحكام المسجد ٤/٣٥٧ كراچی، ٦/٥٤٧ زكريا)

بریں بنا اِس اِضافہ شدہ حصہ تک معتکف آسکتا ہے، اور وہاں نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۵/۱۱/۱۴۱۳ھ

مسجدِ شرعی قائم ہونے کے بعد اُس حصہ پر دوکان بنوانا؟

سوال (۱۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زمین کو برائے مسجد وقف کیا، اور اس زمین پر چھپر پوش عمارت بنا کر لوگ ایک لمبے عرصہ تک نمازیں بھی پڑھتے رہے، درمیان میں اس جگہ نماز کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اب لوگ چاہتے ہیں کہ مذکورہ زمین پر اچھی شکل میں مسجد قائم ہوجائے، چوں کہ اس جگہ مسجد کی اشد ضرورت ہے؛ لیکن اس محلّہ کے چند افراد یہ چاہتے ہیں کہ مذکورہ مسجد کی زمین سے متصل مکان مالک کے حوالے مسجد کی زمین کو کردیا جائے، اس طور پر کہ وہ شخص نیچے کے حصہ میں اپنی دوکان تعمیر کرلیں اور اس کے اوپر اس زمین کے عوض نمازگاہ بنادیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کی مذکورہ زمین جس میں ایک لمبے عرصہ تک نمازیں بھی ہوئی ہیں، نیچے کے حصہ کو اس شخص کے حوالہ کردینا کہ وہ نیچے حصہ میں دوکان بنالیں، اور اوپر کے حصے کو اس کے عوض نمازگاہ بنادیں، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز مسجد کی زمین کو اس طرح لینا شرعاً کیسا ہے؟ جواب باصواب سے رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوجگہ مسجد کے لئے وقف کی جاچکی ہے اور وہاں عرصۂ دراز تک نماز بھی ادا کی جاتی رہی ہے، اس جگہ کو کسی دوسرے شخص کے حوالہ کرکے وہاں دوکان وغیرہ بنانا قطعاً جائز نہیں ہے، اس جگہ اوپر سے نیچے تک مسجد ہی کے استعمال میں لانا لازم ہے، اُس حصہ میں دوکانیں بنانے کی اِجازت نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب مهم فرّق أبويوسف بين قوله: موقوفة وقوله: فموقوفة على فلان ۱/٤ ۳۵ کراچی، ٦/۵۳۹ زکریا)

قلت: وفي الذخيرة: وبالصلاة بجماعة يقيم التسليم بلا خلاف حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه جماعة؛ فإنه يصير مسجدًا. (شامي /

مطلب في أحكام المسجد ٦/٥٤٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ شرعی کے حصہ میں دوکان بنانا درست نہیں

سوال (۱۴۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد نئی بازار محمود آباد کی قدیم ایک چھوٹی سی مسجد تھی، جس میں چند دوکانیں تھیں، اور وہ دوکانیں کافی بوسیدہ ہوکر گر گئیں، چوں کہ مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے اُن دوکانوں کی جگہ کو مسجد میں داخل کرلیا گیا ہے، اور اب مکمل طور پر اس حصہ میں نماز ہورہی ہے، کیا اب اس جگہ دوکانیں بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد سے ملحق دوکانیں چوں کہ اب مسجدِ شرعی میں داخل کرلی گئی ہیں، اور وہاں نماز بھی ہورہی ہے؛ لہٰذا اَب اس جگہ پر دوکانیں بنانا قطعاً جائز نہیں۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٦/٥٤٨ زكريا)

قيم المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو في فنائه؛ لأن المسجد إذا جعل حانوتًا ومسكنًا تسقط حرمته وهٰذا لا يجوز. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي عشر / مطلب الوقف على عمارته ومصالحه سواء على الأصح ٢/٤٦٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نئی انتظامیہ کا مسجدِ شرعی کی متعینہ حدود میں ردوبدل کرنا جائز نہیں

سوال (۱۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: پنچایتی مسجد محلّہ نیل گراں شہر جے پور کے تفصیلی حالات استفتاء لکھ کر مختلف معتبر دار الافتاء سے فتویٰ منگالیا گیا ہے، جس کی ایک فوٹو کاپی اس استفتاء کے ساتھ منسلک کی جارہی ہے؛ لیکن اس کے باوجود نیت پر بات اٹکادی گئی کہ گذشتہ انتظامیہ نے جب اصل مسجد تیرہ صفوں تک بنائی تھی، تو کیا داخل مسجد کی نیت کی تھی یا نہیں؟ جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ گذشتہ انتظامیہ کے اکثر لوگ اِس دنیا سے جاچکے ہیں، کچھ حضرات ابھی موجود ہیں، وہ حضرات ابھی تک کچھ واضح نہیں کرپارہے ہیں، جدھر کا دباؤ بڑھے گا، ادھر کی بات کہی جاسکتی ہے، جب کہ تیرہ صفوں تک متعینہ اصل مسجد وداخل مسجد ہونے پر عوام وخواص میں اتفاق رہا ہے، آج تک کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، نہ پچھلی انتظامیہ نے نہ نئی انتظامیہ نے جو تین سال سے کام کررہی ہے، اور اعتکاف کرنے والوں کو تیرہ صفوں تک جانے سے کسی نے نہیں روکا اور یہ نہیں کہا کہ آٹھ صفوں تک تو داخل مسجد ہے اور باقی متعلقہ مسجد نہ پچھلی انتظامیہ نے جس نے مسجد بنائی تھی اور نہ نئی انتظامیہ نے جو مسجد تیرہ صفوں سے گھٹا کر آٹھ صفوں تک رکھنا چاہتی ہے، اور باقی پچھلی صفوں میں وضو خانہ وغیرہ بنانا چاہتی ہے، جب پچھلی انتظامیہ نے تیرہ صفوں تک مسجد بنائی تھی، تو سب نے ہی داخل مسجد تیرہ صفوں تک سمجھا تھا، انتظامیہ نے بھی اور عوام وخواص نے بھی، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ معتکفین کو تیرہ صفوں تک نفلی نمازوں اور کھانے پینے کے لئے آنے جانے پر کبھی روک نہیں لگائی گئی، اگرچہ پچھلی انتظامیہ نے تحریری طور پر اپنی نیت کا اظہار نہیں کیا تھا، اور نہ مائک پر اپنی نیت کا اعلان کیا تھا، اور نہ نیت بتانے کے لئے کسی تقریب ودعوت کا اہتمام کیا تھا؛ لیکن تیرہ صفوں تک اس طرح مسجد بنادی تھی کہ ہر عام وخاص مسجد دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ تیرہ صفوں تک داخل مسجد ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ گذشتہ انتظامیہ کا تیرہ صفوں تک اصل مسجد بنادینا، اور عوام وخواص کا تیرہ صفوں تک داخل مسجد سمجھ لینا، اور اب تک انتظامیہ وغیرہ میں سے کسی کا اس پر انکار نہ کرنا، کیا اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ تیرہ صفوں تک اصل مسجد ہے، متعینہ مسجد ہے، داخل مسجد ہے، کیا نیت کا اعلان واہتمام یا تحریر ضروری ہے؟ دوسری بات یہ کہ مسجد کا واقف کون ہے کسی کو معلوم نہیں؟

اور نہ کسی زمانے میں مسجدِ شرعی کا متولی رہا ہے، مسجد کی انتظامیہ بحیثیتِ خادم خدمت کرتی آرہی ہے جو بدلتی رہتی ہے، اب جب کہ نہ واقف معلوم ہے اور نہ متولی، تو اب داخلِ مسجد وخارجِ مسجد کی نیت کا حق کس کو حاصل ہے؟ کیا انتظامیہ کے ممبران کو یا عرفِ عام کو؟ اور جب کہ تیرہ صفوں تک اصل مسجد بنادی گئی اور عوام وخواص، انتظامیہ وغیر انتظامیہ نے عملاً تیرہ صفوں تک مسجد سمجھی، جو نیت کی واضح دلیل ہے، اس کے خلاف گذشتہ انتظامیہ کے کچھ ممبران جو زندہ ہیں، اگر وہ اب نیت کا اعلان کریں یا نیت بدل دیں کہ تیرہ صفوں تک مسجد نہیں مانتے؛ بلکہ آٹھ صفوں تک کی ہی ہم نیت کرتے ہیں، جب کہ اب تک سب کے سب عملاً مانتے رہے کہ تیرہ صفوں تک متعینہ مسجد ہے، تو کیا ایسے ممبران کی نیت کا کوئی اعتبار ہوگا؟

حضرت مفتی صاحب سے گذارش کرتے ہیں کہ تفصیلی سوال کی روشنی میں جو صورتِ حال کھل کر واضح ہوتی ہے، اس سے متعلق شریعت کی پوری رہنمائی مفصل اور واضح الفاظ میں فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن تیرہ صفوں تک مسجد مذکورہ میں عرصۂ دراز سے مسجدِ شرعی والا معاملہ کیا جاتا رہا ہے، یعنی وہاں تک باقاعدہ نماز ہوتی ہے، اور معتکف حضرات بلا روک ٹوک وہاں آتے جاتے ہیں، تو یہ تعامل اس جگہ کے مسجدِ شرعی میں داخل ہونے کے لئے کافی ہے، نئی انتظامیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اس جگہ یا اس کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج قرار دے، احتیاط اسی میں ہے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع، ولو قال عنيت بذٰلك لم يصدق. (الدر المختار) أي بالقول على المفتى به أو بالصلاة فيه على قولهما.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٦/٥٤٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ شرعی میں دائیں بائیں خالی جگہ چھوڑ کر صف بچھانا؟

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجدِ شرعی ہے، اگر اس مسجد کے اندر کے حصے میں یا مسجدِ شرعی کے کسی بھی حصہ میں دونوں طرف خالی چھوڑی جائے اور بیچ میں صف بچھادی جائے، تو ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح صفیں بچھانے میں تو کوئی خرابی نہیں آئے گی؛ البتہ اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کے ثواب میں مجموعی طور پر کمی آجائے گی؛ کیوں کہ اگر صفیں پوری بچھائی جائیں، تو اگلی صف میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جائے گی، اور دونوں طرف جگہ چھوڑنے کی وجہ سے یہ تعداد کم ہوجاتی ہے۔

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”إن اللّٰه وملائكته يصلون على الصف الأول“. قالوا: يا رسول اللّٰه! وعلى الثاني؟ قال: ”إن اللّٰه وملائكته يصلون على الصف الأول“. قالوا: يا رسول اللّٰه! وعلى الثاني؟ قال: ”وعلى الثاني“. وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”سوُّوا صفوفكم، وحاذوا بين مناكبكم ولينوا في أيدي إخوانكم، وسدوا الخلل؛ فإن الشيطان يدخل فيما بينكم بمنزلة الحذف“، يعني أولاد الضأن الصغار. (رواه أحمد والطبراني، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب الصلاة / الترغيب في الصف الأول وما جاء في تسوية الصفوف والتراص فيها الخ ص: ۱۱۸ رقم: ۷۰۶ بيت الأفكار الدولية)

وفي القنية: والقيام في الصف الأول أفضل من الثاني، وفي الثاني أفضل من الثالث هٰكذا؛ لأنه روي في الأخبار أن اللّٰه تعالىٰ إذا أنزل الرحمة على الجماعة ينزلها أولاً على الإمام، ثم تتجاوز عنه إلى من بحذائه في الصف الأول، ثم إلى

المیامن، ثم إلی المیاسر، ثم إلی الصف الثاني، وروي عنه علیه السلام أنه قال: یکتب للذي خلف الإمام بحذائه مائة صلاة وللذي في الجانب الأیمن خمسة وسبعون صلاة، وللذي في الجانب الأیسر خمسون صلاة، وللذي في سائر الصفوف خمسة وعشرون صلاة. (البحرالرائق / کتاب الصلاة ۱/ ۳٥٤ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بالائی حصہ کا رقبہ اگر تحتانی حصہ سے زائد ہو، تو وہ مسجدِ شرعی میں داخل ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جس کے نیچے کا حصہ ۳۰×۳۰ کا ہے، شمال اور جنوب میں ۲۰×۲۰ کے کمرے ہیں اور مسجد کا اوپر حصہ ۵۰×۵۰ کا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے اوپر کا حصہ ۵۰×۵۰ پورا مسجد میں شامل ہوگا یا نہیں؟ اور نیچے کے مقابلے میں اوپر کا جو حصہ زائد ۲۰×۲۰ ہے، اس میں اعتکاف کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کے اوپر منزل کے ۲۰×۲۰ زائد حصہ کے نیچے کا رقبہ مسجد ہی کی ملکیت میں داخل ہے یا مسجد پر وقف ہے اور اوپر کے پورے رقبہ کو مسجد کے متولی یا کمیٹی نے مسجدِ شرعی میں داخل کرلیا ہے، تو یہ پورا رقبہ اصل مسجد میں داخل مان لیا جائے گا اور معتکف کے لئے وہاں آنا جانا درست رہے گا؛ لیکن اگر اس زائد رقبہ کا نچلا حصہ مسجد کی ملکیت یا اس پر وقف نہیں ہے یا وقف تو ہے؛ لیکن ذمہ داران نے اوپر کے پورے حصے کے مسجد ہونے کی نیت نہیں کی ہے، تو ایسی صورت میں یہ زائد حصہ مسجدِ شرعی میں شامل نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۳/ ۴۷۵)

وإذا بنی مسجدًا لا یصیر مسجدًا، حتی یقر بلسانه أنه مسجد لا یباع

ولا یوهب ولایرهن ولا یورث وفتح الباب وأذن فیه وأقیم وأذن للناس بالدخول فیه عامةً فیصیر مسجدًا إذا صلی بجماعة فیه. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۵۶/۸ رقم: ۱۱۴۹۵ زکریا، ونحو ذٰلك في الشامي، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ۵۴۵/۶-۵۴۶ زکریا، مجمع الأنهر / کتاب الوقف ۵۹۳/۲، بدائع الصنائع / کتاب الوقف ۳۲۸/۵، البحر الرائق / کتاب الوقف ۲۴۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عارضی جگہ پر نماز پڑھنے سے وہ مسجد کے حکم میں نہیں آتی

سوال (۱۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جگہ میں عارضی طور پر نماز اور تراویح ہوتی رہی، پھر باقاعدہ مسجد بنانے کے لئے دوسری جگہ ملی اور وہاں مسجد بنالی گئی، اب مسجد میں نماز ہوتی ہے، تو کیا پہلی جگہ میں کوئی شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی زمین پر عارضی طور پر چند ماہ نماز پڑھنے سے اس پر مسجد شرعی کے اَحکامات جاری نہیں ہوں گے؛ لہٰذا بعد میں اس جگہ کوئی شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۸/۲، کفایت المفتی ۵۵/۷)

وإما أن وقت الأمر بالیوم أو الشهر أو السنة ففي هٰذا الوجه لا تصیر الساحة مسجدًا. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الحادي عشر / الفصل الأول ۴۵۵/۲)

رجل له ساحة لا بناء فیها، أمر قومًا أن یصلوا فیها ...... وإن أمرهم بالصلاة شهرًا أو سنةً، ثم مات یکون میراثًا عنه؛ لأنه لا بد من التأبید، والتوقیت یُنافي التأبید. (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / باب الرجل یجعل داره

مسجدًا الخ ۳/۲۹۰ – ۲۹۱ زکریا، وکذا في الفتاویٰ الهندية، کتاب الوقف / الباب الحادي عشر، الفصل الأول ۲/٤٥٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۶ھ

فیکٹری کے ایک کمرہ کو مسجد کے نام سے موسوم کرنا؟

سوال (۱۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں ایک فیکٹری میں ایک کمرہ مسجد کے نام سے موسوم ہے اور نماز کے لئے خاص کردیا گیا ہے؛ لیکن اس کی چھت پر شعبۂ اَدویات قائم ہے، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں فیکٹری میں نماز کے لئے مخصوص کمرہ مسجد شرعی کے حکم میں نہ ہوگا، وہاں نماز پڑھنا اگرچہ بلاکراہت درست ہے؛ لیکن اُسے مسجدِ شرعی نہیں کہا جائے گا اور وہاں اعتکاف بھی درست نہ ہوگا۔

ولایکره ما ذکر فوق بیت جعل فیه مسجد بل ولا فیه؛ لأنه لیس بمسجد شرعًا. (الدر المختار، کتاب الصلاة / مطلب: في أحکام المسجد ۱/٦٥٧ کراچی، ۲/٤۲۹ زکریا)

قال في الدر: ولو جعل لغیرها أو جعل فوقه بیتًا وجعل باب المسجد إلی طریق وعزله عن ملکه لا یکون مسجداً ......، کما لو جعل وسط داره مسجدًا وأذن للصلاة فیه حیث لایکون مسجدًا. (الدر المختار علی الشامي، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ٤/۳٥۸ کراچی، ٦/٥٤۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۱ھ

گورنمنٹ کا آفسوں میں نماز پڑھنے کے لئے ہال بنانا؟

سوال (۱۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بہت سے گورنمنٹ آفسوں میں اِسٹاف کے نماز پڑھنے کے لئے ایک ہال الگ کردیا گیا ہے، کیا ایسے ہال کومسجد کے زمرہ میں شامل کیاجاسکتا ہے؟ کیا اُن ہالوں میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا؟ کیا مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے لئے جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں، اُن ہالوں میں داخلے اور نکلنے کے لئے اُن دعاؤں کو پڑھنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گورنمنٹ آفسوں میں ملازمین کے لئے جو ہال نماز پڑھنے کے لئے الگ کردئے جاتے ہیں، وہ ہال مسجدِ شرعی نہیں ہیں، اور نہ ہی مسجد کے لئے وقف ہیں؛ بلکہ وہ صرف ملازمین کی سہولت کے لئے عارضی عبادت خانہ کے طور پر علیحدہ سے بنادئے جاتے ہیں؛ لہٰذا اِس کی وجہ سے وہ ہال شرعی مسجد نہیں بنتے ہیں، اور نہ ہی اُس میں نماز پڑھنے سے مسجدِ شرعی میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے؛ البتہ اُس ہال میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے والی دعائیں پڑھ لینی چاہئے۔

عن جدتها فاطمة الكبرىٰ رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا دخل المسجد صلى على محمد وسلم، وقال: رب اغفرلي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة/ باب ما يقول عند دخوله المسجد ۱/۷۱)

وإن أمرهم بالصلاة شهرًا أو سنة، ثم مات يورث؛ لأنه لا بد من التابيد والتوقيت ينافيه، ومقتضى هٰذا أن لا يصير مسجدًا فيما إذا أطلق. (فتح القدير ۶/۲۱۸ زكريا)

مندوب لكل مسلم أن يعد في بيته مكانًا يصلي فيه إلا أن هٰذا المكان لا يأخذ حكم المسجد على الإطلاق؛ لأنه باق على حكم ملكه له أن يبيعه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية/ الباب الخامس في المسجد ۵/۳۲۰ كوئٹه، المحيط البرهاني، كتاب الكراهية / الفصل الخامس في المسجد ۸/۵ ڈابهيل)

لو كان له ساحة لا بناء فيها – إلى قوله – وإن أمرهم بالصلاة شهرًا أو سنةً ثم مات تكون ميراثًا عنه؛ لأنه لا بد من التابيد والتوقيت ينافي التابيد.

(البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٥/٢٤٨ كوئٹہ، فتاویٰ قاضي خان على الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٣/٢٩٠ كوئٹہ، النهر الفائق، كتاب الوقف / فصل ٣/٣٢٨ دار الكتب العلمية بيروت، بحواله: فتاویٰ محموديه ٢١/٢٥٠ ميرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۸/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صحن اور فناء مسجد کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مساجد میں صحن اور فناء کسے کہیں گے؟ اور دونوں ایک ہی ہیں یا علاحدہ علاحدہ؟ دونوں کا حکم کیا ہے؟ اور کبھی کسی حالت میں یہ مسجد سے خارج ہوتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحن سے مراد مسجدِ شرعی کا وہ حصہ ہوتا ہے جس کے اوپر چھت نہ ہو، اور فناء کا اطلاق اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسجد شرعی سے خارج ہو، مگر اس کے اور مسجدِ شرعی کے درمیان کوئی فصل نہ ہو، فناء کے حصہ تک معتکف کے لئے جانے کی اِجازت نہیں ہے، اور جنبی وحائضہ وغیرہ فناء کے حصہ میں جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ اس کو مسجدِ شرعی کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۶۴۶)

الفناء هو المكان المتصل به ليس بينه وبين طريق. (الحلبي الكبير ٦١٤ لاهور)

وينبغي أن يختص بهٰذا الحكم دون حرمة المرور الجنب ونحوه. (الحلبي الكبير ٦١٤ لاهور)

فهو كالمتخذ لصلاة جنازة، أو عيد فيما ذكر من جواز الاقتداء، وحل دخوله لجنب ونحوه. (شامي / مطلب في أحكام المسجد ٢/٤٣٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فناء مسجد میں نماز اور تراویح کا حکم؟

سوال (۱۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں محلّہ گولا گنج چندوسی میں کبھی قدیمی قبرستان تھا، مگر اب اس جگہ نئی مسلم آبادی قائم ہوگئی ہے، اس کے وسط میں ہم لوگوں نے ایک جگہ مدرسہ اور مسجد کے واسطے لی ہے، نیچے مدرسہ ''واصل العلوم'' کے نام سے اور اس کے بالائی حصہ پر مسجد تعمیر کرنے کا خیال ہے، اب نیچے کی چہار دیواری مکمل ہوچکی ہے، مگر پیسہ کی کمی کے باعث ابھی لنٹر نہیں پڑا ہے، اگر لنٹر پڑ گیا ہوتا، تو اوپر باؤنڈری کرواکر مسجد قائم کرلیتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں سے مسجدیں کچھ دوری پر ہیں؛ لہٰذا رمضان شریف کے مبارک ماہ میں عارضی طور پر ہم لوگ نیچے کے حصہ میں پانچوں وقت کی نماز وتراویح قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس جگہ نماز وتراویح پڑھنا درست ہے؛ لیکن مسجد کا ثواب نہ ملے گا۔

کفناء مسجد ورباط ومدرسة. (الدر المختار / مطلب في أحكام المسجد ۱/ ٦٥٧ كراچی، ۲/ ٤٣٠ زكريا)

وإذا بنى مسجدًا، لا يصير مسجدًا حتى يقرّ بلسانه ...... وفتح الباب وأذّن فيه وأقيم، وأذِن للناس بالدخول فيه عامةً، فيصير مسجدًا إذا صلى بجماعة فيه.

(الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / مسائل وقف المساجد ٥/ ٧٤٠ إدارة الرآن كراچی ٨/ ١٥٦ زكريا)

رجل له ساحة لا بناء فيها، أمر قومًا أن يصلوا فيها ...... وإن أمرهم بالصلاة شهرًا أو سنةً، ثم مات يكون ميراثًا عنه؛ لأنه لا بد من التأبيد، والتوقيت يُنافي التأبيد. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا الخ ۳/ ۲۹۰-۲۹۱ زكريا، وكذا في الفتوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر، الفصل

الأول ٢/ ٤٥٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا جماعت خانہ اور مسجد میں اتصال شرط ہے؟

سوال (۱۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پہلی منزل میں دو کانوں کے اوپر جماعت خانہ بنوایا جارہا ہے، جمعہ وعیدین وغیرہ میں مصلیوں کی کثرت کی بناپر مسجد کے امام کی اقتداء میں جماعت خانہ میں نماز پڑھنے والوں کی نمازیں درست ہوں گی؟ یا پھر آفس کے درمیان میں حائل ہوجانے کی وجہ سے نمازوں میں فساد یا کراہت آجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجوب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ جماعت خانہ اور مسجد کے درمیان آفس کی جگہ حائل ہورہی ہے؛ لہٰذا صفیں متصل نہ کرنے کی وجہ سے جماعت خانہ میں پڑھنے والوں کی نماز امام کے ساتھ درست نہ ہوگی؛ البتہ اگر کسی طرح صفیں متصل کرنے کی صورت نکال لی جائے اور آفس کو اس طرح بنایا جائے کہ اتصالِ صفوف میں خلل نہ ہو، تو پھر سب کی نمازیں درست ہوجائیں گی۔

ويمنع من الاقتداء طريق تجري فيه عجلة أو نهر تجري فيه السفن، إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقًا. (الدر المختار مع الشامي، باب الإمامة / مطلب الكافي للحاكم جمع كلام محمد في كتبه الخ ٢/ ٣٣٠-٣٣٣ زكريا)

والمانع من الاقتداء في الفلوات قدر ما يسع فيه صفين. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٨٧)

وسمعت بعض المشايخ يقولون: الطريق الذي في الجامع يمنع الاقتداء؛ لأنه طريق عام. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٢٦٨ رقم: ٢٣٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے صحن کو خارجِ مسجد قرار دے کر اُس کو مسافر خانہ بنانا؟

سوال (۱۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی کمیٹی نے مسجد بنائی، مسجد کا اندر کا حصہ اور برآمدہ مسجد میں شامل رکھا، اور صحن کے حصہ کو بناء مسجد ہی کے وقت سے خارج از مسجد، جب کہ چھت پورے حصہ (مسجد کا اندونی حصہ، برآمدہ صحن) پر ایک ہی ہے، شروع ہی سے نیت یہ تھی کہ صحن کے حصہ کو خارج کر کے مختلف استعمال میں لایا جائے، مثلاً جنازہ کی نماز وغیرہ اور اس حصہ کی چھت پر مسافر خانہ بنایا جائے گا، جو مسجد کی آمدنی کے لئے کرایہ پر ملے گا۔ صورت کچھ اِس طرح ہے:

اندرونی حصہ
برآمدہ داخل
صحن خارج

سوال یہ ہے کہ کیا یہ صورت درست ہے؟ اور صحن کو (جب کہ شروع ہی سے یہ نیت تھی) خارج از مسجد مانا جائے گا یا وہ مسجد ہی ہے؟ کیا اس میں نماز جنازہ صحیح ہے؟ کیا اس پر مسافرخانہ بنانا درست ہے؟ اگر وہ مسجد میں شامل نہیں، تب تو ظاہر ہے کہ صحیح ہے، سوال اس صورت میں ہے جب کہ خارج مسجد نہ ہو؛ بلکہ وہ مسجد ہی ہو، تو کیا مسجد کی چھت پر مسافر خانہ بنا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حصہ شروع ہی سے خارجِ مسجد ہے، اُس میں مسجد کی آمدنی کے لئے مسافر خانہ بنانا، نماز جنازہ پڑھنا وغیرہ جائز ہے، محض چھت ایک ہونے کی وجہ سے وہ حصہ مسجدِ شرعی میں داخل نہیں مانا جائے گا۔

فحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد (الدر المختار) هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق. (الدر المختار مع الشامي / مطلب في أحكام المسجد ٤٣٠/٢ زكريا)

يـمـنـع الـحـيـض دخـو ل الـمسجد و كذا الجنابة وخرج بالمسجد غيره لـمـصلي العيد والجنائز والمدرسة والرباط يمنعان من دخولها. (البحر الرائق / باب الحيض ۱/ ۱۹۵ کوئٹہ، الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة / مطلب يوم عرفة أفضل من يوم الجمعة ۱/ ۳۱۱ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطهارة / الباب السادس، الفصل الرابع في أحكام الحيض ۱/ ۳۸ کوئٹہ)

وفـنـاء المسجد له حكم المسجد، حتى لو اقتدى بالإمام منه يصح ...... دون حرمة مرور الجنب ونحوه. (الحلبي الكبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٤ لاهور، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / فصل: كره غلق باب المسجد ۱/ ۱۰۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قدیم مسجد کے صحن میں ایک حصہ کو جوتا چپل رکھنے کی جگہ بنانا؟

سوال (۱۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جدید مسجد کے سامنے ایک چھوٹی سی قدیم مسجد تھی جو شہید کردی گئی ہے، اور اس قدیم مسجد کے صحن کے اکثر حصوں کو پہلے ہی مسجد جدید کے صحن میں داخل کرلیا گیا ہے، اَب قدیم مسجد کے صحن اخیر کے کچھ حصوں کو شمال وجنوب دونوں جانب جہاں کبھی نماز پڑھی گئی تھی، جوتا چپل رکھنے کی جگہ بنانا چاہتے ہیں، کیا شریعت اِس طرح کرنے کی اِجازت دیتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جگہ مسجد بنائی جائے وہ قیامت تک کے لئے مسجد بن جاتی ہے، اُس میں سے کل یا بعض حصہ کو مسجد سے نکالنا شرعاً جائز نہیں؛ لہٰذا قدیم مسجد کے صحن کے شمالی وجنوبی حصہ کو جوتا چپل رکھنے کی جگہ بنانا شرعاً درست نہ ہوگا۔

أما لو تمت المسجدية، ثم أراد البناء منع، فإذا كان هٰذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه. (الدر المختار / قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/ ٥٤٨ زكريا)

إذا خرب وليس له ما يعمر به، وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر أو لخراب القرية ...... قال أبو يوسف: هو مسجد أبدًا إلى قيام الساعة لا يعود ميراثًا ولا يجوز نقله، ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتویٰ. (البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٢٥١ كوئٹه، الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٤/ ٣٥٨ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹی بڑی مسجد کا کیا معیار ہے؟

سوال (۱۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چھوٹی بڑی مسجد کا معیار کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء کرام نے بڑی مسجد کی تحدید صحیح قول کے اعتبار سے چالیس ہاتھ ۶۰ رفٹ سے کی ہے، اور اگر اس سے کم ہے تو اس پر چھوٹی مسجد کا اطلاق کیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۳۸۴ ڈابھیل، الاوزان المحمودۃ ۸۳)

المسجد الكبير هو أن يكون أربعين فأكثر، وقيل: ستين فأكثر، والصغير بعكسه – إلى قوله – أفاد أن المختار الأول. (طحطاوي على المراقي ٣٤٢ أشرفية)

ومسجد صغير هو أقل من ستين ذراعًا، وقيل: أربعين وهو المختار، كما أشار إليه في الجوهر. (شامي / باب الإمامة ٢/ ٣٩٨ زكريا)

بمسجد كبير هو ما كان أربعين ذراعًا فأكثر والصغير ما كان أقل من ذٰلك، وهو المختار الخ. (طحطاوي على الدر ١/ ٢٦٨ كوئٹه)

الذراع إثنان وثلاثون إصبعًا، والمحدثون يقولون: أربع وعشرون إصبعًا.

(الموسوعة الفقهية ۲۱/۲۰٦ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ کبیر: ۴۰/ذراع لمبی اور ۴۰/ذراع چوڑی؟

سوال (۱٦۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جو مسجد ۴۰/ذراع لمبی اور ۴۰/ذراع چوڑی ہو، وہ مسجد کبیر ہے، تو اس کی تصریح عربی فتاویٰ کی کتابوں سے مطلوب ہے کہ جس میں طولاً وعرضاً دونوں کی صراحت کی گئی ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس سلسلہ میں متون کی جو عبارات دستیاب ہوئیں اُن میں مطلقاً چالیس کا ذکر ہے، طول وعرض کی صراحت نہیں ہے؛ لیکن بعض فقہی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد طول وعرض ہی ہے، جیسا کہ ماء کثیر کے معاملہ میں دہ دردہ کی صراحت فقہ میں موجود ہے۔ عبارات درج ذیل ہیں:

المسجد الكبير هو أن يكون أربعين فأكثر، وقيل: ستين فأكثر والصغير بعكسه ...... وأفاد أن المختار الأول. (طحطاوي على المراقي ۳٤۲)

مسجد صغير هو أقل من ستين ذراعًا، وقيل: من أربعين، وهو المختار كما أشار إليه في الجواهر. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا قرأ قوله تعالىٰ: جدُّك – بدون ألفٍ لا تفسدُ ۲/۳۹۸ زكريا)

وقال الرافعي: وفي حاشية عبد الحليم: الصغير ما يكون أقل من جريب كما في البرجندي. والجريب ستون ذراعًا في ستين بذراع كسرى سبع قبضات. (تقريرات الرافعي ۲/۸۳ زكريا)

وأنت خبير بأن اعتبار العشر أضبط ولا سيما في حق من لا رأي له من

العـوام، فـلهٰـذا أفتى به المتأخرون الأعلام أي في المربع بأربعين، وفي المدور بستة وثـلاثيـن، وفـي الـمثلث من كل جانب خمسة عشر وربعًا وخمسًا بذراع الكرباس. (الدر المختار، كتاب الطهارة / باب المياه ۱/۱ ۳٤-۲ ۳٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰۰/فٹ چوڑی اور ۵۰/فٹ لمبی مسجد کا حکم؟

سوال (۱۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد جو شمال وجنوب کے اعتبار سے ۱۰۰/فٹ چوڑی اور مشرق ومغرب کے اعتبار سے ۵۰/فٹ لمبی ہو، آیا بڑی مسجد میں داخل ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضراتِ فقہاء کرام نے بڑی مسجد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس مسجد کا رقبہ ۴۰/ذراع مربع ہو، یعنی موجودہ حساب کے اعتبار سے وہ مسجد کم از کم ۶۰/فٹ چوڑی اور ۶۰/فٹ لمبی ہو، تو اس پر مسجدِ کبیر کا اطلاق ہوگا۔ اس اعتبار سے سوال میں جس مسجد کا ذکر ہے وہ چوڑائی میں تو مسجدِ کبیر کی تعریف پر منطبق ہوتی ہے؛ لیکن لمبائی میں مسجدِ کبیر سے کم ہے؛ لہٰذا اس پر مسجدِ کبیر کا حکم جاری نہ ہوگا، اور چھوٹی مسجد کے احکام اس پر جاری کئے جائیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۱/۲۳۴ میرٹھ)

المسجد الكبير هو أن يكون أربعين فأكثر، وقيل: ستين فأكثر، والصغير بعكسه ...... أفاد أن المختار الأول. (طحطاوي على المراقي ۳٤۲ أشرفية)

بـمسـجـدٍ كبيـرٍ هو ما كان أربعين ذراعًا فأكثر، والصغير ما كان أقل من ذٰلک وهو المختار. (طحطاوي على الدر ۲٦٨/۱ كوئٹه)

الـصغيـر مـا يـكـون أقل من جريب كما في البرجندي، والجريب ستون

ذراعًا في ستين. (التقريرات الرافعي ۸۳/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا منبر محراب کے کس جانب ہونا چاہئے؟

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ساری دنیا میں مساجد میں جو منبر بنایا جاتا ہے، وہ محراب کے دائیں جانب اور سیڑھیاں سامنے کی طرف سے ہوتی ہیں، یعنی امام صاحب مشرق کی جانب سے سیڑھیوں پر بیٹھتے ہیں، تو قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے، اور جانبِ مشرق رخ ہوتا ہے منبر کی یہی صورت زمانۂ رسالتِ مآب اسے چلی آرہی ہے؛ لیکن پچھلے چند سال سے بعض جگہ جدید ذہنیت کے حامل انجینئرس وآرکیٹیکٹ بعض جدید مساجد کے نقشے بناتے وقت منبر کو تبدیل کررہے ہیں، محراب کے اندر سے سیڑھیاں بنائی جارہی ہیں، اور امام صاحب جانبِ جنوب سے چڑھ کر ایک پلیٹ فارم (چبوترے) پر آکر مشرق کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے اور دو خطبوں کے درمیان کرسی پر بیٹھتے ہیں، یہ شکل شرعاً کہاں تک درست ہے؟ کیا خلافِ سنت نہیں ہے، مکمل وضاحت کے ساتھ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ کے لئے ممبر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ امام قدرے بلند جگہ پر کھڑا ہو؛ تاکہ دور تک وہ نظر آسکے اور یہ مقصد ہر اس صورت میں پورا ہوجائے گا، جس میں امام کے کھڑا ہونے کے لئے اونچی جگہ بنائی جائے؛ لیکن سنتِ متوارثہ یہی ہے کہ محراب کے دائیں جانب تین سیڑھیوں پر مشتمل ممبر بنایا جائے، اس کے خلاف جو طریقہ سوال میں درج کیا گیا ہے، وہ خلافِ اولیٰ اور خلافِ سنتِ متوارثہ ہوگا اس جدت سے احتراز بہتر ہے۔

ومن السنة أن يخطب عليه اقتداء به صلى اللّٰه عليه وسلم وأن يكون على

يسـار الـمـحـراب و مـنبـر ه صـلـى الـلّٰه عليه و سلم كان ثلاث در ج غير المساة بالمستر اح. (شامي، باب الجمعة / مطلب في حكم الموتى بين يدي الخطيب زكريا ٣٩/٣ زكريا)

و مـنبـر ه صـلى اللّٰه عليه الصلاة و السلام كان ثلاث درجات. (شامي / باب الجمعة ١٦١/٢ دار الفكر بيروت)

قـال الـعيـنـي: ثـم اعـلـم أن المنبر لم يزل على حالة ثلاث درجات. (بذل المجهود / باب اتخاذ المنبر ١٧٨/٢ المكتبة الإمدادية ملتان، ٧٧/٦ لكناؤ)

ولـم يـزل الـمـنبـر عـلى حاله ثلاث درجاتٍ، حتى زاده مروان في خلافة معاوية ست درجات من أسفله. (فتح الباري، كتاب الجمعة / باب الصلاة على المنبر والسطوح ٥٠٧/٢ قديمي، ٣٩٩/٢ دار الفكر بيروت)

قـلت: ويدل على كون منبره – صلى اللّٰه عليه وسلم – ثلاث درجاتٍ ما أخرجه الحاكم بسنده الصحيح ١٥٣/٤ عن كعب بن عجرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "احضروا المنبر"، فحضرنا، فلما ارتقى درجةً قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال: آميـن، فـلـما نزل قلنا: يا رسول اللّٰه! لقد سمعنا منک اليوم شيئًا ما كنا نسمعه؟ قـال: إن جبـرئيل عليه السلام عرض لي، فقال: بعُد من أدْرک رمضان فلم يُغفر لـه، قلت: آ/ين، فلما رقيتُ الثانية قال: بعُد من ذُكرت عنده، فلم يصلِّ عليک، فقلت: آمين، فلما رقيتُ الثالثة قلا: بعُد من أدرک أبويه الكِبرُ عنده أو أحدهما فـلم يُدخلاه الجنةَ قلت: آمين. (التـرغيـب والترهيب مكمل، كتاب الصوم / الترغيب في صيام رمضان احتسابًا وقيام ليله سيما ليلةَ القدر وما جاء في فضله ص: ٢٣١ رقم: ١٤٩٩ بيت الأفكار الدولية)

ذهـب الـفـقهـاء إلـى أن اتـخاذ المنبر سنة، مجمع عليها كما أنه يسن أن تـكـون الـخـطبة عـلـى الـمنبر، ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب بالنسبة للمصلين. (الموسوعة الفقهية ٨٥/٣٩ كويت)

المنبر في اللغة: مرقاة يرتقيها الخطيب أو الواعظ ليخاطب الجمع وسمى منبرًا لإرتفاعه وعلوه. (الموسوعة الفقهية ۳۹/۸٤ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غصب کردہ زمین پر مسجد بنانا؟

سوال (۱٦۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس کل تیرہ آنہ مالیت کی زمین ہے، جس میں آٹھ آنہ زمین غاصبانہ ہے، پانچ آنہ زمین زید کی اپنی جائز ہے؛ لیکن چک بندی میں چک بندی والوں نے زید کی جائز زمین کو اور جو غاصبانہ زمین تھی، دونوں کو یکجا جمع کر دیا ہے، جس کی وجہ سے جائز اور غاصبانہ دونوں خلط ملط ہوگئی ہیں، زید اپنے اس چک میں ایک جانب مسجد بنانا چاہتا ہے، کیا مسجد بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلے مغصوبہ زمین کے بقدر یا اُس کی قیمت مالکِ حقیقی یا اُس کے ورثہ کو اَدا کرے، اس کے بعد اس جگہ مسجد بنوانا درست ہوگا۔

وعلى الغاصب ردّ العين المغصوبة، فإن أخذه فليرده عليه ......، ورد القيمة مخلص خلفًا. (الهداية ۳/۳۷۳ مكتبه بلال ديوبند)

أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسدٍ، وأن لا يكون محجورًا عن التصرف، حتى لو وقف الغاصب المغصوب، لم يصح، وإن ملكه بعد بشراء أو صلح. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: قد يثبت الوقف بالضرورة ٤/۳٤١-۳٤۹ کراچی، البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۳١٤ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ۲/۳۵۳ زكريا)

ولا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامي، کتاب الحدود / باب التعزیر، مطلب: في التعزیر بأخذ المال ۱۰٦/٦ زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الغصب / الباب السابع في حد القذف، فصل في التعزیر ۱٦۷/۲ زکریا، البحر الرائق، کتاب الحدود / باب حد القذف، فصل في التعزیر ٦۸/۲ زکریا، النهر الفائق، کتاب الحدود / باب حد القذف ۱٦٥/۳ إمدادیه ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۷/۵/۱۴۱۱ھ

مغصوبہ زمین میں مسجد بنانا؟

سوال (۱٦٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس کل تیرہ آنہ مالیت کی زمین ہے، جس میں آٹھ آنہ غاصبانہ زمین ہے اور پانچ آنہ زید کی اپنی جائز زمین ہے؛ لیکن دونوں خلط ملط ہے، زید نے اپنی اسی زمین میں سے پانچ آنہ مالیت کی زمین بیچ بھی دی ہے، اور پانچ آنہ اسی مالیت کی اپنی جائز زمین زید کی بھی تھی، زید اپنی اسی زمین میں جو آٹھ آنہ مالیت کی بچی ہے، اسی میں ایک جانب مسجد بنوانا چاہتا ہے، جب کہ جن لوگوں کی زید اور زید کے والد وغیرہ نے غاصبانہ زمین لی ہے، اُن کے ورثہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری اتنی زمین زید اور زید کے والد وغیرہ نے لی ہے، اور زید خود بھی اعتراف کرتا ہے؛ لیکن دینا نہیں چاہتا ہے، اب زید اپنی اسی زمین میں ایک جانب مسجد بنوانا چاہتا ہے، کیا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ زید اپنے حصہ کے بقدر زمین فروخت کر چکا ہے، تو مابقیہ ساری زمین مغصوبہ سمجھی جائے گی، اس کا مالک پر لوٹانا ضروری ہے، اس میں زید کو مسجد بنانے کا حق نہیں ہے۔

عن سالم عن أبیه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

مـن أخذ من الأرض شيئًا بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب المظالم والغصب / باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض رقم: ٢٤٥٤ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية ٢٥٤)

وعلى الغاصب ردّ العين المغصوبة. (الهداية / كتاب الغصب ٣٥٧/٣)

وكذا تكره في أماكن: كفوق كعبة ...... وأرض مغصوبة أو للغير لو مزروعةً أو مكروبةً (الدر المختار) وفي الواقعات: بنى مسجدًا في سور المدينة، لا ينبغي أن يصلى فيه؛ لأنه حق العامة، فلم يخلص للّٰه تعالىٰ كالمبنى في أرض مغصوبة ...... فالصلاة فيها مكروهة تحريمًا في قول، وغير صحيحة له في قول آخر.
(رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ٣٨١/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۷/۵/۱۴۱۱ھ

سوتیلی والدہ کی زمین پر زبردستی قبضہ کرکے مسجد بنانا

سوال (۱۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر نے نکاح ثانی ایسی عورت سے کیا تھا جس کے پاس تقریباً دس بیگھہ اراضی بیع نامہ تھی، جب کہ اس سے پہلی زوجہ سے تین اولاد تھیں، دولڑکے تلن وشہاب الدین ایک صاحبزادی سعیدن اس کے بعد زوجہ ثانی جو کہ اس آراضی کی مالک تھی، جو اس کے والد سے ملی تھی، اس سے بھی ایک لڑکی ہاجرہ نامی پیدا ہوئی، بکر کے انتقال کے بعد بڑے صاحبزادے تلن جو کہ پہلی زوجہ سے تھے، اُنہوں نے دوسرے بہن بھائیوں کو محروم کرکے اپنی سوتیلی والدہ سے جبراً وقہراً ساری آراضی اپنے نام کرالی، جب کہ گاؤں کے بہت لوگ گواہ ہیں، آئندہ چل کر تقریباً تلن نے سوا بیگھہ آراضی مدرسہ کے نام ہبہ کردی، اس میں دینی ادارہ چل رہا ہے، ضرورت کے تحت اس میں مسجد کی تعمیر بھی ہوچکی ہے، نماز بھی ادا کی جاتی ہے، آیا اس مسجد میں نماز جائز ہے، اگر ناجائز ہے، تو پھر جائز کی کیا شکل ہوگی؟ اور اور پڑھی گئی نمازیں ادا ہوگئیں یا اعادہ کرنا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال تلن کا اپنی سوتیلی والدہ سے اس کی پوری جائیداد اپنے نام کرا کر اس پر قبضہ کر لینا درست نہیں تھا؛ لیکن اگر ہبہ کے بعد باقاعدہ قبضہ کر لیا گیا تو اُس کی ملکیت شرعاً تام ہو چکی ہے؛ لہٰذا وہ اس میں سے مدرسہ یا مسجد کے نام کر سکتا ہے، اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنا درست ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن السائب بن زید عن أبیه عن جده رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یأخذ أحدکم عصا أخیه لاعبًا ولا جادًّا، فمن أخذ عصا أخیه فلیردها إلیه. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یروّع مسلمًا ۳۹/۲ رقم: ۲۲۴۹، سنن أبي داؤد، کتاب الأدب / باب من یأخذ الشيء علی المزاح ۶۸۳/۲ رقم: ۵۰۰۳)

وتتم الهبة بالقبض الکامل. (شامي / کتاب الهبة ۴۹۳/۸ زکریا)

ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل، وبقوله: جعلته مسجدًا عند الثاني. (شامي / مطلب: إذا وقف کل نصف علی حدة صار وقفین ۵۴۴/۶ زکریا)

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه، وإن فعل کان ضامنًا. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ مکتبة إتحاد دیوبند، الأشباه والنظائر، کتاب الغصب / الفن الثاني، الفوائد: ۴۴۲/۲ رقم القاعدة: ۱۷۱۲ زکریا، وکذا في الدر المختار / کتاب الغصب ۲۰۰/۶ دار الفکر بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۰/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مشترکہ غیر منقسم زمین پر ایک فریق کا مسجد بنانا؟

سوال (۱۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی مشترکہ زمین ہے، زید اپنے دیگر شرکاء کو دینا نہیں چاہتا تھا؛ لیکن زید کے شرکاء نے

موجودہ عدالت میں مقدمہ دائر کردیا، عدالت نے زید کے شرکاء کے حق میں ڈگری کردی؛ لیکن ابھی حصہ کشی نہیں ہوئی ہے، زید اسی مشترکہ زمین میں بلا اپنے شرکاء سے اجازت لئے ہوئے ایک جانب مسجد بنوانا چاہتا ہے، جب کہ احتمال ہے کہ جہاں مسجد بنے گی، وہاں عدالت زید کے شرکاء کا حصہ متعین کردے گی؛ کیوں کہ حصہ کشی کا مقدمہ موجودہ عدالت میں دائر ہے، تو کیا زید کا مسجد بنوانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین کی باقاعدہ تقسیم سے پہلے زید کو اس میں تصرف کرنا درست نہیں ہے، دوسرے شرکاء کی رضامندی کے بغیر اس زمین کے کسی بھی حصہ میں مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔

فشركة الأملاك العين يرثها رجلان ويشتريانها، فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الاٰخر إلا بإذنهٖ ......، ويجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه في جميع الصور، ومن غير شريكه بغير إذنه إلا في صورة الخلط والاختلاط؛ فإنه لا يجوز إلا بإذنهٖ. (الهداية / أول كتاب الشركة ٢/٦٠٥)

كل من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة سائرهم، فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر، ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه. (شرح المجلة ١/٦٠١ رقم المادة: ١٠٧٥ المكتبة الحنفية كوئٹه)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/٦١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة إتحاد ديوبند)

كل واحد من الشريكين أو الشركاء شركة ملك أجنبي في نصيب الآخر، حتى لا يجوز له التصرف فيه إلا بإذن الآخر كغير الشريك لعدم تضمنها الوكالة.

(مجمع الأنهر / كتاب الشركة ٢/٥٤٣ المكتبة الغفارية كوئٹه، وكذا في رد المحتار ٦/٢٠٠ كراچی)

وإذا بنى في الأرض المشتركة بغير إذن الشريك له أن ينقض بناءه.

(الفتاویٰ الكاملية / كتاب الشركة ٥١ المكتبة الحقانية پشاور)

وإذا بنى أحد الشركاء في الملك المشترك القابل القسمة بدون إذن الآخرين، ثم طلب الآخرون القسمة تقسم، فإن خرج ذٰلك البناء في نصيب بانيه فبها، وإن خرج في نصيب الآخر، فله أن يكلف بانيه هدمه ورفعه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۶۴۷/۱ رقم المادة: ۱۱۷۳ المكتبة الحنفية كوئٹه، تنقیح الفتاویٰ الحامدية / كتاب الشركة ۸۸/۱ المكتبة الميمنية مصر، وكذا في الدر المختار / كتاب القسمة ۲۶۸/۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۵/۱۷ھ

مالکان اور میونسپلٹی کی اِجازت کے بغیر بورڈ کی جگہ مسجد بنانا؟

سوال (۱۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جگہ ایسی ہے جس میں کچھ حصہ میونسپلٹی کی ملک ہے، اور بقیہ حصہ متعدد افراد کی ملکیت میں ہیں، تو اُس جگہ مسجد کا قیام بغیر مالکان کے درست اور وہاں نماز پڑھنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالکان اور میونسپلٹی کی اِجازت کے بغیر وہ جگہ شرعی مسجد نہیں بن سکتی؛ بلکہ وہاں نماز پڑھنا بھی اجازت ملنے تک مکروہ ہوگا۔

أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكًا باتًّا ولو بسبب فاسد، وأن لا يكون محجورًا عن التصرف، حتى لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح، وإن ملكه بعد بشراء أو صلح. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: قد يثبت الوقف بالضرورة ۳۴۰/۴-۳۴۱ کراچی)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ مكتبة إتحاد ديوبند، الأشباه والنظائر، كتاب الغصب / الفن الثاني، الفوائد: ۴۴/۲ رقم القاعدة: ۱۷۱۲ زكريا، وكذا في الدر

المختار / كتاب الغصب ٦/ ٢٠٠ دار الفكر بيروت)

ومن شرائطه الملك وقت الوقف، حتى لو غصب أرضًا فوقفها ثم ملكها لا يكون وقفًا. (مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٢/ ٥٦٧-٥٦٨ المكتبة الغفارية كوئٹه، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٣١٤ زكريا، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ٢/ ٣٥٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مسجد کی بلڈنگ کی قیمت دلال نے مالک کو نہ دی ہو اُس میں نماز کا حکم؟

سوال (۱۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد اقصیٰ سے متصل سروے نمبر ۵۲۹ سے سروے ۵۳۰ مارواڑی کی پلاٹنگ تھی، جس کا دلال بابو خاں ولد نصر اللہ تھا پلاٹ کی قیمت ۷۰/ ہزار روپئے طے کی گئی تھی، جس میں سے تقریباً ۵۵/ ہزار روپئے بابو خاں کو پہنچ گئے ہیں، جس کا خود اس دلال نے اقرار کیا ہے، اس مارواڑی کا کہنا ہے کہ یہ پلاٹ کی رقم مجھ تک نہیں پہنچی۔

اب اگر دلال کو رقم پہنچ جانے کی بنیاد پر ہم اس زمین پر مسجد کا تعمیری کام جاری کرلیں اور مالک زمین باوجود یہ کہ زمین کی اصل رقم دلال سے مجھ تک نہیں پہنچی، دباؤ وغیرہ میں آکر اس کام کو نہ روکے، تو ایسی صورت میں یہ تعمیر کردہ مسجد مسجد صحیح کہلائے گی یا نہیں؟ اور ایسی مسجد میں نماز ادا کرنے سے نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اصل بیع کا معاملہ تو منعقد ہو چکا ہے، صرف رقم کی ادائیگی کا مسئلہ ہے، دلال نے اصل مالک کو موصولہ رقم ادا نہ کرکے غیر ذمہ داری

کا ثبوت دیا ہے، اس پر دباؤ ڈال کر وہ رقم اہل مالک تک پہنچانی لازم ہے، اور اگر وہ ادا نہ کرے تو اہلِ مسجد یہ رقم مالک کو دیں اور اپنی دی ہوئی رقم دلال سے واپس لے لیں؛ تاہم اس جگہ تعمیر شدہ مسجد میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا؛ کیوں کہ اصل معاملہ شرعی طور پر درست ہے۔

ویجوز البیع بثمن حال ومؤجل إذا کان الأجل معلوماً. (الهداية / کتاب البیوع ۳/ ۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۹/۱۴/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کی زمین پر بغیر اِجازت کے بنائی ہوئی مسجد مسجدِ شرعی نہیں

سوال (۱۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد شفیع کی آراضی ۳۵ رگز پر قاسم کے گروپ کے آدمیوں نے عارضی طور پر نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور نماز پڑھنے لگے، اِدھر جب شفیع کو پتہ چلا تو شفیع نے فون کے ذریعہ سے منع کر دیا، اور ایک عالم سے بھی کہلوایا کہ میری جگہ میں عارضی طور پر بھی نماز نہ پڑھیں؛ کیوں کہ قاسم کا ذہن بریلوی مسلک کا تھا، اور گاؤں میں دو مساجد کی بھی بالکل ضرورت نہیں تھی، شفیع کی اِس بات پر قاسم نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے ٹھیک ہونے پر آپ کی جگہ خالی کر دوں گا، اسی دوران شفیع کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ اپنی جگہ خالی کرالینا، کچھ دن کے بعد قاسم کا بھی انتقال ہوگیا، قاسم کی ایک لڑکی ہے شفیع کے ورثہ نے قاسم کی لڑکی سے جگہ خالی کرنے کو کہا تو اُس نے جواب دیا کہ جو بھی مفتی حضرات کہیں گے، میں اُس پر عمل کروں گی۔

ایک مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کیا گیا، تو زمین لوٹانے کی بات طے ہوئی، اس پر قاسم کی لڑکی نے کہا کہ مجھے دو ماہ کا ٹائم دیں ہم نے وقت منظور کر لیا، پھر اُس لڑکی نے اپنے گروپ کے آدمیوں کے سامنے بات رکھی جس کو اُن کے لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا، جب کہ پہلے سبھی

لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر قاسم یا اُن کی لڑکی کہہ دے گی تو ہم زمین خالی کردیں گے۔

اُن کے ایک ذمہ دار نے کہا کہ ہم نے مفتی صاحب سے پوچھا ہے تو مفتی صاحب نے کہا کہ یہ مسجد ٹھیک ہے، اور اس پر اب شفیع کی اولاد کا بھی حق نہیں ہے، اور نہ ہی قاسم کی لڑکی کو کوئی حق ہے، جب کہ قاسم کی لڑکی مسجد میں کافی خرچ کرتی رہتی ہے، کیا شفیع کی اجازت کے بغیر شفیع کی زمین پر عارضی یا قطعی طور پر مسجد بنا سکتا ہے؟ کیا شفیع کی مرضی کے بغیر نماز ہوگی؟ کیا شفیع کی زمین پر اُس کی اولاد کا حق ہوگا یا نہیں؟ کیا گاؤں کے ذمہ دار کا پوچھا ہوا مسئلہ ٹھیک ہے یا غلط؟ کیا شفیع کی زمین شفیع کے لڑکے کو ملنی چاہئے؟ اور جھگڑا کر کے دو مسجد بنانا ٹھیک ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق محمد شفیع کی جگہ میں اُس کی اِجازت کے بغیر جو مسجد بنائی گئی ہے، وہ مسجدِ شرعی نہیں ہے، جب تک محمد شفیع کے سب وارثین اپنی مرضی سے اُسے مسجد نہ بنائیں، اس جگہ کو مسجد قرار نہیں دیا جا سکتا؛ لہٰذا جن لوگوں نے اُس جگہ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اُن پر لازم ہے کہ وہ اپنا قبضہ ختم کریں، اور یہ جگہ محمد شفیع کے وارثین کے حوالہ کردیں۔

أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسدٍ، وأن لا يكون محجورًا عن التصرف، حتى لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح، وإن ملكه بعد بشراء أو صلح. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: قد يثبت الوقف بالضرورة ٣٤١/٤-٣٤٩ كراچی، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ٣٥٣/٢ زكريا)

وكذا تكره في أماكن: كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة …… وأرض مغصوبة أو للغير (الدر المختار) وفي الواقعات: بنى مسجدًا على سور المدينة، لا ينبغي أن يصلى فيه؛ لأنه حق العامة، فلم يخلص للّٰه تعالىٰ كالمبنى في أرض مغصوبة الخ …… فالصلاة فيها مكروهة تحريمًا في قول، وغير صحيحة له في

قول آخر. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة الخ ۳۸۱/۱ کراچی)

الخامس من شرائطه الملک وقت الوقف، حتی لو غصب أرضًا فوقفها ثم اشتراها من مالكها و دفع الثمن إليه أو صالح على مال دفعه إليه لا تكون وقفًا ...... فلو استحق الوقف بطل. (البحرالرائق / كتاب الوقف ۳۱٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی توسیع زینہ راستہ وغیرہ مغصوبہ زمین پر بنانا؟

سوال (۱۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سائل کی ایک موروثی زمین ہے، جس کو سائل کے والد جناب عبدالحکیم مرحوم نے خرید لی تھی، زمین مذکورہ کے بعض حصہ پر مکان اور بعض حصہ کھلا ہوا آسائش اور آئندہ تعمیر کے لئے چھوڑ رکھا تھا، زمین کے پورب اتر ایک مسجد ہے، بعد کے لوگوں نے سائل مذکور کی کھلی زمین پر جب ہم سائل نے تعمیر کرنی چاہی، تو مسجد والوں نے رکاوٹ پیدا کی اور قانونی کارروائی بھی کی۔

صورتِ مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی توسیع زینہ راستہ اور وضوخانہ کسی مغصوبہ زمین پر بنانا جائز ہے؟ اس حصہ پر نماز درست ہوگی؟ اور کیا مسجد والوں کو سائل کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا کرنا درست ہے؟

واضح ہو کہ سائل کی زمین کا خرید کردہ رقبہ موقع پر کم ہوگیا ہے، اور پیمائش سے یہ بات واضح ہوچکی ہے، متعلقہ اور مسجد کا رقبہ اپنے مندرجہ رقبہ کاغذات سے کافی زائد ہوگیا ہے، اور پیمائش سے یہ بات واضح ہوچکی ہے، متعلقہ کاغذات سوال کے ساتھ منسلک ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسرے کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر مسجد کی توسیع اور ضروریاتِ مسجد، زینہ وغیرہ کی تعمیر شرعاً جائز نہیں ہے، اور اگر مسجد شرعی کی حدود میں

مغصوبہ حصہ آتا ہے، تو اُس حصہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا؛ لہٰذا زائد غیر موقوفہ حصہ اصل مالک کو واپس کیا جائے، یا اُس کی مناسب قیمت ادا کردی جائے، اور جو حصہ اُس وقت اصل مالک کے قبضہ میں ہے، اُس میں تصرف اور تعمیر میں وہ خودمختار ہے، اہلِ مسجد کو بلاوجہ اُس میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يأخذ عصًا بغير طيب نفس منه. قال: ذٰلك لشدة ما حرّم اللّٰه من مال المسلم على المسلم. (صحيح ابن حبان رقم: ١١٦٦، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب الترهيب من غصب الأرض ٤٢١ رقم: ٢٩٠٤ بيت الأفكار الدولية)

وفي إجارة الفيض إنما لا يتحقق الغصب عندهما في العقار في حكم الضمان، أما في ما وراء ذٰلك فيتحقق، ألا ترى أنه يتحقق في الرد. (الدر المختار) أي في وجوب رده على مالكه. (شامي / كتاب الغصب ٢٧٢/٩ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل ذٰلك كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١ رقم: ٩٦)

ولا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

مسجد کی تعمیر کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا؟

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مسجد کی تعمیر کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا یا غیر مسلم کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی تعمیر کے لئے غیر مسلم سے چندہ کا مطالبہ تو نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی غیر مسلم خود اپنی خوشی سے مسجد میں کوئی رقم دے اور اس رقم کو مسجد میں لگانے سے آئندہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو اُس کی دی ہوئی رقم مسجد میں لگانا درست ہے۔ (کفایت المفتی ۷/۷۷، فتاویٰ رشیدیہ ۵۳۷)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اَوْلِيَآءَ، بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ فنهي في هٰذه الآية من موالاة الكفار وإكرامهم …… ونهىٰ عن الاستعانة بهم في أمور المسلمين، لما فيه من العز وعلو اليد، وكذٰلك كتب عمر إلى أبي موسىٰ الأشعري رضي اللّٰه عنه ينهاه أن يستعين بأحد من أهل الشرك في كتابته. (أحكام القرآن، البراءة / مطلب في تميز الطبقات ٩٩/٣ دار الكتاب العربي بيروت)

ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للإمام إنما يقبلها إذا وقع عندهم أن قتالنا للدين لا الدنيا، وما أخذ منهم بلا حرب …… مصالحنا خير مصرف، كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء (الدر المختار) وفي الشامي: ومثله بناء مسجدٍ وحوضٍ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في مصارف بيت المال ٦/٣٤٨-٩ ٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۴/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کا روپیہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۱۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر مسلم کا روپیہ پیسہ مسجد میں لگانے کا کیا حکم ہے؟ اگر اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، تو وہ بھی

ظاہر فرمادیں؛ کیوں کہ غیر مسلم کا پیسہ مشکوک ہوتا ہے، اور مسجد میں پاک آمدنی کا پیسہ لگایا جاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کا روپیہ پیسہ مسجد میں لگانے کی گنجائش ہے؛ ہاں البتہ اگر یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی آمدنی یا مسجد میں دیا ہوا پیسہ حرام طریقہ سے حاصل کیا ہوا ہے، تو اِس صورت میں مسجد کے اخراجات میں اس پیسہ کو خرچ کرنا جائز نہیں، محض شک کی وجہ سے ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۵۳۷، امداد الفتاویٰ ۲/۶۶۴، فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۱۲۱ میرٹھ، ایضاح المسائل ۱۳۶)

ولو أوصى بثلث ماله بأن يحج عنه قوم من المسلمين أو يبنى به مسجد للمسلمين إن كان ذٰلك لقوم بأعيانهم صحت الوصية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الثامن في وصية الذمي والحربي ۶/۱۳۲)

إن شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (شامي، كتاب الوقف / مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ۶/۵۲۴ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۱۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۸/۱۸ھ

غیر مسلم کا دیا ہوا پیسہ مسجد میں کہاں لگ سکتا ہے؟

سوال (۱۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر مسلم کا دیا ہوا پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ اور لگ سکتا ہے تو کس جگہ پر لگ سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی غیر مسلم بخوشی مسجد کا تعاون کرے، تو اُس کا دیا

ہوا روپیہ مسجد کی ضروریات وتعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ آئندہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ۶/۴۳۹، کفایت المفتی ۷/۴۷)

وأما الإسلام، فليس من شرطه، فصح وقف الذمي بشرط كونه قربةً عندنا وعندهم. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۵/۱۸۹ كوئٹه، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الوقف ۲/۵٦٨ المكتبة الغفارية كوئٹه)

بدليل صحته من الكافر، وفي الشامية: فهو بدونها مباح حتى يصح من الكافر كالعتق والنكاح. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: لو وقف على الأغنياء وحدهم لم يجز ٦/٥٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کا اپنے پیسے سے مسجد بنوانا؟

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مسجد کی تعمیر میں اپنا چندہ دے رہا ہے تو کیسا ہے؟ اور اگر غیر مسلم اپنے پیسے سے اس نے مسجد تعمیر کروادی، تو اس میں نماز پنج گانہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان شخص کے لئے مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا بڑے ثواب کا کام ہے، اور اگر کوئی غیر مسلم شخص کار خیر سمجھ کر مسجد بنوائے اور بعد میں کسی فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۴۱ ڈابھیل)

روي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من بنى لله مسجدًا صغيرًا كان أو كبيرًا بنى الله له بيتًا في الجنة. (سنن ترمذي، أبواب الصلاة / باب ما جاء في فضل بنيان المسجد ۱/ ۷۳)

شرط وقف الذمي أن يكون قربةً عندنا وعندهم، كالوقف على الفقراء،

أو على مسجد القدس . (شامي، كتاب الوقف / مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ٦/٥٢٤ زكريا)

وأمـا الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعـنـدهـم، كـمـا لو وقف على أولاده أو على الفقراء، أو على فقراء أهل الذمة.

(البحرالرائق ۵/۱۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کے پیسے سے بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا؟

سـوال (۱۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر شاہجہاں پور میں ایک نیا بائی پاس روڈ تعمیر ہوا ہے، جو سیتاپور بریلی کو شہر سے باہر باہر گاڑیوں کے لئے بنا ہے، اس روڈ پر اہل ہنود نے ایک مسجد اپنی زمین پر اپنے پیسہ سے تعمیر کرائی ہے، جس کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، اُن کی خواہش ہے کہ مندرجہ بالا مسجد میں مسلمان آ کر نماز باجماعت ادا کریں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع مسجد میں نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، تو شرعاً وہ کون سا طریقہ ہوسکتا ہے جس سے مسجد آباد ہوجائے؟ وہ طریقہ مع حوالہ کتبِ فقہ تحریر فرمائیں؟

نوٹ :- مندرجہ بالا اہلِ ہنود پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر اور غریب پرور ہے، اکثر بلاتخصیص مذہب غرباء کی مدد کرتا ہے، عرصہ ۴-۵/ سال سے ڈاکٹر صاحب روزہ افطار کی دعوت بھی کرتے ہیں، خود شریک افطار ہوتے ہیں، بعد افطار آخری صف میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوکر نقلِ نماز بھی کرتے ہیں، اور دیگر کام جو شرعی اعتبار سے مناسب نہیں ہیں، وہ بھی کرتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ غیر مسلم اس زمین اور اس پر تعمیر شدہ عمارت

کومسجد کے لئے وقف کرکے مسلمانوں کے قبضہ میں دیدے، اور بعد میں کسی فتنہ اور غیروں کی دخل اندازی کا بھی کوئی خطرہ نہ ہو، تو یہ جگہ مسجد شرعی بن جائے گی، اور وہاں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۷/۴۷، امداد یہ ملتان، احسن الفتاویٰ ۶/۶۳۹)

والمراد أنه ليس موضوعًا للتعبد به كالصلاة والحج بحيث لايصح من الكافر أصلاً؛ بل التقرب به موقوف على نية القربة، فهو بدونها مباح حتى يصح من الكافر كالعتق والنكاح. (شامي، كتاب الوقف / مطلب لو وقف على الأغنياء وحدهم لم يجز ٦/٥٢١ زكريا)

ولو أن ذميًا أوصى بأن يشتري بثلث ماله رقابًا، وتعتق عنه بأعيانهم أو بغير أعيانه، أو أوصىٰ بأن يتصدق بثلث ماله على الفقراء والمساكين، أو أن يسرج به في بيت المقدس، أو يبنىٰ فيه، أو يغزىٰ به الترک أو الديلم، والموصي من النصارىٰ، فالوصية صحيحة ...... ولو أوصىٰ بثلث ماله بأن يحج عنه قوم من المسلمين، أو يبنىٰ به مسجد للمسلمين، إن كان ذٰلک لقوم بأعيانهم صحت الوصية، وتعتبر تمليكًا لهم، وكانوا بالخيار: إن شاؤا أحجوا به، وبنوا المسجد، وإن شاؤا لا. وإن كان ذٰلک لقوم غير معينين، فالوصية باطلة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الثامن في وصية الذمي والحربي ٦/١٣١-١٣٢ زكريا، البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب وصية الذمي ٩/٣٠٣-٣٠٤ زكريا، وكذا في فتح القدير، كتاب الوصايا / باب وصية الذمي ١٠/٤٩٣-٤٩٤ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

وجملة الكلام في وصايا أهل الذمة أنها لا تخلوا: إما إن كان الموصى به أمرًا هو قربة عندنا وعندهم، أو كان أمرًا هو قربة عندنا لا عندهم، وإما إن كان أمرًا هو قربة عندهم لا عندنا، فإن كان الموصى به شيئًا هو قربة عندنا وعندهم بأن أوصىٰ بثلث ماله أن يتصدق به على الفقراء المسلمين، أو على فقراء أهل

الـذمة، أو بـعتق الرقاب، وبعمارة المسجد الأقصى ونحو ذٰلک، جاز في قولهم جـميعًا؛ لأن هٰذا مما يتقرب به المسلمون وأهل الذمة ...... الخ . (بدائع الصنائع في تـرتيب الشرائع / كتاب الوصايا ۱۰/ ٥۰۰ دار الكتب العلمية بيروت، ٦/ ٤٣٩ زكريا، رد المحتار، كتاب الوصايا / فصل في وصايا الذمي وغيره ٦/ ٦٩٦ كراچی) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری زمین مسجد میں استعمال کرنا

سرکاری زمین کو مسجد میں شامل کرنا؟

سوال (۱۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری زمین کو مسجد میں شامل کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکار کی اِجازت کے بغیر جو جگہ مسجد میں شامل کر لی گئی ہے وہ مسجدِ شرعی کے حکم میں نہ ہوگی، اور وہاں نماز پڑھنے سے مسجدِ شرعی کا ثواب نہ ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۱۷۸ ڈابھیل، کفایت المفتی ۷/ ۴۹، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۲/ ۱۴۸)

قلت: وهو كذٰلك، فإن شرط الوقف التأبيد. والأرض إذا كانت ملكًا لغيره، فللمالك استردادها، وأمره بنقض البناء. وكذا لو كانت ملكًا له؛ فإنّ لورثته بعده ذٰلك، فلا يكون الوقف مؤبدًا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: مناظرة ابن الشحنة مع شيخه العلامة قاسم في وقف البناء ٤/ ٣٩٠ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکار کی دی ہوئی زمین میں مسجد بنانا اور نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قصبہ پچھیمہ بازار ضلع بہرائچ یوپی میں ایک جامع مسجد ہے، جس کی زمین تقریباً سو سال سے

زیادہ عرصہ قبل سرکار نے دی تھی، اور اس کے کاغذات موجود ہیں، تو کیا سرکار کی اس دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا اور اس میں پنجوقتہ نماز جماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ مذکورہ زمین پر سرکاری اِجازت سے مسجد بنائی گئی ہے، اور سوسال سے وہاں نماز ادا کی جارہی ہے، تو وہاں نماز پڑھنا بلا شبہ بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

وفي الذخيرة: وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه جماعة فإنه يصير مسجدًا. (شامي ٣٥٦/٤ كراچي، ٥٤٥/٦ زكريا)

سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضًا من أرض البلد حوانيت موقوفة على المسجد، وأمرهم أن يزيدوا في مساجدهم، ينظر: إن كانت البلدة فتحت عنوةً يجوز أمره إذا كان لا يضرّ بالمارة؛ لأن البلدة إذا فتحت عنوةً، صارت ملكًا للغزاة، فجاز أمر السلطان فيها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول ٤٥٧/٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٨٤٣/٥ كراچي، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٤١٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری زمین پر زبردستی مسجد مدرسہ بنانا؟

سوال (۱۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری وہ زمین جس کی ملکیت کا پٹہ نہیں دیا جاتا ہے، جسے گوجر (زمین) کہتے ہیں؛ البتہ اگر کوئی جبراً عمل دخل کرلے تو سالانہ کچھ جرمانہ کی پاوی (دستاویز) دی جاتی ہے، اور سرکار جب

چاہے دوبارہ اس زمین پر قبضہ کرلے اور واپس لے لے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی زمین پر کچھ لوگ جبراً دخل کر کے مسجد ومدرسہ کی تعمیر کر لیتے ہیں، تو اب ایسے جبراً عمل دخل کرنے والوں اور اس کی تعمیر کرانے والوں وامداد کرنے والوں پر شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گورنمنٹ کی اِجازت کے بغیر اس جگہ مسجد ومدرسہ کی تعمیر ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۵/۱۷۸-۱۷۹ ڈابھیل)

لا یجوز التصرف في مال غیرہ بلا إذنہ و لا و لایتہ. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الغصب / مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر ۹/ ۲۹۱ زکریا، الأشباہ والنظائر / الفن الثاني ۲/ ٤٤ إدارۃ القرآن کراچی)

قلت: وھو کذٰلک، فإن شرط الوقف التابید، والأرض إذا کانت ملکًا لغیرہ، فللمالک استردادھا، وأمرہ بنقض البناء. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: مناظرۃ ابن شحنۃ ٤/ ۳۹۰ کراچی)

المستفاد: لأن اللّٰہ تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہٖ بما لا یقبلہ. (شامي ۲/ ٤۳۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/ ۳/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین مسجد کو دینا؟

سوال (۱۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے کنارے ایک زمین ہے جس کو عوام الناس گرام سماج کی بتاتے ہیں، اس زمین میں کنواں ہے، اس زمین کے بارے میں محلّہ والے چاہتے ہیں کہ مسجد کو مل جائے؛ لیکن قریب والا شخص چاہتا ہے کہ اُسے مل جائے، ایسی متنازعہ زمین پر مسجد کو قبضہ کرنا کیسا ہے، جس میں کچھ فتنہ کا بھی اندیشہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر گرام سماج کی طرف سے اِجازت مل جائے تو مسجد کے لئے مذکورہ زمین پر قبضہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلا اِجازت قبضہ نہ کیا جائے۔

المستفاد: لأن اللّٰہ تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ. (شامي ۲/۴۳۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۵/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین پر مسجد کیلئے دوکان بنانا؟

سوال (۱۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گرام سماج کی اراضی پر یعنی سرکاری زمین پر قبضہ کرکے مسجد کے نام سے اس مقبوضہ اراضی پر دوکان تعمیر کرنا کیا اِس کی مذہب اِسلام اِجازت دیتا ہے، جب کہ چیئرمین وغیرہ سے کوئی اِجازت نہیں لی، نیز اراضی کو مسجد کی اراضی شمار کیا جائے یا نہیں، اس دوکان سے جو آمد ہوگی اُس کا استعمال مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر شریعت اِجازت نہیں دیتی، تو جو رقم مسجد کی اس دوکان میں مسجد کے مہتمم صاحب نے اپنی صواب دید پر خرچ کی شرعاً اس کا جواب دہندہ کون ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گرام سماج کی زمین پر سرکاری اِجازت کے بغیر مسجد کے نام سے دوکان بنانا شرعاً جائز نہیں، اور اُس کی آمدنی بھی مسجد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور متولی مسجد نے دوکان بنانے کے لئے جو رقم خرچ کی ہے اُس کا ضامن وہی ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۷۷ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۵۹)

سلطان أذن لقوم أن یجعلوا أرضًا من أرض البلدۃ حوانیت موقوفۃً علی المسجد، وأمرهم أن یزیدوا في مساجدهم، ینظر: إن کانت البلدۃ فتحت عنوۃً،

يجوز أمره إذا كان لا يضرّ بالمارة؛ لأن البلدة إذا فتحت عنوةً، صارت ملكًا للغزاة فجاز أمر السلطان فيها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول ٤٥٧/٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٨٤٣/٥ إدارة القرآن كراچی، ١٦١/٨ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٤١٧/٥ زكريا)

قلت: وهو كذٰلک، فإن شرط الوقف التأبيد. والأرض إذا كانت ملكًا لغيره، فللمالک استردادها، وأمرهم بنقض البناء. وكذا لو كانت ملكًا له، فإن لورثته بعده ذٰلک، فلا يكون الوقف مؤبدًا. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: مناظرة ابن الشحنة مع شيخه العلامة قاسم في وقف البناء ٣٩٠/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین پر پردھان کی اِجازت سے مسجد بنانا؟

سوال (۱۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گاؤں دھرواں میں قبرستان کی کچھ جگہ گرام سماج میں نکل گئی تھی، جس کی رسید موجودہ پردھان نے مسجد کے نام بنادی تھی، چنانچہ ذمہ داران نے اپنی تحویل میں لے کر تقریباً دس سال بعد ۲۰۰۴ء میں علماء کرام سے مسجد کی بنیاد رکھوادی، جس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے، وہاں ایک گڈھا تھا جس میں پانی بھرا رہتا تھا، عمر دراز لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نہ تو اس جگہ پر مردے دفن ہوئے اور نہ ہی قبروں کے نشانات موجود تھے، کچھ دنوں بعد تعمیری کام شروع ہوا، اس وقت دیواریں لینٹر کے قریب پہنچ چکی ہیں، اور بفضلہ تعالیٰ گذشتہ تقریباً دو سالوں سے پنجوقتہ نماز بھی جماعت سے ادا کی جارہی ہے؛ لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قبرستان اور گرام سماج کی زمین میں مسجد نہیں بن سکتی، جب کہ وہ حصہ گرام سماج میں نکل گیا تھا، اور گرام سماج کی زمین کا پردھان ہی مالک ہوتا ہے، وہ جس کو دیتا ہے وہ اس کی ہوجاتی ہے، تعمیر ہوجانے کے بعد سرکار بھی واپس نہیں لیتی جو

لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں، وہ کیا کریں مسجد مذکورہ کا شرعاً حکم کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چونکہ گرام سماج کی زمین پر پردھان کی تحریری اِجازت سے مسجد تعمیر کی گئی ہے، اور حسبِ دستور مسجد کی تعمیر کے بعد اس جگہ کو سرکار واپس نہیں لے سکتی، اس لئے اس جگہ پر شرعی مسجد بنانا بلاشبہ درست ہوگیا، اور وہاں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ اس مسجد کو آباد رکھنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۷۸ اڈابھیل)

سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضًا من أرض البلدة حوانيت موقوفة على المسجد، وأمرهم أن يزيدوا في مساجدهم، ينظر: إن كانت البلدة فتحت عنوةً يجوز أمره إذا كان لا يضرّ بالمارة؛ لأن البلدة إذا فتحت عنوةً، صارت ملكًا للغزاة، فجاز أمر السلطان فيها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول ٤٥٧/٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٨٤٣/٥ إدارة القرآن كراچی، ١٦١/٨ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٤١٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نگر پالیکا کی اِجازت سے خالی زمین کو مسجد میں لینا؟

سوال (۱۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے، مسجد کے سامنے نگر پالیکا کی آراضی ہے، اس آراضی میں ایک طرف ایک پاکھڑا درخت ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا نقشہ سے ظاہر ہے، اس آراضی میں جہاں محلّہ ومسجد کے سالانہ اِجلاس وغیرہ کے پروگرام ہوتے ہیں، وہیں پر عوام الناس بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، مثلاً گاڑی وغیرہ کھڑی کردی اور اسی طرح رنج وخوشی کے موقع پر بستر بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں، خاص طور سے اس

درخت کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہیں، اور نگر پالیکا نے اس درخت کے چاروں طرف مٹ پاتھ بنا رکھے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد کا احترام اور نماز کا احترام عام طور پر کھو بیٹھتے ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے اگر نگر پالیکا بورڈ اجازت دے دے، تو آراضی مسجد میں ڈال کر مسجد کو کشادہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو فبہا اور اگر نہیں کیا جاسکتا، تو اسی سوال کی دوسری شق یہ ہے کہ مسجد کو وہیں رکھا جائے جہاں ہے، جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے، مسجد کے اندر جو حجرہ سہ دری ہے اور وضو خانہ ہے، اُس کو مسجد میں ڈال کر مسجد کشادہ کردی جائے اور اس آراضی میں مسجد کی جملہ ضروریات مثلاً وضوخانہ، غسل خانہ، بیت الخلاء اور پیشاب گھر وغیرہ بنادئے جائیں۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نگر پالیکا بورڈ کو اگر قانونی طور پر مذکورہ زمین مسجد کو ہمیشہ کے لئے دینے کا اختیار حاصل ہو، اور ضابطہ کے مطابق وہ منظوری دے دے، تو اس جگہ کو مسجد میں لینا جائز ہے، اَب اُس میں حسبِ مصلحت مسجد کی کمیٹی کے حضرات تصرف کرسکتے ہیں، خواہ اُسے مسجد کے صحن میں شامل کریں یا اُس پر مسجد کی ضروریات تعمیر کریں، دونوں کی گنجائش ہے۔

مستفاد: سلطان أذن لأقوام أن یجعلوا أرضًا من أرض الکورۃ في مسجدهم، ویزیدوا فیه ویتخذوا حوانیت موقوفة علی مسجدهم؟ قال الفقیه أبو بکر الإسکاف: إن کانت البلدۃ فتحت عنوۃ جاز أمرہ. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۶۰/۸ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة ۴۵۷/۲، شامي ۳۹۴/٤ کراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۴/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

وقف بورڈ کی زمین پر مسجد بنا کر اُسکے نیچے پارکنگ وتہہ خانہ بنانا؟

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر بنگلور کا مشہور ومعروف محلّہ ’’لشکر شیواجی نگر‘‘ جو قلب (وسط) شہر بھی ہے، اس علاقہ میں حضرت سلطان شاہؒ سے منسوب ایک مزار ہے، اور اس سے متصل اَوقاف کی ایک وسیع جگہ تھی

جو عرصۂ دراز سے غیر قانونی طور پر مختلف لوگوں کے ذاتی تصرف اور استعمال میں تھی، کچھ حصے کھیل کود کے لئے استعمال ہورہے تھے، شہر چوں کہ تیزی سے ترقی کرتا رہا اور جگہ کی قیمت بے انتہاء بڑھ گئی، اس جگہ کو قبضہ کرنے اور ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرنے کی بہت سے لوگوں نے کوشش کی، چوں کہ جگہ قلبِ شہر میں واقع ہے، اس لئے اتنی آسانی سے حاصل نہ ہوسکی۔ اسی دوران چند دینی فکر رکھنے والے احباب نے راتوں رات اس جگہ پر شیڈ ڈال کر نماز شروع کردی، نماز شروع کرنے کی وجہ سے کافی دشواریاں پیش آئیں، بہرحال اللہ کا کرم کہ جگہ محفوظ ہوگئی، پھر اس عارضی شیڈ کی توسیع ہوتی رہی، اور کئی بار ہوئی، یہ سب وقف بورڈ کی اجازت کے بغیر ہوا، اسی حصہ کے سامنے ایک خالی شیڈ تھا، آہستہ آہستہ اسے بھی حاصل کرلیا گیا، پھر مکمل جگہ کو وقف بورڈ سے ایک ٹرسٹ کے نام رجسٹرڈ کرالیا گیا، اور وقف بورڈ سے اس جگہ پر مسجد و مدرسہ اور دیگر تعمیرات کی اجازت لی گئی، اس جگہ پر ایک مدرسہ بھی قائم ہے، اور ہفتہ واری اجتماع بھی ہوتا ہے، جس میں شہر کا بڑا مجمع شریک ہوتا ہے، اب تعمیرات کا پلان منظور ہو چکا ہے، اور بڑی لاگت سے بلند پیمانے پر اس کی تعمیر کا ارادہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آسان فرمائے، آمین ثم آمین۔

یہ کل رقبہ 183× 160 فٹ ہے، جس میں سے 90× 110 فٹ پر انشاء اللہ مسجد تعمیر ہوگی، اور اطراف میں کمرے بنیں گے، جس میں طلباء اور آنے والے مہمانوں کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کا نظم ہوگا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس حصہ میں مسجد بنے گی اس کے نیچے (دو انڈر گراؤنڈ) تہہ خانے بنیں گے، جو پارکنگ اور مسجد کی دیگر ضروریات کے لئے استعمال ہوں گے، ذمہ دارانِ مسجد ان تہہ خانوں کو مسجد میں شامل نہیں کرتے ہیں، ان دو تہہ خانوں پر مسجد ہوگی جو انشاء اللہ چار منزلہ ہوگی، ان چار منزلوں کو مسجد شمار کرتے ہیں۔

غور طلب نکتے:- جب شیڈ ڈالا گیا تھا تو وقف بورڈ کی اجازت کے بغیر ڈالا گیا تھا، شیڈ ڈالنے والوں کی نیت جگہ محفوظ کرنا تھا، اب وقف بورڈ سے اس جگہ کو ایک ٹرسٹ کے نام پر رجسٹرڈ کرالیا گیا ہے، چوں کہ جگہ وقف بورڈ کی ہے؛ اس لئے وقف بورڈ کی حیثیت مالک کی ہے۔ کیا نیچے کی دو تہہ خانوں کو جن کو ذمہ داران مسجد میں شمار نہیں کرتے ہیں، بطور پارکنگ و دیگر ضروریات

مسجد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں؟ تمام تر تعمیرات، مسجد و مدرسہ اور مہمانوں کی ضروریات کے لئے ہیں، اس میں آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے، پارکنگ کی جگہ مسجد میں آنے والے لوگوں کی ایک مستقل ضرورت ہے، اکثر لوگ اپنی سواری کار اور اسکوٹر پر آتے ہیں، ان سواریوں کی پارکنگ کا انتظام اسی جگہ میں کرنا ہے، باہر یا راستوں میں پارکنگ کی جگہ نہیں ہے، حکومت کی طرف سے گاڑیوں کو راستے کے کنارے پر پارکنگ کرنے کی ممانعت بھی ہے، ان راستوں پر آمدورفت کافی زیادہ ہے، اس کے علاوہ چوری کا خطرہ بھی ہے، گاڑیوں کی چوری کے واقعات بھی پیش آئے ہیں، یہ پارکنگ خالص مسجد میں آنے والوں کے لئے ہوگی، کرایہ پر نہیں دی جائے گی۔

ملاحظہ:- کسی بھی ایسی بڑی عمارت میں جس کا عوام کے لئے استعمال ہوتا ہے، پارکنگ کے لئے بڑی جگہ کا مخصوص کرنا قانوناً لازمی ہے، اس کے بغیر حکومت عمارت کا نقشہ منظور نہیں کرتی ہے۔ موجودہ عمارت کے نقشے میں تہہ خانے کا مکمل دوسرا حصہ پارکنگ بتلایا گیا ہے، اور پہلا حصہ مسجد کی دیگر ضروریات کے لئے بتلایا گیا ہے، اوپر کے باقی حصے مسجد بتلائے گئے ہیں، اس نقشے کو وقف بورڈ اور حکومت دونوں نے منظور کیا ہے۔

نوٹ:- اِس مسئلہ کو وضاحت اور دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں، اور عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف بورڈ کی ابتدائی اِجازت کے وقت جس حصہ پر باقاعدہ نماز باجماعت ہورہی تھی، وہ حصہ مکمل شرعی مسجد بن چکا ہے، اَب بعد میں اُس کے نیچے پارکنگ وغیرہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، یہ پورا حصہ فوقانی ہو یا تحتانی، صرف نماز کے لئے ہی خاص کرنا ضروری ہے؛ البتہ اگر اس حصہ کی مزید توسیع کا ارادہ ہو جس میں شروع ہی سے نیچے پارکنگ بنانے کی نیت کی جائے تو صرف توسیع شدہ حصہ کے نیچے پارکنگ بنانے کی اجازت ہوگی، نیز مدرسہ کے لئے مختص جگہ کے نیچے بھی پارکنگ بنائی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/ ۷۰۷)

قال الشامي: قلت: وفي الذخيرة وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه جماعة؛ فإنه يصير مسجدًا،

وفي الدر المختار: وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس……، فرع: لو بنى فوقه بيتًا للإمام لا يضر؛ لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع، ولو قال عنيت ذٰلک لم يصدق. (الدر المختار / قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/٥٤٧-٥٤٨ زكريا ٤/٣٥٨ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۵/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نگر پالیکا کی زمین میں بغیر اِجازت مسجد کا ’’کولہو‘‘ لگانا؟

سوال (۱۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے محلّہ تقی سرائے میں ایک مسجد ہے، اس میں کچھ زمین نگر پالیکا کی ہے، سامنے سڑک کا پختہ راستہ عام ہے، صدر مسجد نے اس زمین میں گنے پیلنے کا ایک کولہو لگایا ہے، جس سے مسجد کے لئے کھوئی آتی ہے، جس سے مسجد میں وضو کے لئے پانی گرم ہوتا ہے، اور باقی آمدنی جو کھوئی سے ہوتی ہے، وہ مسجد کے ضروری صرفہ میں لگادی جاتی ہے، کولہو کی لاٹ سڑک پر گھومتی ہے، راستہ چلنے والوں کو سخت پریشانی ہوتی ہے، اسی وجہ سے نگر پالیکا والوں نے صدر مسجد کو کولہو نہ چلانے کا نوٹس دے دیا ہے، اس کولہو میں آدھے گنے کی پلائی چوری کے گنے کی ہوتی ہے، جس کھوئی سے وضو کیا جاتا ہے، یعنی گرم پانی ہوتا ہے، اسی سے نمازی نماز ادا کرتے ہیں، کیا یہ شریعت کی نظر میں جائز ہے؟

کیا دوسرے کی آراضی پر بلا اِجازت مالک کے کسی مسجد کے لئے آمدنی کرنی جائز ہے، اس کا حاصل کیا ہوا روپیہ کا کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر کی ملکیت پر مالک کی صراحۃً یا دلالۃً اِجازت کے بغیر کاروبار روکنے سے قبل اس زمین پر رہتے ہوئے جو آمدنی ہوئی ہو وہ جائز ہوگی اور اس کا امور مسجد میں صرف کرنا درست ہوگا، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ وہ نگر پالیکا کی زمین ہو جس میں ہر ایک کا حق ہوتا ہے۔

كمـا يستفـاد مـن هذهٖ العبارة: غـصـب مـن اٰخـر أرضًـا فزرعها ونبت فـلصاحبها أن يأخذ الأرض ويأمر الغاصب بقلع الزرع تفريغًا لملكهٖ ......، فإن لم يـحضر المالك حتى أدرك الزرع فالزرع للغاصب. (الفتاوىٰ الهندية / الباب العاشر في زراعة الأرض المغصوبة ١٤٣/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱/۱۴ھ

نگر پالیکا کی زمین پر مسجد کا بورنگ لگانا؟

سوال (۱۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم مدینہ مسجد کے ممبران ہیں، ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہماری مدینہ مسجد کے متولی صاحب نے ممبران کے مشورہ کے بغیر مسجد کی ٹنکی کا بورنگ نگر پالیکا کی آراضی میں کرایا ہے، اور ٹنکی کے پانی سے نمازی وضو کرتے ہیں، تو اس صورت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور مسجد میں جنریٹر بھی ہے، جس کو متولی صاحب نے نگر پالیکا کی آراضی کو مسجد کے حدود میں لے کر اس میں جنریٹر رکھ دیا ہے، اب اس سے پنکھے بھی چلتے ہیں اور بتی بھی، اس صورت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نگر پالیکا کی طرف سے عرفاً اجازت ہو اور اس تصرف سے راہ گیروں اور قریب میں رہنے والوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو، تو اس زمین پر مسجد کا جنریٹر رکھ کر روشنی حاصل کرنا یا عارضی طور پر بورنگ فٹ کر کے مسجد کے لئے پانی حاصل کرنا درست ہے؛ لیکن جب بھی نگر پالیکا اسے خالی کرانا چاہے گی تو اس جگہ کو خالی کرنا ہوگا۔

ويسـع للذي عمله أن ينتفع به ما لم يضر بالمسلمين. (الهداية / باب ما يحدثه الرجل في الطريق ٥٩٤/٤ مكتبه بلال ديوبند)

فـإن شـرط الـوقف التـابيـد والأرض إذا كـانـت مـلكًا لغيره، فللمالك

استـرددادها وأمره بنقض البناء. (شـامي / مـطلب مناظرة ابن الشحنة مع شيخه في وقف البناء ٤/ ٣٩٠ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری زمین میں چیئرمین کی اِجازت کے بغیر مسجد کا سمرسیول لگانا؟

ســوال (۱۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹانڈہ بادلی (رامپور) میں ایک لال مسجد ہے، جس کے سامنے کافی بڑا میدان ہے جو سرکاری ہے، (اس میں چار درخت ہیں اوراسی میدان کے ایک کونے میں مسجد کے ذمہ دار نے ایک کمرے کی شکل میں کچھ تعمیر کررکھی ہے۔ اس سے متعلق درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلوب ہیں:

(۱) تقریباً چودہ سال قبل مسجد کے ذمہ دار نے سرکاری اراضی میں بغیر چیئرمین کی اِجازت کے نمازیوں کے لئے ایک سمرسیول کرایا، جس کے پانی سے بہت سےلوگ وضوکرتے ہیں، کیا اس کا پانی وضو کے لئے درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا گذشتہ نمازیں لوٹانا ضروری ہیں؟

(۲) اسی سرکاری اراضی میں لگے ہوئے درختوں کی لکڑی کاٹ کر پانی گرم کیا جاتا ہے، جس سے نمازی وضوکرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(۳) ابھی حال ہی میں اسی سرکاری اراضی میں لگے ہوئے درختوں میں سے ایک درخت مکمل طریقے سے کاٹ لیا گیا ہے، اور کچھ کو تھوڑا تھوڑا کاٹا گیا ہے، جس کی لکڑی تقریباً سو کنٹل تھی، اس میں کچھ موٹی لکڑیوں کو فروخت کردیا گیا ہے، اس کی رقم مسجد کے کسی کام میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اسی سرکاری اراضی میں جہاں پر ذمہ دارانِ مسجد نے ایک کمرہ تعمیر کررکھا تھا، اس پرانی عمارت کو توڑ کر صرف چیئرمین صاحب اس کو نئے طریقے سے تعمیر کرا رہے ہیں، اس عمارت

میں نگر پالیکا کا جنریٹر ہوگا اور باقی جگہ مسجد کے کام آئے گی، جیسے:

(الف) اس میں مسجد کے پانی گرم کرنے کا ٹینک ہوگا۔

(ب) اس میں مسجد کا جنریٹر ہوگا۔

(ج) اسی عمارت کی چھت پر مسجد کے ٹینک رکھے جائیں گے اور دیگر کام بھی اسی عمارت میں ہوں گے، تو کیا اس عمارت کا استعمال ان سب چیزوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اس سرکاری اراضی پر جو عمارت تعمیر ہو رہی ہے، اس پوری عمارت میں رقم بھی نگر پالیکا کی صرف ہوگی۔ کیا یہ شرعی اعتبار سے درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) برتقدیر صحتِ سوال اگر سرکاری زمین میں چیئرمین کی اجازت کے بغیر سمرسیول لگایا گیا ہے تو ایسا کرنا غلط ہوا، اور اب اُس کی اجازت باقاعدہ میونسپلٹی سے حاصل کرلینی چاہئے؛ لیکن بہرحال اس سے جو پانی نکل رہا ہے وہ ناپاک نہیں ہے، اور اُس کا استعمال ممنوع نہیں کہلائے گا، اور اس سے نماز وغیرہ پڑھنا درست ہوگا، اور سرکاری اراضی میں لگے ہوئے درختوں کی لکڑیوں کو کاٹ کر بلا اجازت سرکار مسجد کا پانی گرم کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے مسجد کے ذمہ داران مؤاخذہ دار ہوں گے؛ لیکن اس سے جو پانی گرم کیا گیا ہے وہ ناپاک نہیں ہے، اور اس کے وضو سے پڑھی گئی نمازیں درست ہیں۔

(مستفاد: جامع الفتاویٰ ۳/۶۲۰، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۱۳ ڈابھیل، منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/۳۱۶)

(۳) جو لکڑیاں فروخت کی گئی ہیں اس کی قیمت حکومت کو ادا کئے بغیر اس کی رقم کو مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیرہ بلا أذنہ أو وکالۃ منہ أو ولایۃ علیہ، وإن فعل کان ضامنًا. (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز ۱/۶۱ رقم المادۃ: ۹۶)

(۴-۵) مسئولہ صورت میں جب کہ خود میونسپلٹی کا چیئرمین کمرہ بنا کر اس جگہ کو مسجد کی ضروریات میں استعمال کے لئے اجازت دے رہا ہے، تو اس میں مسجد کا جنریٹر، گرم پانی کا ٹینک وغیرہ رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۵/۷۷-۱۷۹ ڈابھیل، کفایت المفتی ۷/۸۷ زکریا)

سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضًا من أرض البلدة حوانيت موقوفة على المسجد …… فجاز أمر السلطان فيها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الأول ٤٥٧/٢، شامي، كتاب الوقف / مطلب في أوقاف الملوك والأمراء ٣٩٤ كراچی)

سلطان أذن لأقوام أن يجعلوا أرضًا من أرض الكورة في مسجدهم ويزيدوا فيه، ويتخذوا حوانيت موقوفة على مسجدهم …… جاز أمره إذا كان ذٰلک لا يضر بالمارة. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٦٠/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری رقم سے مسجد کی زمین میں کنواں کھدوانا؟

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہزار افراد پر مشتمل ایک گاؤں ہے، جہاں نصفا نصف مسلم آبادی ہے، اس گاؤں کے رہنے والے زید نے اپنی زمین سے متصل مسجد بنوائی، اور اس مسجد کی زمین میں سرکاری کنواں کھدوایا؛ لیکن پانی نہیں نکلا، زید نے محلّہ کے عام مسلمانوں کی جمع شدہ چندہ کی رقم سے اپنی مرضی سے کنواں میں بورنگ ڈلوائی؛ تاکہ زیادہ پانی نکلے، لوگوں کو پریشانی نہ ہو، مزید زید نے کنواں کے بیچ میں اوپر سے دیوار بنوادی؛ تاکہ مسجد کے اندر کے حصہ سے نمازی حضرات پانی نکالیں، اور باہری حصہ سے ہندو مسلمان سبھی پانی نکالیں، تو مسجد کی زمین میں سرکاری کنواں کھدوانا کیسا ہے، اور بغیر اجازت عام مسلمانوں کی مسجد کے چندہ کی رقم کا سرکاری کنواں کے بورنگ میں لگانا کیسا ہے، اور کنواں کے بیچ میں دیوار ڈلوانا کیسا ہے؟ مسلمانوں میں نااتفاقی ہو رہی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازیوں کی ضرورت کے پیشِ نظر سرکاری رقم سے مسجد کی زمین میں کنواں کھدوانا اور اس میں پانی کے حصول کے لئے چندہ کی رقم سے بورنگ لگانا ممنوع نہیں ہے، اور اس پانی سے بلاامتیاز مسلم وغیر مسلم سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

الأنهار المملوكة والآبار والحياض لكل شربه وسقي دوابه. (البحر الرائق / مسائل الشرب من كتاب إحياء الموات ۸/۳ ۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں سرکاری نل لگوانا؟

سوال (۱۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکار کی طرف سے جو عوام کے لئے نل دئے جاتے ہیں، تو کیا اُس کو مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر خلافِ قانون نہ ہو اور سرکار کی طرف سے اجازت ہو، تو سرکاری نل مسجد و مدرسہ میں لگانا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۱۳ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری فنڈ سے مسجد میں ''نل'' لگوانا؟

سوال (۱۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض یہ ہے کہ ہمارے محلّہ بروالان وارڈ ۲۵/ کے سبھا سد جناب خورشید احمد صاحب نے ''مرادآباد سنگٹھن سمیتی'' کی جانب سے تین ''ہنڈ پائپ'' پاس کرائے ہیں، ان میں سے نیتا جی نے ایک نل مسجد میں لگوانے کے لئے ''مرادآباد سنگٹھن سمیتی'' کی جانب سے اجازت لے لی، سمیتی کو اس

پر کوئی اعتراض نہیں ہے، نل لگ بھگ آدھا گڑ چکا ہے، اس نل پر محلّہ کے کچھ لوگوں کو اعتراض ہے، اُن کا کہنا ہے کہ یہ نل مسجد میں لگانا ناجائز ہے، اور کام روک دئے ہیں؛ لہٰذا اِس پر علماء کرام کی کیا رائے ہے؟ یہ نل لگوانا جائز ہے یا ناجائز؟ واضح رہے کہ سمیتی ایک سرکاری کمیٹی ہے، اس کمیٹی کے لئے باہر ملکوں سے جو امداد کے طور پر پیسہ آتا ہے، اس سے یہ سمیتی نل وغیرہ لگواتی ہے، نل لگوانے کے بعد سمیتی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، صرف وہ اپنی تختی سمیتی کے نام سے لگاتے ہیں؛ تاکہ یہ پتہ رہے کہ یہ نل سنگٹھن سمیتی نے لگوایا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نل لگوانے کے بعد مذکورہ کمیٹی کا کوئی عمل دخل مسجد میں نہیں رہتا، اور اس میں کسی فتنہ کا بھی اندیشہ نہیں ہے، تو مذکورہ کمیٹی کی طرف سے مسجد میں نل لگوانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

أما الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحرالرائق ۵/۱۸۹ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد یا عیدگاہ کے اندر سرکاری ہینڈ پائپ استعمال کرنا؟

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد یا عیدگاہ کے اندر سرکاری ہینڈ پائپ جو کسی پردھان یا ودھا یک یا ضلع پریشد یا ایم پی وغیرہ کے ذریعہ لگوایا گیا ہو، تو اس ہینڈ پائپ کا کیا حکم ہے؟ آیا نمازیوں کا اس سے فائدہ اٹھانا، وضو وغیرہ کرنا، یا عوام کا اس سے فائدہ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری رقم سے مسجد یا عیدگاہ میں رفاہِ عام کی غرض سے

جو ہینڈ پائپ وغیرہ لگایا جاتا ہے، اس سے نمازیوں کو فائدہ اٹھانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

عن حبیب قال: رأیت ابن عمر وابن عباس رضي اللّٰہ عنہما تأتیہما ہدایا المختار فیقبلانہا. (المصنف لابن أبي شیبۃ، کتاب البیوع والأقضیۃ / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ۱۰/ ۵٦٥ رقم: ۲۰۷۰۳)

عن إبراہیم قال: لو أتیت عاملاً فأجازني لقبلت منہ، إنما ہو بمنزلۃ بیت المال یدخلہ الخبیث والطیب، وقال: إذا أتاک البرید في أمر معصیۃ فلا خیر في جائزتہ، وإذا أتاک بأمر لیس بہ بأس فلا بأس بجائزتہ. (المصنف لابن أبي شیبۃ، کتاب البیوع / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ۱۰/ ۵٦۸ رقم: ۲۰۷۲۰)

عن أبي مجلز قال: قال علي رضي اللّٰہ عنہ: لا بأس بجائزۃ العمال، إن لہ معونۃ ورزقًا، وإن ما أعطاک من طیب مالہ. (المصنف لابن أبي شیبۃ، کتاب البیوع والأقضیۃ / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ۱۰/ ۵٦۸ رقم: ۲۰۷۱۹)

وہدیۃ أہل الحرب، وما أخذ منہم بغیر قتال الخ. (شامي، کتاب الزکاۃ / باب العشر، قبیل باب المصرف ۳/ ۲۸۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۹/ ۱۱/ ۱۴۲٦ھ

میونسپلٹی اور محکمہ بجلی والوں کا مسجد کو مفت بجلی دینا؟

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میونسپلٹی کی طرف سے بجلی لگی ہوئی ہے، میونسپلٹی کی طرف سے بجلی لگنے کی وجہ سے اس کا بل ادا نہیں کیا جاتا ہے، کوئی خرابی ہوتی ہے تو میونسپلٹی کے لوگ اُسے درست کردیتے ہیں؛ لیکن مسجد سے بجلی کا بل نہیں لیتے ہیں، اور پڑوس میں امام باڑہ بھی ہے، اس سے بھی بل نہیں لیتے، مفت میں بجلی دیتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ میونسپلٹی والوں نے جو کنکشن دیا ہے اس سے بلب پنکھے وغیرہ مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میونسپلٹی اور محکمہ بجلی کے ذمہ داران اگر اپنے محکمہ کے قانون کے موافق مسجد کو باضابطہ بخوشی بجلی دیتے ہیں، اور اس سے مسجد کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، تو اس بجلی کا استعمال مسجد کے لئے ہر طرح درست ہے؛ لیکن اگر محکمہ بجلی کا کوئی ملازم غیر قانونی طور پر مسجد کو بجلی کا کنکشن اپنی طرف سے لگادیتا ہے اور محکمہ کی طرف سے باقاعدہ اسے منظوری نہیں ہوئی، تو اس بجلی کا استعمال درست نہ ہوگا، اب صحیح صورتِ حال معلوم کر کے عمل کیا جائے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۴۵، فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گورنمنٹ کی اِینٹوں کو پردھان کا مدرسہ یا مسجد میں دینا؟

سوال (۱۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راستہ میں جو اینٹیں گورنمنٹ کی طرف سے لگائی گئیں، اس اینٹ کو کوئی ممبر یا پنچایت پردھان کسی مدرسہ یا مسجد یا عیدگاہ میں لگانے کے لئے دیدے، تو اس اینٹ کو مذکورہ مقام پر لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کوئی ممبر یا پردھان اگر سرکاری مال مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہے، تو اس کو لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اینٹیں پہلے سے راستہ پر بچھی ہوئی تھیں، دوبارہ اس راستہ کو درست کرنے کے لئے نئی اینٹیں بچھادی گئیں، اب ان پرانی اینٹوں کو محلّہ والے یا پنچایت والے مسجد یا مدرسہ میں دینا چاہتے ہیں، تو کیا اس کو لینا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقامی پردھان یا ممبر کو حکومت کی طرف سے

باضابطہ اس طرح کا سامان مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت ہے، تو اس کی طرف سے یہ چیزیں لینا فی نفسہٖ جائز ہوگا؛ لیکن اس کا انتظام پہلے کرلیا جائے کہ اس تعاون کی وجہ سے وہ پردھان یا ممبر مسجد یا مدرسہ وغیرہ میں دخل اندازی نہ کرے۔

عن حبيب قال: رأيت ابن عمر وابن عباس رضي اللّٰه عنهما تأتيهما هدايا المختار فيقبلانها. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع والأقضية / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ١٠/٥٦٥ رقم:٢٠٧٠٣)

عن إبراهيم قال: لو أتيت عاملاً فأجازني لقبلت منه، إنما هو بمنزلة بيت المال يدخله الخبيث والطيب، وقال: إذا أتاك البريد في أمر معصية فلا خير في جائزته، وإذا أتاك بأمر ليس به بأس فلا بأس بجائزته. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ١٠/٥٦٨ رقم: ٢٠٧٢٠)

عن أبي مجلز قال: قال علي رضي اللّٰه عنه: لا بأس بجائزة العمال، إن له معونة ورزقًا، وإن ما أعطاك من طيب ماله. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع والأقضية / من رخص في جوائز الأمراء والعمال ١٠/٥٦٨ رقم: ٢٠٧١٩)

وهدية أهل الحرب، وما أخذ منهم بغير قتال، أي للإمام وإلا فهي للآخذ فقط كما سيأتي في باب المغنم. (شامي، كتاب الزكاة / باب العشر، قبيل باب المصرف ٣/٢٨٢ زكريا، تقريرات الرافعي ١٣٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۲/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مساجد کی تولیت

مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہئے؟

سوال (۱۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا متولی شرعاً کیسا ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا متولی دین دار، دیانت دار اور باشرع ہونا چاہئے۔

لا يولي إلا أمين قادر بنفسهٖ أو بنائبهٖ؛ لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن؛ لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز؛ لأن المقصود لا يحصل بهٖ. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٧٨/٥ زكريا، كذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ٣٨٠/٤ كراچی، ٥٧٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی کمیٹی اور نگراں کا امانت اور دیانت دار ہونا ضروری ہے

سوال (۱۹۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اسلامی شریعت کے اُصولوں کے خلاف کام کرنے والے رشوت خور دھوکہ باز یا جھوٹا حلف اُٹھا کر ۶۰/ آدمیوں کو کھانا کھلا کر کفارہ اَدا کرتے ہیں، تو کیا ایسا شخص انتظامیہ کمیٹی کا عہدہ دار ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِسلامی شریعت میں مسجد کی کمیٹی اور نگراں کا اَمانت دار

اوردیانت دارہونا ضروری ہے، مذکورہ اَوصاف سے متصف لوگ کمیٹی کے ممبر بننے کے لائق نہیں ہیں۔

لا یولي إلا أمین قادر بنفسہٖ أو بنائبہٖ؛ لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن؛ لأنه یخل بالمقصود، وکذا تولیة العاجز؛ لأن المقصود لا یحصل بہٖ. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۳۷۸/۵ زکریا، کذا في رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ۳۸۰/٤ کراچی، ٥٧٨/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۷ھ

حساب میں خرد برد کرنے والا مسجد کی کمیٹی میں رہنے کا اہل نہیں؟

سوال (۱۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر دونوں مسجد کے ذمہ دار ہیں، زید بکر کے بارے میں کہتا ہے کہ بکر مسجد کا چندہ چراتا ہے، زید کہتا ہے کہ ہم نے باقاعدہ اس کی انکوائری کی ہے اور یہ بات درست ہے، زید خود بھی مسجد کا باقاعدہ تحریری حساب وکتاب نہیں رکھتا، سارا حساب وکتاب زبانی جمع خرچ پر ہے، زید سے نمازی حساب وکتاب مانگتے ہیں، زید اور بکر دونوں ایک آواز ہوجاتے ہیں، زید کہتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی حساب وکتاب نہیں، ان دونوں لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟ کیا ایسے افراد کو مسجد اور مدرسہ کی کمیٹی میں باقی رکھا جاسکتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو افراد مسجد کے مال میں خیانت کرتے ہیں اور حساب میں خرد برد کرتے ہیں، وہ مسجد کی کمیٹی میں رہنے کے اہل نہیں ہیں۔

وینزع وجوبًا لو غیر مامون أو عاجزًا أو ظهر به فسق. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب یأثم بتولیة الخائن ۳۸/٤ کراچی، ٥٧٨/٦ زکریا)

قال في الإسعاف: ولا یولي إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه؛ لأن الولایة

مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن؛ لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز؛ لأن المقصود لا يحصل به ...... والظاهر أنها شرائط الأولوية لا شرائط الصحة، وأن الناظر إذا فسق استحق العزل ولا ينعزل، كالقاضي إذا فسق، لا ينعزل على الصحيح المفتى به ...... الخ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ٤/ ٣٨٠ کراچی، ٦/ ٥٨٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خائن اور بدکلام متولی کو ہٹا کر دوسرا متولی بنانا؟

سوال (۱۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی چھدو صاحب نور پور سیدوں والی مسجد کے عرصہ بیس سال سے متولی چلے آرہے ہیں، اُن کے حاکمانہ اور سخت وسست رویہ کی بناء پر مولانا وہاج الدین اعظمی اٹھارہ سال رہ کر وطن جا کر مستعفی ہوگئے، مولانا اب تک لوگوں کے درمیان بلا اختلاف معتمد رہے، حساب وکتاب مسجد ومدرسہ کا اُنہیں کے سپرد تھا، متولی صاحب اپنی خیر خواہی کی بناء پر مسجد کی رقم لوگوں کو قرض دلایا کرتے تھے، اُن کے جانے پر جب حساب کی جانچ کا مسئلہ سامنے آیا، تو یہ تمام باتیں کھلیں اور راز فاش ہوگیا، اِدھر پرانی مسجد کی تعمیر کا سلسلہ بھی جاری تھا، متولی کے اِن بے جا تصرفات کی بناء پر تعمیری کام بھی رک گیا، نو ہزار سات سو روپئے کی رقم خود متولی صاحب کی طرف تھی، کمیٹی کے مطالبہ پر اُنہوں نے انکار کردیا اور کہہ دیا کہ میں یہ رقم کسی کو نہیں دوں گا، اپنی مرضی سے خود خرچ کروں گا اور پہلے مینار بنواؤں گا، لوگوں نے ہر چند سمجھایا مگر متولی نہیں مانا، اور آج تک ماننے کو تیار نہیں، متولی گستاخ اتنا ہے کہ مولانا کی جگہ پر منتخب امام کی بھی برملا توہین کرتا ہے، بجائے شرمندگی کے اُن کو ہٹانے پر تلا ہوا ہے، جماعت ہوتے ہوئے بھی کئی دن تک پیچھے نماز نہیں پڑھی، متولی کی اِس ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر لوگوں میں بے انتہاء تفریق ہے اور دو پارٹی ہونے کو تیار ہیں، مگر متولی تولیت

کوچھوڑنے پر رضامند نہیں ہے، جب کہ اولاد بھی متولی سے نالاں ہیں، اب ایسے حالات میں شرعاً کیا کیا جائے؟ کیا الگ کمیٹی بنا کر اس مسجد کی تعمیر کو شروع کیا جائے؟ اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟ یا پھر متولی کو اسی حال پر چھوڑ کر من مانی کرنے دیا جائے، پھر اور لوگ تو عنداللہ مجرم نہیں، وضاحت فرمائیں؟ جس متولی سے لوگ بنیادی غلطیوں کی بناء پر ناراض ہوں، اور وہ زبردستی اپنے مفاد کے پیش نظر عہدہ کو چمٹے ہوئے ہو، نیز ایک عالم دین سے بدکلامی اور حاکمانہ انداز سے پیش آتا ہو اور کمیٹی کے مشورہ کے خلاف مسجد کا پیسہ اپنی مرضی سے خرچ کرنا ثواب سمجھتا ہو، اور جو جوڑتوڑ کر کے مسلمانوں کو دوگروہوں میں بانٹ دیتا ہو، اور جماعت ہوتے ہوئے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو، کیا ایسے شخص کا متولی رہنا جائز ہے؟ بلا وجہ امام کو سخت وسست کہنا درست ہے؟ اپنی مرضی سے مسجد کا پیسہ خرچ کرنا صحیح ہے؟ مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنا جائز ہے؟ مینار کا پہلے بنوانا زیادہ باعث ثواب ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ ایسے شخص کے بارے میں واضح کریں، ایسا شخص کون ہے؟ ایسے متولی کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ تمام مسلکوں کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ متولی مسجد کے مال میں خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اور اس کی خیانت عام لوگوں پر آشکارا ہوچکی ہے، اور کوئی قاضئ شرع بھی یہاں موجود نہیں ہے، تو عام مسلمین اہل محلّہ جنھوں نے اسے متولی بنایا تھا، وہ اسے ہٹا کر دوسرا متولی مقرر کر کے مسجد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۵٦۷)

قال في الشامي: وينزع وجوبًا مقتضاه إثم القاضي بتركه، والإثم بتولية الخائن. (شامي، كتاب الوقف / مطلب يأثم بتولية الخائن ٤/ ٤٨٠ كراچی، ٦/ ٥٧٨ زكريا)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤/ ٤٣٣-٤٣٤ كراچی، ٦/ ٦٤٩ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني،

الفوائد: ۱۰٦/۲ إدارة القرآن کراچی، تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱۲٦/۱ المکتبة المیمنیة مصر)

ولـو أوصـى الـواقف إلى جماعة، وكان بعضهم غير مأمون، بدله القاضي بمأمون . (البحر الرائق / كتاب الوقف ۳۷۹/۵ زكريا)

الثـالـث إذا ظهـرت خيانته، فإن القاضي يعزله وينصب أمينًا. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۳۹۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۵/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے حساب وکتاب میں خرد برد کرنے والے کا زبردستی رشوت دے کر سکریٹری بنے رہنا؟

سوال (۱۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی سکریٹری یا مسجد کا منتظم مسجد کا خرچ صحیح طرح سے لکھ کر نہیں رکھتا ہو اور اپنی اس کمی کو چھپانے کے لئے وقف بورڈ کے انسپکٹر کو رشوت میں دو ہزار روپئے دے کر اپنی جان بچالے اور صدر مسجد صرف دو سو روپئے قبول کرتے ہوں، تو اس کے لئے اللہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے سکریٹری کو حساب کتاب صحیح رکھنا چاہئے اور اپنی ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے، اگر وہ ذمہ داری ادا نہ کرے اور زبردستی رشوت وغیرہ دے کر سکریٹری بنا رہے، تو وہ اپنے عہدہ پر رہنے کے قابل نہیں ہے۔

وينـزع ......، لو غير مامون أو عاجزًا أو ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه.

(كذا في التنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب يأثم بتولية الخائن ۳۸۰/٤ کراچی، ۵۷۸/٦ زكريا)

وفي الإسعاف: لا يولي إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، ويستوي فيه الذكر والأنثىٰ، وكذا الأعمىٰ والبصير. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية

الوقف ۲/۸ ٤٠ زكريا، كذا في البحر الرائق/ كتاب الوقف ۳۷۸/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے ٹرسٹیوں اور متولیوں کے کیا کیا اختیارات ہیں؟

سوال (۲۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے ٹرسٹیان اور متولیان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ مسجد کے مالک ہیں جو کہ مالک الملک کا دربار عالیشان ہے، کیا اُن کو اَموالِ مسجد میں تصرف کا حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں مسجد کی چند اشیاء استعمال کرنے کی اِجازت دیں، اور جسے چاہیں منع کریں؟ ہمارے یہاں جو غسل خانہ تبلیغی جماعت کے لئے بنایا گیا ہے، یہ حضرات اُس میں جس کو اپنی نظر میں درست سمجھتے ہیں، نہانے کپڑے دھونے کی اجازت دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں روکتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ ٹرسٹیوں میں سے اگر ایک بھی بیکار بیٹھا رہے، تو مسجد کی لائٹ اور پنکھا چلائے رکھتا ہے، اور دوسرے نمازیوں کے لئے علاوہ نماز کے کچھ دیر بھی چلایا نہیں جاسکتا، اس کا کیا حکم ہے؟ عوام کے بااَثر حضرات یا علماء کرام کو یہ سب خاموشی سے دیکھنا کیسا ہے؟ کیا بیت المال کا حساب لینے کی عامی کو اجازت نہیں؟ کیا متولی صرف اپنے علاقہ والوں کو بیت المال میں سے پیسے دے جب کہ یہ ملکیت اُمت کی ہے؟ ایسا امام اور مؤذن رکھنے پر جو شرعاً درست نہ ہوں یا منصب کے لائق نہ ہوں، متولیان اگر ایسے حضرات کا انتخاب کریں تو کیا گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے متولی مالک نہیں؛ بلکہ صرف منتظم ہیں، اُنہیں مسجد کے مال کو ذاتی تصرف میں لانا جائز نہیں، جو غسل خانہ تبلیغی جماعت کے لئے بنایا گیا ہے، بہتر یہ ہے اُسے صرف جماعت والے یا مسافر یا امام ومؤذن ہی استعمال کریں، محلّہ کا کوئی بھی فرد اُسے استعمال نہ کرے، اور اُس میں کوئی تفریق نہ کی جائے؛ تاکہ کسی کو کوئی اعتراض کا حق نہ ہو، مسجد کی

لائٹ اور پنکھے صرف نماز کے اوقات میں یا کسی دینی مجلس کے لئے استعمال کئے جائیں، کسی کے ذاتی فائدہ کے لئے خواہ وہ مسجد کا متولی یا ٹرسٹی ہی کیوں نہ ہو؟ بےضرورت مسجد کی لائٹ استعمال نہ کی جائے، بیت المال سے اگر مسجد کا بیت المال مراد ہو، تو اُسے مسجد کے علاوہ کسی مصرف میں استعمال نہیں کیا جاسکتا، اور اگر عام بیت المال ہے تو ذمہ داران کی رائے سے ضرورت مندوں اور مستحقین پر اُسے صرف کیا جاسکتا ہے، اور اس میں چندہ دہندگان کو حق ہے کہ حساب وکتاب کے بارے میں معلومات کا مطالبہ کریں، امام ومؤذن رکھنے کا حق متولیان کا ہے اور اُن کی ذمہ داری ہے کہ بہتر سے بہتر امام اور مؤذن کا انتخاب کریں، اگر وہ اس بارے میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کوتاہی کریں، تو اہل محلّہ کو حکمتِ عملی کے ساتھ ذمہ داران کے سامنے اپنی بات رکھنی چاہئے، اور اختلاف سے ہر ممکن طور سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، عبارات علی الترتیب درج ذیل ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ [جن، جزء آیت: ۱۸]

قال الشامي: فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک، فله أن يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية. (شامي، كتاب الوقف / مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٦/٥٢٧ زكريا)

ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل؛ بل بقدر حاجة المصلين، ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا احتيج إليه للصلاة فيه، ولا يجوز أن يترک فيه كل الليل إلا في موضع جرت العادة فيه ......، أو شرط الواقف تركه فيه كل الليل كما جرت العادة به في زماننا، كذا في البحر.

(الفتاویٰ الهندية / كتاب الوقف ٢/٤٥٩، امداد المفتيين كامل ٧٨٢ زكريا)

قال الفقيه: سئل أبو جعفر عن هٰذه المسئلة، فأجاب هٰكذا ولكن الاختيار عندي أنه إذا علم أنه قد اجتمع من الغلة مقدار ما لو احتاج المسجد، والدار إلى العمارة أمكن العمارة منها صرف الزيادة على الفقراء على ما شرط الواقف. (اتحاف الأبصار

والبصائر في ترتيب الأشباه والنظائر ۲۲۳ بحواله: امداد المفتيين ص: ۷٦۸، كفايت المفتى ١٦١/٧)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (شامي، باب الإمامة / مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد ۲۹٤/۲ زكريا)

فإن قدموا غير الأولى أساوا بلا إثم. (شامي، باب الإمامة / قبيل مطلب البدعة خمسة أقسام ۲۹۷/۲ زكريا)

ويستحب أن يكون المؤذن عالمًا بالسنة تقيًا، فيكره أذان الجاهل والفاسق. (غنية المستملي ۳۵۹ بحواله: فتاوى دارالعلوم ۸۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متولی کا مسجد کے مکان میں ذاتی تصرف کرنا، اور الزام لگا کر اِمام کو نکالنا؟

سوال (۲۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے ایک گھر مسجد کے نام وقف کردیا ہے جو مسجد سے کچھ فاصلہ پر ہے؛ لیکن ایک مسجد کا متولی جس میں یہ گھر وقف ہے، اس کو اپنے استعمال میں لاتا ہے، اپنا گدھا باندھتا ہے، اپنی ضرورت میں استعمال کرتا ہے، اور مسجد کے سارے پنکھے لوٹے فرش وغیرہ بیچ کر اپنے استعمال میں لاتا ہے؛ لیکن جب حساب متولی سے مانگا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ دس پانچ ہزار کا سامان فروخت ہے، جب کہ کافی روپئے کا حساب ہے، جو تقریباً ۵۰/ ہزار روپئے تک ہے؛ لیکن عوام صحیح بات کے لئے اس کے کاغذات لکھے ہوئے حساب وکتاب مانگتے ہیں، تو کہتا ہے کہ حساب وکتاب کے کاغذات چوہے نے کاٹ کر بیکار کردئے، دیکھنے کے قابل نہیں ہیں، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟ شریعت کی نظر میں ایسا شخص کیسا ہے؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان مسجد کے بالکل برابر گھر بیچتا ہے، اور مسجد کے لوگ

گھر لینا چاہتے ہیں؛ لیکن مکان کافی رقم کا ہے، اور مسجد کا یہ گھر غیر قوموں کے لینے سے اس کی بے حرمتی ہو جانے کا خوف ہے؛ لہٰذا وہ گھر جو وقف کا ہے اس کو بیچ کر اس گھر کو بالکل مسجد کے برابر ہے، لینا چاہتا ہے، اسی مسجد کا امام اس وقف کے گھر کو ایک صاحب کو دلا دیتا ہے، اور اس رقم کو ذمہ دار حضرات کو دلا دیتا ہے، ذمہ دار حضرات اس پر یہ شرط لگاتے ہیں کہ جب بھی اس وقف شدہ گھر کو بیچے تو کچھ عرصہ کے بعد اس مسلمان شخص کی تجارت میں نقصان پڑا، وہ قرض لے کر کاروبار کرتا تھا، جس سے قرض لیتا تھا اس نے اپنے روپئے کی طلب کی، تو وہ شخص بمجبوری اس وقف والے گھر کو جو لیا تھا، بیچنا چاہا اور اس امام سے کہہ دیا کہ جس نے گھر دلوایا تھا، امام نے مسجد کے ذمہ دار کو اس گھر کے بیچنے کے بارے میں کہہ دیا؛ لیکن اُن لوگوں نے تین ماہ تک جواب تک نہیں دیا، تو اُس شخص نے جو گھر لیا تھا ایک ہندو کے ہاتھ بیچ دیا، چوں کہ اُس کا اصل گھر وہیں پر ہے، اپنی ضرورت کے لئے خریدلیا، اور اس بات کی خبر اُس امام کو جس نے گھر وقف کا دلوایا تھا، اُس کو اس نے بالکل خبر تک ہونے نہ دی، اب مقتدیان حضرات امام سے بدظن ہوکر کہ تم نے گھر ہندو کو دلوایا ہے، جب کہ امام قرآن تک اٹھانے کو تیار رہے؛ لیکن عوام نے اس امام کو اِس بات پر مسجد سے نکال دیا، تو امام کا اس طرح نکالنا صحیح ہے؟ شریعت اِس کی اجازت دیتی ہے؟ جو لوگ امام کو اِس طرح نکالتے ہیں ان کا یہ فعل صحیح ہے؟ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متولی مسجد کے لئے وقف شدہ مکان میں کسی طرح کے تصرف کا حق نہیں ہے؛ کیوں کہ ہر ناجائز تصرف خیانت ہے، اور ہر خائن متولی واجب العزل ہے۔

متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد إلی بیته. (خانیة علی الفتاویٰ الهندیة ۳/۲۹٤)

وفي الشامیة: إذا کان ناظرًا علی أوقاف متعددة وظهرت خیانته في بعضها أفتی المفتي أبوالمسعود بأنه یعزل من الکل. (شامي، کتاب الوقف / مطلب فیما یعزل به الناظر ٤/۳۸۰ کراچی، ٦/۵۷۸ زکریا، مستفاد: احسن الفتاویٰ ٦/٤١٠)

اور وقف کیا ہوا مکان بیچنا جائز نہیں، امام کا اس فروختگی میں تنہا دخل نہیں ہے؛ بلکہ سبھی حضرات کے مشورہ سے یہ معاملہ عمل میں آیا ہے؛ لہٰذا اِس حرکت پر امام کو نکالنا صحیح نہیں ہے، جنہوں نے امام پر غلط الزام لگایا ہے اُنہیں توبہ کرنی چاہئے۔

إذا صح الوقف يزول عن ملک الواقف ولا يجوز بيعه. (خانية على الفتاوىٰ الهندية ۲۸۵/۳)

وفي الشامية: أنه لم يبق على ملک الواقف ولا انتقل إلى ملک غيره؛ بل صار على حكم ملک اللّٰه تعالىٰ، لا ملک فيه لأحد سواه – إلى قوله – أنه لا يباع ولا يوهب. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: لو وقف على الأغنياء وحدهم لم يجز ۳۳۹/٦ كراچی، ٥٢١/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متولی کا زمین غصب کر کے اُس کی آمدنی مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید چار بیگھہ پختہ اور کچھ ڈسمل کی آراضی کا بلاشرکت غیر مالک ہے، ایک بستی میں اس کے دو مکان ہیں جو کھنڈر ہو چکے ہیں، اس آراضی کا بھی وہ بلاشرکت غیر مالک ہے، بسبب چند وجوہات زید اپنی سکونت قدیم سے تقریباً ۳۲ رکلومیٹر دور کام کاج کے لئے ہجرت کر گیا، اس کے جانے کے بعد بستی کے ایک آدمی نے زید کی چار بیگھہ آراضی پر غاصبانہ قبضہ کر لیا، اب یہ بتایا جاتا ہے کہ زید کی اس مقبوضہ جائیداد کی آمدنی ایک مسجد میں صرف کی جاتی ہے، قبضہ کرنے والا شخص خود کو متولی ظاہر کرتا ہے، اپنی جائیداد پرنا جائز قبضہ کا زید سخت مخالف ہے، کیا اس طرح زید کی زمین پر قبضہ کرنا اور اس کی آمد کو ایک مسجد میں خرچ کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ دیگر حضرات اس حالت کو جانتے ہوئے بھی نماز پڑھتے ہیں، ان کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسرے کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اور اِس ناجائز آمدنی کو مسجد جیسی مقدس جگہ میں خرچ کرنا بھی ہرگز درست نہیں ہے، بستی کے بااَثر لوگوں کو اِس ظلم اور ناانصافی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے اور مسجد کو ناحق آمدنی کے مصرف سے بچا کر اپنی نمازوں کو کراہت سے محفوظ کرنا چاہئے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۱۸۸]

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ٣٣/٢ رقم: ١٦١٠ بيت الأفكار الدولية، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١٥/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإيمان. (صحيح مسلم رقم: ٤٩، سنن الترمذي رقم: ٢١٧٢، سنن ابن ماجة رقم: ١٢٧٥-٤٠١٣، الترغيب والترهيب مكمل ٥٠٢ رقم: ٣٥١٨ بيت الأفكار الدولية)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: انصر أخاک ظالمًا أو مظلومًا، فقال رجلٌ: يا رسول اللّٰہ! أَنصرُه إذا كان مظلومًا، أفرأيت إذا كان ظالمًا كيف أنصره؟ قال: تحجُزُه أو تمنعُه من الظلمِ؛ فإن ذٰلک نصرُه. (صحيح البخاري، كتاب الإكراه / باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل أو نحوه الخ ١٠٢٨/٢ رقم: ٦٩٥٢ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي رقم: ٢٢٥٥، الترغيب

والترهيب مكمل، كتاب القضاء وغيره ص: ٤٨٨ رقم: ٣٤٢٥ بيت الأفكار الدولية)

أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره؛ لأن البأس الشدة ٦٥٨/١ كراچی، ٦٥٨/١، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے خدمت گار متولی کا مسجد کی رقم سے ضرورت کے بقدر خرچ کرنا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے متولی صاحب ہیں اور مسجد کا کام بہت دلچسپی کے ساتھ کرتے ہیں، اور ہر وقت مسجد ہی کے کام میں لگے رہتے ہیں، اور گھر کے معاشی حالات بہت کمزور ہیں، کیا وہ ضرورۃً مسجد کی رقم میں سے خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کے دیگر لوگ اس بات پر رضا مندی کا ثبوت دیتے ہیں، کہ آپ خرچ کرلیا کرو، کیا ان کو کمیشن کے طور پر معاوضہ دیا جائے یا بقدر ضرورت خرچ کرنے کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ متولی صاحب کی باقاعدہ تنخواہ مسجد کی جانب سے متعین کردی جائے؛ تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ مسجد کی خدمت انجام دے سکے، اس مقررہ تنخواہ سے زیادہ لینا متولی کے لئے جائز نہ ہوگا۔

سئل الفقيه أبو القاسم عن قيم مسجد جعله القاضي قيمًا على غلاتها،

وجعل له شيئًا معلومًا يأخذه كل سنة حل له الأخذ كان مقدار أجر مثله، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشهادات / فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه ٤٦١/٢، فتاوى رحيميه ٨١/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی حدود متعین کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

سوال (۲۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِحاطہ مسجد میں شامل تمام حصوں کے ممتاز کرنے کی ذمہ داری یا اختیار کس کو ہے؟ واقف مسجد یا بانی مسجد کو یا متولیان مسجد کو؟ بانی وواقف کے انتقال کے بعد متولیانِ مسجد حدود متعین کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی داخلی اور خارجی حدود متعین کرنے کا اختیار متولی یا بااختیار کمیٹی کو حاصل ہے، خواہ واقف زندہ موجود ہو یا نہ ہو۔ (کفایت المفتی ۱۸۶/۷-۲۰۸)

نعم! ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب الوقف ٢٠٩/١ المكتبة الميمنة مصر)

نعم؛ لأن الناظر التصرف في الوقف بما فيه الحظ والمصلحة وحيث عرض المتولي المشروط له. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / الفتاوىٰ الثالث في أحكام النظائر ٢٢١/١ المكتبة الميمنة مصر بحواله: تعليقاتِ فتاوىٰ محموديه ٣٤٣/١٤ ڈابھیل)

وفي الأصل: الحاكم لا يجعل القيم من الأجانب ما دام أهل بيت الواقف من يصلح لذٰلک. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الأوقاف ٤١٢/٢ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٧٩/٥ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الولاية في الوقف ٧٤٣/٥ إدارة القرآن كراچی، ٦١/٨ رقم: ١١٢٠٨ زكريا)

رجلٌ بنى مسجدًا وجعله لله تعالىٰ فهو أحق الناس بمرمته وعمارته

وبسط البواري والحصر والقناديل والأذان والإقامة والإمامة إن كان أهلاً لذٰلک، فإن لم یکن فالرأي في ذٰلک إلیه. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة / فصل: کره غلق المسجد ۱۱۰/۱ زکریا، وکذا في فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / باب الرجل یجعل داره مسجدًا ۲۹۷/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علماء ومفتیان کا حدودِ مسجد کو متعین کرنا؟

سوال (۲۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر مالیگاؤں کے چند علماء بشمول مفتیان کرام شہر کی تمام مساجد کا سروے کر کے مساجد کی حدود کو ممتاز کرنے کا کام کرنا چاہ رہے ہیں، تاکہ معتکفین کو لاحق پریشانی کا خاتمہ ہو اور دیگر احکام مسجد کی بجا آوری اور مسجد کی حرمت کا لحاظ ہو سکے، ان کا یہ اقدام کہاں تک درست ہے؟ ضروری ہے یا نہیں اور یہ کام واقفین مسجد و بانیین مسجد کی عدم موجودگی کی صورت میں موجودہ ٹرسٹیاں وانتظامیہ سے گفت وشنید کر کے کیا جا سکتا ہے یا نہیں

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مساجد کی حدود متعین کرنے کا کام قابلِ ستائش ہے اور مسجد کی بااختیار انتظامیہ سے معلومات حاصل کر کے اس عمل کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۱۸۶/۷-۲۰۸)

رجلٌ بنی مسجدًا وجعله للّٰه تعالیٰ فهو أحق الناس بمرمته وعمارته وبسط البواري والحصر والقناديل والأذان والإقامة والإمامة إن كان أهلاً لذٰلک، فإن لم یکن فالرأي في ذٰلک إلیه. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة / فصل: کره غلق المسجد ۱۱۰/۱ زکریا، وکذا في فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف /

باب الرجل یجعل دارہ مسجدًا ۲۹۷/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے انتظام میں اہل محلّہ کی دخل اندازی کرنا؟

سوال (۲۰۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کا متولی وقف بورڈ سے نامزد ہے اور مسجد کا انتظام بھی کرتا ہے، متولی نے مسجد سے ملحق عمارت کے دو کمروں کو جو کہ انتہائی مخدوش حالت میں تھے، اُنہیں مسمار کر کے نئی تعمیر محلّہ میں رہنے والے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مدرسہ کے طور پر استعمال کروانے کے بھی کروائی ہے، جس میں تقریباً پانچ لاکھ روپئے خرچ ہوا تھا، مسجد کی چھت بھی کافی مخدوش حالت میں ہے، از سرنو تعمیر کروانے کی کوشش متولی کی طرف سے کی گئی، مگر محلّہ کے افراد اس کے انتظام میں رخنہ انداز ہو رہے ہیں، متولی فساد اور شر وفتنہ سے بچنے کے لئے کسی طرح کی رخنہ اندازی یا دراندازی کو نظر انداز کرتا رہا، جس کا غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے محلّہ والے شورش پر آمادہ ہیں، اور مسجد میں بغیر متولی کی اجازت کے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں، مثلاً مسجد میں پانی کی ٹنکی ہونے کے باوجود مسجد کی چھت پر محلّہ والوں نے بغیر متولی کی اجازت کے پلاسٹک کی ٹنکی رکھوادی اور مسجد میں بغیر اِجازت چوری سے بجلی کا استعمال کر رہے ہیں، جب کہ متولی کے ذریعہ قانونی طریقہ سے بجلی لگوانے کی کارروائی کو رکوا دیا، اور اب مسجد کی مرمت اور تعمیراتی کام بھی از خود بغیر متولی کی اجازت کے کروانا چاہتے ہیں، تو کیا محلّہ والوں کی یہ حرکت غیر شرعی ہے یا نہیں؟ محلّہ والے بغیر متولی کی اجازت کے مسجد کے انتظامی اُمور میں دخل اندازی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُصولاً انتظام کا حق اگرچہ متولی کو حاصل ہے؛ لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ اہل محلّہ کے مشورہ سے انتظامی ذمہ داری ادا کرے، اگر متولی محلّہ کے ذمہ داروں کو

ساتھ لے کر کام کرتا، تو یہ نوبت نہ آتی جو سوال میں لکھی گئی ہے کہ محلّہ والے متولی کو در کنار کر کے خود ہی مسجد کی ضرورت پوری کر رہے ہیں، اور چوں کہ یہ ایک نزاعی معاملہ بن گیا ہے، جس کا دیر تک جاری رہنا مسجد اور اہل محلّہ کسی کے لئے مفید نہیں ہے؛ اس لئے بہتر ہے کہ کسی مقامی معتبر عالم دین کو فیصل بنالیا جائے جو فریقین کی باتیں سن کر مناسب فیصلہ کرے، اور سوال میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ چوری کی بجلی مسجد میں چلاتے ہیں، تو یہ واقعۃً ناجائز ہے، فوری طور پر مسجد سے یہ سلسلہ ختم کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ [الشوریٰ، جزء آیت: ۳۸]

نعم! ويتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف. (تنقیح الفتاویٰ الحامدية / كتاب الوقف ۲۰۹/۱ المكتبة الميمنة مصر)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلك مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ۶۵۸/۱ كراچی، ۶۳۱/۲ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۲۷۸/۱ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۰/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی آمدنی اور اُس کا مصرف

مسجد کے تعاون کے لئے رقم لکھوا کر اَدا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک مسجد کا تعمیری کام شروع ہوا، اور خرچ تقریباً ۱۴ر لاکھ روپئے تھا، جوں جوں روپئے آتے رہتے کام ہوتا رہتا، عوام الناس کی تشکیل کی گئی اور اصرار کر کے اُن کے پاس چندے کی رقم لکھوائی جاتی اور مخیّر حضرات ۳-۴ر ماہ کے اندر اندر وہ رقم پوری ادا کر دیتے، اب ایک صاحبِ استطاعت شخص کا مسجد کے تعمیری اراکین میں سے کسی سے جھگڑا ہوا، اور دوسرے لوگ اُن کے پاس بقیہ رقم کی وصولی کے لئے پہنچے، تو اُنہوں نے عذر فرمایا، جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اُن صاحب نے کسی مولوی صاحب سے پوچھا تھا اور اُنہیں یوں جواب ملا تھا کہ مسجد میں لکھوائی رقم کا ادا کرنا واجب نہیں ہے، یہ کہہ کر بقیہ رقم دینے سے انکار کر دیا، اب تعمیری کام کرنے والے صاحب کا کہنا ہے کہ یہ شخص وعدہ کا پکا ہے، ذی وقار اور مالی حیثیت بھی ہے، اُن کے بھروسے پر مسجد کا کام جاری رکھا تھا اور اُن کے وعدہ پر لوہا، سیمنٹ وغیرہ قرض میں خریدا ہے؛ لہٰذا واجب نہ بھی ہو وعدے کا پورا کرنا ضروری ہے، ذاتی جھگڑے میں اللہ کے گھر سے دشمنی نہیں رکھنی چاہئے، جب کہ اُن صاحب نے مسجد کا کام پورا ہونے کے بعد بھی دو سے تین ماہ تک مسجد میں پیر بھی نہیں رکھا، بعد میں کچھ سمجھا کر مسجد کے قریب کیا، اب یوں کہتے ہیں کہ اگر مفتی صاحب فرمادیں کہ دینا ضروری ہے، تو میں بقیہ رقم بھی دوں گا، تو اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن صاحب نے مسجد کے لئے رقم دینے کا وعدہ کر لیا تھا

اُن پر اگر چہ قانوناً رقم لینے کے لئے جبر نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن اُن پر شرعاً واخلاقاً ضروری ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں اور وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کا گناہ مول نہ لیں، اَحادیثِ شریفہ میں وعدہ پورا نہ کرنے کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاثٌ: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق رقم: ٣٣ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان خصال المنافق رقم: ٥٩ بيت الأفكار الدولية، مشكاة المصابيح ١٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۳/۱/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پر جمع کیا گیا چندہ متعلقاتِ مسجد پر خرچ کرنا؟

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے نام پر وصول کیا گیا، چندہ متعلقات مسجد پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے لئے وصول کیا گیا، چندہ اس مسجد کی ملحق جگہوں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۶/۴۶۴، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۶۱ ڈابھیل)

ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته، كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (الدر المختار) أي فإن انتهت عمارته وفضل من الغلة شيء، والذي ويبدأ به من ارتفاع الوقف. أي من غلته عمارته شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر

المصالح. (الدر المختار مع الشامي ٥٥٩/٦-٥٦١ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٦/٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٣٦٨/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بیت المال کی رقم لوگوں کو قرض دینا؟

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے بیت المال کی رقم بطور قرض کاروبار کے لئے لوگوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی جمع شدہ رقم بطور قرض کاروبار کے لئے لوگوں میں دینا جائز نہیں۔

مع أن القيم ليس له إقراض مال المسجد، قال في جامع الفصولين: ليس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عياله، ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢٣٩/٥ کراچی)

وفي القنية: ولا يجوز للقيم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البيع له، وإن كان فيه منفعة ظاهرةٌ للمسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٤٠١/٥ زكريا)

والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئًا منها ضمن. (الفتاویٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوديعة ٣٣٨/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین کی پیداوار کو فروخت کرکے روپیہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے مسجد کو ایک بیگھہ زمین وقف کردی ہے، اس زمین سے جو غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اس کو فروخت کرکے مسجد کی ضروریات میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؛ کیوں کہ عمر کا کہنا ہے کہ اس رقم کو مسجد کے کام میں صرف نہیں کرسکتے؛ لہٰذا حضور والا سے درخواست ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد پر موقوفہ زمین سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے، اُس کو فروخت کرکے مسجد کی ضروریات مثلاً روشنی وغیرہ کے انتظامات میں صرف کرسکتے ہیں۔

مسجد له مستغلات وأوقاف، أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا ...... قالوا: إن وسع الواقف ذٰلک للقيم، وقال: تفعل ما ترى من مصلحة المسجد، كان له أن يشتري للمسجد ما شاء.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف على المسجد ٤٦١/٢ زكريا، وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا أو خانًا الخ ٢٩٧/٣ زكريا)

المتولي إذا أنفق على قناديل المسجد من وقف المسجد جاز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر من كتاب الوقف ٤٦٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۱/۲/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے پیسہ سے مسجد کے لئے مکان بنانا؟

سوال (۲۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا کچھ پیسہ ہے، جو مسجد ہی کے نام سے ہوا ہے، اِس رقم کو کچھ لوگ مکان بنانے میں لگانا چاہتے ہیں؛ تاکہ مسجد میں انکم بڑھے، اور مسجد کی حالت بہت خستہ ہے، جس کا بنانا بہت ضروری ہے،

اگر نہ بنایا گیا، تو اُس کا کچھ حصہ گرنے کا بھی اندیشہ ہے، تو کیا یہ رقم پہلے مکان میں استعمال کی جائے یا اللہ کا گھر درست کرایا جائے، اگر گنجائش ہوتو اِس مسئلہ میں مسجد کی طرف رخ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ مسجد کی عمارت خود مرمت کی محتاج ہے؛ لہٰذا مسجد کی آمدنی مسجد کی تعمیر ہی میں لگائی جائے، اس سے مسجد کا مکان نہ بنوائیں، ہاں اگر مسجد کی مرمت وغیرہ سے بچ جائے تو وہ رقم دیگر مصالحِ مسجد میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب بعمارته، کإمام مسجد و مدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم. (الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته ٣٦٦/٤-٣٦٧ کراچی، ٥٥٩/٦-٥٦٠ زکریا، وکذا في الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الثالث في المصارف ٣٦٨/٢ زکریا)

لو وقف علی مصالح المسجد یجوز دفع غلته إلی الإمام والمؤذن والقیم الخ. (البحر الرائق / کتاب الوقف ٣٥٤/٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ جائیدادوں کو برادری کی ملکیت میں دینا اور فروخت کر کے رقم مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گدی گودام ناگپور قریشی برادری کی جانب سے ہی ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں، اِس کے علاوہ برادری کی دو جائیدادیں اور تھیں، اُن کا نام عاشور خانہ (اِمام باڑہ) تھا، دوسری کا اکھاڑا اُنہیں بھی برادری کی جانب سے بنوایا گیا تھا، اِس میں آج بھی گودام موجود ہے، کچھ عرصہ اِس میں لائبریری چلائی گئی، اور کیرم وغیرہ بھی کھیلا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں حکومت ہند کی جانب سے ایک نوٹس نکلا

کہ تمام مساجد، مندر، گرجاگر وغیرہ وقف اَیکٹ کے تحت وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے، بقولِ عالی جناب الحاج شیخ حسین ابن حاجی علی صاحب جو اِس وقت مسجد گدی گودام ناگپور کے متولی ہیں، میرے (حاجی شیخ حسین) والد صاحب (مرحوم حاجی علی) ۱۹۵۳ء کے دوران شدید بیمار تھے، عالی جناب عبدالحمید ناگپوری جوکہ اِس وقت مسجد گڈی گودام ناگپور کے متولی تھے، مرحوم شیخ چاند صاحب مرحوم عبدالوہاب وغیرہ اُن کی عیادت کے لئے آئے، اِس وقت حاجی شیخ حسین بھی وہاں موجود تھے، مرحوم حاجی علی صاحب مرحوم عبدالحمید ناگپوری صاحب سے قبل مسجد گڈی گودام ناگپور کے متولی تھے، دورانِ گفتگو عیادت کو آنے والے لوگوں نے مریض حاجی علی صاحب سے فرمایا کہ وقف بورڈ سے نوٹس آیا ہے، اور مسجد گڈی گودام کو وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کروانا ہے، اس نوٹس کے ایک کالم میں مسجد کی پراپرٹی کا بیان بھی کرنا ہے؛ لہٰذا ان حضرات نے آپسی صلاح ومشورہ سے یہ طے کیا کہ مذکورہ عاشورخانہ (امام باڑہ) اور اکھاڑا کو نوٹس کے پراپرٹی کالم میں مسجد گڈی گودام ناگپور کی پراپرٹی بتادی جائے ”اور اس طرح مذکورہ پراپرٹی کو گڈی گودام مسجد کی پراپرٹی قرار دے دی گئی“۔

اس کے کوئی کاغذات تحریری بیان وقف نامہ خرید وفروخت رسید وغیرہ کچھ بھی موجود نہیں ہے، وقف بورڈ کے ریکارڈ میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ مسجد کی پراپرٹی میں اکھاڑا اور ایک پکا مکان ہے، جس کا کارپوریشن نمبر دیا گیا ہے، اس نمبر سے پتہ لگتا ہے کہ یہ پکا مکان ہے، جس کا کارپوریشن نمبر دیا گیا ہے، عاشورخانہ (امام باڑہ) ہی ہے، حاجی شیخ حسین صاحب نے بتایا کہ اس وقت یعنی ۱۹۵۳ء میں مذکورہ جائیدادوں کو مسجد پراپرٹی میں شامل کرنے کے لئے پوری برادری کی کوئی عام میٹنگ بلاکر منظوری نہیں لی گئی؛ کیوں کہ اس وقت برادری میں عموماً عام میٹنگ وغیرہ بلائی ہی نہیں جاتی تھی، مندرجہ بالا مذکورہ حضرات ہی برادری کے ذمہ دار اور معتبر حضرات تھے، یہ لوگ جو فیصلہ کرتے تھے برادری برادری عموماً اسے قبول کرلیتی تھی۔ ۱۹۵۳ء کے بعد بھی چند برسوں تک عاشور خانہ واَکھاڑا میں وہ تمام کام انجام دیئے جاتے تھے، جو اس سے قبل ہوتے تھے؛ لیکن بعد میں عاشور

خانہ چمڑے کے گودام کے لئے کرایہ سے دے دیا گیا ہے، جس کی آمدنی مسجد میں دی جاتی تھی، اور اس کے اخراجات وٹیکس وغیرہ بھی مسجد کی جانب سے ادا کئے جاتے تھے، اور آج بھی تمام یہ اخراجات مسجد ہی کی جانب سے ادا کئے جاتے ہیں، اس وقت عاشور خانہ کی آدھی سے زیادہ عمارت گر چکی ہے اور باقی عمارت میں چمڑے کا گودام ہے، جس کا ماہانہ کرایہ ۲۵۰/ روپئے ہے، ۱۰۰/روپئے تعمیری خرچ کاٹ کر ۱۵۰/روپئے مسجد میں آتا ہے، اس کا خرچ ٹیکس وغیرہ بھی مسجد کی جانب سے دیا جاتا ہے، فی الوقت مسجد کو اکھاڑا سے کوئی آمدنی نہیں ہے، یہ عمارت بھی خستہ حالت میں ہے، اس میں ایک عربی مدرسہ چلتا ہے اور اس کے اخراجات اور ٹیکس وغیرہ بھی مسجد ہی کی جانب سے ادا کیا جاتا ہے، کئی برسوں سے برادری میں ایک فنڈ اس مقصد سے جمع ہو رہا تھا کہ برادری کا ایک جماعت خانہ بنایا جائے، جسے شادی وغیرہ کے لئے دیا جائے، اس میں مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے کمرے بنائے جائیں، مدرسہ چلائیں، تعلیم سے محروم عمر دراز لوگوں کو دنیاوی دینی تعلیم دی جائے اور برادری کے فلاح و بہبودی کے کام جیسے خواتین کے لئے سلائی اسکول، عربی درس اور دینی ودنیاوی اجلاس وغیرہ کا انتظام کیا جائے، خیال ہوتا ہے کہ جماعت خانہ مذکورہ امام باڑہ (عاشور خانہ) اور اکھاڑا کی جگہ پر ہی بنایا جائے؛ لیکن پھر خیال آتا ہے کہ یہ تو مسجد کی جائیدادیں ہیں، اس پر برادری کا جماعت خانہ بنانے کا کام کس طرح انجام دیا جا سکتا ہے؟

چند مہینہ قبل برادری کی عام میٹنگ ہوئی، جس میں مسجد کمیٹی کے اراکین متولی اور کئی ذمہ دار حضرات بھی شریک ہوئے اور طے کیا گیا کہ برادری کی ایک سوسائٹی رجسٹرڈ کروالی جائے، اور مذکورہ ملکیت اس سوسائٹی میں منتقل کر دی جائے؛ لہٰذا قریش برادری کی ایک سوسائٹی ناگپور قریش ایسوسی ایشن ناگپور کے نام سے انڈین سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۶۰ء کے تحت رجسٹرڈ ہو چکی ہے او رانشاء اللہ بہت جلد اس کا رجسٹریشن بمبئی پبلک ٹرسٹ ایکٹ ۱۹۵۰ء کے تحت بھی ہو جائے گا۔

اب قریش برادری کے کئی ذمہ دار حضرات کا مطالبہ ہے کہ عاشور خانہ (امام باڑہ) واکھاڑا مسجد پراپرٹی سے علیحدہ کر کے برادری کی پراپرٹی قرار دی جائے یا یہ کہ یہ ملکیت پہلے چوں کہ

برادری کی تھی، اس لئے برادری کو واپس کر دی جائے، یعنی مذکورہ ملکیت کو ناگپور قریش ایسوسی ایشن ناگپور میں منتقل کر دی جائے؛ تاکہ ناگپور قریش ایسوسی ایشن ان جگہوں پر جماعت خانہ وغیرہ بنوا کر اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔

یہاں پر یہ بتانا ضروری ہے کہ اس سے قبل بھی ۵۵-۱۹۵۸ء کے درمیان برادری کی طرف سے یہ بات اٹھی تھی کہ چوں کہ برادری پر کچھ مصیبتیں ہیں؛ اس لئے ان جائیدادوں کو فروخت کر کے یا رہن رکھ کر ان مشکلات کو حل کیا جائے؛ لیکن یہ ملکیت مسجد میں ہونے کی وجہ سے یہ کام انجام نہیں دیا گیا، چند سال قبل یہ بات بھی اٹھی تھی کہ یہ جائیدادیں برادری کی ہیں؛ اس لئے برادری کو واپس کر دینا چاہئے، وکیل وغیرہ سے مشورہ بھی لیا گیا تھا؛ لیکن بات جہاں تھی وہیں رہ گئی اور اس مرتبہ یہ بات پوری زورداری سے اٹھائی گئی ہے، جس کا مکمل فیصلہ کرنا ضروری ہو گیا، مؤرخہ ۱۹/نومبر ۱۹۹۴ء بروز سنیچر کو قریش برادری کی ایک نشست ہوئی، جس میں گڈی گودام مسجد کے متولی عالی جناب شیخ حسین صاحب نے ناگپور قریش ایسوسی ایشن ناگپور پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ مکمل تفصیل بیان کر کے اس مسئلہ پر علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا جائے، کیا اوپر بیان کی گئی جائیدادیں یعنی عاشور خانہ (امام باڑہ) اور اکھاڑا جو کہ وقف بورڈ کے ریکارڈ میں مسجد گڈی گودام ناگپور کی ملکیت بتائی گئی ہے، برادری کے رجسٹرڈ ادارہ ناگپور قریش ایسوسی ایشن ناگپور میں منتقل کیا جا سکتا ہے، اس پر علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟ عاشور خانہ یا امام باڑہ اس جائیداد کا پرانا نام ہے اور باقی حصہ گر چکا ہے، اسی طرح دوسری جائیداد کا پرانا اور نیا نام راکھاڑا ہے، یہ عمارت خستہ حالت میں اور دو منزلہ ہے جس میں اوپر عربی کا مدرسہ چلتا ہے اور نیچے گودام موجود ہے، تو کیا ان دونوں جائیدادوں کو مسجد کی جانب سے فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے۔

برادری کی جائیدادوں کو مسجد میں وقف کرنے کی وہ مکمل شرائط روانہ کریں، جن کو انجام دئے بغیر برادری کی جائیدادیں مسجد میں وقف نہیں ہو سکتی یا جن کو انجام دینے پر برادری کی جائیدادیں مسجد کے لئے وقف ہو جاتی ہیں اور اسے پھر مسجد سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اوپر بیان کی گئی تفصیل

کے مطابق اگر ان جائیداوں کو مسجد سے نکالا جاسکتا ہے اور انہیں ناگپور قریش ایسوسی ایشن میں منتقل کیا جاسکتا ہے، تو اس کے لئے کن شرائط پر عمل کرنا ہوگا، یہاں پر یہ بھی بتانا مناسب ہوگا کہ جس طرح قریش برادری جماعت خانہ بناکر اوپر بتائے ہوئے فلاح و بہبودی کے کام انجام دینا چاہتی ہے، اسی طرح قریش برادری مسجد گڈی گودام کے تمام کام اور مسائل کو بھی حل کرنے میں پیش پیش رہتی ہے، پچھلے سال ہی برادری نے ایک گوشت اسکیم چلاکر فنڈ جمع کیا اور اس رقم سے مسجد کے لئے مسجد ہی سے لگ کر ایک مکان خریدنے کا معاہدہ کیا، جسے خریدنے کے بعد مسجد کو بآسانی بڑھایا جاسکے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برادری کے ذمہ دار اور معتبر افراد کے مشورہ سے جب مذکورہ جائیدادیں مسجد کے نام وقف میں شامل کردی گئیں اور آج تک ان کی آمدنی مسجد میں وصول کی جاتی رہی، تو اب ان جائیدادوں کو مسجد کی ملکیت سے نکال کر برادری کی ملکیت میں داخل کرنے کا حق نہیں رہا، ان جائیدادوں کو صرف مسجد کے فائدہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، اگر ان پر کوئی تعمیر وغیرہ کرنی ہے تو اس کا کرایہ مسجد کو دینا ہوگا۔

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب مهم فرّق أبويوسف بين قوله: موقوفة وقوله: فموقوفة على فلان ٤/١ ٣٥ كراچی، ٥٣٩/٦ زكريا)

إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه ......، أما امتناع التمليك فلما بينا من قوله عليه السلام: تصدق بأصلها، لا يباع ولا يورث ولا يوهب. (الهداية / كتاب الوقف ٦٤٠/٢ إدارة المعارف ديوبند، ٦١٩/٢ المكتبة النعيمية ديوبند، كذا في فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہارن کے چندہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا؟

سوال (۲۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: رمضان المبارک میں سحر وافطار کے واسطے ہارن کے لئے چندہ کیا گیا، بعد ازاں ہارن خرید لیا گیا، ہارن کے واسطے جو چندہ کیا تھا، اس میں سے دو ہزار روپئے باقی بچے ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ باقی ماندہ رقم مسجد کے دوسرے کام (تعمیر) میں استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس وقت مسجد میں غسل خانے، ٹنکی، دروازہ وغیرہ کا کام چل رہا ہے؛ لہٰذا مذکورہ بالا کاموں میں یہ رقم استعمال کی جائے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چندہ دہندگان کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس روپئے کو دیگر اُمور وضروریاتِ مسجد میں صرف کرنے کی اِجازت ہے، تو یہ روپیہ دیگر مصارفِ مسجد میں خرچ کرنا درست ہے ورنہ نہیں۔ (مستفاد: منتخبات نظام الفتاویٰ ۱؍۹۳)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر / كتاب الوقف من الفن الثاني ۱۰٦/۲ زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤۳۳/٤-٤۳٤ كراچی، ٦٤۹/٦ زكريا)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ۳٤۳/٤ دار الفكر بيروت، ٥۲۷/٦ زكريا)

رجل أعطى درهمًا في عمارة المسجد أو نفقة المسجد أو مصالح المسجد صح. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني ٤٦۰/۲ زكريا)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة ٦٥٤/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ المكتبة الحنفية كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۸؍۳؍۱۴۱۲ھ

تعمیری چندہ سے مسجد کی بجلی کا بل اَدا کرنا؟

سوال (۲۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کا بجلی کا بل پچھلا رکا ہوا کچھ زیادہ رقم کا آ گیا ہے جو کہ ایک ساتھ ادا کرنا ہے، ہمارے پاس مسجد کے اکاونٹ میں رقم اس وقت کم ہے، مسجد کی نئی تعمیر کے لئے اِس وقت چندہ ہوا ہے، یہ رقم عوام سے ہمارے پاس آئی ہے، اور چندہ برابر ہو رہا ہے، تعمیر کا کام بھی شروع ہو چکا ہے، ہم اِس چندہ کی رقم میں سے کچھ رقم اُدھار لے کر اِس وقت بجلی کا بل ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بعد میں اِس چندہ کی رقم کی ادائیگی مسجد کی دوکانوں کے کرایہ کی رقم میں سے ادا کر دی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چندہ دہندگان سے اِجازت لے کر یہ رقم مسجد کے بجلی کے بل کی ادائیگی میں بطورِ قرض خرچ کی جاسکتی ہے، بعد میں جب مزید آمدنی ہو تو اُس قرض کو بے باق کر دیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱/۴۹۱)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر / كتاب الوقف من الفن الثاني ١٠٦/٢ زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا)

أي مصالح المسجد، فيدخل المؤذن والناظر؛ لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطيب داخل تحت الإمام؛ لأنه إمام الجامع، فتحصل أن الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقًا بعد العمارة الإمام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظر وثمن القناديل والزيت والحصر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٩/٥ زكريا)

يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتًا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض، وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانة، وليس فيها ما يفي به، يستقرض من خزانة

غیـرها، ثم إذا حصل التي استقرض به مال یُردُّ إلى المستقرض. (رد المحتار، کتاب الزکاۃ / باب العشر، مطلب: في بیان بیوت المال ومصارفها ۳۳۷/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی رقم سے قبرستان کی باؤنڈری کرانا

سوال (۲۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں مسجد کا خزانچی ہوں، اور مسجد قبرستان کے درمیان میں ہے، مسجد کی ایک رسید ہے، اس رسید کے ذریعہ بازار سے چندہ ہوتا ہے، کافی رقم میرے پاس ہے، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جمع شدہ رقم کو قبرستان کی باؤنڈری اور تعمیر عیدگاہ وغیرہ میں خرچ کرنا چاہئے، کیا مسجد کے علاوہ پر مذکورہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی رقم قبرستان میں نہ لگائیں اور چوں کہ مسجد میں اب رقم کی ضرورت نہیں ہے؛ لہٰذا اس کے لئے مزید چندہ نہ کریں، اور اگر ضرورت ہو تو قبرستان کے لئے الگ سے چندہ کریں۔

ولا یجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: فیما لو خرِب المسجد أو غیره ۳۵۸/٤ کراچی، ٥٤٨/٦ زکریا)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدین أو رجل مسجدًا ومدرسةً، ووقف علیها أوقافًا، لا یجوز له ذٰلک (الدر المختار) قوله: لا یجوز له ذٰلک: أي الصرف المذکور ...... قال الخیر الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا کان الوقف منزلین: أحدهما للسکنى والآخر للاستغلال، فلا یصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوىٰ الخ. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤-٣٦١ کراچی)

وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٣٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۳/۱۰/۱۴۱۳ھ

مسجد کا مال فروخت کرکے مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا مال فروخت کرکے مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ضرورت کے وقت جائز ہے۔

سئل شيخ الإسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبة وينقلونه إلى دورهم هل لواحد أهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هٰذا المسجد، قال نعم. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٤/ ٣٦٠ كراچی، ٦/ ٥٥٠ زكريا)

وأما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف، فإنه يجوز بيعه بلا هٰذا الشرط؛ وهٰذا لأن في صيرورته وقفًا خلافًا، والمختار أنه لا يكون وقفًا، فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحةٍ عرضت. (فتح القدير / كتاب الوقف ٦/ ٢٢٤ - ٢٢٥ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر، وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٤/ ٣٧٧ كراچی)

وفي الحاوي: فإن خيف هلاك النقض باعه الحاكم وأمسك ثمنه لعمارته عنه لحاجة. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٣٦٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۳/۱۴۱۷ھ

مسجد کے فنڈ سے تعزیہ بنوانا؟

سوال (۲۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں تعزیہ داری کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے، اب الحمدللہ کسی حد تک لوگ باز آگئے ہیں؛ لیکن تعزیئے اب بھی بنائے جاتے ہیں اور تعزیہ سازی پر جو رقم صرف ہوتی ہے، وہ مسجد کا جمع کردہ فنڈ ہوتا ہے، جب اُن کو مسجد کے فنڈ میں سے خرچ کرنے سے منع کیا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو ہم پرانے زمانے سے کرتے آئے ہیں، مؤدبانہ درخواست ہے کہ تعزیہ سازی پر قدرے روشنی ڈالتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت کی جائے، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعزیہ داری وتعزیہ سازی بدعت وگناہ کا کام ہے، مسجد کا فنڈ اِس ناجائز کام میں استعمال کرنے کی قطعاً اِجازت نہیں اور یہ کوئی دلیل نہیں کہ پرانے زمانے سے یہ کام ہورہا ہے؛ اِس لئے کہ بہت سے حرام کام صدیوں سے ہوتے چلے آرہے ہیں؛ لیکن اُنہیں اِس بنا پر جائز نہیں کہا جاسکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۰ ۷ زکریا)

وأما اتخاذه ماتما لأجل قتل الحسين بن علي كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعًا، إذ لم يأمر اللّٰه ولا رسوله باتخاذ أيام مصائب الأنبياء وموتهم ماتماً فكيف بمن دونهم؟ يجب على ولاة الدين أن يمنعوهم، والمستمعون لا يعذرون في الاستماع. (مجالس الأبرار ۲۵۳ بحواله: فتاویٰ محمودیه ۴۸۵/۵ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی رقم سے جنازہ کی چارپائی تیار کرنا؟

سوال (۲۱۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسجد کی رقم سے جنازہ اٹھانے کی مسہری تیار کروانا اور اُس پر میت کو اٹھا کر لے جانا اور پھر مسجد میں رکھ دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنازہ کی مسہری مسجد کی ضروریات میں داخل نہیں ہے، مسجد کی رقم سے اسے خریدنا درست نہیں ہے، اگر ضرورت ہو تو الگ سے چندہ کیا جائے اور اُسے مسجد پر وقف کر دیا جائے۔

وليس لقيم المسجد أن يشتري جنازة، وإن ذكر الواقف أن يشتري جنازةً، كذا في السراجية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد ٢/٤٦٢ زكريا)

ذكر الواقف في كتاب الوقف أن القيم يشتري جنازةً، لا يجوز للقيم أن يشتري جنازةً من غلة الوقف، ولو اشترى ونقد الثمن من غلة الوقف، يكون ضامنًا …… وشراء الجنازة ليس من مصالح المسجد. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا الخ ٣/٢٩٧ زكريا، وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الرابع في المسجد وما يتصل به ٦/٢٦٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی آمدنی سے متوفی اِمام کے وارثین کے لئے پنشن دینا؟

سوال (۲۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری مسجد کے امام صاحب کا ایک حادثے میں انتقال ہوگیا، تو مسجد کمیٹی کے متولی صاحب نے ایک متعینہ رقم ان کے بال بچوں کے لئے مسجد کمیٹی سے مختص کر دیا، اس پر ایک عالم صاحب نے کہا کہ متولی صاحب کا یہ فعل خلافِ شرع ہے، اُنہوں نے کہا کہ متولی عام لوگوں کا وکیل ہے، اور وکیل کو مؤکل کے منشاء کے خلاف کرنے کا اختیار نہیں، مذکورہ مسئلہ میں وکیل کو اجازت نہ تو صراحۃً

ہے اور نہ ہی دلالۃً ہے، ہاں اگر اس علاقہ میں اس طرح کا عرف ہوتا تو دلالۃً اجازت مانی جاتی، ایسا عرف بھی نہیں ہے، تو اب آپ بتائیں کہ عالم صاحب کا کہنا صحیح ہے یا متولی کا فعل صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے وقف کی آمدنی سے متوفی امام کے خاندان کو پینشن دینا جائز نہیں؛ لیکن اگر مسجد کی کمیٹی اس عنوان سے چندہ کرے اور چندہ دہندگان سے صراحت کردے کہ اس میں سے متوفی امام کے گھر والوں کی مدد کی جائے گی، تو اِس تعاون کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

إذا أراد أن یصرف شیئًا من ذٰلک إلی إمام المسجد، أو إلٰی مؤذن المسجد، فلیس له ذٰلک إلا إن کان الواقف شرط ذلک في الوقف. (الفتاویٰ الهندیة / مطلب الوقف علی عمارته و مصالحه سواء علی الأصح ٤٦٣/٢)

الفاضل من وقف المسجد هل یصرف إلی الفقراء؟ قیل: لایصرف وأنه صحیح، ولکن یشتري به مستغلاً للمسجد، کذا في المحیط. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الفصل الثاني في الوقف علی المسجد و تصرف القیم ٤٦٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے فنڈ سے پانی گرم کرنے کا انتظام کرنا؟

سوال (۲۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کا ذریعۂ آمدنی دو چیزیں ہیں: ایک آٹھ دس بیگھہ کا قطعہ جو کسی صاحب نے مسجد کو وقف کیا تھا، اور اب اُن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، دوسرے ہفتہ واری آ گاہی پر جمعہ کو روپئے دو روپئے کی شکل میں، مذکورہ دونوں آمدنیوں کو ملا کر مسجد کی جملہ ضروریات پوری کی جاتی ہیں، چاہے وہ امام ومؤذن کی تنخواہ ہو، چاہے وہ مسجد کی لائٹ کے بل کا صرفہ ہو، چاہے وہ مسجد کے لئے صفوں کا

خریدنا ہو، چاہے وہ وضو کے لئے پانی کا انتظام ہو، اور اسی طرح موسم گرمی میں لائٹ نہ ہونے پر جنریٹر کے ذریعہ پنکھے اور لائٹ جلانا ہے، مسجد کی تمام ہی ضروریات مسجد کی مذکورہ دونوں آمدنیوں سے ہی پوری کی جاتی ہیں، اور اب مسجد کے مصلی حضرات کا کہنا ہے کہ موسم سردی میں پانی کو گرم کرنے کے لئے لکڑی کا انتظام بھی مسجد کی مذکورہ آمدنی سے کیا جائے، جب کہ اب تک موسم سردی میں لکڑی کے نام سے مصلی حضرات آپس میں چندہ جمع کرلیا کرتے تھے؛ لیکن اب یہ مطالبہ کی مسجد کی تمام ضروریات جب مسجد کی تحویل سے پوری کی جاتی ہیں، تو یہ ضرورت بھی مسجد کی تحویل سے پوری کی جائے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کی تحویل سے مصلی حضرات کا یہ مطالبہ از روئے شرع درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال اگر مسجد کی آمدنی میں گنجائش ہو، تو متولی مسجد کمیٹی کے مشورہ سے پانی گرم کرنے کے لئے ایندھن کا انتظام بھی مسجد کے فنڈ سے کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴۵۴-۴۵۵ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا أو اٰجر أو جصًا لفرش المسجد أو حصى، قالوا: إن وسع الواقف ذٰلک للقيم، وقال: تفعل ما ترى من مصلحة المسجد كان له أن يشتري للمسجد ما شاء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد الخ ٤٦١/٢، كذا في فتاوىٰ قاضي خان على الفتاوىٰ الهندية / باب الرجل يجعل داره مسجدًا أو خانًا الخ ۲۹۷/۳ زكريا)

ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد، ومدرس مدرسة (الدر المختار) **قوله: ثم ما هو أقرب لعمارته، والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف: أي من غلته عمارته، شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة ......، ثم السراج والبساط كذٰلک إلى آخر المصالح.** (الدر

المختار، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ بعد العمارة الخ ٣٦٧/٤-٣٦٨ كراچی، البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٦/٥ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٥٨٧/٢ المكتبة الغفارية كوئٹه)

حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٩/٤ كراچی، ٥٤٩/٦ زكريا)

سئل عن شمس الحلواني عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه: هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ قال: نعم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغني عنها ٤٧٨/٢ زكريا، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الرابع والعشرون في الأوقاف التي يستغني عنها ٨٧٧/٥ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۴/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد بننے کے بعد اس کی آمدنی کے لئے نیچے دوکان بنانا؟

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، اور اُس میں نماز بھی ہورہی ہے، اور مسجد کی آمدنی بھی بہت کم ہے، اور مسجد کی جگہ بھی محدود ہے، اور پڑوس والا بھی بطور معاوضہ زمین دینے پر راضی نہیں ہے؛ لہٰذا اِس صورت میں اہل کمیٹی یہ چاہتے ہیں کہ مسجد کے نیچے والے حصہ میں کچھ دوکانیں اور مسجد کے سامان رکھنے کے لئے بنالیں، آیا ایسا کرنا اہل کمیٹی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ایک مرتبہ مسجد بن گئی، تو اب مسجد کی آمدنی کے

لئے نیچے والے حصہ میں بھی دوکانیں اور کمرے بنانا جائز نہیں ہے؛ ہاں البتہ مسجد کے خارجی حصہ کے نیچے بنا سکتے ہیں۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٣٥٨/٤ كراچی، ٥٤٨/٦ زكريا)

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز. (الدر المختار مع الشامي / مطلب في أحكام المسجد ٣٥٧/٤ دار الفكر بيروت، كذا في البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٣٥٧/٤ كراچی)

وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ [الجن: ١٨] بخلاف ما إذا كان السرداب أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد ......، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر الرواية. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤٢١/٥ زكريا، وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٣٥٧/٤-٣٥٨ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تراویح کے چندہ کو مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۲۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تراویح کے لئے چندہ کر کے پھر اُس کو مسجد یا دوسرے کارِ خیر میں صرف کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: چندہ دہندگان اگر اِجازت دے دیں، تو اِس رقم کو مسجد اور دیگر کارِ خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

فإن شرائط الوقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم

تخالف الشرع ٣٤٣/٤ دار الفكر بيروت، ٥٢٧/٦ زكريا)

باقی چوں کہ تراویح میں اُجرت دینا جائز نہیں؛ لہٰذا اِس مقصد سے چندہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

قوله: ولا لأجل الطاعات: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لا يجوز الاستيجار عليها عندنا، لقوله عليه الصلاة والسلام: "اقرأوا القرآن ولاتأكلوا به. (رد المحتار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على الطاعات ٥٥/٦ كراچی، وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب الإجارة ١٣٧/٢ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِمام کو کم تنخواہ دے کر مسجد کی آمدنی نقش ونگار میں لگانا؟

سوال (۲۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ امام کی تنخواہ بھی کم سے کم ہو، مسجد میں نائب امام اور مؤذن بھی مستقل ہو، مسجد کے پیسے بچائے جائیں؛ لیکن اس کے باوجود مسجد کے میناروں وغیرہ میں نقش ونگار پر لاکھوں روپئے ناجائز ڈھنگ سے خرچ کرتا ہے، ان فضول نقش ونگار کا مساجد میں کہاں تک جواز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متولی اور صدر کمیٹی کا یہ عمل خلافِ شریعت ہے، مسجد کی آمدنی کو اس مد میں لگانے کی اجازت نہیں ہے۔

بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف فإنه حرام. (الدر المختار) **وأرادوا من المسجد داخله فيفيد أن تزيين خارجه مكروه، وأما من مال الوقف فلا شک أنه لايجوز للمتولي فعله مطلقًا لعدم الفائدة فيه.** (شامي، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره؛ لأنه البأس الشدة ٦٥٨/١ كراچی، ٤٣١/٢ زكريا)

ولا بـأس بـنـقـش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه ...... إذا فعل من مال نفسه. أما المتولي فلا يجوز أن يفعل من مال الوقف إلا ما يرجع إلى أحـكـام البـنـاء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن الخ. (الـحلبي الكبير، كتاب الصلاة / فصل في أحكام المسجد ٦١٥-٦١٦ سهيل أكيڈمي لاهور)

يـجوز نقشه بالجص وماء الذهب إذا تبرع به إنسان، سوى جدار القبلة.
(الـدر الـمنتقى في شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: ١٩٠/١ المكتبة الغفارية كوئٹه)

ولا بـأس بأن ينقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ...... وهٰذا إذا فـعـل مـن مـال نـفسه، أما المتولي يفعل من مال الوقف ما يرجع إلى أحكام البناء دون مـا يـرجـع إلى النقش، حتى لو فعل يضمن. (الهـداية، كتـاب الصلاة / باب ما يفسد الـصلاة وما يكره فيها ١٤٤/١ مكتبة شركت علمية ملتان، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني فيـمـا يـكره في الصلاة وما لا يكره، فصل: ١٠٩/١ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: ٦٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی قرض پر خریدے گئے ٹرک کی آمدنی مسجد مدرسہ میں لگانا؟

سوال (۲۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے بینک سے سود پر قرض لے کر کوئی کاروبار کیا، یا ٹرک وغیرہ خریدا، اُس کی آمدنی سے زکوٰۃ وصدقات اور دیگر مدات میں روپیہ مدارس میں دینا یا کسی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک سے سود پر قرض لینا گناہ ہے، اُس عمل کا گناہ

مذکورہ شخص پر ہوگا؛ لیکن اُس کی آمدنی حرام نہیں کہلائے گی؛ اِس لئے کہ سودی اَصل رقم اس کے سرمایہ میں شامل نہیں ہے؛ بلکہ وہ رقم اس نے نکال کر بینک کو دے دی ہے؛ لہٰذا اِس آمدنی کو مدارس یا مساجد میں لگانا بلاشبہ درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۰۶ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً﴾ [آل عمران، جزء آیت: ۱۳۰]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۷۵]

عن علي رضي اللّٰه عنه: كل قرضٍ جر منفعةً فهو ربا. ذكره السيوطي في الجامع الصغير. (تكلمة فتح الملهم، كتاب البيوع / باب الربا ۱/۵٦٨ مكتبة دار العلوم كراچی)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم ۷۲/۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰٦، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في آكل الربا ومؤكله ۱۱۷/۲ المكتبة الإمدادية ملتان، مشكاة المصابيح، البيوع / باب الربا ۲٤٤، مرقاة المفاتيح ٤۳/٦ رقم: ۲۸۰۷ دار الكتب العلمية بيروت)

لأن القرض إعارةٌ ابتداءً حتى يصح بلفظها، معاوضةٌ انتهاءً؛ لأنه لا يمكن لانتفاع به إلا باستهلاک ويملكه المستقرض بالقبض كالصحيح. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية، فصل في القرض ۱٦۱/۵ كراچی)

يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. (البحر الرائق / البيوع ۲۱۱/٦ زكريا، الأشباه والنظائر / الفن الأول، قبيل: القاعدة السادسة ۹۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالی جرمانے کی رقم مسجد و مدرسہ میں دینا؟

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا جرمانہ کی رقم مسجد و مدرسہ یا کسی غریب کو دی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالی جرمانہ میں لی ہوئی رقم مالک کو واپس کرنا لازم ہے، اُسے مالک کی اِجازت کے بغیر کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

عن عطاء بن أبي رباح رجل أصاب مالاً من حرامٍ؟ قال: ليرده على أهله فإن لم يعرف أهله فليتصدق به، ولا أدري ينجيه ذٰلک من إثمه. (المصنف لابن أبي شيبة ١١/ ٦٥٠ رقم: ٢٣٥٩٣ المجلس العلمي)

قال في الفتح: عن أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز، ومثله في المعراج، وظاهره أن ذٰلک رواية عن أبي يوسف. قال في الشرنبلالية: ولا يفتى بهٰذا لما فيه من تسليط الظَّلَمة على أخذ المال للناس فيما يأكلون الخ. ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان. وأفاد في البزازية: أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به: إمساك شيء من ماله عنده مدةً لينزجر، ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم بنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة؛ إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي.

وفي المجتبىٰ: لم يذكر كيفية الأخذ، وأرى أن يأخذها فيمسكها، فإن أيس منتوبته يصرفها إلى ما يرى. وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام، ثم نسخ الخ. والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال الخ. (رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ٤/ ٦١-٦٢ كراچی، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحدود / باب التعزير ٢/ ٤١١ دار المعرفة بيروت، وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود / باب حد القذف، فصل في التعزير ٣/ ١٦٥ زكريا)

والسبيل في المعاصي ردها، وذٰلک هٰهنا برد الماخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه. (الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس عشر في الكسب ٥/ ٣٤٩، المحيط البرهاني

۶۳/۸ المجلس العلمي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی مسجد کا ملبہ فروخت کر کے پیسہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی تعمیرِ نو کا اِرادہ ہے انشاء اللہ، پرانی مسجد سے جو ملبہ یعنی کنکر اور ریت وغیرہ نکلے گا، وہ تمام مسجد کے کام میں نہیں آ سکتا؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خریدنے والا اس کو کہاں کہاں یعنی کن کن جگہوں پر استعمال کر سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرانی مسجد سے جو ملبہ کنکر اور ریت وغیرہ نکلے، وہ اگر نئی تعمیر میں کام نہ آ سکے؛ بلکہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت اسی مسجد میں لگا دینی چاہئے، اور خریدنے والا اُس چیز کو جہاں چاہے استعمال کر سکتا ہے؛ اِس لئے کہ خریدنے کے بعد وہ چیز اب مسجد کی نہیں رہے گی۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۶۷۱)

والذي ينبغي متابعة المشائخ في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض، كما أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني وكفى بهما قدوة، ولا سيما في زماننا؛ فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل يأخذه أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد – ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد وغيره ٤/ ٣٦٠ كراچی، ٦/ ٥٥٠ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الثالث عشر في الأوقاف الخ ٢/ ٤٧٨ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية / الفصل الرابع والعشرون في الأوقاف التي يستغني الخ ٥/ ٨٧٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۹/۱۴۱۷ھ

قبرستان کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا؟

سوال (۲۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی قبرستان کا روپیہ کسی مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبرستان کا روپیہ اگر قبرستان ہی کی کسی ضرورت (چہار دیواری وغیرہ) میں لگا ناممکن ہو، تو وہ روپیہ دیگر کسی مصرف مسجد وغیرہ میں نہیں لگایا جاسکتا۔

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی رقم امانت رکھنے کے بعد خزانچی نادار مفلس ہوگیا؟

سوال (۲۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے منتظم کا صدر وسکریٹری صاحبان نے مسجد کے کچھ انتظام محلّہ میں ایک دوکان دار صاحب کو سونپ رکھے تھے کہ مسجد کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو اس دوکان پر جاکر حاصل کر سکتے ہیں، مثلاً جھاڑو، موم بتی، ماچس، تیل وغیرہ وغیرہ۔ دیگر اُنہوں نے مسجد کی رسیدات بھی دی تھیں، اگر کسی کو مسجد کی امداد کرنی ہے تو دوکان دار صاحب سے رسید بنوالیں؛ لہٰذا محلّہ والے دوکان دار صاحب کو چندہ دیتے تھے، اس طرح دوکان دار صاحب کے ہاتھ میں مسجد کی آمد وخرچ کا حساب بھی تھا، اس آمد وخرچ کا حساب لینا دینا صدر وسکریٹری صاحبان کی ذمہ داری پر تھا، اچانک دوکان دار صاحب کی مالی پوزیشن بگڑی اور دوکان ختم ہوگئی، معلوم یہ ہوا کہ دوکان دار صاحب کی طرف مسجد کی کافی رقم ہے، کچھ انہوں نے ادا کردی کچھ بقایا ہے، جس کو تقریباً آٹھ دس سال کا عرصہ ہو رہا ہے،

تقریباً تین چار ہزار کی رقم بتلائی جارہی ہے، دوکان دار صاحب دو بھائی تھے، دونوں کی دوکانیں تھیں، دونوں ہی کے پاس مسجد کا حساب رہتا تھا، دونوں ایک ہی مکان میں رہتے تھے، اب ان کے ایک بھائی کا انتقال ہوچکا ہے، دوسرے بھائی انتہائی کمزوری وخستہ حالی میں ہیں، جو مسجد کی رقم ادا نہیں کرسکتے، ادا کرنے کے لئے کہتے ہیں مگر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں، تو کیا مسجد کی رقم دوکان دار صاحب کی خستہ حالت کی بنا پر معاف کی جاسکتی ہے۔ یا دوکان دار سے وصول ہی کرنا ضروری ہے، یا اس رقم کے ذمہ دار مسجد کے صدر وسکریٹری ہیں؛ کیوں کہ دوکان دار کو صدر وسکریٹری صاحبان نے ہی امین بنا کر رکھا تھا، کسی نمازی یا محلّہ والوں کا مشورہ نہیں تھا؛ لہٰذا اُس رقم کا ذمہ دار کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو دوکان دار مسجد کی رقم کا ذمہ دار تھا، اُس کے اوپر مسجد کی بقایا رقم ادا کرنا لازم ہے، وہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوگی، اگر وہ بالکل مجبور ہے تو کسی صاحبِ خیر سے اپنے لئے صدقہ کے طور پر رقم لے کر پھر مسجد میں جمع کردے، بغیر ادا کئے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوسکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۲۵۷ قدیم زکریا)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨]

أكّار تناول من مال الوقف فصالح المتولي على شيءٍ، فهٰذا على وجهين: إما أن يكون الأكار غنيًا أو فقيرًا، ففي الوجه الأول لا يجوز الحط من مال الوقف. وفي الوجه الثاني يجوز، إذا لم يكن فيه غبن ظاهرٌ. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / تصرف القيم في الأوقاف ٨/ ٧٨ رقم: ١١٢٦٦ زكريا، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف ٢/ ٤٢٦ زكريا)

وأما إذا كان على أرباب معلومين ومستحقين مخصوصين، لا تجوز المسامحة والحط بالصلح مطلقًا. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٤٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۲۶ھ

موقوفہ قبرستان میں ذاتی رقم سے لگائے گئے درختوں کی قیمت مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۲۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک چھوٹا سا گاؤں جہاں صرف چند مسلمان ہیں، نہ وہاں مسجد ہے نہ مدرسہ، چک بندی کے موقع پر حکومت سے ایک قبرستان کی زمین ملی تھی، پیڑ لگادیے، پیڑ فروخت کئے گئے، اُن کے نزدیکی گاؤں میں مدرسہ بھی ہے، مسجد بھی ہے، تعمیر مسجد میں اس میں کی کچھ رقم لگادی گئی، کچھ عرصہ بعد تعمیر پھر ضرورت پڑی، تو اس گاؤں کے چند افراد ان لوگوں سے رقم مانگنے گئے، مگر اُن لوگوں نے اُن پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اُن کو واپس کردیا اور خود جاکر مسجد کے لئے ایک گیٹ بنواکر نزدیکی گاؤں کی مسجد کے لئے لے آئے، جس میں کچھ اپنی ذاتی رقم بھی صرف کی ہے، اَب جن حضرات کو واپس کردیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ قبرستان کے پیڑوں کی رقم مسجد میں لگانا درست نہیں ہے، جب کہ اس سے پہلے لگائی جاچکی ہے، نیز یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ گیٹ نہ بنواتے، تو جلد ہی وہ رقم اُن حضرات میں خود اپنی ضروریات پر خرچ کرڈالنے کی نیت میں تھے، گیٹ رکھا ہوا ہے، وہ مسجد میں لگایا جائے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کے مطابق چوں کہ یہ زمین من جانب حکومت قبرستان کے لئے وقف ہے؛ لہٰذا اگر موقوفہ قبرستان میں پیڑ خود نہ اگے ہوں؛ بلکہ حالتِ وقف میں اہلِ مقبرہ نے اس میں پیڑ لگائے ہوں، تو پھر یہ پیڑ اہلِ مقبرہ کی ملک ہیں، اُس میں ان کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، اور ان پیڑوں کی رقم کو مسجد میں لگانا اور اس سے مسجد کا گیٹ وغیرہ بنانا جائز اور درست ہے۔ (کفایت المفتی ۷/۱۱۵)

مقبرة عليها أشجار عظيمة فهٰذا على وجهين إما إن كانت الأشجار نابتة قبل اتخاذ الأرض مقبرة أو نبتت بعد اتخاذ الأرض مقبرة. وفي الوجه الثاني

المسألة على قسمين: ...... إما أن علم لها غارس أو لم يعلم ففي القسم الأول كانت للغارس. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الثاني عشر من الوقف، مطلب: الكلام على الأشجار في المقبرة وغير ذٰلك ۲/ ٤٧٤)

وإن نبت الأشجار فيها بعد اتخاذ الأرض مقبرةً، فإن علم غارسها، كانت للغارس. وإن لم يعلم الغارس، فالرأي فيها يكون للقاضي، إن راٰى أن يبيع الأشجار ويصرف ثمنها إلى عمارة المقبرة، فله ذٰلك، ويكون في الحكم كأنها وقف. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / فصل في الأشجار ۳/ ۳۱ زكريا، وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / نوع في وقف المنقول ٦/ ٢٦١ زكريا)

سئل نجم الدين عن رجل غرس تالة في مسجد، فكبرت بعد سنين، فأراد متولي المسجد أن يصرف هٰذه الشجرة إلى عمارة بئر في هٰذه السكة، والغارس يقول: هي لي، فإني ما وقفتُها على المسجد؟ قال: الظاهر أن الغارس جعلها للمسجد، فلا يجوز صرفها إلى البئر، ولا يجوز للغارس صرفها إلى حاجة نفسه. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / باب الجنائز، القبر والدفن ٥/ ٨٧٦ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۲/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں مکتب اور مدرس کی تنخواہ کا نظام؟

سوال (۲۳۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ہر گاؤں والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ مسجد میں امام مؤذن اور مکتب کا انتظام کریں، اگر ذمہ داری ہے تو اُن کے نفقہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا ہر فرد پر صدر سکریٹری کو ایک معینہ رقم باندھنا اور نہ دینے پر جبراً وصول کرنا درست ہے؟ یا مال داری کے اعتبار سے رقم کی تعیین کی جائے، اگر مال داری کے اعتبار سے رقم کی تعیین ہوگی تو کتنا کتنا ہوگا؟ اس کی صراحت فرمائی جائے، نیز اگر مذکورہ

مال دار رقم نہ دیں،تو ان سے تعلقات ختم کرنا اورسلام کلام بند کرنا درست ہے، یا مالی جرمانہ لگانا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گاؤں والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گاؤں میں مسجد کے امام اور مؤذن اور مکتب کا انتظام کریں، اگر کچھ ذمہ دار لوگ اس کام کو انجام دیں تو سب گاؤں والے بری الذمہ ہوں گے، ان کو نان ونفقہ اور تنخواہ دینے میں تمام گاؤں والے اپنی حیثیت کے مطابق مسجد کی کمیٹی کا تعاون کریں،صدر یا سکریٹری کا کسی پر متعین رقم باندھنا یا نہ دینے پر زبردستی وصول کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں کو ایسے کاموں پر خرچ کرنے کے فضائل بتا کر اس پر ابھارنا چاہئے ،بعض مخصوص لوگوں پر اس کی ذمہ داری ڈالنا درست نہیں، اوران کے نہ دینے پر سلام وکلام بند کرنا اور مالی جرمانہ لگانا جائز نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/٥، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤٩۲ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: كلكم راعٍ وكلكم مسئولٌ عن رعيته، الإمام راعٍ ومسئولٌ عن رعيته، والرجل راعٍ في أهله وهو مسئولٌ عن رعيته، والمرأة راعيةٌ في بيت زوجها ومسئولةٌ عن رعيتها، والخادم راعٍ في مال سيده ومسئولٌ عن رعيته، والرجل راعٍ في مال أبيه وهو مسئولٌ عن رعيته، وكلكم راعٍ ومسئولٌ عن رعيته.

(صحيح البخاري، كتاب الجمعة / باب الجمعة في القرىٰ والمدن ۱۲۲/۱ رقم: ۸۹۳ دار الفكر بيروت)

عـن عثمـان بـن عـفان رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: خير كم من تعلم القرآن وعلمه. (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن / باب ما جاء في تعليم القرآن ۱۱۸/۲ رقم: ۲۹۰۷ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عـن أبي موسىٰ رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الخازن المسلم الأمين الذي يُنفِّذُ – وربما قال: يعطي – ما أُمر به، فيعطيه كاملاً موفَّرًا طيبةً بهٖ نفسهٗ، فيدفعه إلى الذي أمر له به أحد المتصدقين. (صحيح مسلم / باب أجر الخازن الأمين رقم: ۲۳۶۳ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا قرض معاف کرانا اور اِمام کی تنخواہ میں اِضافہ کرنا؟

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں اِمامت کرتا ہے، اُس کو اِسی ماہ سے بجائے ۱۳۰/ کے ۱۵۰/ روپئے ماہانہ تنخواہ دی گئی، اُس کے اوپر مسجد کی رقم میں سے ۲۰۰/ روپئے بطور قرض ہیں، زید نے کہا کہ میں قرض کی وجہ سے مکان فروخت کر رہا ہوں، کسی دوسری جگہ جا کر رہوں گا، مصلیان کو اِس اطلاع سے فکر ہوئی کہ امام صاحب چلے جائیں گے، نیا امام پتہ نہیں کیسا ہو؟ تو اُنہوں نے باہم مشورہ کیا، پھر چند لوگوں نے اپنے پاس سے ایک رقم اکٹھی کر کے امام صاحب کے پاس بھیج دی کہ قرض کی ادائیگی کر دیں اور ۲۰۰/ روپئے جو قرض تھے وہ بھی نہیں لئے جائیں گے، اور تنخواہ بھی اب ۱۵۰/ کے بجائے ۲۰۰/ روپئے ماہانہ دیا کریں گے، تو اُن لوگوں سے اِس طرح رقم لینا امام صاحب کے لئے درست ہے یا نہیں؟ اور ۲۰۰/ روپئے مسجد کی رقم سے مسجد والوں کو معاف کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا روپیہ معاف نہ کیا جائے؛ بلکہ مقتدی اگر چاہیں

توچندہ کرکے امام صاحب کا قرض ادا کردیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴؍۲۵۷) اور تنخواہ میں اِضافہ مطلقاً درست ہے۔

وكان ما قدره للإمام ونحوه لا يكفيه فيعطي قدر الكفاية؛ لئلا يلزم تعطيل المسجد. (شامي، كتاب الوقف / مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها ٤/٣٦٨ كراچی، ٦/٥٦١ زكريا)

وأما إذا كان على أرباب معلومين ومستحقين مخصوصين، لا تجوز المسامحة والحط بالصلح مطلقًا. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٤٠٦ زكريا)

أكار تناول من مال الوقف فصالح المتولي على شيء، فهٰذا على وجهين: إما أن يكون الأكار غنيًا أو فقيرًا، ففي الوجه الأول لا يجوز الحط من مال الوقف. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / تصرف القيم في الأوقاف ٨/٧٨ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف ٢/٤٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸؍۶؍۱۴۱۴ھ

وقف بورڈ سے ائمہ مساجد کی تنخواہ

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ائمہ مساجد کے لئے وقف بورڈ سے تنخواہوں کی منظوری حال ہی میں آچکی ہے، تو کیا شرعاً اس تنخواہ میں کوئی قباحت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اَوقاف کے مصارف میں اگر ائمہ کی تنخواہوں میں خرچ کا بھی ذکر ہے، تو ان کے ذریعہ مساجد کے ائمہ کو تنخواہ لینا درست ہے۔

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب:

مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گولک کے ذریعہ وصول شدہ رقم سے امام کی تنخواہ دینا؟

سوال (۲۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی اُس امدادی رقم سے جو بذریعہ گولک موصول ہوتی ہے، یا دوسرے طریقے سے لوگ مسجد میں دیتے ہیں، پیش امام کی ماہانہ خدمت یا بالفاظ دیگر تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اِس رقم سے امام مسجد کی تنخواہ دینا درست ہے۔

يفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدر المختار، كتاب الإجارة / مطلب: في الاستئجار على المعاصي ٥٥/٦ كراچی، ٧٦/٩ زكريا)

ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد، ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذٰلك إلى آخر المصالح. (الدر المختار / كتاب الوقف ٣٦٧/٤-٣٦٨ كراچی، البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٦/٥ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثالث في المصارف ٣٦٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۷/۱۲/۱۴۱۰ھ

مسجد کی گولک میں جمع شدہ پیسے سے اِمام کی تنخواہ دینا؟

سوال (۲۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے گولک میں جو پیسہ جمع ہوتا ہے، اُس سے امام صاحب کی تنخواہ دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے گولک میں جولوگ پیسہ ڈالتے ہیں، اُن کا مقصد مسجد کی تمام ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے؛ لہٰذا گولک کے پیسے سے امام صاحب کی تنخواہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ثم إلی ما هو أقرب إلی العمارة أعم للمصلحة کالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف إلیهم إلی قدر کفایتهم. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الثاني من کتاب الوقف ۲/ ۳٦۸ زکریا)

ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته کإمام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: یُبدَأُ بعد العمارة بما هو أقرب إلیها ٦/ ٥٦۰ زکریا)

والذي یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أو لا، ثم ما هو أقرب إلی العمارة وأعم للمصلحة کالإمام للمسجد. (البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/ ۳٥٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/ ۷/ ۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مختلف عناوین پر جمع کردہ چندہ کے مصارف

سوال (۲۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد سے متصل ایک عمارت کی مرحلہ وار خریداری پانچ سال میں مکمل ہونے کے قریب ہے، جس کے لئے سوا چار روپئے کا چندہ تین مختلف عناوین کے تحت کیا گیا، جوحسبِ ذیل ہیں:

(۱) صرف برائے توسیع مسجد (۲) مسجد اور ایک مخصوص جہت میں جماعت خانہ، مشورہ گاہ وحجرۂ امام (۳) مسجد مع اسکول، جماعت خانہ، قیام گاہ، مستورات واشخاص وغیرہ۔

سوا چار روپئے میں سے ایک روپیہ صرف بعنوان مسجد جمع کیا گیا،اور ایک روپیہ تیسرے مقصد (مسجد مع اسکول) کے لئے؛ البتہ اس میں اسکول کا عنوان زیادہ اہم تھا، بقیہ سوا دو روپئے مختلف مقاصد (مسجد، مدرسہ، اسکول جماعت ومشورہ گاہ وغیرہ) کے لئے جمع کئے گئے، اور انہیں مقاصد میں صرف بھی ہوئے، نہ رقم میں کسی طرح کی تعیین ہے اور نہ ہی جگہ کی تمیز وتخصیص ہے کہ فلاں رقم یا فلاں جگہ اس متعین مقصد کے لئے ہے،اور دوسری فلاں رقم وفلاں جگہ دوسرے کسی مقصد کے لئے خاص ہے۔

امر مسئول یہ ہے کہ سوا دو روپئے جس کے جمع وصرف میں مختلف مقاصد پیشِ نظر رہے؛ لیکن کسی طرح کی تحدید وتمیز نہ ہوسکی ہے، اس کی تحدید کہ اس میں سے اتنی رقم فلاں مقصد، مثلاً مسجد یا جماعت خانہ کے لئے ہے۔ اِسی طرح سے ان سوا دو روپئے کے ذریعہ خریدی گئی جگہ میں تمیز کہ فلاں جگہ فلاں مقصد کے لئے ہے، کس طرح کی جائے؟ نیز ایک روپیہ جس میں مسجد واسکول دونوں مقصد پیشِ نظر ہیں، ان میں بھی تخصیص وتمیز کی شرعی صورت کیا ہو؟ یا یہ کہ تینوں مقاصد میں چوں کہ مسجد کا ذکر ہے، تو پوری عمارت کو ہی مسجد کی ملکیت مان لیا جائے، جب کہ بیان مقاصد نیز خریدتے وقت بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا چندہ دینے والوں کو اپنی عطا کردہ رقم کے مصارف برائے مسجد یا برائے اسکول وغیرہ وغیرہ کے تعین کا حق ہے یا نہیں؟ یہ تمام مشکلات چندہ کرنے والوں کی نادانی سے پیدا ہوگئی ہیں، اللہ کا خوف ہے، براہ کرم اس مشکل سے نجات دلوا دیں تو بڑا اِحسان ہوگا، جزاکم اللہ خیرا الجزاء۔ اِس وقت تمام معاملات بند ہیں، آپ کی رہنمائی کے بعد انشاءاللہ آئندہ کے کام عمل میں آئیں گے، اور اب بلاتعیینِ مقاصد چندہ نہیں لیا جائے گا۔

وضاحت: الف:- پورے معاملہ کے مسئول تین اشخاص ہیں، عطایا کے جمع وصرف کے وہی ذمہ دار ہیں، وہ خود اپنے ظنِ غالب کی بنیاد پر تمیز وتخصیص کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یا ممکنہ حد تک جتنی رقم کے بارے میں چندہ دہندگان کی جانب سے بیان مل سکے، تو وہ بیان رقومات کے صرف

ہونے کے بعد مفید و معتبر ہوگا یا نہیں؟ نیز بقیہ رقم کے بارے میں ظنِ غالب پر عمل کرلیا جائے۔

ب:- جو جہت اور حصہ مسجد سے متصل اور قریب ہے، اس کو مسجد سے جوڑ دیا جائے، بقیہ دوسری جہات دوسرے مقاصد میں استعمال کرلی جائیں، اس کی شرعاً گنجائش ہے؟

ج:- اسی عمارت میں دوسو اسکوائر فٹ کا ۲۰؍سال پرانا ایک مدرسہ دوسری منزل پر واقع ہے، اس کو اس جگہ سے ہٹا کر توسیع کی گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جو رقم توسیع مسجد کے لئے آئی ہے، اُسے صرف مسجد کی توسیع میں لگایا جائے، اور جو رقم مسجد اور جماعت خانہ اور مشورہ گاہ وغیرہ کے لئے جمع کی گئی ہے، اُس میں مسجد کی کمیٹی کو اختیار ہے کہ وہ نقشہ بنا کر حسبِ ضرورت ان جہات میں رقم صرف کریں، اس کے لئے الگ الگ طور پر رقم متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اِسی طرح تیسری صورت میں جو رقم مسجد کے ساتھ اسکول اور جماعت خانہ اور قیام گاہ کے لئے جمع ہوتی ہے، وہ ذمہ داران کی حسبِ صواب دید اُن ہی مصارف میں صرف ہونا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۹؍۱۲۴)

(۲) اور چندہ دینے والوں کو حق ہے کہ وہ چندہ دیتے وقت مصرف کو متعین کردیں، اور کمیٹی پر لازم ہے کہ وہ اس کی رعایت رکھے اور جو مدرسہ مسجد کے تابع ہوکر عمارت کی دوسری منزل پر چل رہا تھا، وہ بھی ذمہ داران کے مشورہ سے مسجد سے متعلق کسی اور جگہ حسبِ ضرورت منتقل کیا جاسکتا ہے۔

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفین واجبة والعرف یصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زکریا، ٤/٤٤٥ کراچی)

وهنا الوکیل إنما یستفید التصرف من المؤکل، وقد أمره بالدفع إلی فلانٍ فلا یملک الدفع إلی غیره. (رد المحتار / کتاب الزکاة ٢/٢٦٩ کراچی)

رجلٌ أعطیٰ درهمًا في عمارة المسجد أو نفقة المسجد أو مصالح المسجد، صح. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما یتعلق به، الفصل الثاني ٢/٤٦٠ زکریا)

أمـا إذا اختـلف الواقف أو اتحد الواقف واختلفت الجهة بأن بنى مدرسةً ومسـجـدًا، وعيـن لـكـل وقـفًا، وفضل من غلة أحدهما، لا يبدل شرط الواقف، وكـذا إذا اختـلف الـواقف والجهة، يتبع شرط الواقف ...... هٰذا هو الحاصل من الـفتـاوىٰ، وقـد عـلـم مـنـه أنـه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦٢/٥ زكريا، وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٣٦١/٤ كراچی)

مسـجـدٌ لـه مستـغـلات وأوقـاف أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا أو آجرًا أو جصًّا لفرش المسجد أو حصى، قـالـوا: إن وسع الواقف ذٰلک للقيم، وقال: تفعل ما ترى من مصلحة المسجد، كان له أن يشتري للمسجد ما شاء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني ٤٦١/٢ زكريا، وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٢٩٧/٣ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا أذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶؍۱؍۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فصل کا چالیسواں حصہ مسجد کے چندہ میں وصول کرنا؟

سوال (۲۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فصل کٹنے کے بعد یہاں مسجد کے نام پر اِس طرح چندہ ہوتا ہے کہ جس کو چالیس من ہوا ہے، وہ ایک من مسجد میں دیدے، جو یہاں من سیری کے نام سے معروف ہے، کیا یہ چندہ مسجد میں لگانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان کی زمین عشری یا خراجی نہیں ہے؛ لہٰذا مسجد میں فصل کی کٹائی پر جو چندہ ۴۰/سیر میں سے ایک سیر کا کیا جاتا ہے، وہ صدقہ نافلہ ہوگا اور اُس کا استعمال مسجد میں درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ نظامیہ ۱/۲۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے رنگ وروغن کیلئے جمع کردہ رقم سے امام کی تنخواہ دینا؟

سوال (۲۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی پتائی وغیرہ کے لئے چندہ کیا گیا، جو رقم رنگائی اور پتائی سے بچی وہ رقم مستقل تنخواہ دار امام کو ہدیۃً دے دی گئی، جب کہ مسجد پر امام کی تنخواہ باقی تھی، جس پر مسجد میں نمازیوں میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ رقم ہدیۃً امام کو نہیں دی جاسکتی، کیا چندہ کی باقی رقم امام کو ہدیۃً دی جاسکتی ہے اور امام کو اس رقم کا لینا اور دینا جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی پتائی ورنگائی کے مقصد سے چندہ کیا گیا ہے، اُس میں سے بچی ہوئی رقم اُسی وقت امام کو ہدیۃً دی جاسکتی ہے جب کہ تمام چندہ دینے والے لوگ یہ رقم امام کو دینے پر راضی ہوں، اگر وہ راضی نہ ہوں تو یہ رقم امام کو نہیں دی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۶۴ ڈابھیل)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی)

لأن شرط الواقف يجب اتباعه، لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة ...... الخ. (الأشباه والنظائر، كتاب الوقف /

الفن الثاني، الفوائد: ۱۰٦/۲ كراچى، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤۳۳/٤-٤۳٤ كراچى، ٦٤۹/٦ زكريا)

مسجد له مستغلات وأوقاف، أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا ...... قالوا: إن وسع الواقف ذلك للقيم، وقال: تفعل ما ترى من مصلحة المسجد، كان له أن يشتري للمسجد ما شاء.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد الخ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد الخ ٤٦۱/۲ زكريا، وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا أو خانًا الخ ۲۹۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعمیرِ مسجد کے چندے سے امام مؤذن کی تنخواہ؟

سوال (۲۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی تعمیر کے لئے عمومی چندہ کیا جاتا ہے اور اسی رقم میں سے امام ومؤذن کو تنخواہ دی جاتی ہے، کیا اس رقم میں سے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چندہ دینے والوں کو بتادیا جائے کہ اس رقم سے امام ومؤذن کی تنخواہ بھی دی جائے گی، تو وہ چندہ کی رقم امام ومؤذن کی تنخواہ میں خرچ کی جاسکتی ہے؛ لیکن اگر صرف تعمیر کی غرض سے کسی نے رقم دی ہو تو اُسے تنخواہ میں خرچ نہیں کیا جائے گا۔

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچى)

لأن شرط الواقف يجب اتباعه، لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع أي

في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة …… الخ. (الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ۱۰٦/۲ كراچی، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤۳۳/٤-٤۳٤ كراچی، ٦٤۹/٦ زكريا)

مسجد له مستغلات وأوقاف، أراد المتولي أن يشتري من غلة الوقف للمسجد دهنًا أو حصيرًا أو حشيشًا …… قالوا: إن وسع الواقف ذٰلک للقيم، وقال: تفعل ما ترى من مصلحة المسجد، كان له أن يشتري للمسجد ما شاء.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد الخ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد الخ ٤٦۱/۲ زكريا، وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا أو خانًا الخ ۲۹۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام صاحب کیلئے ایام غیر حاضری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۲۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں پنجوقتہ امام ہے، لیکن مہینہ میں کسی ضرورت مثلاً بیماری، سفر یا کسی ملی اور اور دینی کام میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ اوقات غیر حاضری بھی ہو جاتی ہے، جب کہ امام اور مسجد کی کمیٹی کے درمیان غیر حاضری کے سلسلہ میں کوئی بات طے نہیں ہے، اسی طرح رمضان میں امام صاحب کے اکثر سفر میں رہنے کی وجہ سے تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر دیتے ہیں، اور رمضان کی مکمل تنخواہ امام صاحب خود ہی لے لیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایام غیر حاضری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں، شریعت میں غیر حاضری کی اجازت کہاں تک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رمضان اور ایامِ تعطیل میں تنخواہ لینے یا نہ لینے کے

بارے میں اگر مسجد کی کمیٹی کی طرف سے کوئی ضابطہ مقرر ہوتو اس کی پابندی کی جائے گی، اور اگر ضابطہ مقرر نہ ہوتو آس پاس کی مساجد میں اماموں کے ساتھ جس طرح کا معاملہ کیا جاتا ہے، اسی طرح کا معاملہ اِس امام کے ساتھ بھی ہوگا، پس اگر رمضان میں اور تعطیل میں عام مساجد میں امام کو پوری تنخواہ دی جاتی ہے، تو مسئولہ صورت میں مذکورہ امام کے لئے رمضان اور تعطیلات کا مشاہرہ مکمل طور پر لینا درست ہوگا، اور اگر ان مساجد میں امام کو تعطیلات کی تنخواہ نہ دی جاتی ہوتو مذکورہ امام کے لئے اس وقت کی تنخواہ لینا درست نہ ہوگا۔

عن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرّم حلالاً أوأحلّ حرامًا، والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حرامًا.

(سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱)

منها البطالة في المدارس كأيام الأعياد ويوم عاشوراء، وشهر رمضان – إلى قوله – نقل في القنية: أن الإمام للمسجد يسامح في كل شهر أسبوعًا للاستراحة أو لزيارة أهله. وعبارته في باب الإمامة إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرسايق أسبوعًا أو نحوه أو لمصيبة أو لاستراحته لا بأس به، ومثله عفو في العادة والشرع، انتهى. وقال الحموي تحت قوله: البطالة في المدارس: قال أبو الليث: من يأخذ الأجرة من الطلبة في يوم لا درس عليه أرجو أن يكون جائزًا. (الأشباه والنظائر / تحت القاعدة السادسة: العادة محكمة عند المبحث الثاني: إنما تعتبر العادة إذا اطردت أو غلبت ۲۷۲–۲۷۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدتِ رخصت سے زائد تعطیل کرنے پر انتظامیہ کا تنخواہ کاٹنا؟

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کو ذمہ دارانِ مسجد نے ایک سال کی مدت تک امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے کے لئے اس شرط پر متعین کیا کہ اس کو سال میں صرف پندرہ یوم کی رخصت دی جائے گی، جن میں اُس کی تنخواہ نہیں کاٹی جائے گی، مگر وہ شخص پندرہ یوم سے زائد اپنی ضرورت کے لئے چھٹی لیتا ہے، تو کیا اس کا اِن زائد چھٹیوں کی تنخواہ مسجد سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ امام کو حسبِ شرط سال میں پندرہ دن رخصتِ اتفاقیہ من جانب مسجد بلا وضع تنخواہ دی جائے گی، اور اگر اس سے زائد وہ اپنی ضرورت سے چھٹی لینا چاہے تو اُس کی شرعاً اجازت ہے؛ لیکن ان مزید چھٹیوں کی تنخواہ ذمہ دارانِ مسجد کو وضع کرنے کا اختیار ہوگا۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر ابن عوف عن أبیہ عن جدہ رضي اللّٰہ عنہ أن رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحًا حرّم حلالاً أوأحلّ حرامًا، والمسلمون علی شروطھم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، أبواب الأحکام / باب ما ذکر عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم في الصلح بین الناس ۱/ ۲۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۶/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا چندہ کرنے والے کو چندہ کی رقم سے تنخواہ دینا؟

سوال (۲۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور سے مسجد کے تعمیری کام کے لئے ڈیگ بجا کر تخت پر چندہ کیا جاتا ہے، اُس کی دیکھ بھال اور اس کام کے لئے ایک آدمی مقرر رہوتا ہے، اس کے علاوہ مسجد کے سامان اور کام وغیرہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اس شخص کو مسجد کے چندہ سے رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس

مقدار سے دینا جائز ہوگا؟ اور وہ شخص مسجد کا ممبر بھی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اُس شخص کو مسجد میں با قاعدہ ملازم رکھ لیا جائے اور اُس کے عمل کی با قاعدہ تنخواہ مقرر کردی جائے، تو مسجد کی آمدنی سے اُس کو تنخواہ دینا جائز ہے؛ لیکن اگر کوئی تنخواہ مقرر نہیں کی گئی تو چندہ میں سے فیصدی کے اعتبار سے کمیشن دینا درست نہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۴۷۳ ڈابھیل)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن استیجار الأجیر یعني حتی یبین له أجره. (السنن الکبریٰ للبیهقي / باب لا تجوز الإجارة حتی تکون معلومة ۳۹/۹ رقم: ۱۱۸۵۵، ۲۲۲/٦ رقم: ۱۱٦٥۲ دار الحدیث القاهرة)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه قال: نهی عن عسب الفعل، زاد عبید اللّٰه وعن قفیز الطحان. (السنن الکبریٰ للبیهقي ٥/٤ ٥٥ دار الکتب العلمیة بیروت)

الإجارة هي بیع منفعة معلومة بأجرة معلومةٍ. (البحر الرائق ۲/۸ زکریا)

لأنها استئجار ببعض ما یخرج من عمله فتکون بمعناه، وقد نهی عنه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وهو أن یستأجر رجلا لیطحن له کذا من الحنطة بقفیز من دقیقها. (شامي / کتاب المزارعة ۳۹۸/۹ زکریا، ۲۷٥/٦ کراچی)

لو هلک المال في ید العامل سقط حقه وأجزی عن الزکاة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۹۹/۳ رقم: ٤۱۲٤ زکریا، الفتاوی الهندیة ۱۸۸/۱، أحسن الفتاوی ٤٦۷/٦)

وشرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین. (الدر المختار / کتاب الإجارة ٥/٦ کراچی، ۷/۹ زکریا)

ولا یصح حتی تکون الأجرة معلومة. (الهدایة ۲۷۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/٦/۲۹ھ

مزدوری پر مسجد کا چندہ کرنا؟

سوال (۲۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک نئی مسجد تعمیر ہورہی ہے، جس میں چندہ کرنے والے حضرات مزدوری پر چندہ کرتے ہیں، اور آنے جانے کا کرایہ بھی مسجد کے اوپر ہی پڑتا ہے (مزدوری وہ جوکہ اِس وقت چل رہی ہوتی ہے) کے بارے میں مسئلہ بتائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پہلے سے مزدوری متعین ہوکہ مثلاً ہر ماہ اتنی اجرت ہوگی اور کمیشن وغیرہ کا معاملہ نہ ہوتو اس طرح متعین مزدوری پر چندہ کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں؛ کیوں کہ مزدوری معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۱۷ قدیم زکریا، ایضاح المسائل ۱۲۲)

وتفسد بجهالة المسمى كله أو بعضه – إلى أن قال – فيصير الأجر مجهولاً. (شامي / مطلب في إجارة البناء ٦٦/٩ زكريا، بدائع الصنائع ٤٧/٤ زكريا)

ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه، أو استأجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه، أو ثورًا ليطحن بره ببعض دقيقةٍ، فسدت في الكل؛ لأنه استأجره بجزءٍ من عمله، والأصل في ذٰلک نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان. (الدر المختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٥٦/٦-٥٧ كراچی، الهداية، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٣٠٣/٣ ملتان، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الفصل الثالث في قفيز الطحان ٤٤٤/٤ زكريا)

نیز معاملہ کرتے وقت یہ بھی طے کرلیا جائے کہ آنے جانے کا کرایہ مسجد کے ذمہ ہوگا، یہ بھی درست ہے۔

والأصل فيه أن الإجارة إذا وقعت على عمل فكل ما كان من توابع ذٰلک العمل ولم يشترط ذٰلک في الإجارة على الأجير فالمرجع فيه العرف، كذا في المحيط.

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب السابع عشر، ومما یتصل بهٰذا الباب فصل التوابع ٤٥٥/٤ کوئٹه)

عن عمرو بن عوف المزني عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحًا حرّم حلالاً أوأحلّ حرامًا، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، أبو اب الأحکام / باب ما ذکر عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم في الصلح بین الناس ٢٥١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷؍۴؍۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے چندہ میں سے چندہ کرنے کی اُجرت لینا؟

سوال (۲۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا چندہ کر کے اُس میں سے کتنے روپئے لینا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: مسجد کے چندہ سے خود کچھ نہ لیں، ہاں مسجد کے باقاعدہ ملازم بن کر مدت اور کام کے عوض تنخواہ لے سکتے ہیں۔

استأجره لیصید له أو یحتطب له؛ فإن وقّت لذٰلک وقتًا جاز ذٰلک. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الإجارة / مطلب: یجب الأجر في استعمال المُعدّ للاستغلال ولو غیرَ عقارٍ ٦٢/٦ کراچی، ٨٥/٩ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹؍۳؍۱۴۱۷ھ

مسجد میں چندہ دینے والوں کا نام مائک پر نشر کرنا

سوال (۲۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل جب مسجدوں میں تعمیر کا کام زوروں پر ہوتا ہے، تو چندہ دینے والے حضرات کا نام

مائک کے ذریعہ نشر کیا جاتا ہے، عدمِ نشر کی صورت میں ایک روپیہ بھی چندہ نہیں ہوگا، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو تو چندہ دینے والوں کے نام کا اعلان کرنا درست ہے۔

وإن كان المتطوع ممن يقتدىٰ به، ويتبع وتنبعث الهمم على التطوع بالإنفاق وسلم قصده، فالإظهار أولى. (فتح الباري / باب صدقة السر ۳/ ۲۸۹)

﴿وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾ فيه دليل على إسرار الصدقة أفضل من إظهارها؛ لأنه أبعد عن الريا إلا أن يترتب على الإظهار مصلحة راجحة من اقتداء الناس به، فيكون أفضل من هٰذه الحيثية. (عمدة القاري / باب صدقة السر ۸/ ۲۸۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مائک میں چندہ کرنا اور درمیان میں تلاوت اور نعت وغیرہ پڑھنا؟

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مساجد میں لاؤڈ اسپیکروں سے چندہ مانگنے کا رواج ہے، چندہ کے دوران قرآنِ کریم کی تلاوت یا نظم ونعت بچوں سے پڑھوائی جاتی ہے، اور جیسے ہی چندہ آتا ہے تلاوت وغیرہ موقوف کرکے چندہ کا اعلان کرکے پھر تلاوت کا سلسلہ کیا جاتا ہے، مقصد یہ ہے کہ شور وہنگامہ کرکے لوگوں چندہ کی طرف متوجہ کیا جائے، نظموں میں اس طرح کی نظمیں بھی ہوتی ہیں:

یہ دربارِ محمد ہے یہاں ملتا ہے بے مانگے ❖ ارے ناداں یہاں جھولی کو پھیلایا نہیں کرتے

کبھی ایک نظم میں یہ مصرعہ بار بار کہا جاتا ہے: ''پڑھو کلمہ محمد کا محمد نام لے لے کر''

سوال یہ ہے کہ ائمہ کا اس طرح کا طرز عمل شرعاً درست ہے؟ چندہ کے دوران قرآنِ کریم کی تلاوت قرآنِ کریم کی اہانت نہیں ہے، اور اوپر لکھی نظم کے الفاظ شرکیہ نہیں ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چندہ کے دوران قرآنِ کریم کی تلاوت قرآن کی بے ادبی ہے، اس سے احتراز لازم ہے، اور نعت کے جو اشعار لکھے گئے وہ شوقیہ اشعار ہیں، ان کو مشرکانہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عن الحسن أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یکره الصوت عند ثلاث عند الجنازة، وإذا التقی الزحفان، وعند قراءة القرآن. (المصنف لابن أبي شیبة ۲۰۲/۷ رقم: ۱۳۱۶۱)

وکذا قولهم بکفره، إذا قرأ القرآن في معرض کلام الناس، کما إذا اجتمعوا فقرأ فجمعناهم جمعًا، وله نظائر کثیرةٌ في ألفاظ التکفیر کلها ترجع إلی قصد الاستخفاف، به قال قاضیخان الفقاعی إذا قال عند فتح الفقاع للمشتري صل علی محمد، قالوا: یکون آثمًا. (الأشباه والنظائر ۱۰٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مائک سے چندہ دہندہ کا نام لے کر اعلان کرنا؟

سوال (۲۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے مائک سے اعلان کر کے چندہ کرنا نام لے کر دس روپیہ پانچ روپئے فلاں کے آئے ہیں، اللہ ان کو ترقیات سے نوازے، اور اُن کے کاروبار میں ترقی عطا فرمائے، اس قسم کا اعلان کر کے چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک کا استعمال مسجد کے مفاد کے لئے فی نفسہٖ

درست ہے، اور رہ گیا چندہ دہندگان کے ناموں کا اعلان، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس سے مقصد دوسروں کو ترغیب دلانا ہے، تو اس میں حرج نہیں، اور اگر نام ونمود مقصد ہے، تو اس سے بچنا لازم ہے۔

عن سلمة قال: سمعت جُندبًا رضي اللّٰه عنه يقول: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمّع سمّع اللّٰه به، ومن يرائي يرائي اللّٰه به. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق / باب الرياء والسمعة ١٤٧٧/٢ رقم: ٦٤٩٩ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ٢٩٨٦ بيت الأفكار الدولية)

ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته، كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٥٥٩/٦-٥٦٠ زكريا)

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر ٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں سلام کے بعد سائل کا اعلان کرنا؟

سوال (۲۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً آج کل مساجد میں فرض نماز سے فارغ ہوتے ہی کچھ حضرات کھڑے ہو جاتے ہیں، اور سوال کرنے لگتے ہیں، اپنی ذات سے متعلق ہی سوال کرتے ہیں، باوجودیکہ لوگ اس وقت تسبیح یا دعا کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ اپنی فوت شدہ رکعات کی تکمیل میں لگے ہوتے ہیں، ایسے وقت میں ان لوگوں کا اپنی ذات کے لئے یا کسی مدرسہ یا مسجد کے لئے سوال کرنا کہاں تک درست ہے؟ اور اس وقت خود اُن کا دعا جیسے عمل کو ترک کرنا کہاں تک درست ہے؟ جب کہ دعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا کسی بھی شخص کے واسطے مسجد میں کھڑے ہو کر نماز کے فوراً بعد اپنی ذات کے لئے یا کسی دینی ادارہ کے لئے یا مکتب کے لئے سوال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو کب اور کس طرح اور کس وقت؟

اور ایسے سائل کو دیا جائے یا دینے سے گریز کیا جائے؟ کیا اس سلسلہ میں کوئی بہتر صورت شریعتِ مطہرہ کے اندر موجود ہے کہ جس سے سائل کا سوال بھی پورا ہو جائے اور مسجد کی عظمت بھی باقی رہے؟ اور لوگوں کی نمازوں میں بھی کوئی خلل واقع نہ ہو؟ اگر ایسے سائل حضرات کہ جن کا تعلق کسی دینی ادارے یا مسجد یا مکتب سے ہو، یا کسی حقیقی اور جائز ضرورت مند شخص ہی سوال کرنے لگے تو ان کے لئے شریعت کیا کہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مساجد و مدارس کی اِعانت یا کسی ضرورت مند کی حالت روائی کے لئے مساجد میں اعلانات کرنا فی نفسہٖ درست ہے؛ لیکن اعلان کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مسبوقین کی نماز میں کوئی خلل نہ پڑے، اس لئے سلام پھیرتے ہی اعلان کے بجائے لوگوں کے نماز سے فراغت کے بعد اعلان کرنا چاہئے، اور سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ضرورت مند لوگ خود اعلان نہ کریں؛ بلکہ مسجد کے امام یا کمیٹی کے ذمہ داران جائزہ لے کر اور معلومات حاصل کر کے ہی مناسب انداز میں اعلان کر دیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۷۳ ڈابھیل)

والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي، ولا يتخطى الرقاب ولا يسئل إلحافًا؛ بل لأمر لا بد منه فلا بأس بالسوال والإعطاء. (شامي، كتاب الصلاة / باب الجمعة، مطلب في الصدقة على سوال المسجد ۳/۴۲ زكريا، بزازية على هامش الهندية / الباب الثالث والعشرون في الجمعة، قبيل: الباب الرابع والعشرون في العيدين ۴/۷۶)

ولا يحل الإعطاء لسوال المسجد إذا لم يكونوا على صفة المذكورة.

(بزازية على هامش الهندية / الباب الثالث والعشرون في الجمعة، قبيل: الباب الرابع والعشرون في العيدين ۴/۷۶، ومثله في الشامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحبِ خیر کا اپنے خرچ سے مسجد میں ایئر کنڈیشن لگوانا؟

سوال (۲۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحبِ خیر نے اپنے خرچ پر ایک مسجد میں ایئر کنڈیشن لگوانے کی پیش کش کی ہے، جس پر چند ذمہ دارانِ مسجد نے اختلاف کیا ہے کہ مسجد ہر چھ جانب سے کشادہ ہے؛ لہٰذا اس کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے اور مصارف مسجد پر زیادتی علیحدہ وفضول خرچی پر مبنی ہے، جب کہ دیگر حضرات گرمیوں کے ایام میں اِس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، گو مسجد کی آمدنی زیادتی خرچ کی متحمل ہے، مگر ذمہ دارانِ مسجد شرعی اعتبار سے اس کے تفصیلی لم وکیف سے آگاہی کے آرزومند ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں اِس مقصد سے ایئر کنڈیشن لگانا کہ نماز پڑھنے والے سکون واطمینان اور بشاشت ودل جمعی کے ساتھ نماز پڑھ سکیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، جس طرح پنکھے اور کولر لگانے کی اِجازت ہوتی ہے، اِسی طرح ایئر کنڈیشن لگانے کی بھی اجازت ہوگی۔ خاص کر جب کہ ایئر کنڈیشن کا خرچہ کوئی صاحبِ خیر اپنے ذمہ لے رہے ہیں، اور مسجد پر بوجھ نہیں ڈال رہے ہیں، تو بدرجۂ اولیٰ یہ جائز ہوگا؛ البتہ مسجد کی انتظامیہ اس پہلو پر غور کرلے کہ ایئر کنڈیشن لگوانے کے بعد بجلی کا خرچ جو یقیناً بڑی مقدار میں ہوگا، اسے کیسے پورا کیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶ ڈابھیل)

أراد أن يشتري للمسجد دهنًا أو حصيرًا فإن كان المسجد مستغنيًا عن الدهن محتاجًا إلى الحصير فالحصير أفضل، وإن كان على العكس فشراء الدهن أفضل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الرابع عشر في المتفرقات ٢/٤٨٢)

ولهم أيضًا أن يفرشوا بالآجر والحصير ويعلقوا القناديل؛ لكن من مال أنفسهم لا من مال المسجد إلا بأمر الحاكم. (بزازية على الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الرابع في المسجد وما يتصل به ٦/٢٦٨-٢٦٩)

قـولـه: بالقنو والقنوين فيعلقه فيه دلالة على تعليق المراوح في المساجد لـمـا أنهـا ليسـت بأقل نفعًا من القنو مع ما في القنوا من الشغل والتلويث ما ليس في المروحة. (الكوكب الدري، أبواب التفسير، الصلاة الوسطىٰ / القنو يتعلق في المسجد ۱۹۹/۲ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۲/۳۳۳ ۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا تعاون نہ کرنے والوں کے جنازے اور شادیوں میں رکاوٹ ڈالنا

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ ناچیز ایک مسجد میں اِمامت کرتا ہے، اُس مسجد کے اطراف مسلم مکانات تقریباً سو ہے، اور مسجد کا سالانہ خرچ تقریباً ۷۰/ ہزار روپئے ہیں، اور مسجد کی کوئی آمدنی کی شکل نہیں ہے؛ لہٰذا کمیٹی والوں نے مشورہ سے ہر گھر پر سالانہ ۵۰۰/ روپئے لگائے ہیں، اب اس میں سے کچھ تو دیتے ہیں، مگر بعض لوگ نہیں دیتے، جو لوگ نہیں دیتے اُن سے وصول کرنے کی شکل یہ ہے کہ پھر اُن کے کسی عزیز کا جنازہ (ڈولا) روکا جاتا ہے یا پھر شادی روکی جاتی ہے، جس سے مجبور ہوکر وہ بقیہ مسجد کی وصولی دیتے ہیں، جس سے اُن کے دل میں مسجد یا کمیٹی کے تعلق ناراضگی آتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح مسجد کی وصولی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان وصولی کے پیسوں سے امام کو تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ (امام کی تنخواہ ماہانہ ۳۰۰۰/ روپئے ہے) جواب تفصیل سے مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا تعاون کرنا کوئی فرض یا واجب نہیں؛ بلکہ بہتر اور افضل ہے؛ لہٰذا تعاون کی ترغیب تو دی جاسکتی ہے؛ لیکن اُس کے لئے جبراً اور زبردستی کرنا جائز

نہیں ہے؛ لہٰذا سوال میں مسجد میں چندہ نہ دینے والے کے ساتھ جنازہ یا شادی میں روکاوٹ ڈالنے کی جوصورت لکھی ہے، شریعت میں اس کی گنجائش نہیں ہے، اور اس طرح جبریہ چندہ وصول کرنا قطعاً ظلم اورنا جائز ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد اللّٰه بن عامر اليحصُبي قال: سمعت معاوية رضي اللّٰه عنه يقول: ...... سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما أنا خازن، فمن أعطيتُه عن طيب نفسي فمبارك له فيه، ومن أعطيته عن مسئلة وشره، كان كالذي يأكل ولا يشبع. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب النهي عن المسئلة ٣٣٣/١)

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فيما يروى عن ربه عزوجل أنه قال: يا عبادي! إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرمًا، فلا تظالموا. (الترغيب والترهيب مكمل رقم: ٣٢٧٨)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / مطلب في التعزير بأخذ المال ٦١/٤ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، باب حد القذف / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں حرام اور مشتبہ مال لگانا

حلال اور حرام آمدنی والے کا پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا؟

سوال (۲۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کے یہاں خنزیر کے بالوں کا کام ہوتا ہے اور پھر وہ تھوڑا بہت کام اور بھی کرتا ہے، جیسے کاشت کاری یا پرچون وغیرہ کی دوکان، تو اگر وہ اس نیت سے چندہ دے کہ حلال کمائی میں سے دیتا ہوں، تو جائز ہے یا نہیں؟ یا سب مال حرام ہے، خنزیر کے بالوں کا برش لینے کی وجہ سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شخص اگر حلال اور حرام آمدنی کا حساب الگ الگ رکھتا ہے اور پھر حلال آمدنی سے چندہ وغیرہ دیتا ہے، تو یہ جائز ہے؛ لیکن اگر حلال وحرام کا حساب الگ الگ نہ ہو؛ بلکہ سب مخلوط ہو، تو غالب آمدنی کا اعتبار ہوگا، اگر غالب آمدنی خنزیر کے بالوں کی ہے، تو اس سے چندہ لینا درست نہیں، اور اگر کاشت کاری یا دوکان کی آمدنی زیادہ ہے تو چندہ لینا درست ہے۔

غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله، ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه. (البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الفصل الرابع في الهدية والميراث ۶/ ۳۶۰ زكريا، الأشباه والنظائر، الفن الأول / القاعدة الثانية ۱/ ۳۴۳ إدارة القرآن كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۵/ ۳۴۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مال حرام سے بنی ہوئی مسجد میں نماز کا حکم

سوال (۲۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر سہارنپور میں حاکم شاہ کالونی میں جناب محمد اکبر نے مسجد کی مکمل تعمیر کرائی ہے، جس میں مستقل امام رکھ کر اب سے دو ماہ قبل سے نماز اَدا کی جارہی ہے، محمد اکبر فی الوقت ہیجڑے کے نام سے مشہور ہیں، اور ناچ گانا کا پیشہ ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اُس کا پیسہ صحیح نہ ہونے کے سبب مسجد میں نماز نہیں ہوتی، ایسے حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ نماز مسجد میں ادا کریں یا مسجد کو ویران کردیں، کیا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالِ حرام سے بنی ہوئی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے، اور کراہت دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ جتنا مالِ حرام اُس میں صرف ہوا ہے، وہ کسی طرح خرچ کرنے والے کو لوٹا دیا جائے، تو پھر کراہت نہ رہے گی۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الوقف/ احکام المسجد ۲/ ۶۷۲)

كل مسجدٍ بني مباهاةً أو رياءً أو سمعةً أو لغرض سوىٰ ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غير طيبٍ فهو لاحق بمسجد الضرار. (مدارك التنزيل على هامش تفسير الخازن ۲/ ۲۸۱، روح المعاني ۱۱/ ۲۱ التوبة: ۱۰۷)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... لا يقبل اللّٰه إلا الطيب. (صحيح البخاري / باب الصدقة من كسب طيب ۱/ ۱۸۹)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: أمرهم بالإنفاق من أطيب المال وأجوده وأنفَسه، ونهاهم عن التصدق برذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن اللّٰه لا يقبل إلا طيبًا. (تفسير ابن كثير ۱/ ۳۲۰ البقرة: ۲۶۷ سهيل أكيڈمي لاهور)

أما لو أنفق في ذٰلك مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب

الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک سے حاصل شدہ سود کا پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا

سوال (۲۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا کاروبار شراب فروخت کرنے کا ہے، اور جگہ جگہ کئی دوکانیں شراب کی بھٹی کی ہیں، اِس کے علاوہ اور بھی کاروبار ہیں، جیسے: بھٹے کا کام، بس، ٹرک اور کچھ زمین کاشت کاری کی بھی ہے، بے شمار دولت ہے، زید کا کہنا ہے کہ میرا پیسہ شراب کی آمدنی کا نہیں ہے، نیک کمائی کا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا پیسہ مسجد یا مدرسہ کے کسی بھی کام میں صرف ہوجائے؛ لیکن ہم لوگوں کو اُس کی کمائی نیک ثابت نہیں ہوتی، پچھلے دنوں اُس نے ایک جاگیرن جو کہ اہل ہنود صاحبان کے یہاں ہوتا ہے، کافی دولت صرف کرکے بہت شان سے کرایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کسی طرح سے یہ پیسہ جائز ہوتو ہم اِس پیسہ کو مسجد یا مدرسہ کے کسی کام میں خرچ کرسکتے ہیں؟ ازروئے شرع قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارسال فرمائیں، نوازش ہوگی۔

نوٹ:- ایک مسجد میں زید نے لاؤڈ اسپیکر لگوائے ہیں اور پانی کی ٹنکی بھی لگوائی ہے، اس کے متعلق بھی حکم صادر فرمایئے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرام طریقہ سے حاصل شدہ روپیہ مسجد یا مدرسہ کے کسی بھی کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اور یہی حکم مسجد میں لگائی ہوئی ٹنکی اور لاؤڈ اسپیکر کا ہے، اگر اِن چیزوں کو مالِ حرام سے لگایا ہے تو درست نہیں، اور اگر پاک اور حلال کمائی سے لگایا ہے تو درست ہے۔

عـن أبـي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل اللّٰه إلا الطيب، فإن اللّٰه يتقبلها بيـمينه، ثم يربّيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب الصدقة من كسب طيب رقم: ١٤١٠ دار الفكر بيروت)

أمـا لـو أنـفـق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالًا سببه الخبيث الطيب فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامي، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة لا بـأس دليل على المستحب غيره؛ لأن البأس الشدة ٦٥٨/١ كراچی، ٤٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۹/۱۱/۱۴۱۰ھ

سودی رقم مسجد کی چندہ پیٹی میں ڈالنا؟

سوال (۲۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے چندہ بکس (مقفل) میں سودی کاروبار کرنے والے کافی لوگ بھی بڑی رقم ڈال دیتے ہیں، اُس کا استعمال مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مقفل بکس کے اندر جب تک یقینی طور پر سودی رقم ہونا معلوم نہ ہو، مسجد کے لئے اُس کو استعمال کرنا درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴۲/۱۸-۲۱۸/۱۸)

اِس لئے کہ حضراتِ فقہاء کا اُصول ہے کہ شک وشبہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

اليقين لا يزول بالشک. (الأشباه والنظائر ١٠٠)

لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان رکھنا بے اصل ہے، نیز اگر کسی کے سودی کاروبار کے ساتھ دوسرے جائز کاروبار بھی ہوں، تو اُس کا عطیہ بھی مسجد میں خرچ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الكراهية ٣٤٢/٥)

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه، فتجب الزكاة فيه، ويورث عنه؛ لأن الخلط استهلاک إذا لم يمكن تمييزه عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ، وقوله: أوفق؛ إذ قلّما يخلو مال عن غصب. وهٰذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط مفصل عنه، يوفى دينه، وإلا فلا زكاة، كما لو كان الكل خبيثًا، كما في النهر عن الحواشي السعيدية. وفي شرح الوهبانية عن البزازية: إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ٢٩٠/٢-٢٩١-٢٩٢ كراچی، وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الثاني في المصرف ٨٦/٤ زكريا)

في القنية: لو كان الخبيث نصابًا لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه ...... الخ، ما وجب التصدق بكله، لا يفيد التصدق ببعضه؛ لأن المغصوب إن عُلمت أصحابه أو ورثتهم وجب رده عليهم، وإلا وجب التصدق به. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم، مطلب فيما لو صادر السلطان جائرًا فنوى بذلك أداء الزكاة ٢٩١/٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٣٦٩/٦ زكريا)

رجل دفع على فقير من المال الحرام شيئًا يرجو به الثواب يكفر. ولو علم الفقير بذٰلک، فدعا له وأمّن المعطي كفرًا جميعًا ...... ينبغي أن يكون كذٰلک لو كان المؤمن أجنبيًا غير المعطي والقابض وكثير من الناس عنه غافلون، ومن الجهال فيه واقعون. قلت: الدفع إلى الفقير غير قيد؛ بل مثله فيما

یظهر، لو بنیٰ من الحرام بعینه مسجدًا ونحوه مما یرجو به التقرب؛ لأن العلة رجاء الثواب فیما فیه العقاب، ولا یکون ذٰلک إلا باعتقاد حله ...... أي مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله، کما مر، فافهم الخ. (رد المحتار، کتاب الزکاة / باب زکاة الغنم / مطلب في التصدق من المال الحرام ۲/ ۲۹۲ کراچی، وکذا في مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ۲/ ۳۲ رقم: ۳۰۱ رشیدیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِنٹرسٹ کی رقم سے سیلاب میں شہید ہونے والی مسجد کی تعمیر کرنا؟

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انٹرسٹ کی رقم سیلاب زدگان کو دی گئی، گاؤں کے لوگ محتاج ہوگئے تھے، مسجد بھی سیلاب میں ختم ہوگئی، گاؤں والوں نے اس رقم سے مسجد بنالی، مسجد بنانا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر تو یہی ہے کہ اگر اُن مصیبت زدگان کو علم ہوجائے کہ یہ سودی پیسہ ہے تو وہ اس سودی رقم کو مساجد میں نہ صرف کریں؛ لیکن پھر بھی اگر وہ صرف کردیں تو تبدل ملک کی وجہ سے صرف کرنا درست ہوگا، اور یہاں پر حرمت متعدی نہ ہوگی؛ اس لئے کہ حکومت کے مال میں ان فقراء کا بھی استحقاق ہے، اور یہ رقم مستحقین تک پہنچ چکی ہے؛ لہٰذا مالک ہوجانے کے بعد اُس کا صرف کرنا جائز ہے۔

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (التفسیر البیضاوي ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۲۷ھ

مسجد کے بیت الخلاء میں سود کا روپیہ لگانا؟

سوال (۲۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں گاؤں میں مسجد تعمیر ہورہی ہے، الحمدللہ کام لگا ہوا ہے، مسجد میں بیت الخلاء بھی تعمیر ہونی ہے، آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا سود کی رقم مسجد کی بیت الخلاء کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سودی رقم مسجد کی بیت الخلاء کی تعمیر، مرمت اور صفائی؛ بلکہ مسجد کی کسی بھی ضرورت میں صرف کرنا ناجائز ہے۔

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في لبيع ٦/٣٨٥ كراچی، ٩/٣ ٥٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥/٣٤٩)

أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ١/٦٥٨ كراچی، ٢/٤٣١ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/٢٧٨ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے فنڈ سے حاصل شدہ سود کو مسجد کی بیت الخلاء میں لگانا؟

سوال (۲۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی بیت الخلاء میں مسجد کے اس فنڈ کی رقم کے بیاز کا پیسہ لگاسکتے ہیں، جو اس فنڈ پر بینک میں چڑھ گیا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے فنڈ سے حاصل شدہ سود کو مسجد کی بیت الخلاء

میں لگانا جائز نہیں ہے، اِس سودی پیسہ کو غرباء پر بلانیت ثواب تقسیم کردیا جائے۔

لأن سبيـل الـكسـب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في لبيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٩/٥)

الحاصل: أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا، فإن علم عين الحـرام لايحل له، ويتصدق به بنية صاحبه. (رد المحتار / مطلب: فيمن ورِث مالاً حرامًا ٣٠١/٧ زكريا)

بخلاف ما إذا صلى فيه غير أهله؛ لأنه لايؤدي إلى تقليل الجماعة؛ لأن أهل المسجد ينتظرون أذان المؤذن المعروف فيحضرون حينئذٍ. (بدائع الصنائع / كتاب الصلاة ٣٨٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۸/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد مدرسہ کے راستے کے لئے سرکاری روڈ پر سود کے پیسوں سے مٹی ڈالنا؟

سوال (۲۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عام گذرگاہ جس پر تقریباً دس بارہ گاؤں کے لوگ گذرتے ہیں، اسی روڈ پر ایک بہت پرانا گاؤں تھا، جو اَب سے تقریباً ۷-۸ سال پہلے بالکل اُجڑ چکا ہے، مگر اس گاؤں کی مسجد باقی ہے، جس میں نماز کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے، اب سے ایک سال پہلے اسی مسجد سے متصل ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آگیا ہے، جس کے نتیجہ میں پنجوقتہ نماز اس مسجد میں ہونے لگی ہے، یہ مدرسہ جی ٹی روڈ سے تقریباً چھ سو میٹر کی دوری پر ہے، اس روڈ پر کھڑنجہ لگنا طے ہوگیا ہے، جس کا ٹینڈر وغیرہ بھی ہوگیا ہے، سرکاری ضابطہ یہ ہے کہ جنگل کے روڈ پر جو مٹی پڑتی ہے وہ مٹی دائیں بائیں کھیت سے اٹھائی جاتی ہے، مگر اس روڈ کے کھیت والے مٹی اٹھوانے سے انکار کررہے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ کھڑنجہ

لگنے سے رک رہا ہے، جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ معمولی سی برسات میں بھی اس راستہ پر سواری کا گذرنا تو کجا پیدل چلنا بھی بہت دشوار ہو جاتا ہے، تو کیا اس کھڑنجہ کی مٹی میں سود کی رقم لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مسجد اور مدرسہ کے راستہ کے لئے سرکاری روڈ پر مٹی ڈالنے کی غرض سے سود کی رقم براہِ راست لگانا جائز ہے؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ سرکاری بینک سے لی گئی سودی رقم سرکاری اِدارہ کو باقاعدہ واپس لوٹا دی جائے اور وہ اِدارہ اپنے اختیار سے مذکورہ راستہ کو درست کرنے کے لئے یہ رقم صرف کرے، تو اس کی اجازت ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۸۳/۱۶ ڈابھیل، احسن الفتاویٰ ۲۱/۷)

ویردونہا علی أربابہا إن عرفوہم وإلا تصدقوا؛ لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبہ. (شامي، کتاب الحظر والإباحۃ / باب الاستبراء، فصل في البیع ۳۸۵/٦ کراچی، ۵۵۳/۹ زکریا، الفتاویٰ الھندیۃ ۳٤۹/۵)

والحاصل أنہ إن علم أرباب الأموال وجب علیہ ردہ علیہم، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل لہ، ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ. (شامي / مطلب: فیمن ورث مالا حرامًا ۹۹/۵ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشوت لینے والے کا پیسہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رشوت لینے والے کا پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں رشوت کا پیسہ مسجد میں نہیں لگ سکتا؛

لیکن اگر وہ ملازم اپنی تنخواہ کے پیسہ سے مسجد کا تعاون کرتا ہے، تو اُس میں کوئی حرج نہیں۔

قال تاج الشریعة: أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبیثًا ومالاً سببه الخبیث والطیب، فیکره؛ لأن اللّٰه تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لا یقبله. (رد المحتار، کتاب الصلاة / مطلب: کلمة "لا بأس" دلیل علی أن المستحب غیره ۱/۶۵۸ کراچی، ۲/۶۳۱ زکریا، کذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۲۷۸ دار المعرفة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشوت کے پیسہ سے خریدی ہوئی زمین مسجد میں دینا؟

سوال (۲۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی اِس وقت سرکاری نوکری کی بناپر کافی مال دار بن گئے ہیں، تقریباً دوسو بیگھہ زمین رشوت کے روپئے سے بنالی ہے، جب کہ ابتداء میں وہ بہت غریب تھے، اب وہ شخص کچھ زمین مدرسہ میں دینا چاہتا ہے، تو کیا اُس زمین کو مدرسہ کے لئے لینا جائز ہے؟ یا اپنی بچی کی شادی میں زمین دے رہا ہے، جب کہ داماد ایک عالم دین ہے، تو کیا اُس کے لئے زمین لینا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اگر سرکاری تنخواہ سے اُس نے زمین خریدی ہے تو اِس میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور ایسی زمین مسجد وغیرہ میں بھی دینی درست ہے؛ لیکن اگر خالص رشوت کے پیسہ سے جائیدادیں خریدی ہیں تو گوکہ رشوت لینے کی وجہ سے وہ بدترین معصیت کا مرتکب ہوا ہے، اور رشوت کی مقدار کا اصل مالکان کولوٹانا یا صدقہ کرنا ضروری ہے؛ لیکن اگر اُس نے جائیداد خریدتے وقت بائع سے یہ شرط نہیں لگائی ہے کہ میں مالِ حرام سے ہی اُس کی قیمت ادا کروں گا؛ بلکہ مطلقاً عقد ہوا ہے، اور اُس نے قیمت میں رشوت کی رقم دے دی ہے، تو اِس خرید کردہ جائیداد سے انتفاع اُس کے لئے حرام نہیں ہے، اور اُس کا مسجد میں دینا یا کسی کو ہبہ کرنا بھی درست

ہے، اگر چہ رشوت کی رقم بدستور اُس کے ذمہ میں واجب رہے گی۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم ۲٤۸/۱)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الراشي والمرتشي في النار. (تلخيص الحبير، كتاب القضاء / باب أدب القضاء ۲ رقم: ۲۰۹۳)

رجل اكتسب مالاً من حرامٍ ثم اشترىٰ، فهٰذا على خمسة أوجهٍ: ...... أو اشترىٰ مطلقًا ودفع تلك الدراهم، قال أبو النصر: يطيب له ولا يجب عليه أن يتصدق إلا في الوجه الأول وإليه ذهب الفقيه أبو الليث، وقال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب. الفتوىٰ الآن على قول الكرخي. (شامي / مطلب: إذا اكتسب حرامًا ثم اشترىٰ على خمسة أوجه ۲۳۵/۵ كراچی، ٤۹۰/۷ زكريا، بزازية على الهندية ۱۸۳/٦، الأشباه والنظائر ۸۵۵/۲ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام آمدنی والوں سے مسجد میں چندہ لینا؟

سوال (۲٦۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسجد میں امام ہے، اُس مسجد کے اطراف میں تقریباً ۲۵۰ر گھر ہیں، ہر فرد سے بارہ مہینے بیس روپئے لیتے ہیں، جس میں سے ۱۵۰ر کی روزی یقینی طور پر حرام ہے، یہ بات زید کو بھی معلوم ہے، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جن لوگوں کی تمام آمدنی حرام ہے

اُن سے مسجد میں چندہ لینا جائز نہیں ہے، اور اگر حرام کے ساتھ حلال بھی ہے اور حلال غالب ہے، تو ایسے لوگوں سے چندہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۳۵۵)

أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ١/٦٥٨ كراچی، ٢/٤٣١ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/٢٧٨ دار المعرفة بيروت، وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة / الفصل الثالث ٢/٤٤٩ زكريا، إمداد الفتاویٰ، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٢/٦٧٢)

آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره إن ذٰلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. (الفتاویٰ الهندية ٥/٣٤٣، خانية على الهندية ٣/٤٠٠)

غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله، ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه. (البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الفصل الرابع في الهدية والميراث ٦/٣٦٠ زكريا، الأشباه والنظائر، الفن الأول / القاعدة الثانية ١/٣٤٣ إدارة القرآن كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٥/٣٤٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام کاروبار کرنے والوں کا امام صاحب کے لئے چندہ دینا؟

سوال (۲۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص محلّہ کی مسجد میں امامت کرتا ہے، اُس کی تنخواہ چار سو روپئے ماہوار ہے، اور محلّہ میں

۲۵۰/ گھر ہیں، محلّہ کے حضرات امام صاحب کو پورے سال کی تنخواہ ایک ساتھ دیتے ہیں، تمام محلّہ کے رہنے والے پورے سال کے لئے ہر گھر سے ۲۰/ روپئے وصول کرتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ محلّہ میں ۱۰۰/ گھر ایسے ہیں جن میں یقینی طور پر حرام کام ہوتا ہے؛ کیوں کہ جو حضرات ۲۰/ روپئے وصول کرتے ہیں وہ اُن لوگوں کے گھر سے بھی وصول کرتے ہیں، تو کیا یہ رقم بھی اُن کے لئے جائز ہے؟ جب کہ امام صاحب کو بھی معلوم ہے، پورے سال کی تنخواہ ۴۸/ سو روپئے ہوتی ہے، تو اس طرح لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں اگر ۱۰۰/ گھر والے امام کی تنخواہ کے لئے خاص حرام مال میں سے چندہ نہ دیتے ہوں؛ بلکہ ملے جلے مال میں سے وہ رقم دیتے ہوں، جیسا کہ عام معمول ہے، تو اُن کی رقم امام کی تنخواہ میں ملنے سے کوئی شرعی خرابی نہ لازم آئے گی، امام صاحب اپنی تنخواہ لے سکتے ہیں، اِسی طرح اگر اُن کا اکثر کاروبار حلال ہو تو بھی اُن کا چندہ لینے کی گنجائش ہے۔

قال الحافظ عماد الدين إسماعيل بن كثير القرشي: قال ابن عباس رضي الله عنهما: أمرهم بالإنفاق من أطيب المال وأجوده وأنفسه، ونهاهم عن التصدق برذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن الله لا يقبل إلا طيبًا. (تفسير ابن كثير ۱/ ۳۲۰ البقرة: ۲٦۷ سهيل أكيڈمي لاهور)

آكل الربوا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذٰلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الكراهية ۵/ ۳٤۳ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/ ۳/ ٦/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَفیم گانجہ کی آمدنی مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسلمان نے اَفیم، چرس، گانجہ وغیرہ کی بزنس کرکے پیسہ کمایا ہے اور وہ پیسہ اُس کا علیحدہ جمع ہے، وہ پیسہ مسجد، مدرسہ یا غرباء ومساکین کو دینا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اُس کے استعمال کے جواز کا کوئی حیلہ ہو تو مدلل تحریر فرما کر احسان فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَفیم گانجہ وغیرہ کی تجارت اگرچہ مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن اس سے حاصل شدہ آمدنی ناجائز نہیں ہے؛ لہٰذا وہ آمدنی مساجد ومدارس اور اپنے ذاتی مصرف میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴/۱۷۶، ۱۳/۳۵۴ قدیم زکریا)

وإن استأجره لينحت له طنبورًا أو بربطًا ففعل، طاب له الأجر إلا أنه يأثم به.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز ٤/ ٤٥٠ زكريا، فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية / كتاب الإجارة ٢/ ٣٢٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۸/۵ھ

پلٹے بازی کا پیسہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن لوگوں کا پیسہ پلٹے بازی یا اُس سے ملتا جلتا ہو، اُن کا پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ پلٹا اُس کو کہتے ہیں کہ کسی سے مال تو لیا دس کنٹل اور اُس کو دھوکہ دے کر آٹھ کنٹل کے پیسے دئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غالب آمدنی حرام ہو تو اُس کا روپیہ مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔

عـن أبـي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل اللّٰه إلا الطيب، فإن اللّٰه يتقبلها بيـمينه، ثم يربّيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب الصدقة من كسب طيب رقم: ١٤١٠ دار الفكر بيروت)

قال الحافظ عماد الدين إسماعيل بن كثير القرشي: قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: أمرهم بالإنفاق من أطيب المال وأجوده وأنفَسه، ونهاهم عن التصدق برذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن اللّٰه لا يقبل إلا طيبًا. (تفسير ابن كثير ١/ ٣٢٠ البقرة: ٢٦٧ سهيل أكيڈمي لاهور)

قال العلامة ابن عابدين: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ١/ ٦٥٨ كراچی، ٢/ ٦٣١ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة ١/ ٢٧٨ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۷ھ

پلٹے بازوں کی مسجد میں اِمامت کرنا اور اُن کا کھانا کھانا؟

سوال (۲۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہاں پلٹے باز لوگ بھی رہتے ہوں اور دوسرا کام کرنے والے بھی وہاں کی مسجد میں امام کو رہنا اور اُن کے یہاں کھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی جگہ مسجد میں امام کا رہنا درست ہے؛ البتہ ایسے لوگوں کے گھر کا کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہئے جن کی آمدنی کا حرام ہونا متیقن ہو۔

غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله، ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه. (البزازية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الفصل الرابع في الهدية والميراث ٣٦٠/٦ زكريا، الأشباه والنظائر، الفن الأول / القاعدة الثانية ٣٤٣/١ إدارة القرآن كراچی، الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٣٤٣/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۲/۷ھ

شیعوں کا پیسہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیعہ حضرات کا پیسہ مساجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اُن کی آمدنی حلال ہو اور وہ ثواب کی نیت سے پیسہ دیں، نیز اُن کا روپیہ لینے سے بعد میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو وہ روپیہ لینے کی گنجائش ہوگی ورنہ نہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۷۶/۲)

كل مسجد بني مباهاةً أو رياءً أو سمعةً أو لغرض سوى ابتغاء وجه اللّٰه، أو بمال غير طيب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (التفسير الأحمدي ٤٧٨ المكتبة الحقانية پشاور، روح المعاني ٢١/١١، التوبة: ١٠٧ مكتبة دار الكتاب العربي بيروت، مدارك التنزيل ٥١٩/١ التوبة: ١٠٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۲/۷ھ

فکس ڈپازٹ سے حاصل شدہ پیسہ سے مسجد بنانا؟

سوال (۲۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد کے ممبران حضرات مسجد کی بنیاد کمزور ہوجانے کی وجہ سے ازسرِنو تعمیر کی غرض سے کچھ رقم مثلاً پانچ ہزار روپئے پیادلیس (فکس ڈپازٹ) میں جمع کریں؛ تاکہ پانچ سال کے بعد دوگنی رقم حاصل ہو اور اُس سے مسجد کی تعمیر میں مدد ملے، چناں چہ اُن لوگوں نے پانچ ہزار روپئے جمع کر کے پانچ سال کے بعد دس ہزار روپئے حاصل کر چکے، پھر اب اصل رقم اور حاصل ہونے والی زائد رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگانا چاہتے ہیں، تو اِس طرح یہ زائد روپیہ بھی تعمیر میں صرف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے اور یہ بات اُن سے کہی جائے تو اِس کے باوجود وہ نہ مانیں اور اُس روپیہ سے مسجد کی تعمیر کریں، تو اُس مسجد میں نماز اور دیگر عبادتیں درست ہوں گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد خدا تعالیٰ کا گھر اور خالص عبادت کی جگہ ہے، اس کی تعمیر میں حلال اور پاک رقم ہی لگائی جاسکتی ہے، سودی یا حرام وناجائز رقومات سے مسجد یا دیگر دینی عبادت گاہوں کو تعمیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

أما لو أنفق مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت، وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة / الفصل الثالث ٤٩/٢ ٤ زكريا، إمداد الفتاویٰ، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٦٧٢/٢)

اور اگر کسی نے حرام رقم سے مسجد کی تعمیر کر دی ہے تو ایسی مسجد میں نماز تو ہوجائے گی؛ لیکن مسجد کا ثواب اُس وقت تک نہیں ملے گا جب تک کہ لگی ہوئی حرام رقم کی مقدار کو فقراء پر صدقہ نہ

کر دیا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱/۶۵-۶۷، احسن الفتاویٰ ۶/۴۳۱ زکریا، امداد الفتاویٰ ۲/۶۷۲ زکریا)

كل مسجد بني مباهاة أو رياءً أو سمعةً أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله، أو بمال غير طيب فهو لا حق بمسجد الضرار. (مدارك التنزيل على هامش تفسير الخازن ۲۸۱/۲ حافظ كتب خانه كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۹ھ

گورنمنٹ کی رقم مسجد میں لگانا

سوال (۲۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گورنمنٹ گاؤں والوں کو کسی وجہ سے کچھ رقم عنایت کرتی ہے کہ آپ لوگ اِس رقم کو مسجد میں لگالیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقم کو مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا قبرستان کے لئے زمین خرید سکتے ہیں، یا قبرستان کے لئے راستہ کی زمین خرید سکتے ہیں؟ اگر مذکورہ کاموں میں لگانا منع ہے تو کیوں؟ اور اگر لگانا جائز ہے تو کیوں؟ اور اگر مذکورہ کاموں میں لگا چکے ہیں تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر گورنمنٹ کی طرف سے رقم دینے کی وجہ سے آئندہ اُس کی مسجد میں دخل اندازی اور فتنہ انگیزی کا اندیشہ نہ ہو، تو اُس رقم کا مسجد میں لگانا درست ہے؛ اس لئے کہ گورنمنٹ کی نظر میں مسجد میں صرف کرنا بھی تقرب سمجھا جاتا ہے اور چوں کہ مسجد کے نام پر رقم دی گئی ہے؛ اس لئے اُسے مسجد ہی میں لگایا جائے، قبرستان میں نہ لگایا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۶۹۲)

شرط وقف الذمي أن يكون قربةً عندنا وعندهم، كالوقف على الفقراء أو على مسجد القدس. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: قد يثبت الوقف بالضرورة ۳۴۱/٤ كراچى)

وأما الإسلام، فليس من شرطه، فصح وقف الذمي بشرط كونه قربةً عندنا وعندهم. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۳۱۰/٥ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الأول ۳۵۲/۲-۳۵۳ زكريا)

ثـم الـحـال إن وصـايـا الذمي على أربعة أقسام ...... ومنها: إذا أوصىٰ بما يكـون قـربةً فـي حـقنا وحقهم، كما إذا أوصىٰ بأن يسرج في بيت المقدس، أو يـغـزى الترک وهـو مـن الـروم، وهٰـذا جائز، سواء كان القوم بأعيانهم أو بغير أعيـانهـم؛ لأنه وصية بما هو قربة حقيقةً في معتقدهم أيضًا. (الهـداية، كتاب الوصايا / بـاب وصية الـذمـي ٤/٦٦٧ مـكتبـه بـلال ديوبند، وكذا في رد المحتار، كتاب الوصايا / فصل في وصايا الذمي وغيره ٦/٦٩٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری روپئے سے مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر کرنا؟

سـوال (۲۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حکومت جمہوریہ یعنی سرکاری روپیوں سے مسجد یا عیدگاہ بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر حکومت اپنی مرضی سے مسجد بنائے اور آئندہ کسی فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو اُس کی جانب سے مسجد اور عیدگاہ بنانا درست ہے۔

لـما في البحر وغيره: إن شرط وقف الذمي أي يكون قربة عندنا وعندهم كـالـوقف عـلى الفقراء أو على مسجد القدس. (شـامـي، كتاب الوقف / مطلب قد يثبت الـوقف بالضرورة ٤/٣٤١ كراچی، ٦/٥٢٤ زكريا، البحر الرائق ٥/١٨٩، منحة الخالق على حاشية البحر الرائق ٥/١٨٩، بدائع الصنائع ٧/٣٤١ كراچی)

وأمـا الإسلام فليس من شرطه فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/١٨٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری بجلی بغیر منظور کے مسجد میں استعمال کرنا؟

سوال (۲۶۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری بجلی غیر منظور شدہ طور پر مسجد یا کسی مکان میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری بجلی سرکاری اِجازت کے بغیر مسجد میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اِسی طرح دوسرے آدمی کے لئے بھی اپنے گھر میں استعمال جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۱۹۶-۱۲/۹۷ زکریا قدیم، احسن الفتاویٰ ۶/۴۲۶)

أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبیثًا ومالاً سببه الخبیث والطیب، فیکره؛ لأن اللّٰه تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب، فیکره تلویث بیته بما لا یقبله. (رد المحتار، کتاب الصلاة / مطلب: کلمة "لا بأس" دلیل علی أن المستحب غیره ۱/۶۵۸ کراچی، ۲/۶۳۱ زکریا، کذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۲۷۸ دار المعرفة بیروت، وکذا في مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة / الفصل الثالث ۲/۴۴۹ زکریا، إمداد الفتاویٰ، کتاب الوقف / أحکام المسجد ۲/۶۷۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری لائٹ سے سرکار کی اِجازت کے بغیر پانی گرم کرنا؟

سوال (۲۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری لائٹ سے بغیر سرکار کی اِجازت کے مصلیان کے لئے پانی گرم کرنا اور اُس پانی سے وضو کرکے نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں چوری کی لائٹ سے پانی گرم کرنا جائز نہیں

ہے، اور ذمہ دارانِ مسجد پر لازم ہے کہ جس قدر لائٹ سرکاری اجازت کے بغیر اُنہوں نے خرچ کی ہے، اس کا معاوضہ محکمہ بجلی میں داخل کریں؛ تاہم اس لائٹ سے جو پانی گرم ہوا ہے وہ چوں کہ ناپاک نہیں ہے، اس لئے اس سے وضو کر کے نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ (مستفاد: منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/۶/۳۱)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال في المعراج: لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة. (شامي / مطلب: تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية ١٧٢/٢ كراچی)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / مطلب في التعزير بأخذ المال ٢١/٤ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، باب حد القذف / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة إتحاد ديوبند، الأشباه والنظائر، كتاب الغصب / الفن الثاني، الفوائد: ٤٤/٢ رقم القاعدة: ٢ ١٧١ زكريا، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ دار الفكر بيروت)

المغصوب إن علمت ...... وجب رده عليهم، وإلا وجب التصدق به.

(شامي / مطلب: فيما لو صادر السلطان جائرًا فنوى بذٰلك أداء الزكاة ٢٩١/٢ كراچی)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا

یقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/ ۱۱/ ۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کی بجلی مسجد میں جلانا اور اُس کی ہوا کھانا؟

سوال (۲۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری بجلی چوری کر کے مسجد میں لی، تو اُس بجلی کی روشنی اور پنکھے کی ہوا سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں چوری کی بجلی کا استعمال بالکل ناجائز ہے؛ تاہم اُس کی روشنی اور پنکھے کی ہوا سے نماز میں خرابی نہیں آتی۔ (امداد الفتاویٰ ۱۴۷/۴)

قال الحافظ عماد الدين إسماعيل بن كثير القرشي: قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: أمرهم بالإنفاق من أطيب المال وأجوده وأنفَسه، ونهاهم عن التصدق برذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن اللّٰه لا يقبل إلا طيبًا. (تفسير ابن كثير ٣٢٠/١ البقرة: ٢٦٧ سهيل أكيڈمي لاهور)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل اللّٰه إلا الطيب، فإن اللّٰه يتقبلها بيمينه، ثم يربّيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب الصدقة من كسب طيب رقم: ١٤١٠ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/ ۵/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مساجد میں چوری کی بجلی کا حکم

سوال (۲۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس مسجد میں چوری کی بجلی استعمال ہوتی ہو، جس سے پنکھے بھی چلتے ہیں اور موٹر سے پانی بھی بھرا جاتا ہے، جس سے وضو کیا جاتا ہے، کیا اُس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور جن مدارس میں بجلی چوری کی استعمال ہوتی ہے، اُس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری کی بجلی کا استعمال قطعاً جائز نہیں ہے، اور مسجد کے جو ذمہ داران چوری کی بجلی جلاتے ہیں، وہ گنہگار اور مؤاخذہ دار ہیں؛ لیکن اِس چوری کی بجلی سے جو پانی بھرا جاتا ہے نمازیوں کے لئے اس پانی کا استعمال ناجائز نہیں ہے، یہی حکم مدارس وغیرہ میں چوری کی بجلی استعمال کرنے کا بھی ہے، وہاں کے مہتمم اور انتظامیہ کے لوگ اس کے ذمہ دار ہیں، طلبہ یا اساتذہ ذمہ دار نہیں ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی﴾ [الأنعام، جزء آیت: ١٦٤]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا یحل لمسلم أن یأخذ مال أخیہ بغیر حق. (مجمع الزوائد ١٧١/٤)

إذ لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامي، کتاب الحدود / مطلب في التعزیر بأخذ المال ٢١/٤ دار الفکر بیروت، البحر الرائق، باب حد القذف / فصل في التعزیر ٦٨/٥ زکریا)

لا یجوز التصرف في مال غیرہ بلا إذنہ. (شامي / مطلب: فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح ٢٩١/٩ زکریا)

إن الحرام لا یتعدي إلی ذمتین. (شامي ٢١٩/٣، ٥٥٣/٩ زکریا)

امرأة زوجها في أرض الجور إذا أكلت من طعامه ولم يكن عينه غصبًا أو اشترى طعامًا، أو كسوة من مال أصله ليس بطيب، فهي في سعة من ذٰلک، والإثم علی الزوج. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ۹/۵۵۳-۵۵٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدوں میں چوری کی بجلی استعمال کرنا؟

سوال (۲۷۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں بہت سی مساجد ہیں جن میں بغیر میٹر کے بجلی استعمال کی جاتی ہے، اور بعض مساجد میں میٹر تو ہیں مگر بل ادا نہیں کیا جاتا، جب متولیانِ مساجد کو اس کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مساجد میں سرکار کی طرف سے مفت بجلی دی جاتی ہے؛ لہٰذا میٹر لگوانے یا بل ادا کرنے کی ضرورت نہیں، نمازیوں کی ایک بڑی تعداد بھی سمجھتی ہے کہ ایسا ہی ہے۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ مساجد میں استعمال کی جانے والی بجلی چوری کے زمرے میں آئے گی یا نہیں؟ نیز مساجد میں نماز ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ اس طرح کی بجلی سے چلنے والے پنکھے لائٹ وغیرہ سے استفادہ کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمارے علم کے مطابق اِس ملک میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے کہ مسجد یا مذہبی مقامات کے لئے مفت بجلی فراہم کی جائے؛ لہٰذا مسجد کے ذمہ داران کو چاہئے کہ حکومت کے قانون کے مطابق میٹر لگا کر ہر ماہ مقررہ بل ادا کریں، ورنہ وہ خود مؤاخذہ وار ہوں گے، عام نمازی جو اس بجلی کو استعمال کرتے ہیں وہ ذمہ دار نہیں ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۶/۴۶۴، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۱۳ ڈابھیل)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی

اللّٰـه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال في المعراج: لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة. (شامي / مطلب: تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية ١٧٢/٢ كراچی)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / مطلب في التعزير بأخذ المال ٢١/٤ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، باب حد القذف / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۸/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میٹر کے بغیر مسجد میں ہیٹر، گیزر سے پانی گرم کرنا؟

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں بجلی کا میٹر لگا ہوا ہے، لائٹ، پنکھے وغیرہ کا اُس سے کنکشن ہے، اُن کا بل اُس میں آتا ہے، مگر پانی گرم کرنے کے لئے ہیٹر اور گیزر ہے، اُس کو چلانے کے لئے ڈائریکٹ لائن لے رکھی ہے، میٹر سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ لہٰذا کتنی بجلی استعمال ہوئی اس کا بل نہیں آتا ہے، کیا اِس

طرح ہیٹر اور گیزر سے پانی گرم کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میٹر کے بغیر ڈائریکٹ بجلی کی لائن لینا بجلی کی چوری ہے، اور چوری کی بجلی استعمال کرکے پانی گرم کرنے کا عمل قطعاً جائز نہیں اور مسجد کے ذمہ دار حضرات جن کی رضامندی سے یہ چوری کی بجلی استعمال ہورہی ہے، وہ آخرت میں سخت مؤاخذہ دار ہوں گے؛ تاہم اِس طرح کی بجلی سے گرم شدہ پانی چوں کہ ناپاک قرار نہیں دیا جاتا، اِس لئے اس پانی سے وضو کرکے پڑھی گئی نمازیں درست ہوجائیں گی اور اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد: منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/۳۱۶)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۶/۱۱۸ المکتبة الأشرفیة دیوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۵/۷۲، شعب الإیمان للبیهقي ۴/۳۸۷ رقم: ۵۴۹۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه، وإن فعل کان ضامنًا. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۱/۶۱ رقم المادة: ۹۶ مکتبة إتحاد دیوبند، الأشباه والنظائر، کتاب الغصب / الفن الثاني، الفوائد: ۲/۴۴ رقم القاعدة: ۲ ۱۷۱ زکریا، وکذا في الدر المختار / کتاب الغصب ۶/۲۰۰ دار الفکر بیروت)

المغصوب إن علمت أصحابه أو ورثتهم وجب رده علیهم، وإلا وجب التصدق به. (شامي، کتاب الزکاة / قبیل: مطلب في التصدق من المال الحرام ۲/۲۹۱ کراچی، ۳/۲۱۸ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بغیر میٹر کے مسجد میں بجلی استعمال کرنا؟

سوال (۲۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، جس میں بجلی کی بتی لگی ہوئی ہے، مسجد کے متولی بغیر میٹر کے اُس کو استعمال کرتے ہیں، اور مصلّیوں سے کہتے ہیں کہ بجلی کے ذمہ دار سرکاری آدمی نے ہمیں زبانی اجازت دے دی ہے کہ تم لوگ اپنے مدرسہ یا مسجد میں بغیر میٹر استعمال کرو، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بجلی کی مالک حکومت ہے، جب تک حکومت کی طرف سے قانونی اور تحریری طور پر چھوٹ نہ ملے، محض کسی افسر کے کہہ دینے سے بجلی کی معافی نہیں ہوسکتی۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٢٩١/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۰/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میٹر بند کر کے باہر سے بجلی لے کر مسجد میں گیزر چلانا؟

سوال (۲۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مسجدوں میں جو بجلی استعمال ہورہی ہے تو زیادہ تعداد میں میٹر بند کر کے رکھتے ہیں اور میٹر سے الگ لائن ڈال رکھی ہے اور سارا خرچ اسی طرح ہورہا ہے، اگر میٹر سے بجلی خرچ کی

جائے تو بل بہت زیادہ آئے گا اور ایسا کرنے سے بل بہت کم آتا ہے، اور اکثر مسجدوں میں ریڈنگ والے سے بات کر رکھی ہے، وہ ریڈنگ اپنے حساب سے لے جاتا ہے، جس سے بل کم آتا ہے اور وہ اس کام سے الگ سے پیسے لیتا ہے، کیا ایسا کرنا مسجد میں جائز ہے؟ کیا یہ چوری نہیں ہے؟ اکثر مسجد کے ذمہ داروں سے کہا بھی کہ یہ کام جائز نہیں ہے، تو کہتے ہیں کہ مسجد کا بل جاتا ہے، ناجائز تو جب ہے جب ہم مسجد کا بل نہ دیتے ہوں۔ اور سردی میں پانی بھی گیزر سے گرم ہوتا ہے، گیزر لگانے میں مسجد کے امام صاحب بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، مسئلہ نہیں بتاتے، جب کہ اُنہیں بھی معلوم ہے کہ بجلی جو اس میں خرچ ہوگی وہ الگ سے استعمال ہوگی، مگر امام صاحب بھی کچھ نہیں کہتے؛ بلکہ کچھ امام تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو پانی گرم ملنا چاہئے بجلی جیسے بھی ہو، اس پانی سے پڑھی ہوئی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور پچھلی نمازوں کا کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میٹر چلائے بغیر بجلی کا استعمال بجلی کی چوری ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے، بالخصوص مساجد میں چوری کی لائٹ استعمال کرنا بڑا گناہ ہے، اور ذمہ دارانِ مساجد اس گناہ کے ذمہ دار ہیں؛ تاہم اس چوری کی بجلی سے جو پانی گرم کیا جائے گا وہ ناپاک نہیں ہوگا، اور اس سے پڑھی گئی نمازیں واجب الاعادہ نہیں ہوں گی، اہل محلّہ کو چاہئے کہ وہ ذمہ دارانِ مسجد کو چوری کی بجلی استعمال نہ کرنے پر آمادہ کریں، اور اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوں، تو اہل محلّہ کے لئے بہتر یہ ہوگا کہ وہ گھر ہی سے وضو کر کے آیا کریں، اور چوری کی بجلی سے گرم کردہ پانی کو استعمال نہ کریں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

أما لو أنفق في ذٰلک مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالیٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

میٹر خراب ہونے کی وجہ سے مسجد میں زائد بجلی کا استعمال کرنا

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی بجلی کا میٹر بہت دنوں سے خراب ہے؛ البتہ بجلی بل ہر مہینہ آتا ہے، اس بجلی سے مسجد میں روشنی ہوتی ہے، سردیوں میں ہیٹر سے پانی گرم ہوتا ہے، اس سے سمرسیول بھی چلتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ میٹر خراب ہونے کی صورت میں اس بجلی سے یہ تمام کام صحیح ہیں یا نہیں؟ نیز میٹر صحیح ہونے کی صورت میں یا میٹر خراب یا بل زیادہ آنے کے ڈر سے پانی ہرگز گرم نہیں کرسکتے، اس لئے اس گرم پانی اور اس سے وضو کا حکم بطور خاص تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی بجلی کا جو میٹر خراب ہوگیا ہے، اُس سے زائد بجلی استعمال کی جاتی رہی تو یہ عمل چوری کہلائے گا، اور مسجد کے متولی حضرات اس کے ذمہ دار رہوں گے؛ تاہم اِس طرح کی بجلی سے گرم کیا ہوا یا موٹر سے نکالا ہوا پانی ناپاک نہیں ہے، اس لئے اس سے وضو کرنے سے وضو درست ہوجائے گا۔

لأن السرقة في اللغة: أخذ الشيء من الغير على سبيل الخفية والاستسرار بغير إذن المالک، سواء كان المأخوذ مالاً أو غير مالٍ ...... قال

اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ﴾ (معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ٢/ ٢٦٣،
مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۳/ ۵۳۱- ۵۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۸/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کولہو میں چوری کا گنا پلتا ہو اُس کی کھوئی سے مسجد کا پانی گرم کرنا؟

سوال (۲۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس کولہو میں چوری کا گنا پلتا ہے اُس کی کھوئی سے پانی گرم ہوتا ہے، اُس سے نمازی وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر متعین طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ گنا چوری کا ہے، تو اُس کی کھوئی اَصل مالک کی اِجازت کے بغیر مسجد میں جلانا درست نہیں؛ لیکن اگر معلوم نہ ہوا ور گنا پلوانے والا اُسے وہیں چھوڑ کر چلا جائے، تو وہ کھوئی مسجد کے حمام میں استعمال کی جاسکتی ہے، اُس سے گرم کردہ پانی پاک ہے، اُس سے وضو کرنا درست ہے اور چوری کا وبال چور پر ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلك مالاً خبيثًا ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ١/ ٦٥٨ كراچی، ٢/ ٦٣١ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة ١/ ٢٧٨ دار المعرفة بيروت، وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة / الفصل الثالث ٢/ ٤٤٩ زكريا، إمداد الفتاویٰ، كتاب الوقف / أحكام المسجد ٢/ ٦٧٢)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر لمختار مع الشامي، كتاب

الغصب / مطلب: فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح ٦/ ٢٠٠ كراچی، ٩/ ٢٩١ زكريا)

ويستفاد جواز فضالة قصب السكر من قوله في الشامي، ويقرره أن مجرد الإلقاء من غير كلام يفيد هٰذا الحكم؛ لأن الحال دليل على الإذن. (رد المحتار ٤/ ٢٨ كراچی، ٦/ ٤٦ ٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱/۱۴ھ

TV چینل کی آمدنی مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی تجارت ٹی وی چینل لے کر دوسروں کو دینا ہے، اور وہ دسرے لوگ کیبل کے ذریعہ گھروں میں ہر قسم کے پروگرام پہنچاتے ہیں، جس میں بعض دینی پروگرام بھی ہیں، مگر اکثر غیر شرعی پروگرام ہیں، نیز مذکورہ شخص ٹی وی پر اشتہارات بھی دیتا ہے، اور اس سے بھی بہت زیادہ روپیہ کماتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ شخص کی کمائی مسجد کی تعمیر یا زمین کی خریداری یا کسی اور مسجد کے مد میں استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ ٹی وی چینل پر غالب پروگرام فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوتے ہیں، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے، تو اُس کی آمدنی گناہوں میں تعاون کی وجہ سے سخت مکروہ ہے؛ لہٰذا مساجد میں ایسی مشتبہ اور مکروہ آمدنی لگانا درست نہ ہوگا، مسجد میں خالص حلال اور طیب روپیہ ہی لگانا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۸۸ ڈابھیل)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه طيب لا يقبل اللّٰه إلا طيبًا. (صحيح مسلم ١/ ٣٢٦، مشكاة المصابيح ٢٤١)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلك مالاً خبيثًا وما لاً سببه الخبيث

والطيب، فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (رد المحتار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی، ٦٣١/٢ زكريا، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢٧٨/١ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹی وی اور ڈش کا کاروبار کرنے والے کی آمدنی مسجد میں دینا؟

سوال (۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ہے جس کا کاروبار ٹی وی، ڈیک، ریڈیو وغیرہ کا ہے، جو سنگیت میں شامل ہوتا ہے، کیا ایسے انسان کا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہے؟ مثلاً مسجد کی چٹائی پتائی ٹنکی یا رمضان شریف میں دیگر خرچ وغیرہ میں اُس کا روپیہ لگ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹی وی وڈش کا کاروبار کرنا تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے مکروہ وممنوع ہے؛ لہٰذا بہتر ہے کہ ایسے شخص کا روپیہ مسجد کے لئے قبول نہ کیا جائے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ٢]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه طيب لا يقبل اللّٰه إلا طيبًا. (صحيح مسلم ٣٢٦/١، مشكاة المصابيح ٢٤١)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل اللّٰه إلا الطيب، فإن اللّٰه يتقبلها بيمينه، ثم يربّيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل. (صحيح

البخاري، كتاب الزكاة / باب الصدقة من كسب طيب رقم: ١٤١٠ دار الفكر بيروت)

قال ابن عباس رضي الله عنهما: أمرهم بالإنفاق من أطيب المال وأجوده وأنفَسه، ونهاهم عن التصدق برذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن الله لا يقبل إلا طيبًا . (تفسير ابن كثير ۳۲۰/۱ البقرة: ۲٦٧ سهيل أكيڈمي لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خنزیر کے بالوں سے برش بنانے والے کا پیسہ مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص خنزیر کے بالوں کا برش بنوا کر فروخت کرتا ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ خنزیر کے بال حرام ہیں؛ لیکن برش میں جو مٹیریل جیسے ٹین کے کور لکڑی کی ڈنڈی وغیرہ لگتی ہے اور کاریگر بھی کام کرتے ہیں، تو ایسے شخص کا چندہ مسجد یا مدرسہ میں لگ جائے گا یا نہیں؟ اور سب مٹیریل حلال ہے، علاوہ بالوں کے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو برش خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں اُن میں غالب قیمت خنزیر کے بال ہی کی ہوتی ہے؛ لہٰذا مذکورہ شخص کی غالب آمدنی حرام کہلائے گی اور اس کا چندہ مسجد وغیرہ میں لینا جائز نہیں ہوگا۔

وشعر الميتة غير الخنزير على المذهب، وفي الشامية: أي على قول أبي يوسف الذي هو ظاهر الرواية أن شعره نجس، صححه في البدائع. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة / مطلب: في أحكام الدباغة ۳۵۹/۱ زكريا)

وشعر الخنزير بنجاسة عينه فيبطل بيعه، وإن جاز الانتفاع به لضرورة ...... وكره البيع، فلا يطيب ثمنه، ويفسد الماء على الصحيح، خلافًا لمحمد

رحمه اللّٰه تعالیٰ ...... وعن أبي یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ: یکره الخزر به؛ لأنه نجس. (الدر المختار، کتاب البیوع / باب البیع الفاسد ۷۲/۵ کراچی، الهدایة، کتاب البیوع / باب البیع الفاسد ۵۸/۳ شرکة علمیة ملتان)

فعلی هٰذا لا یجوز بیعه ولا الانتفاع به، ولذا لم یروَ عن أبي یوسف کراهة الانتفاع به. (البحر الرائق ۱۳۳/۶ زکریا، فتح القدیر ٤٢٥/٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خنزیر کے بالوں سے برش بنانا اور اُس کی آمدنی مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید خنزیر کے بالوں کے برش بنانے کا کام کرتا ہے، اور کوئی اُس کا کام نہیں ہے، اُسی کی کمائی سے اُس نے ایک باغ خریدا، اب زید نے ایک مسجد کا فرش بنوایا، لوگوں نے اعتراض کیا کہ زید کا کاروبار حرام ہے (خنزیر کے بالوں کے برش کی تجارت) تو زید نے یہ کہا کہ میں نے مسجد کے فرش میں رقم اپنا باغ فروخت کر کے باغ والی بچت لگائی ہے، جب کہ باغ بھی اُسی کمائی سے خریدا گیا تھا، اب اگر زید کی بات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ اُس نے باغ کی فروختگی کی رقم مسجد میں صرف کی ہے، تو یہ رقم باغ کی جو حرام کمائی سے خریدا گیا تھا، اُس سے فرش بنوانا درست ہے؟ اگر درست ہے تو فبہا اور اگر درست نہیں ہے تو نماز کا مسئلہ کیا ہے؟ ابھی تک جو نمازیں پڑھی اُن کا کیا ہوگا؟ نیز اگر یہ فرش باغ کی قیمت لگا کر بھی کچھ کراہت رکھتا ہے، تو کیا فرش کو اُکھاڑ کر صحیح کمائی سے بنوادیا جائے یا اور کچھ حیلہ؟ مثلاً زید کو اُس کی رقم واپس کردی جائے جو فرش میں لگی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کے بالوں کے برش سے انتفاع حرام ہے، اور اُس سے حاصل شدہ آمدنی مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں ہے، جو فرش مسجد کا ایسی حرام آمدنی سے بنایا

گیا اُسے نہ اکھاڑا جائے؛ بلکہ اُس کی قیمت اور اُس میں لگائی ہوئی رقم دینے والے کو لوٹا دیا جائے، جونمازیں اُس فرش پر پڑھی گئیں ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۳۰۱، کفایت المفتی ۷/۶۵-۶۷)

وشعر الخنزير بنجاسة عينه فيبطل بيعه، وإن جاز الانتفاع به لضرورة ...... وكره البيع، فلا يطيب ثمنه، ويفسد الماء على الصحيح، خلافًا لمحمد رحمه اللّٰه تعالىٰ ...... وعن أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ: يكره الخزر به؛ لأنه نجس. (الدرالمختار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ٥/٧٢ كراچی، الهداية، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ٣/٥٨ شركة علمية ملتان)

ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٦/٣٦٥ كراچی، ٩/٥٥٣ زكريا)

ولايجوز بيع شعر الخنزير. (الهداية ٣/٥٧ مكتبه بلال ديوبند، البحر الرائق ١/١٣٢ زكريا، شامي / مطلب: في أحكام الدباغة ١/٢٠٦ كراچی، ١/٣٥٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شراب کی آمدنی سے حلال کاروبار کرنے والے کا مسجد میں قالین دینا؟

سوال (۲۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص برادری کا کلال ہے، اس کا پشتینی شراب کا کام ہے، اچھی ترقی والا ہے، لاکھوں روپئے کی جائیداد ہے، سب اسی پیسے کی ہے، اس نے اپنے لڑکے کو کوئی اور تجارت کرائی ہے، جوتے کی ہو، کپڑے کی ہو یا لوہے کی ہو، سب اسی پیسے کی ہے اور جہاں کرائی ہے وہ جائیداد بھی اسی

پیسے کی ہے، اور اس تجارت کو دس بارہ سال ہوگئے ہیں، اسی رمضان میں جو کہ ۲۰۰۸ء کے گذرے ہیں، وہ شخص گذر گیا، اس کے پندرہ بیس دن بعد اُس کے لڑکے نے تین قالین مسجد میں صف کی جگہ ڈلوادیئے، اس پر لوگوں کو اعتراض ہے کہ یہ شراب کے پیسے کے ہیں، لڑکے کا کہنا ہے کہ یہ تجارت کے پیسے کے ہیں؛ لیکن بنیاد سب اسی پیسہ کی ہے، اس پر کچھ لوگ کنارہ کش ہوگئے، کچھ مسجد میں اپنی نماز الگ پڑھ رہے ہیں، تو کیا یہ حرام پیسہ تجارت کی لوٹ پلٹ سے حلال ہوجائے گا اور اس قالین پر نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان کے لئے شراب کا کاروبار اور اس کی آمدنی سب حرام ہے؛ لیکن شراب سے حاصل کردہ آمدنی سے اگر کوئی دوسری تجارت کی جائے اور اس سے نفع ہو تو فتویٰ یہ ہے کہ یہ زائد نفع حرام نہیں کہلائے گا، اور حرمت صرف اس حد تک رہے گی جتنا حرام پیسہ کاروبار میں لگا ہے، اگر وہ حرام پیسہ کاروبار سے نکال کر صدقہ کردیا جائے، تو پوری تجارت حلال ہوجائے گی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسئولہ صورت میں تجارت کی آمدنی سے جو قالین مسجد میں دیا گیا ہے، اس کا دینا درست ہے؛ لیکن دینے والے پر لازم ہے کہ ابتدائی کاروبار میں جو حرام پیسہ لگا ہے، اس کے بقدر پیسہ غریبوں پر تقسیم کردے۔

وقال الكرخي رحمه اللّٰه في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة: يطيب، وقال أبو بكر: لايطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعًا للحرج عن الناس. وفي الولوالجية: وقال بعضهم: لا يطيب في الوجوه كلها، وهو المختار، لكن الفتوىٰ اليوم على قول الكرخي دفعًا للحرج لكثرة الحرام. (شامي / مطلب: إذا اكتسب حرامًا ثم اشترىٰ على خمسة أوجهٍ ۷/ ۴۹۰ زكريا)

من ملك بملك خبيث، ولم يمكنه الرد إلى المالك، فسبيله التصدقُ

على الفقراء ...... قال: إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته، ولا يرجو به المثوبة. (معارف السنن، أبواب الطهارة / باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور ۳٤/۱ کراچی)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه وجب عليه رده. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢/١ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب الحدود، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / فصل فى التعزير ١٦٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا سامان خریدنے کیلئے صدقہ فطر اور زکوٰۃ کی رقم کا استعمال؟

سوال (۲۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے نام سے کچھ چندہ جمع ہوگیا ہے، کیا اس چندہ سے صفیں، نل، لوٹے لگوا سکتے ہیں یا الگ سے دوسرا چندہ کرنا ہوگا؟ کیوں کہ اِس چندہ میں ہر قسم کی مد کا پیسہ ہے، زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی اور امداد وغیرہ کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لوٹے وغیرہ خریدنے میں صدقہ، فطرہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی رقم لگانی درست نہیں ہے، اِس مقصد سے الگ چندہ کیا جائے۔

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تمليك فيه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / باب المصارف ١٨٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چرمِ قربانی کی رقم حیلہ کرکے مسجد کی تعمیر میں لگانا؟

سوال (۲۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بہت ہی غریب محلّہ ہے، اور وہاں پر صرف ایک ہی مسجد ہے، اور اہل محلّہ کے اندر اتنی وسعت نہیں ہے کہ وہ امام کی تنخواہ دے سکیں اور مسجد کے ضروری تعمیراتی کام کراسکیں، ایسی صورتِ حال میں اگر اہل محلّہ مشورہ کرکے یہ طے کرلیں کہ اس محلّہ کی اور پڑوسی محلوں کی چرم قربانی سب ایک جگہ جمع کرکے جب قیمت لگائی جائے گی، اُس وقت کوئی ایک شخص بہت ہی کم قیمت میں مثلاً پچاس روپئے فی عدد خریدنا چاہے، تو اسی کے ہاتھ سب چرمِ قربانی فروخت کردی جائے، حالاں کہ بازار میں اِس وقت اُس کی قیمت مثلاً چھ سو روپئے ہے، پھر وہ شخص ان چرم قربانی کو بازار میں اس کی اصلی قیمت یعنی چھ سو روپئے فی عدد بیچ دے اور اس میں سے پچاس روپئے کرکے فقراء کے درمیان تقسیم کرادے، اور بقیہ جو پانچ سو پچاس روپئے نفع کے بچ جائیں، تو اس رقم کو امام کی تنخواہ اور مسجد کی ضروری تعمیراتی کام میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چرمِ قربانی کی قیمت فقراء کا حق ہے، اس طرح کا حیلہ کرکے فقراء کو اُن کے حق سے محروم کرنے کی اِجازت نہیں ہے، مسجد کی ضروریات کے لئے امدادی عام چندہ کیا جائے۔

ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو أو یبدله بما ینتفع به باقیًا کما مر، لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم، فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه. (الدر المختار ۹/۳۹۸ بیروت، ۹/۴۷۵ زکریا، بدائع الصنائع ۴/۲۲۵ زکریا، تبیین الحقائق ۶/۴۸۶ زکریا، المبسوط للسرخسي ۱۲/۱۴ بیروت)

ومشائخنا رحمهم اللّٰه تعالیٰ أخذوا بقول محمدؒ دفعًا للضرر عن الفقراء. (الأشباه والنظائر ۱/۲۹۲)

أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان، وقال النسفي: في الكافي عن محمد ابن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام اللّٰه بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق. (عمدة القاري ١٠٩/٢٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیع فاسد میں مبیع فروخت کر کے قیمت مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۸۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے کوئی شئ بیع فاسد کے طریقہ پر خریدی اور پھر اس مبیع کو فروخت کر کے اُس کی قیمت مسجد میں دیتا ہے، تو یہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ بیع فاسد میں مبیع کے ذریعہ جو نفع حاصل ہو، وہ واجب التصدق ہوتا ہے اور مسجد ایسے مال کا مصرف نہیں ہے۔

قال اللّٰه سبحانه وتعالیٰ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٦٧]

من اشترىٰ جارية بيعًا فاسدًا وتقابضًا فباعها وربح فيها تصدق بالربح. (الهداية ٥٠/٣)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في لبيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٣٤٩/٥)

﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ﴾ أي تقصدوا الخبيث ﴿مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ﴾: أي لو أعطيتموه ما أخذتموه إلا أن تتغاضوا فيه، فاللّٰه أغنى عنه منكم، فلا تجعلوا للّٰه ما تكرهون.

عـن عبـد الـلّٰـه بن مغفل رضي اللّٰه تعالىٰ عنه في هٰذه الآية: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوْا الْـخَبِيْـثَ مِـنْـهُ تُـنْـفِـقُـوْنَ﴾ قال: كسب المسلم لا يكون خبيثًا، ولكن لا يصدق بـالحشف والدرهم الزيف وما لا خير فيه. (تـفسير ابن كثير [البقرة: ٢٦٧] ٣٢٠/١-٣٢١ سهيل أكيڈمي لاهور)

قال الحافظ عماد الدين إسماعيل بن كثير القرشي: قال ابن عباس رضي اللّٰـه عـنهـمـا: أمـرهـم بـالإنـفـاق من أطيب المال وأجوده وأنفَسه، ونهاهم عن التـصـدق بـرذالة المال أو دنيئته، وهو خبيثه؛ فإن اللّٰه لا يقبل إلا طيبًا. (تفسير ابن كثير ٣٢٠/١ البقرة: ٢٦٧ سهيل أكيڈمي لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱/۲ھ

مسجد کا پیسہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا مسجد میں لگانا

مسجد و مدرسہ کی آمدنی ایک دوسرے میں خرچ کرنا؟

سوال (۲۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مدرسہ مسجد سے ملحق ہے اور ضرورت کے وقت ایک کی آمدنی دوسرے میں صرف کرلی جاتی ہے، اِس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مدرسہ ومسجد کے چندہ دہندگان کی طرف سے ایک کی آمدنی دوسرے میں لگانے کی اِجازت ہے تو یہ عمل صحیح ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵۸/۱۵ ڈابھیل)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسةً، ووقف عليها أوقافًا، لا يجوز له ذٰلک (الدر المختار) قوله: لا يجوز له ذٰلک: أي الصرف المذكور ...... قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوىٰ الخ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ۳٦٠/۳-۳٦۱ كراچی)

وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ۳٦۲/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱۱/۵ھ

مسجد کے نام پر آئے ہوئے چندہ کو مدرسہ میں لگانا؟

سوال (۲۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مدرسہ کے ایک حصہ میں جس میں مسجد بنانا طے ہوگیا تھا اور چندہ بھی اکٹھا ہوگیا تھا، مگر زید مذکور نے اس چندہ سے متعینہ مسجد نہ بناتے ہوئے مدرسہ میں دو کانیں بنوادیں؛ لہٰذا صورتِ مذکورہ میں زید پر کیا حکم لگتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چندہ دہندگان نے صرف مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دیا تھا، تو زید کے لئے وہ رقم مدرسہ میں لگانی جائز نہیں تھی اور اگر چندہ مطلق تھا یا مدرسہ کے لئے تھا، تو اُسے مدرسہ کی تعمیرات اور دیگر ضروریات میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی)

إذا ذكر للوقف مصرفًا، لا بد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة حقيقةً. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: متى ذكر للوقف مصرفًا لا بدأن يكون الخ ٤/٣٦٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۶/۲/۱۴۱۳ھ

مدرسہ کا پیسہ اور سامان مدرسہ کی مسجد میں لگانا؟

سوال (۲۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کا فنڈ تعمیرِ مسجد میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مدرسہ کی عمارت میں سے نکالا گیا مٹیریل مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مدرسہ کے فنڈ سے امام صاحب کی تنخواہ وغیرہ مسجد کے جملہ خرچ کئے جاسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ یہاں مدرسہ اصل ہے اور مسجد اُس کے تابع ہے؛ لہٰذا مدرسہ کی آمدنی عمارتی سامان وغیرہ، اور امام کی تنخواہ مدرسہ کی آمدنی سے دینا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۱۴۵ میرٹھ)

أي مصالح المسجد، فيدخل المؤذن والناظر؛ لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطيب داخل تحت الإمام؛ لأنه إمام الجامع، فتحصل أن الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقًا بعد العمارة: الإمام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظر وثمن القناديل والزيت والحصر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٣٥٩ زكريا)

والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أو لا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٣٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۰/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی دوکانوں کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا؟

سوال (۲۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کی آمدنی کے لئے کچھ دوکانیں تعمیر کی گئی ہیں، اُن دوکانوں کی کرایہ کی آمدنی مسجد کے خرچ کے لئے منتخب کردی جائیں یا مدرسہ میں خرچ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ جگہ چوں کہ مدرسہ کی ہے، اِس لئے آمدنی مدرسہ ہی کو ملنی چاہئے، پھر مدرسہ چاہے تو مسجد پر خرچ کردے؛ اس لئے کہ یہاں مسجد تابع ہے۔

أي مصالح المسجد، فيدخل المؤذن والناظر؛ لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطيب داخل تحت الإمام؛ لأنه إمام الجامع، فتحصل أن الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقًا بعد العمارة: الإمام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظر وثمن القناديل والزيت والحصر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٩/٥ زكريا)

والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أو لا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٦/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵؍۱۰؍۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی توسیع کیلئے حاصل شدہ رقم کا مدرسہ یا اِسکول میں صرف کرنا؟

سوال (۲۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گرانٹ روڈ پل کے قریب واقع مسجد پنجوقتہ نمازوں کے لئے کافی ہے؛ لیکن جمعہ وعیدین کے موقع پر مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے ناکافی ہوتی تھی، جس کی بنا پر لوگ سڑکوں پر نماز ادا کرتے تھے، اِس کے حل کے لئے ذمہ دارانِ مسجد نے توسیع کی نیت کی، جس کی شکل صرف یہ تھی کہ مسجد سے متصل مکان جو جوابازی اور جسم فروشی کا اڈہ تھا، اُس کو خرید کر مسجد میں شامل کرلیا جائے۔ الحمد للہ؛ اللہ کی رحمت اور لوگوں کے تعاون سے خریداری کا کام مکمل ہوگیا، اس کے لئے عوام سے باقاعدہ مسجد بڑھانے کے عنوان سے چندہ کیا گیا، اب جدید تعمیر کے سلسلہ میں ذمہ داروں کا اِرادہ یہ ہے کہ زمین سے متصل پہلا اور دوسرا منزلہ مسجد کی توسیع کے لئے اور باقی پانچ منزلیں مدرسہ اور اسلامی اسکول کے استعمال کے لئے ہوں۔

نوٹ:- (۱) پرانی مسجد نیچے سے اوپر تک اپنی حالت پر رہے گی، اور نئی عمارت کو قدیم

مسجد کے ساتھ جوڑا جائے گا۔

(۲) ذمہ دارانِ مسجد موجودہ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اسی عمارت میں اسلامی اسکول ومدرسہ جاری کرنا چاہتے ہیں؛ تاکہ اسلامی ماحول میں بچوں کو صحیح دینی ودنیاوی تعلیم دی جاسکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئولہ صورت میں مسجد شرعی کی توسیع کے لئے روپیہ جمع کیا گیا ہے، اور اسی نیت سے مسجد سے متصل زمین خریدی گئی ہے؛ لہٰذا یہ جگہ پیشگی منصوبے کے مطابق صرف مسجد شرعی کی توسیع ہی میں استعمال ہوسکتی ہے، مدرسہ یا اسکول بنانے میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۷/۲۵، ۷/۱۰۰، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۵۵)

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (الدر المختار) وأما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذٰلك البناء؛ فإنه لا يمكن من ذٰلك. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٤/٣٥٨ كراچی، ٦/٥٤٨ زكريا)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر / كتاب الوقف من الفن الثاني ٢/١٠٦ زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤/٤٣٣-٤٣٤ كراچی، ٦/٦٤٩ زكريا)

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۶/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے برتن اور دوکانوں کی آمدنی سے مسجد اور مدرسہ کا خرچ چلانا؟

سوال (۲۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نامی شخص کو مسجد کی کمیٹی نے نیا ممبر بنایا، زید کے بچپن میں محلہ کی اس مسجد میں مدرسہ کبھی

بند کبھی شروع رہتا، جس کی وجہ سے زید تعلیم سے محروم رہا، اب اس کا جذبہ یہ تھا کہ کسی صورت میں میرے بچے اور محلے کے بچے عربی تعلیم سے محروم نہ رہیں، اور معلم سند یافتہ کوئی حافظ یا عالم ہو، اب جو پہلے کے معلم تھے ساٹھ روپئے ماہانہ لیتے تھے، وہ دوسری جگہ چلے گئے تھے، زید نے مصلیان اور محلّہ کے لوگوں کی میٹنگ لی، اور اس میں مہینہ کے دو جمعہ میں پہلی اذان سے لے کر دونوں خطبے ختم ہونے تک مسجد کے بیرونی اوٹوں پر بیٹھ کر عطیہ وصول کرنے اور جو اپنی مرضی سے دینا چاہے دے۔ اور معلم کو ڈھائی سو سے تین سو روپئے تک ماہانہ نذرانہ دینے کی بات رکھی، سب نے خوشی سے منظور کیا؛ لیکن کچھ لوگ مسجد کے باہر مخالفت کرنے لگے کہ پہلے معلم کو ۶۰/روپئے نہیں دے سکتے تھے، اب ایک دم سے یہ ۳۰۰/روپئے کیسے دیں گے؟ (پچیس سال قبل کی بات ہے) لیکن اللہ کا فضل کہ پہلے ہی جمعہ کو تین سو سے زائد عطیات جمع ہوگئے، اس طرح ہر مہینہ کے دو جمعوں میں زید بالکل خاموشی سے رسیدیں دیتا رہا اور ایک عالم صاحب پڑھاتے رہے، کچھ رقم معلم کا نذرانہ دینے کے بعد بچتی رہی، جس سے زید نے برتن خرید کر کرائے پر دینا شروع کر دیا اور اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اللہ پاک مدرسہ چلانے کی آمدنی کے ذرائع کھول دے (چودہ سال یہ نظم چلتا رہا) تقریباً دس سال بعد امام صاحب -جن کی آواز ختم ہوچکی تھی- نے ایک تحریری چٹھی لکھی کہ تم جو مدرسہ کے معلم کو برتن کی آمدنی سے نذرانہ دیتے ہو وہ غلط ہے؛ لیکن زید نامی شخص جس نے ناظرہ کے مکتب کو دارالعلوم کی شکل دینے کا عزم کر رکھا تھا، ضدی ذہن کا ہونے کی وجہ سے امام کی تحریر کا جواب دل میں یہ دیا کہ اگر گناہ ہوگا تو میں ذمہ دار ہوں؛ لیکن مدرسہ ہر حال میں شروع رہے گا۔

اور اللہ کا فضل یہ کہ مدرسہ چودہ سال بغیر آمدنی کے چلتا رہا، پھر اللہ نے آمدنی کے ذرائع پیدا کر دئے اور زید نے ایک معلم کے بجائے تین معلم اور ایک مؤذن کا انتظام کر دیا، ۳۰-۴۰ طلبہ کی جگہ ڈھائی سو سے تین سو طلباء کو تعلیم دی جانے لگی۔

لیکن کچھ دین دار لوگوں کی ہی اس مدرسہ کو نظر لگی اور دارالعلوم کا قیام ہونے ہی والا تھا کہ آمدنی انتشار کا شکار ہوگئی، زید نے جو شاپنگ سینٹر عطیہ جمع کر کے بنایا تھا، اس میں کچھ دوکانیں

حاصل کرنے کے لئے کچھ لوگوں نے سب امن برباد کردیا، یہ ان کا ذاتی مفاد تھا، اب زید مستعفی ہونا چاہتا ہے؛ لیکن انتظامیہ نے تین مرتبہ استعفیٰ نامنظور کردیا۔

سوال یہ ہے کہ زید اب برتن کی آمدنی دوکانوں کی آمدنی سے مدرسہ اور مسجد کا نظم چلا رہا ہے، تو اس کے اس گناہ کا کفارہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا ہے؟ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتن اور دوکانیں جن کو معلم کی تنخواہ کی آمدنی کے لئے ہی خریدا گیا تھا، اُن کی آمدنی سے معلم کی تنخواہ دینا جائز ہے، اور کوئی گناہ کی بات نہیں، اور زید کو اپنے عمل پر شرمندہ ہونے اور کفارہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں، اور اس نے مذکورہ مدرسہ کی ترقی کے لئے خلوص کے ساتھ جو خدمات انجام دی ہیں، تو ان شاء اللہ آخرت میں ضرور اَجر ملے گا۔

قال السندي: لكن أفتى الرملي بخلاف ما هنا في عدة أسئلة، ففي فتاواه: سئل في مدرسة احتاجت إلى نفقة لعمارة ما خرب منها، وليس هناک ما يعمر بـه من الوقف، هل يجوز أن تؤجر قطعة منها بقدر ما ينفق عليها أم لا؟ أجاب: مقتضى ما في الخلاصة جواز ذٰلک ...... وهٰذه المسئلة دليل على أن المسجد المحتاج إلى النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه الخ. (تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين / كتاب الوقف ٤/ ٨٠ كراچی)

الواجب أن يبدأ بصرف الفرع إلى مصالح الوقف من عمارته وإصلاح ما وهي من بنائه وسائر مؤناته التي لابد منها. (بدائع الصنائع، كتاب الوقف / فيما يرجع إلى الموقوف ٥/ ٣٣٠ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پر جمع کردہ چندہ سے مدرسہ کی تعمیر کرانا؟

سوال (۲۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مسجد جو ایک مسلم محلّہ میں واقع ہے، اس کی از سرِ نو تعمیر کے لئے چندہ کیا گیا؛ لیکن اس مسجد سے متصل ایک مدرسہ واقع ہے، کیا اِس پیسہ سے جو مسجد کے لئے جمع کیا گیا ہے، اس مدرسہ کی بھی از سرِ نو تعمیر کی جاسکتی ہے؟ یا مدرسہ کے لئے الگ سے چندہ کیا جائے اور آئندہ چندہ مسجد اور مدرسہ کے نام سے ایک ساتھ کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ مدرسہ مسجد کی انتظامیہ کے ماتحت چلتا ہے، تو مدرسہ و مسجد کی ضروریات کی تکمیل ایک ہی فنڈ سے کی جاسکتی ہے۔

اتحد الواقف والجهة (الدر المختار) بأن وقف وقفين على المسجد، أحدهما على العمارة والآخر إلى إمامه أو مؤذنه، والإمام والمؤذن لا يستقر لقلة المرسوم للحاكم الدين أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة إن كان الوقف متحدًا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه ٦/٥٥١ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٢١٦ كراچی، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٢/٥٩٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/ ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی رقم پرائمری اسکول کی تعمیر یا تنخواہ میں خرچ کرنا

سوال (۲۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد کی رقم مدرسین کی تنخواہ، مدرسہ کی تعمیر اور ہندی انگلش پرائمری تعلیم پر خرچ کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خاص اراضیٔ مسجد کی رقم ضروریاتِ مسجد کے علاوہ کہیں خرچ نہ کی جائے اور اگر چندہ مشترک اُمور (مسجد، مدرسہ اور اسکول وغیرہ) کے لئے ہو، تو اُسے

مسجد کے علاوہ دیگر جگہوں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔

ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٣٦٦/٤ كراچی، ٥٥٩/٦ زكريا)

وفي الشامي بحثًا: أي بل يصرف إلى كل منهم القدر الذي عينه الواقف.

(شامي، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها ٣٦٨/٤ كراچی، ٥٦١/٦ زكريا)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، الفصل الأول في بعض قواعد في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحنفية كوئٹہ)

لأن الملك ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم ٥٠٢/٤ كراچی)

سئل أبو القاسم عمن اشترى الدهن أو الحصير للمسجد أيهما أفضل؟ قال: هما سواء، فقال الفقيه أبو الليث: إن كان المسجد محتاجًا إلى أحدهما فشراؤه أفضل، وإن كان سواء في الحاجة إليهما، كانا في الثواب والأجر سواء أيضًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / مسائل وقف المساجد ٨٥١/٥ إدارة القرآن كراچی، ١٦٩/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۰/۲۴ھ

اسکول کی نیت سے خرید کردہ مکان میں مسجد کا روپیہ لگانا؟

سوال (۲۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسی ٹرسٹ نے اس مسجد و مدرسہ کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان اسکول کی نیت سے خریدا؛ لیکن رقم وصول کرنے والوں نے کچھ اسکول کے نام پر وصول کیا اور کچھ مسجد کے نام پر، اور دونوں رقم

اس طرح مخلوط ہے کہ الگ نہیں کی جاسکتی۔ اب سوال یہ ہے کہ مسجد واسکول دونوں کے نام پر جمع شدہ رقم سے خریدے ہوئے مکان کے لئے مسجد کا حکم ہوگا یا اسکول کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسکول کی نیت سے خریدے گئے مکان میں مسجد کے لئے حصول کردہ جتنی رقم لگائی گئی ہے، اس کا اندازہ لگا کر اس رقم کو اسکول کی مد سے الگ کرنا لازم ہے، اور اتنی رقم مسجد ہی کے مصارف میں لگانا ضروری ہے، اگر ایسا نہیں کیا گیا، تو ٹرسٹ کے ذمہ دار آخرت میں مؤاخذہ دار رہیں گے۔

یلزم رد الودیعة إلی صاحبها إذا طلبها. (شرح المجلة ۱/ ٤٤۰ رقم المادة: ۷۹٤ المکتبة الحنفیة کوئٹه)

رجل جمع مالاً من الناس لینفقه في بناء المسجد، وأنفق من تلک الدراهم في حاجة نفسه، ثم رد بدلها في نفقة المسجد، لا یسعه أن یفعل ذٰلک، وإذا فعل إن کان یعرف صاحب المال رد الضمان علیه، أو یسأله لیأذن له بإنفاق الضمان في المسجد. (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / باب الرجل یجعل داره مسجدًا الخ ۳/ ۲۹۹ زکریا)

ولو جمع مالاً لینفقه في بناء المسجد، فأنفق بعضه في حاجته، ثم رد بدله في نفقة المسجد لا یسعه أن یفعل ذٰلک. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۵/ ٤۲۰ دار الکتب العلمیة بیروت)

وقد علم منه أنه لا یجوز لمتولي الشیخونیة بالقاهرة صرف أحد الوقفین للآخر. (البحر الرائق ۵/ ۳٦۲ زکریا)

وعلی الإمام أن یجعل لکل نوع من هٰذه الأنواع بیتًا لیخصه ولا یخلط بعضه ببعض؛ لأن الکل نوع حکمًا یختص به، فإن لم یکن في بعضها شيء،

فللإمام أن يستقرض عليه من النوع الآخر ويصرفه إلى أهل ذٰلک، ثم إذا حصل من ذٰلک النوع شيء، رده في المستقرض منه. (تبيين الحقائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ٤/ ١٧١ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في البحر الرائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ٥/ ٢٠٠-٢٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴/ ۱۱/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی دوکانوں کی آمدنی مدرسہ کے کام میں بطور رشوت خرچ کرنا

سوال (۲۹٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی دوکانوں کی آمدنی کرایہ کو مدرسہ کے فائدہ کے لئے مثلاً عمارت وغیرہ کے حصول کے لئے بطور رشوت کے دینا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی دوکانوں کی آمدنی مدرسہ کے کام میں بطور رشوت خرچ کرنا جائز نہیں، اور مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود کوئی شخص اگر یہ کام کرے، تو وہ لائق اِمامت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴/ ۴۹۰ ڈابھیل)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم ١/ ٢٤٨)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين، أو رجلٌ مسجدًا ومدرسةً ووقف عليها أوقافًا لا يجوز له ذٰلک. (شامي ٦/ ٥٥١ زكريا)

ويحرم طلب الرشوة وبذلها وقبولها كما يحرم عمل الوسيط بين الراشي والمرتشي. (الموسوعة الفقهية ٢٢/ ٢٢٢ بيروت)

ثم الرشو ة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي. (شامي ۳٤/۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی بجلی مدرسہ والوں کا استعمال کرنا اور مسجد سے قرض لینا

سوال (۲۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کی زمین پر مدرسہ بنا ہوا ہے، جس میں ہندی انگریزی اور اردو قرآنِ پاک ناظرہ وحفظ کی تعلیم دی جاتی ہے، اِس مدرسہ کا ناظم زید ہے، مسجد کی تحویل میں سے مسجد کے منتظم بکر سے سترہ ہزار روپئے بطور قرض چند دن کے لئے لئے تھے، اس وقت مدت پانچ سال سے زائد ہوچکی ہے، ابھی تک روپیوں کی ادائیگی نہیں کی، پہلے مدرسہ کا مدرس مسجد میں مدرسہ کی جانب سے نماز پڑھاتا تھا، اب مدرسہ کا مدرس مسجد میں نماز پڑھاتا ہے، تو مسجد سے تنخواہ لیتا ہے، مسجد کے کنکشن سے مدرسہ کے پنکھے کولر اور تمام ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، مسجد کو کسی طرح مدرسہ کی جانب سے کرایہ نہیں ملتا، بتی کا بل بھی مسجد کی جانب سے ادا کیا جاتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر مسجد اور مدرسہ کی انتظامیہ الگ الگ ہے، تو ایک کی آمدنی دوسرے میں صرف کرنا درست نہیں، اِسی طرح مسجد کی بجلی مدرسہ والوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں، اگر وہ استعمال کریں تو اس کا معاوضہ دینا لازم ہے، اور جو روپئے مسجد کے فنڈ سے مدرسہ میں قرض کے طور پر لئے گئے ہیں، مدرسہ کے منتظمین پر اُن کی جلد از جلد ادائیگی لازم ہے۔

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسة ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذٰلک (الدر المختار) أي الصرف المذكور، قال

خيـر الـرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر. (الدر المختار مع الشامي ٦/ ٥٥١ زكريا)

متـولـى الـمسـجـد لـيـس لـه أن يحمل سراج المسجد إلى بيته. (الفتـاوىٰ الهندية ٢/ ٤٦٢)

الديون تقضى بأمثالها . (الأشباه والنظائر الفن الثاني ٢٥٦، الدر المختار ٥/ ٦٦٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا مال قیمتاً خرید کر مدرسہ والوں کا رقم ادا نہ کرنا؟

سوال (۲۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے منتظم بکر سے مدرسہ کے ناظم زید نے چھ برس قبل مسجد کی اینٹیں مورنگ لکڑی واِنگل وغیرہ لیا تھا، جس کی قیمت قریب ۱۶/ ہزار روپئے بنتی ہے، بکر کے کئی بار تقاضا کرنے پر بھی زید نے ابھی تک ان چیزوں کی واپسی نہیں کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مال میں سے جو اشیاء قیمتاً مدرسہ کے لئے لی گئی ہیں، مدرسہ پر ان اشیاء کی قیمت مسجد کو لوٹانی واجب ہے، جلد از جلد انتظام کرکے مسجد کا قرض ادا کرنا چاہئے۔

حشـيـش الـمسجد إذا كانت له قيمة فلأ هل المسجد أن يبيعوه. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٢/ ٤٥٩)

إذا حـصـل الإيجاب والقبول لزم البيع. (الهـداية / كتاب البيوع ٣/ ٢٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد اور اسکول کے نام پر جمع کردہ مخلوط رقم سے خریدا ہوا کمرہ مسجد کا ہے یا اسکول کا؟

سوال (۲۹۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) استفتاء کے ساتھ لگائے گئے کاغذ پر جو نقشہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے: کمرہ نمبر ۱، ۲، ۳۔ یہ جگہ برائے مدرسہ ومسجد مختص ہے، اور کمرہ ۵، ۷، ۹، یہ تینوں مسجد کے کمرے ہیں، جس میں کمرہ نمبر ۵/ میں استنجاء خانہ اور وضوخانہ ہے، کمرہ نمبر ۷/ رہائش کے لئے کرایہ پر دیا گیا ہے، اور کمرہ نمبر ۹/ مدرسہ واسکول کے آفس کے لئے مستعمل ہے۔

دریافت طلب امر کمرہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ کے متعلق ہے، اس میں کمرہ نمبر ۱۵/ مسجد کی نیت سے توسیع مسجد کے لئے خریدا گیا تھا، اس میں جمعہ اور تراویح کی نماز ہوتی تھی، بعد میں اسی کمرہ میں ایک دینی طرز کا اسکول شروع کیا گیا، اس کے بعدہ کمرہ ۱۳، ۱۴، خریدا گیا، اور ان دونوں کمروں کی خریداری کے لئے چندہ جمع کرنے والوں نے مختلف اعتبار سے وصول کیا، کسی نے مسجد کے لئے وصول کیا، اور کسی نے اسکول کے لئے، اور کسی نے یہ کہہ کر چندہ جمع کیا کہ یہ جگہ اسکول کے لئے ہے؛ البتہ اس سے جمعہ وعیدین وغیرہ میں کافی سہولت ہو جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ کمرہ ۱۳، ۱۴، جو مسجد واسکول کے لئے جمع کردہ مخلوط رقم سے خریدا گیا، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ مسجد کی ملکیت ہے یا اسکول کی؟

(۲) ہماری ایک تجویز یہ ہے کہ کمرہ نمبر ۱۵ جو خالص مسجد کی ملکیت ہے، اس کی پوری قیمت اور کمرہ ۱۳، ۱۴، میں استعمال شدہ رقم تخمیناً، اسکول کی طرف سے مسجد کو ادا کر کے گلی کے ایک طرف کا پورا حصہ اسکول کے لئے خاص ہو جائے، اور اس رقم سے مسجد سے متصل دوسرا کمرہ خرید کر توسیع

مسجد کے لئے گلی کے دوسری طرف کا پورا حصہ خاص کردیا جائے، تو کیا یہ تجویز از روئے شرع درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر مسجد اور اسکول کی انتظامیہ رجسٹرڈ ٹرسٹ ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں لکھا گیا ہے، تو کمرہ ۱۳، اور ۱۴/ اسی ٹرسٹ کی ملکیت قرار پائیں گے، اور ٹرسٹ کے ذمہ داران ان کمروں کو مسجد یا دینی طرز کے اسکول میں استعمال کرسکتے ہیں۔

القيم إذا اشترى من غلة المسجد حانوتًا، أو داراً أن يستغل ويباع عند الحاجة جاز إن كان له ولاية الشراء. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الثاني من كتاب الوقف ٤٦٢/٢ زكريا)

(۲) اگر ٹرسٹ کے حضرات مناسب سمجھیں تو آپ کی پیش کردہ تجویز پر عمل کرسکتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ زمین موقوفہ نہیں ہے؛ بلکہ ٹرسٹ کی ملکیت ہے، تو حسبِ صواب دید اس کا تبادلہ کرسکتے ہیں۔

متولی المسجد إذا اشترى بمال المسجد حانوتًا أو دارًا ثم باعها جاز إذا كانت ولاية الشراء. (الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ٨٦٢/٥ إدارة القرآن كراچی، ١٨٠/٨ رقم: ١١٥٦٨ زكريا)

إن متولي المسجد إذا اشترى من غلته حانوتًا أو دارًا، فهذه الدار أو هٰذا الحانوت هل يلتحق بالحوانيت الموقوفة؟ – إلى قوله– المختار: أنه لا يلتحق بالحوانيت الموقوفة على المسجد، ولكن يصير مستغلا للمسجد. (الفتاویٰ التاتارخانية ٨٦٢/٥ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین پر بنے ہوئے مدرسہ سے مسجد کمیٹی کا کرایہ لینا؟

سوال (۳۰۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے برابر میں ایک اراضی مسجد کے نام ہے، اس اراضی میں محلّہ کے بچے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور مسجد کو اس مدرسہ کا کرایہ دیا کرتے تھے، اس اراضی میں چار کرایہ دار تھے؛ لہٰذا مسجد کی کمیٹی اور محلّہ کے لوگوں نے اس اراضی کو مدرسہ بنانے کے لئے زکوٰۃ فطرہ اور چرم کے عطیات سے اراضی کی تعمیر کرائی اور مسجد کی آمدنی سے دو کانیں بڑھائیں، اب اسی اراضی میں دس کرایہ دار ہیں، پہلے چار تھے چھ کا اضافہ ہوا ہے؛ لہٰذا مدرسہ کی تعمیر زکوٰۃ فطرہ اور چرمِ قربانی کے عطیات سے کی گئی ہے، اور مدرسہ میں دینی تعلیم ناظرہ اور قرآن حفظ اردو ہندی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، اور محلّہ کے چند حضرات کے تعاون سے یہ مدرسہ چل رہا ہے: لہٰذا محلّہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدرسہ کو بھی کرایہ دینا چاہئے، مسجد کو مسجد کا کرایہ لینا درست ہے، کرایہ سب مسجد کو جاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد اور مدرسہ کی کمیٹیاں الگ الگ ہیں، اور یہ مدرسہ مسجد کے تابع نہیں ہے، تو چوں کہ اس کی تعمیر مسجد کی اراضی پر ہوئی ہے، اس لئے مدرسہ کے فنڈ سے مناسب کرایہ مسجد کو دینا چاہئے، اور اگر یہ مدرسہ مسجد کے ماتحت ہے، اور دونوں کا انتظام ایک ہی کمیٹی کرتی ہے، تو پھر کرایہ کی ضرورت نہیں، اور یہاں واضح رہنا چاہئے کہ مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں براہِ راست زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم لگانا درست نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۱۵ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۶/۹۵)

ولو كانت الأرض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس في استيجار بيوتها، وتكون غلة ذٰلك فوق غلة الزرع والنخيل كان للقيم أن يبنى فيها بيوتًا فيواجرها. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس من كتاب الوقف ٢/٤١ زكريا، كذا في قاضي خان

علی هامش الهندية / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ۳۰۰/۳ زكريا، فتح القدير / الفصل الأول من كتاب الوقف ٢٤١/٦ دار الفكر بيروت)

لايصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات، وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار، وكل مالا تمليك فيه. (شامي ۲۹۱/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پر وصول کیا ہوا چندہ دوسری بستی کے مدرسہ یا مسجد میں لگانا؟

سوال (۳۰۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک دیہات میں مسجد بنانے کی غرض سے کچھ رقم بطور چندہ امداد کے وصول کی ہے، اس دیہات کے حالات ایسے ہی ہے کہ اس میں ۷۰-۸۰ رگھر مسلمانوں کے ہیں، جن کی دینی وتعلیمی حالت کافی ناساز ہے، بچوں، بوڑھوں نوجوانوں مرد وعورت کسی کو کلمہ تک یاد نہیں ہے، اور بستی میں مسجد ومکتب بھی نہیں ہے، کبھی کبھار جماعت کے ساتھی آتے ہیں اور اُن کو سمجھاتے ہیں؛ لیکن اُن بستی والوں کا رابطہ وتعلق بریلوی علماء سے زیادہ ہے، جس کی وجہ سے وہ اُن کو بہکاتے رہتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ہم اپنے خیال کا رکھیں گے، جب کہ رقم دینے والے اور رقم جمع کرانے والے دونوں صحیح العقیدہ ہیں، اور جو علماء دیوبند تبلیغ وجماعت سے منسلک ہیں اُن کا اِرادہ بھی یہی ہے کہ بستی میں جماعت کا کام ہو؛ لیکن بستی والے نہیں چاہتے، وہ کہتے ہیں کہ رقم ہمارے حوالہ کردو، ہم اپنے حساب سے کام میں لیں گے، کیا یہ رقم اُن کو دے دی جائے یا نہیں؟ دوسرا بات یہ ہے کہ کیا یہ رقم بجائے اس بستی کے کسی دوسری بستی میں مسجد بنوانے یا کسی دوسرے دینی مدرسہ میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب تفصیل سے دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو رقم مذکورہ بستی میں مسجد بنانے کے لئے وصول کی گئی ہے، وہ اس بستی میں مسجد بنانے میں خرچ کرنی ضروری ہے، حکمتِ عملی کے ساتھ کچھ بستی والوں کو ساتھ لے کر وہاں مسجد تعمیر کرنے کی کوشش کی جائے، یہ رقم کسی اور جگہ صرف نہ کی جائے۔

مستفاد: شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤–٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

أما إذا اختلف الواقف أو اتحد الواقف واختلف الجهة بأن بنى مدرسةً ومسجدًا، وعين لكل وقفًا، وفضل من غلة أحدهما، لا يبدل شرط الواقف. وكذا إذا اختلف الواقف لا الجهة، يتبع شرط الواقف، وقد علم بهٰذا التقرير إعمال الغلتين إحياءً للوقف ورعاية شرط الواقف. هٰذا هو الحاصل من الفتاویٰ الخ. وقد علم أنه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۸/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی اینٹ مسجد کی نالی میں لگانا؟

سوال (۳۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کی بچی ہوئی اینٹ مسجد کی نالی میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مدرسہ کو ضرورت نہ ہو اور اینٹیں رکھے رکھے ضائع

ہونے کا اندیشہ ہو، تو اُنہیں مسجد میں لگایا جاسکتا ہے، اور بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کی جانب سے اینٹوں کا معاوضہ مدرسہ کے فنڈ میں داخل کر دیا جائے؛ تاکہ کوئی اشکال نہ رہے۔

وعن الثاني: ينقل إلى مسجد آخر بإذن القاضي ...... حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (الدر المختار / كتاب الوقف ٣٥٩/٤ كراچی، ٥٤٩/٦ زكريا)

والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض، كما أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني – وكفى بهما قدوةً –، ولا سيما في زماننا، فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل، يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد، وكذلک أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم، ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أنقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤ كراچی، وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمةً لا بأس دليل على أن المستحب غيره ٦٥٨/١ كراچی)

وسئل شمس الأئمة الحلواني عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس: هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ فقال: نعم. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الرابع والعشرون في الأوقات التي يستغني عنهما ٨٧٧/٥ إدارة القرآن كراچی، ١٩٦/٨ رقم: ١١٦٢٤ زكريا، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغني عنها الخ ٤٧٨/٢ زكريا، وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٩/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۸/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی چھت پر مدرسہ کی کڑیاں رکھنا

سوال (۳۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تعمیر کے وقت ضرورۃً مدرسہ کی چھت کا تھوڑا سا حصہ اگر مسجد کی چھت پر آجائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی چھت پر مدرسہ کی عمارت کی کڑیاں وغیرہ رکھنا درست نہیں ہے۔

وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره؛ فإنه لا يحل. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ۳۵۸/٤ كراچی، ٥٤٨/٦ زكريا)

ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وإن كان من أوقافه. (البحر الرائق / أحكام المساجد ٤١٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۱/۵ھ

مسجد میں مدرسہ وغیرہ قائم کرنا

مسجد کے تہ خانہ میں مدرسہ قائم کرنا اور ایک کے مصارف دوسرے میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک نئی جامع مسجد اس طرح تعمیر ہورہی ہے کہ نیچے تہ خانہ اور اوپر مسجد ہے، اور تہ خانہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے مسجد آباد ہوجائے گی اور نماز پنج گانہ ہونے لگے گی؛ لیکن مدرسہ نہ ہونے کی صورت میں ابھی کافی عرصہ تک اس مسجد کے آباد ہونے اور تعمیر ہونے کی کوئی اُمید نہیں ہے؛ کیوں کہ مسجد مذکور آبادی کے باہر ہے، اور آبادی میں کئی مسجدیں موجود ہیں، اور جامع مسجد بھی ہے، نئی جامع مسجد کی یہ زمین آئندہ آبادی کے بڑھنے کی ضرورت کے پیشِ نظر خریدی گئی تھی۔

مسجد سیلابی جگہ پر ہے، پٹاؤ کی وجہ سے مسجد کا فرش اونچا بنوانا تھا، مگر جو اونچائی رکھی گئی یعنی ۱۳-۱۴ فٹ، اتنے کی ضرورت نہ تھی، اس کا مقصد یہی تھا کہ کچھ مٹی پاٹنے کے بعد ہم نچلے حصہ کو کسی کام میں لائیں گے اور اوپر کے حصہ پر نماز ہوگی، چناں چہ اِسی لئے نیچے پایا کے ساتھ ساتھ پچھم، اتر اور دکھن کی طرف سے دیواریں بھی بنائی گئیں اور اس میں روشن دان بھی لگوایا گیا، گویا ابتدا ہی میں نیت یہی تھی کہ مسجد اوپر رہے گی اور تہ خانہ میں مسجد کی مصالح وضروریات کے تحت کچھ بنے گا۔

جو مدرسہ تہہ خانہ میں قائم کیا گیا ہے، اس میں بچوں اور بچیوں کی الگ الگ تعلیم کے لئے

الگ الگ عمارتیں موجود ہیں؛ لیکن اس کا شعبہ عربی وفارسی وحفظ وقرأت مسجد مذکور کے تہ خانہ اور بچی ہوئی زمین پر قائم کیا جارہا ہے، اور مدرسہ کی کمیٹی نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ مزید زمین وجگہ کی تلاش بھی جاری رہے گی۔

پہلے بچوں اور بچیوں کی تعلیم ایک ہی عمارت میں مخلوط ہوا کرتی تھی؛ لیکن پھر انتظامی وشرعی مصالح کے تحت دونوں کی تعلیم دو عمارت میں الگ الگ کردی گئی، اور اب اسی مدرسہ کا شعبۂ عربی وغیرہ بعض انتظامی وشرعی مصالح کے پیشِ نظر تیسری جگہ مسجد مذکور کے تہ خانہ میں اور اس کی بچی ہوئی زمین میں قائم کیا جارہا ہے، انتظامی مصلحت یہ ہے کہ مذکورہ دونوں عمارتوں میں سے کسی عمارت میں اگر یہ شعبہ جات قائم کئے جائیں، تو آگے چل کر جگہ کم پڑ جائے گی اور اس سے ملحق زمین کی خریداری بھی تقریباً ناممکن ہے؛ کیوں کہ یہ آبادی کے اندر ہے، نیز اقامتی ادارہ کے لئے جو پرسکون تعلیمی ماحول آبادی کے باہر ملے گا وہ آبادی کے اندر نہ مل سکے گا، مسجد مذکور کے تہ خانہ اور بچی ہوئی زمین میں فی الحال بھی مذکورہ شعبہ جات کے لئے مدرسہ کی دونوں عمارتوں (شعبۂ پرائمری وشعبۂ نسواں) کے مقابلہ میں زیادہ جگہ مل رہی ہے، نیز اس سے ملحق اراضی بھی مالی گنجائش ہونے پر خریدی جاسکتی ہے، اور شرعی مصلحت یہ ہے کہ اس مدرسہ کے ذریعہ مسجد کی کما حقہ حفاظت ہوگی اور نماز پنج گانہ بھی ہونے لگے گی اور اس کی تعمیر بھی جلد ہوجانے کا امکان پیدا ہوگیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں مسجد کے تہ خانہ میں اور مسجد کی بچی ہوئی زمین میں مدرسہ قائم کرنا اور درس گاہ وغیرہ تعمیر کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کتبِ فقہ کی رو سے اِس عبارت کا کیا مطلب ہے کہ مسجد تحت الثریٰ سے اِلی عنان السماء مسجد ہوتی ہے، نیز کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے جب مدرسہ کی زمین اور رقم مسجد کے مصرف میں اور مسجد کی زمین اور رقم مدرسہ کے مصرف میں کام آسکے؟

نــوٹ:- درج بالا سوال کے بارے میں حضرت مولانا جمیل احمد صاحب نذیری جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ اعظم گڑھ کا ایک تفصیلی فتویٰ بھی ملحق ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وهو الموفق للصواب: مسجد کی تعمیر کی دوصورتیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ مسجد تعمیر کرائی گئی اور مسجد کے نیچے تہ خانہ وغیرہ کچھ بنوانے کا ارادہ نہیں تھا، دوسرے یہ کہ تعمیر کے وقت ہی نیت تھی کہ مسجد کی مصالح کے لئے نیچے تہ خانہ رہے گا اور اوپر مسجد۔

پہلی صورت میں مسجد "**تحت الثریٰ إلی عنان السماء**"، مسجد ہوتی ہے، دوسری صورت میں تہ خانہ کے اوپر سے مسجد شمار ہوگی اور تہ خانہ مصالح مسجد میں شمار ہوگا اور مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ، صاحبِ درمختار علامہ حصکفیؒ کی اس عبارت: **إذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس** کے تحت فرماتے ہیں:

ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد أو لا إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجداً فيما إذا لم يكن وقفًا على مصالح المسجد، وبه صرّح في الإسعاف، فقال: وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كانا وقفًا عليه صار مسجدًا. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٥٤٧/٦ زكريا)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نورہ اللہ مرقدہٗ سے سوال کیا گیا کہ اگر مسجد بالائی منزل میں ہو اور اس کے نیچے کا خلا ضروریات ومنافع ومصالح مسجد کے لئے مستعمل ہو، تو مسجد؛ مسجد کا حکم رکھتی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

اِس سوال کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے درمختار کی مذکورہ بالا عبارت نقل کی، پھر فرمایا کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مسجدیت کے مکمل ہونے سے قبل ایسا کیا جائے تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ (امداد الفتاویٰ ۶۸۴/۲)

حضرت تھانویؒ ایک دوسری کتاب ''آداب المساجد'' میں اسی مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

’’اس دوسرے درجہ کی بنا مشروط ہے،اس کے ساتھ کہ مسجد کی مسجدیت سے قبل بانی کی نیت اس بناء کی ہو، ورنہ بعد تمامیت مسجد کے ایسا کوئی تصرف جائز نہیں‘‘۔

فقہاء نے جو مسجد کو عنانِ سماء وتحت الثریٰ مسجد کہا ہے یہ مقید ہے، اس صورت کے ساتھ جب کہ بناء مسجد کے وقت دوسرے درجہ فوقانی یا تحتانی بنانے کی نیت نہ ہو۔ (آداب المساجد ۶۵-۶۶، بحوالہ امداد الفتاویٰ)

جدید فقہی مسائل کے مصنف لکھتے ہیں کہ: ’’ایسی صورت میں یہ نچلی منزل مسجد نہیں؛ بلکہ ایک ایسی عمارت کے درجہ میں ہوگی جسے مصالح مسجد کے لئے وقف کردیا گیا ہے اور بالائی چھت سے مسجد کا شمار ہوگا، علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں: **إن جعل تحته سردابًا لمصالحه جاز كمسجد القدس** مگر یہ حکم اُس وقت ہوگا جب کہ مسجد کی تعمیر ہی کے وقت ایسی نیت کرلی جائے، اگر شروع میں کسی زمین پر مسجد کی تعمیر کرلی گئی اور بعد کو تہ خانہ بنایا گیا تو درست نہ ہوگا۔ (جدید فقہی مسائل ۱/۷۴-۷۵)

اَب رہی یہ بات کہ مسجد کے تہ خانہ اور بچی ہوئی زمین پر کوئی مدرسہ یا کسی مدرسہ کا کوئی شعبہ قائم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں مسجد ومدرسہ کی نوعیت جان لینا ضروری ہے، مسجد ومدرسہ کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) مسجد ومدرسہ میں سے ایک مستقل بالذات ہو اور اصل ہو، کوئی کسی کی مصالح وضروریات میں شامل نہ ہو، مثلاً مسجد آبادی کے اندر ہو، آبادی کے لوگ نماز پڑھتے ہوں، مسجد آباد کرنے کے لئے مدرسہ کی ضرورت نہ ہو اور مثلاً مدرسہ آبادی کے اندر ہو، مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے قریب میں مسجد موجود ہو۔

اِن دونوں صورتوں میں کوئی کسی کی ضروریات ومصالح میں شامل نہیں ہوسکتا، مسجد مدرسہ کے مصالح میں شامل نہ ہوگی اور مدرسہ مسجد کی مصالح میں شامل نہ ہوگا، اور ایک دوسرے کی زمین وآمدنی وغیرہ ایک دوسرے میں نہ لگ سکے گی۔

لا يصرف أحد الوقفين إلى الآخر. (الفتاویٰ الخیریة ۱/۱۶۵)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مدرسہ اصل ہو اور مدرسہ میں پڑھنے والوں کے لئے مسجد کی

ضرورت ہو، مثلاً مدرسہ آبادی کے باہر اور وہاں کوئی مسجد نہ ہو، اس صورت میں یہ مسجد مدرسہ کی مصالح اور ضروریات میں شامل ہو جائے گی اور مدرسہ کی زمین پر مدرسہ کے پیسہ سے مسجد بنوائی جاسکتی ہے۔

چناں چہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند فتاویٰ محمودیہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر مدرسہ اصل ہو اور اُس کے لئے ہی مسجد بنائی جائے، تو مسجد کے اخراجات مدرسہ سے پورے کئے جائیں گے''۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۲۶۵-۲/۴۶۶)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مسجد اصل ہو؛ لیکن غیر آباد اور غیر محفوظ ہو، مثلاً آبادی کے باہر ہو یا کسی ویرانے میں ہو اور وہاں مدرسہ قائم کر دینے سے مسجد آباد بھی ہو جائے اور محفوظ بھی، اس صورت میں یہ مدرسہ مسجد کے مصالح اور ضروریات میں شامل ہو جائے گا اور مسجد کی زمین میں مدرسہ بنوانا جائز ہوگا، حتیٰ کہ اگر مدرسہ کے لئے چندہ وغیرہ نہ ہو اور مسجد کے پاس ہو تو مسجد کی رقم اور سامان بھی مدرسہ میں لگانا جائز ہوگا؛ کیوں کہ یہ رقم خرچ کرنا اور سامان لگانا مصالح مسجد میں رقم لگانا اور خرچ کرنا قرار دیا جائے گا جو کہ بلا شک وشبہ جائز ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ سے ایک ایسی جامع مسجد کے متعلق سوال کیا گیا جو کثیر الاوقاف اور زیادہ آمدنی والی تھی، مستفتی نے پوچھا تھا کہ وہ زائد آمدنی کو تعلیم دین، تبلیغ اسلام اور تدریس علوم شرعیہ پر خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟

حضرت مفتی صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد کی آمدنی کا روپیہ زیادہ، صرف کم اور اتنا روپیہ ہر وقت موجود رہتا ہے کہ ضرورت شکست وریخت وغیرہ بسہولت پوری ہو سکے اور روپیہ جمع رہنے میں خیانت کا قوی اندیشہ ہو، اور اس روپیہ سے مسجد کے لئے جائیداد خریدنے کے بعد بھی زائد بچ رہے، تو پھر اسی مسجد میں دینی مدرسہ قائم کرلیا جائے؛ تاکہ مسجد کی آبادی میں ترقی ہو؛ کیوں کہ آبادی کو ترقی دینا مسجد کی بڑی مصلحت ہے''۔ آگے حضرت مفتی صاحب نے عالمگیری کا حوالہ دیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۵۰۹)

اِس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ جب محض آبادی کو بڑھانا مسجد کی بڑی مصلحت بن گیا اور اس کی وجہ سے مسجد میں مدرسہ قائم کرنے کی گنجائش ہوگئی، تو جہاں مسجد سرے سے آباد ہی نہ ہو اور مدرسہ قائم کرنے سے آباد ہو جائے وہ بدرجہ اولیٰ مسجد کی بڑی مصلحت بن جائے گا۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالإيمان؛ فإن الله يقول: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (سنن الترمذي وابن ماجة والدارمي، مشكوٰة المصابيح / باب المساجد ومواضع الصلاة ٦٩)

حضرت مفتی صاحب نے فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۱۴۷ پر ایک شخص کو اس لئے ترقی دینے اور بیرونی طلبہ رکھنے کا مشورہ دیا؛ تاکہ اس مدرسہ کی مسجد آباد ہو جائے، جب کہ وہ مسجد نا تمام دیواریں بنا کر ہی چھوڑ دی گئی تھی، گویا مسجد کی آبادی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اسی طرح حفاظتِ مسجد بھی مصالحِ مسجد میں شامل ہے، اور اس مصلحت کے تحت بھی مسجد میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ قائم کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ٦/١٨٦)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب مدرسہ کے ذریعہ مسجد مذکور کی حفاظت بھی ہوگی اور آبادی بھی ہوگی اور اس کی تعمیر بھی جلد ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے، تو یہ مدرسہ مسجد مذکور کے مصالح میں شامل ہو گیا اور مسجد مذکور کے تہ خانہ اور بچی ہوئی زمین میں مدرسہ کی درس گاہیں وغیرہ تعمیر کرانا شرعاً جائز ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات میں سوال کی ہر شق کا جواب آ گیا ہے۔ درمختار اور شامی میں ہے کہ مسجد کی فاضل زمین کو راستہ میں شامل کر سکتے ہیں تو مدرسہ کے لئے بدرجۂ اَولیٰ زمین استعمال کی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: جمیل احمد نذیری خادم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ

۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: اختر حسین غفرلہ مفتی جامعہ مفتاح العلوم مئو

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

حضرت مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ مذکورہ سوال کا درج بالا فتویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب تحریر فرمائیں:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات توصحیح ہے کہ مسجد کے تہ خانہ میں مصلحتِ مسجد کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعلیم وتدریس کی اجازت ہے، اور چوں کہ ابتدا ہی سے اس کی تعمیر کا مقصد یہی تھا؛ لہٰذا وہ حصہ مسجدِ شرعی بھی نہ کہلائے گا۔

ومن جعل مسجدًا تحته سرداب أو فوقه بيت، وجعل باب المسجد إلى الطريق وعزله، فله أن يبيعه، وإن مات يورث عنه. ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز، كما في مسجد بيت المقدس، كذا في الهداية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٢/ ٤٥٥ زكريا)

وإذا كان السرداب والعلو لمصالح المسجد، أو كان وقفًا عليه صار مسجدًا، شرنبلالية. قال في البحر: حاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ فهو كسرداب بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر الرواية. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٤/ ٣٥٧-٣٥٨ كراچی، ٦/ ٥٤٧ زكريا)

إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامة المسلين، صار ذٰلک للّٰه تعالىٰ أيضًا ...... لو جعل تحته حانوتًا وجعله وقفًا على المسجد، قيل: لا يستحب ذٰلک، ولكنه لو جعل في الابتداء هٰكذا صار مسجدًا، وما تحته صار وقفًا عليه، ويجوز المسجد والوقف الذي تحته. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٤/ ٢٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

لیکن مسجد کی آمدنی مدرسہ میں اور مدرسہ کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنے میں احتیاط لازم ہے، خاص کر اس لئے بھی کہ سوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مستقل بنفسہٖ ہے اور مدرسہ بھی

موجود بنفسہ ہے، حتی کہ مدرسہ کے دیگر شعبے دوسری عمارتوں میں قائم ہیں اور دونوں کی آمدنی کا الگ الگ مصرف بھی موجود ہے۔ واضح رہے کہ فقہاء نے ایک وقف کی آمدنی دوسرے میں خرچ کرنے کی اجازت صرف دوصورتوں میں دی ہے:

(۱) ایک یہ کہ کوئی وقف مستغنی ہوجائے اور فاضل آمدنی کے ضیاع کا اندیشہ ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ کوئی وقف دوسرے وقف کے تابع ہو۔

اور احقر کے خیال میں یہاں ان دونوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی جارہی ہے، یہاں نہ استغناء ہے اور نہ مسجد مدرسہ ایک دوسرے کے تابع ہیں؛ لہٰذا دونوں اوقاف کا آمد وصرف اور حساب وکتاب الگ الگ رکھنے کی ضرورت ہے۔

وعن الثاني: ينقل إلى مسجد آخر بإذن القاضي ...... حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (الدر المختار / كتاب الوقف ٤/٣٥٩ كراچی، ٦/٥٤٩ زكريا)

والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض، كما أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني – وكفى بهما قدوةً –، ولا سيما في زماننا، فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل، يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد، وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم، ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أنقاض المسجد ونحوه ٤/٣٦٠ كراچی، وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب: كلمةً لا بأس دليل على أن المستحب غيره ١/٦٥٨ كراچی، ٦/٥٤٨– ٥٥١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۵ھ

اِمام کے حجرہ کے اُوپر مدرسہ کے لئے کمرہ بنانا؟

سوال (۳۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جگہ جو مسجد کے گراؤنڈ میں ہے، فی الوقت اُس جگہ میں ایک کمرہ موجود ہے، جو امام صاحب کی قیام گاہ ہے، مسجد کے کچھ حضرات اِس جگہ کے اُوپر مدرسہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِمام کے حجرہ کے اُوپر مدرسہ کے لئے کمرہ بنانا درست ہے، اب اگر مدرسہ مسجد کے تابع ہے، تو مسجد ومدرسہ کی آمدنی الگ الگ کرنے کی ضرورت نہیں، وہ کمرہ بھی مسجد کی ملک رہے گا اور اُس میں تعلیم درست رہے گی، ہاں اگر مسجد اور مدرسہ کا نظام الگ الگ ہے تو مدرسہ کی جگہ کا کرایہ اہل مدرسہ کو مسجد میں جمع کرانا ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۳۵ میرٹھ)

اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسةً ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذٰلک، أي الصرف المذكور. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه ۳٦۰/٤ کراچی، البحر الرائق / كتاب الوقف ۲۱٦/٥ کوئٹه، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٥۹٦/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

رجل استأجر أرضًا موقوفةً وبنى فيها حانوتًا وسكنها – إلى قوله – فبعد ذٰلک رفع البناء إن كان لا يضر بالوقف، فللباني رفعه، وإن كان يضر ليس له رفعه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس ٤۲۲/۲ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ۲۳۷/٥ کوئٹه، المحيط البرهاني، كتاب الوقف / الفصل السابع في تصرف القيم في الأوقاف ۳٥/۹ المجلس العلمي غجرات) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین میں مدرسہ کے لئے دوکانیں بنوانا؟

سوال(۳۰۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیرکوٹ کی جامع مسجد شیرکوٹ کی آبادی بندوبست کے خسرہ ونقشہ میں ۱۴۴۱رنمبر پر درج ہے، جو شیرکوٹ میں قلعہ نامی مقام میں جانب مغرب ہے، اورزائد چارسوسال سے ہے، مسجد کی توسیع دوبار ہوچکی ہے، بڑھتی ہوئی آبادی کا تقاضا ہے کہ مسجد کو اور بڑھایا جائے، مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد شیرکوٹ جو ایک مکتب کی شکل میں زمین داروں کی خالی حویلیوں میں آئے ہے، ان حویلیوں کو بدلنے میں مجبور تھا؛ کیوں کہ مدرسہ کی اپنی کوئی عمارت نہیں تھی، مسجد کے مہتمم حضرات نے مسجد کی کچھ آراضی جو مدرسہ کے لئے جگہ دے دی جس پر مدرسہ کے لئے عمارت بن گئی، جو آج مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کہلاتا ہے، مدرسہ قائم ہوگیا۔ مسجد کی کچھ آراضی جو مدرسہ سے مغربی جانب کو ہے، مسجد کی طرف سے اس پر اینٹوں کا فرش ہوگیا، جس پر نماز جنازہ ہوتی ہے، یہیں مسجد کی طرف سے کولہو لگا ہوا ہے، اورالوداع جمعہ کو نمازی مسجد میں جگہ کم ہونے کے باعث نماز ادا کرتے ہیں۔ اب مدرسہ مذکور کی کمیٹی اس آراضی پر جو مدرسہ کی عمارت ہے، جنوب کی طرف ہے، مدرسہ کی طرف سے دوکانیں بنوانا چاہتی ہے، جب کہ مسجد کی کمیٹی مسجد کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اس آراضی پر مدرسہ کے لئے کوئی تعمیر نہیں کروانا چاہتی، ایسی صورت میں مسجد کی آراضی پر مدرسہ کے لئے دوکانیں بنوانا جائز و درست ہے؟

نوٹ:- بستی سے مدرسہ کو اتنی آمدنی ہے کہ چندہ فراہم کرنے کے لئے غیر بستیوں میں جانا نہیں پڑتا، ایک صاحبِ خیر نے اپنا ایک بڑا باغ پرورش کرکے مسجد و مدرسہ کو باضابطہ دے دیا ہے، جب کہ مدرسہ مذکور شیرکوٹ کے سبھی مدارس سے پچھڑا ہوا چل رہا ہے، مدرسہ میں سات مدرس ہیں، طلبہ سوا سو سے بھی کم ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی زمین پر مدرسہ کے لئے دوکانیں بنوانا جائز

نہیں ہے، یہ زمین صرف مسجد کی ضروریات میں ہی استعمال کی جائے۔

وإن اختلف أحدهما بأن بنی رجلان مسجدین أو رجل مسجدًا و مدرسةً ووقف علیها أوقافًا لا یجوز له ذٰلک أي الصرف المذکور. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ۱/۶ ۵۵ زکریا، کذا في البحر الرائق / کتاب الوقف ۶/۵ ۲۱-۲۱۷ کوئٹه، منحة الخالق / کتاب الوقف ۵۵۱/۵ کراچی، مجمع الأنهر / کتاب الوقف ۵۹۶/۲ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد سے ملحق عمارت میں اسکول چلانا

سوال (۳۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آراضی برائے مسجد خریدی گئی اور چندہ بھی مسجد کی آراضی کے عنوان سے ہی ہوا، مسجد کی تعمیراور زمین کے لئے ہی لوگوں نے چندہ دیا، بحمداللہ ان پیسوں سے زمین خریدی گئی اور مسجد کی تعمیر کی گئی، مسجد کی آراضی میں چند دوکانیں مسجد کے لئے بنادی گئیں؛ تاکہ اس سے مسجد کی کچھ آمدنی ہوتی رہے اور مسجد کی ضروریات میں صرف ہوتا رہے، ان دوکانوں کے اوپر کچھ کمرے بنادئے گئے ہیں، جس میں جمعہ کی نماز میں نمازیوں کی تعداد بھی رہتی ہے، اور سردی کی صفوں سے وہ صف ملی رہتی ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد ان کمروں میں اسکول چلادیا گیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آراضی کی خریداری برائے مسجد ہوئی ہے، کیا اس میں اسکول چلانا درست ہے؟ نیز اگر مسجد کی کمیٹی معقول اور مناسب کرایہ اسکول والوں سے لینا چاہے تو اُس میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

نوٹ:- عام مصلیوں کو اِس اسکول کے قیام سے ناراضگی ہے، نیز عام طور پر جماعتیں آتی رہتی ہیں؛ چوں کہ بڑی مسجد ہے اور اسکول میں پڑھانے والی مستورات ہیں، جس کی وجہ سے بے پردگی ہوتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد کی حدود اور اُس سے ملحق عمارتوں میں اسکول چلانا جائز نہیں ہے۔ اور بالخصوص ایسا اسکول جس میں عورتیں پڑھانے والی ہوں، اُس کو مسجد کے احاطہ میں قائم کرنا سخت ترین فتنہ کا موجب ہے؛ لہٰذا اِسکول خواہ کرایہ پر ہو یا بلا کرایہ اُسے مسجد کے احاطہ میں چلانے کی ہرگز اِجازت نہیں دی جاسکتی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۲۱۴-۲۱۵)

ما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰه والعدول عن المساجد إلى بيوت اللّٰه ليشمل كل ما يبنىٰ تقربًا إلى اللّٰه تعالىٰ من المساجد والمدارس والربط، يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم، يمكن أن يكون المراد بالتدارس المدارسة المتعارفة، والأظهر أنه شامل لجميع ما يناط بالقرآن من التعليم والتعلم، إلا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة. (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم / الفصل الأول ١/٢٧١ المكتبة الأشرفية ديوبند)

شرط الواقف كنص الشارع أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر / كتاب الوقف من الفن الثاني ٢/١٠٦ زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب استأجر دارًا فيها أشجار ٤/٤٣٣-٤٣٤ كراچی، ٦/٦٤٩ زكريا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي / فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة ٦/٣٦٨ دار الفكر بيروت)

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦/٦٦٥ زكريا، ٤/٤٤٥ كراچی)

فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة ولم تبن لأعمال الدنيا – إلى قوله – فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه إهانة ولا تلويث لا يكره وإلا كره.

(الحلبي الكبير / فصل في أحكام المساجد ٦١٠ سهيل اكيڈمی لاهور)

لأن الـمسجد ما بنی إلا لصلاة أو ذکر شرعي وتعليم وعلم وتعلمه وقراء ة القر آن . (غمز عيو ن البصائر شرح الأشباه و النظائر / القول في أحكام المسجد ٦٣/٤ كراچی، البحر الرائق / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها تحت فصل ٣٤/٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمِ مسجد میں بنے ہوئے کمروں میں اِسکول چلانا؟

سوال (۳۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے حرم کے علاوہ کچھ کمرے ہیں جو صرف جمعہ کی نماز میں استعمال ہوتے ہیں، پنج وقتہ نمازوں میں اُس کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، ان کمروں میں ایسا اسکول چلانا جائز ہے جس میں دنیوی تعلیم کے ساتھ کچھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے، اگر جواز کی کوئی شکل ہو تو تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد سے ملحق کمروں میں صرف دینی تعلیم دینا جائز ہے، عصری تعلیم دینا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ غرض واقف کے خلاف ہے۔

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالک فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٣٤٣/٤ دار الفكر بيروت، ٥٢٧/٦ زكريا)

ما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰه والعدول عن المساجد إلى بيوت اللّٰه ليشمل كل ما يبنیٰ تقربًا إلى اللّٰه تعالیٰ من المساجد والمدارس والربط، يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم، يمكن أن يكون المراد بالتدارس المدارسة المتعارفة، والأظهر أنه شامل لجميع ما يناط بالقرآن من التعليم والتعلم، إلا

نـزلـت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة. (مـرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم / الفصل الأول ۱ / ۲۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴ / ۱۱ / ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی ٹرسٹ سوسائٹی کا مسجد کی زمین پر مدرسہ بنانا؟

سوال (۳۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر گلبرگہ میں ایک بڑی جامع مسجد ہے، جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس کی ایک کمیٹی ہے جس کے ذمہ دار ہر تین سال پر انتخاب کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں، جس میں بلاتعیین کوئی کسی بھی مسلک کا منتخب ہوسکتا ہے، اس مسجد کے تحت دوکانیں ہیں جو کرایہ پر دی جاتی ہیں، دوکانوں کو کرایہ پر لینے کے سلسلہ میں چار اَحباب نے کچھ رقم مسجد کو عطیہ دی تھی، کچھ مسائل کے سلسلہ میں کافی دنوں تک وہ رقم تذبذب میں رہی، اسی اثناء مسجد کمیٹی نے اس رقم سے مدرسہ قائم کرنے کی نیت سے ایک زمین خریدی، چوں کہ وہ ''ایگری کلچر لینڈ'' تھی، جس کی رجسٹری قانونًا کمیٹی کے نام پر نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے اس سلسلہ میں ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا، اور وہ زمین اس ٹرسٹ کے نام پر رجسٹری کرلی گئی، اور بعد میں وہ زمین ''نان ایگری کلچر'' کرلی گئی، اب یہ ٹرسٹ جو مسجد کمیٹی سے الگ ہے، ایک مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں، تو کیا شرعاً ان کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آیا اس اراضی پر مدرسہ قائم کرنے کے لئے اس اراضی کی قیمت خرید مسجد کو دینی پڑے گی، یا یوں ہی اس پر مدرسہ کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ مسجد کی کمیٹی اور مدرسہ کی ٹرسٹ سوسائٹی دونوں الگ الگ ہیں، کوئی ایک دوسرے کے تابع نہیں ہے، اس لئے مسجد کی آمدنی سے خریدی گئی زمین کو بلا معاوضہ مدرسہ کے ٹرسٹ کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے، مدرسہ کے

ٹرسٹ پرلازم ہے کہ وہ اس زمین کی قیمت مسجد کو ادا کر کے با قاعدہ اُسے خرید لے، اس کے بعد ہی اس زمین پر مدرسہ کا قیام شرعاً درست ہوگا۔

فإن كان الوقف معينًا على شيء يصرف إليه بعد عمارة البناء. (شامي، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها ٤/ ٣٦٧ دار الفكر بيروت، منحة الخالق على البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٥٧ زكريا)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسةً، ووقف عليها أوقافًا، لا يجوز له ذٰلک (الدر المختار) قوله: لا يجوز له ذٰلک: أي الصرف المذكور ...... قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوىٰ الخ. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٤/ ٣٦٠-٣٦١ كراچی)

وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٣٦٢ زكريا، ٥/ ٢١٧ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے وضوخانہ کے اُوپر ہسپتال کھولنا؟

سوال (۳۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے وضوخانے اور دوکانوں کے اوپر قوم مسلم کے غریب لوگوں کے لئے ہسپتال کھولنا کیسا ہے؟ اور اس ہسپتال سے مسجد کو کرایہ بھی دیا جائے گا، جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوجگہ مسجد کے لئے وقف ہے، اس میں مستقل طور پر

ہسپتال بنانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ شرطِ واقف کے خلاف ہے، اور مسئولہ صورت میں اگر کرایہ کے طور پر بھی ہسپتال بنانے کی اجازت دی جائے گی، تو مستقبل میں اسے مسجد کی ضرورت کے وقت خالی کرانا آسان نہ ہوگا، جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ ہے۔ بریں بناء مسئولہ صورت میں مسجد کے وضو خانہ اور دوکانوں کے اوپر کرایہ کے طور پر بھی ہسپتال نہ بنایا جائے؛ بلکہ اُس کے لئے کسی اور جگہ کا انتظام کیا جائے۔

مستفاد: شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

متولى الوقف إذا آجر دارًا موقوفةً على الفقراء والمساكين أكثر من سنة لا يجوز، وإن لم يشترط، فالمختار أن يقضي بالجواز في الضياع في ثلاث سنين إلا إذا كانت المصلحة في عدم الجواز، وفي غير الضياع يقضي بعدم الجواز إذا زاد على السنة الواحدة إلا إذا كانت المصلحة في الجواز، وهٰذا شيء يختلف باختلاف المواضع والزمان كذا في السراجية، وهو المختار للفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس في ولاية الوقف الخ ٤١٩/٢)

وبالسنة يفتى في الدار وبثلاث سنين في الأرض إلا إذا كانت المصلحة بخلاف ذٰلک، وهٰذا مما يختلف زمانًا وموضعًا، وتحته في الشامية: لأن أصل عدول المتأخرين عن قول المتقدمين بعدم التوقيت إلى التوقيت إنما هو بسبب الخوف على الوقف، فإذا كانت المصلحة الزيادة أو النقص اتبعت. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب يراعي شرط الواقف في إجارته ٥٠٥/٦-٦٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے چندہ کے لئے مسجد میں اعلان کرنا؟

سوال (۳۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مدرسہ رحمانیہ جامع مسجد روڑکی کا چندہ کرتا ہے، اعلان اس طرح کرتا ہے کہ: ''محترم حضرات میں مدرسہ رحمانیہ جامع مسجد روڑکی سے چندہ کے لئے آیا ہوں، آپ بھائیوں سے گذارش ہے کہ مدرسہ ہذا میں تین سو طلبہ مع طعام وقیام زیرِ تعلیم ہیں، صدقہ کریں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الصدقة ترد البلاء'' صدقہ بلا مصیبت سے انسان کی اللہ رب العزت حفاظت کرتا ہے''۔ اس طرح اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے مدرسہ کے تعاون کے لئے مسجد میں چندہ کا مذکورہ اعلان کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۲۷۳ ڈابھیل)

عن عبد اللّٰه بن عامر اليحُصُبي قال: سمعت معاوية رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما أنا خازن، فمن أعطيتُه عن طيب نفسي فمبارك له فيه، ومن أعطيته عن مسئلة وشره، كان كالذي يأكل ولا يشبع. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب النهي عن المسئلة ۱/ ۳۳۳)

والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي، ولا يتخطى الرقاب، ولا يسئل إلحافًا؛ بل لأمر لابد منه، فلا بأس بالسؤال والإعطاء. (شامي، كتاب الصلاة / مطلب في الصدقة على سوال المسجد ۲/ ٤۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/ ۴/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ مکان میں مسجد سے متصل لڑکیوں کا اسکول چلانا؟

سوال (۳۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسجد کی جگہ جو مسجد سے بالکل متصل ہے، وہاں پر اسکول قائم کرنا اور اس کا کرایہ اَدا نہ کرنا، جب کہ بجلی پانی پتائی وغیرہ کا خرچ مسجد اُٹھاتی ہے، اور وہاں پر عورتوں کا پڑھانا، جوان لڑکیوں کا آنا، ساتھ ہی لڑکیوں کا مسجد میں گردش کرنا اور بوقتِ نماز اُن کی آوازیں آنا؛ بلکہ چلتے پھرتے نظر آنا، ان حالتوں میں لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو اسکول کو اِن تمام خرافات کے باوجود اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے گھر میں قائم رکھنا چاہتے ہیں، حالاں کہ محلّہ کے اکثر لوگ اس کے مخالف ہیں، کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کی ملکیت والے مکان میں کرایہ ادا کئے بغیر اسکول چلانا جائز نہیں ہے۔

وعلى الإمام أن يجعل لكل نوع من هٰذه الأنواع بيتًا يخصه لا يخلط بعضه ببعض؛ لأن الكل نوع حكمًا يختص به؛ فإن لم يكن في بعضها شيء، فللإمام أن يستقرض عليه من النوع الآخر ويصرفه إلى أهل ذٰلک، ثم إذا حصل من ذٰلک النوع شيء، رده في المستقرض منه. (تبيين الحقائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ۱۷۱/٤ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ٢٠٠/٥-٢٠١ زكريا)

اِسی طرح مسجد میں عورتوں کی آمد ورفت اور نماز کے اَوقات میں شور شرابہ کرنا آدابِ مسجد کے خلاف اور فتنہ انگیزی کا باعث ہے، اس سلسلہ کو بند کرنا ضروری ہے، جو آدابِ مسجد کی رعایت نہیں کرتے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۱۷۷)

اعلم أن مبنى الشرائع على تعظيم شرائع اللّٰه تعالىٰ والتقرب بها إليه تعالىٰ ...... ومعظم شرائع اللّٰه تعالىٰ أربعة: القرآن والكعبة والنبي والصلاة ......، وأما الكعبة فكان الناس في زمن إبراهيم عليه السلام توغلوا في بناء المعابد

والـكـنـائس باسم روحانية الشمس وغيرها من الكواكب، وصار عندهم التوجه إلـى الـمـجـرد غيـر الـمـحسـوس بـدون هيـكل يبني باسمه، يكون الحلول فيه والتلبـس بـه تـقـربًا منه أمرًا محالاً، تدفعه عقولهم بادى الرأي، فاستوجب أهل ذٰلک الزمان أن تظهر رحمة اللّٰه بهم في صورة بيت يطوفون به ويتقربون به إلى اللّٰـه، فـدعـوا إلـى البيـت وتـعـظيـمه. ثم نشأ قرنٌ بعد قرن على علم أن تعظيمه مساوق لتعظيم اللّٰه، والتفريط في حقه مساوق للتفريط في حق اللّٰه، فعند ذٰلک وجب حجه وأمروا بتعظيمه. (حجة اللّٰه البالغة / باب تعظيم شعائر اللّٰه ۲۰٦/۱–۲۰۸ قديمي)

وآداب الـمسـجـد تـرجـع إلى معان: منها: تعظيم المسجد، ...... ومنها: تـنـظيـفـه مـما يستقذر ويتنفر منه، ومنها: الاحتراز عن تشويش العباد وهيشات الأسواق الخ. (حجة اللّٰه البالغة / المساجد من شعائر اللّٰه ۵٤۱/۱–۵٤٤ قديمي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی اَشیاء کرایہ پر دینا

مسجد کی لائٹ کرایہ پر دینا؟

سوال (۳۱۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی لائٹ کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا بغیر کرایہ کے کسی دوکان دار کو جوکہ مسجد کی دوکانوں میں ہے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی لائٹ کسی گھر یا غیر متعلق دوکان کو میٹر لگا کر دینا خلافِ قانون ہونے کی وجہ سے درست نہیں؛ البتہ اگر مسجد سے ملحق مسجد کی دوکان ہوتو میٹر لگا کر اُس میں مسجد کی لائٹ کی اِجازت دی جاسکتی ہے، دوکان دار پر میٹر کی ریڈنگ کے مطابق ماہ بہ ماہ مسجد کو معاوضہ دینا لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۷۸/۶)

متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته، وله أن يحمله من البيت إلى المسجد، كذا في قاضي خان. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني في الوقف وتصرف القيم ٤٦٢/٢ زكريا، فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٢٩٤/٣ زكريا)

وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه إنسان جاز إن لم يكن له قيمة، فإن كان له أدنى قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أهل المسجد. (البحر الرائق ٢٥١/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۹/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے جنریٹر اور سیڑھی کو کرایہ پر دینا؟

سوال (۳۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر یہ چیزیں استعمال کے لئے دی جائیں اور کرایہ لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیڑھی اور جنریٹر جیسی چیزیں جن کی مسجد کو ہر وقت ضرورت نہیں پڑتی، اگر متولی یا کمیٹی مناسب سمجھے، تو اِن چیزوں کو کرایہ پر دے کر مسجد کی آمدنی میں اِضافہ کرسکتی ہے۔

قال الفقيه أبو جعفر: إذا لم يذكر الواقف في صك الوقف إجارة الوقف، فرأى القيم أن يواجرها ويدفعها مزارعة فما كان أدر على الوقف وأنفع للفقراء فعل. (خانيه ۳/ ۳۳۲ زكريا)

وإنما يملك الإجارة المتولي أو القاضي. (فتح القدير / كتاب الوقف ٦/ ٢٢٤ بيروت)

القيم إذا اشترى من غلة المسجد حانوتًا أو دارًا أن يستغل ويباع عند الحاجة جاز إن كان له ولاية الشراء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في حال الوقف عليه ٢/ ٤٦٢، الفتاوىٰ التاتارخانية ٨/ ١٧٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۸/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی جماعت سے مسجد کے برتن استعمال کرنے پر کرایہ لینا؟

سوال (۳۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے برتن، لائٹ اور پنکھے اور دیگر دیگیں، کمرہ اور کھانے پکانے کے برتن اور دیگر سامان جو یہاں پر آنے والی تبلیغی جماعت استعمال کرتی ہے، اُس کا اُن سے کرایہ لیا جائے یا پھر فی سبیل اللہ ہو، طبیعت گھبراتی ہے، مسجد کا مال ہے، جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام طور پر ہمارے علاقہ میں عرف یہ ہے کہ جن مساجد میں جماعتیں ٹھہرتی ہیں، اُن پر خرچ ہونے والی بجلی وغیرہ کو مسجد ہی کے خرچ میں داخل مانا جاتا ہے، جیسا کہ بعض مرتبہ دینی پروگرام مسجد میں ہوتے ہیں اور مسجد کی لائٹ اور پنکھے استعمال کئے جاتے ہیں اور اُس کو کوئی برا نہیں سمجھتا؛ لہٰذا ایسی صورت میں جماعت میں آنے والے لوگ اگر ضرورت کے بقدر بجلی وغیرہ یا مسجد کے برتن استعمال کریں، تو اُن سے کسی معاوضہ کے لینے کی ضرورت نہیں، اگر وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو حرج نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۷۴ زکریا قدیم)

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (شامي / مطلب: في التعامل والعرف ٦/٥٥٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی بجلی کا ضرورت سے زائد استعمال؟

سوال (۳۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں ضرورت سے زیادہ بجلی کے بلبوں سے چراغاں کرنا اِس خیال سے کہ جتنی بجلی خرچ کرلو بل تو وہی آئے گا جو کم خرچ کرنے پر آتا ہے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت سے زائد خرچ کرنا اِسراف ہے، جس کی کسی حالت میں اِجازت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ [الأعراف، جزء آیت: ۳۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۷ھ

مسجد کی جائیداد کو اجرتِ مثل سے کم کرایہ پر دینا

سوال (۳۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو کہ مسجد کا صدر ہے، مسجد کی جائیداد میں اپنے عزیز کو بارہ آنے کرایہ پر رکھتا ہے، جب کہ ایک روپیہ اور ایک روپیہ دس پیسے کے کرایہ دار موجود ہیں، اور درخواست لگا رکھی ہے؛ لہٰذا یہ چار آنہ یا ۳۵؍ پیسے کا نقصان مسجد کے لئے کیسا ہے؟ صدر کا یہ عمل مسجد کے حق میں کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مکان کو مثلی کرایہ پر اُٹھانا چاہئے، یعنی اس مقدار پر جو اُس جیسے مکان وجائیداد کا عرف میں کرایہ ہوتا ہو، اِس سے کم کرایہ نہ لیا جائے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کا مسجد کی جائیداد کو اَجرِ مثل سے کم کرایہ پر دینا شرعاً درست نہ ہوگا۔

ویؤجر بأجر المثل فلا یجوز بالأقل ولو هو المستحق. (الدر المختار)

أي لا یصح إذا کان بغبن فاحش کما یأتي. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في الإجارة الطویلة بعقود ٤٠٢/٤ کراچی، ٦٠٨/٦ زکریا)

وإذا دفع أرض الوقف مزارعة، یجوز إذا لم تکن فیه محاباة قدر ما لا یتغابن الناس فیها. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس في الوقف ٤٢٣/٢ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة ٧٠/٨ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲۳/ ۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبرستان کا کرایہ نامہ مسجد کے نام کر دینے کے بعد مسجد میں اُس کا کرایہ استعمال کرنا؟

سوال (۳۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سابق متولی مرحوم نے اپنا ذاتی قبرستان جو کہ مسجد سلطان شاہ والی پیر غیب مراد آباد سے ملا ہوا تھا، وہ قبرستان چوں کہ اپنی ملکیت تھی، اُس نے ایک شخص کو کرایہ پر زمین دے دی، اور کرایہ نامہ مسجد سلطان شاہ صاحب کے نام لکھ دیا۔ جب سے اس جگہ کا کرایہ مسجد وصول کر رہی ہے اور یہ زمین ان حالات میں کرایہ پر یوں دیا کہ ان دنوں میں پیر غیب کے قبرستان کو پیر غیب کے لوگ جو کہ قبرستان کے قریب میں قیام پذیر ہیں، اُنھوں نے زور وشور کے ساتھ قبرستان کو اپنے مکانوں میں شامل کرنا شروع کر دیا، اِس وجہ سے سابق متولی مرحوم نے یہ اپنا ذاتی قبرستان مسجد کے نام کر دیا، کیا اِس کی آمد مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اب موجودہ متولی کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب قبرستان کے مالکان نے اُس کا کرایہ نامہ مسجد کے نام لکھ دیا، تو اُس جگہ کا کرایہ مسجد کو لینا بلاشبہ درست ہے۔

مستفاد: قال الزيلعي: ولو بلی الميت وصار ترابًا جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه. (شامي / كتاب الجنائز ۱۳۸/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۹/۸ھ

مسجد کی موقوفہ زمین مؤذن کو مالکانہ حقوق کے ساتھ اُجرت پر دینا؟

سوال (۳۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک پرانی مسجد ہے کسی نے اس مسجد کے لئے بہت پہلے ۲۵-۳۰ ربیگھہ صحرائی زمین وقف کو کر دیا تھا، جس میں سے ۸-۹ ربیگھہ (۱۶۰-۱۸۰ ارگٹھا) زمین ابھی ایک مؤذن کے قبضہ میں ہے، اور باقی زمین کس نے لی؟ کس کے قبضہ میں ہے؟ یہ معلوم نہیں، ہاں کچھ کے بارے میں معلوم ہے کہ فلاں جگہ فلاں کے قبضہ میں ہے، جو زمین مؤذن کے قبضہ میں ہے اس سے پہلے اُس کے باپ اور اُس سے پہلے اُس کے دادا کے قبضہ میں تھی۔ اَب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اتنی زیادہ زمین کسی ایسے مؤذن کو اذان کی اُجرت میں دینا اور اُس کے لئے رکھنا جو کہ

وراثتِ مؤذن بن رہا ہو جائز ہے؟ جب کہ مسجد کی حالت نہایت خراب ہے، جتنے نمازی جمعہ میں جمع ہوتے ہیں، اتنے کے لئے جائے نماز بھی نہیں، باہری حصہ کا فرش پختہ نہیں ہے جہاں اونچ نیچ ہے، مسجد کا جو کام بھی ہوتا ہے، وہ الگ سے چندہ کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ امام کی تنخواہ بھی؟

(۲) مسجد کی باضابطہ کمیٹی نہیں ہے، متولی برائے نام ایک غیر ذمہ دار آدمی کو بنادیا گیا ہے، جو صرف جمعہ کا روپیہ لیتے ہیں، اور سالانہ رنگ وچونا وغیرہ کرواتے ہیں، پابند نماز بھی نہیں ہیں، تو کیا ایسے شخص کا متولی رہنا اور حساب وکتاب کا نہ لکھنا نہ دینا جائز ہے، اور کیا مسجد کے لئے ایسی صورتِ حال میں کمیٹی کا متعین ہونا ضروری ہے؟ اور ہو تو کس طرح ہو؟

(۳) اگر مؤذن سے زمین لے لی جائے تو پھر کونسا طریقہ اپنایا جائے کہ اس زمین سے جو آبادی سے باہر ہے، جہاں صرف کھیتی وغیرہ ہوسکتی ہے، مسجد کے لئے آمدنی آئے اور اس کا انتظام درست رہے؟

(۴) وہ مؤذن ذاتی فقیر ہے غریب ہے، وراثتی زمین آرہی ہے جو اذان کی اُجرت میں ہے، اس سے کیسے لیا جائے؟ چوں کہ اس سے لینے میں اسے نہایت تکلیف پہنچے گی، اور دینے کو تیار نہ ہوگا؟

(۵) ایک عالم دین جو گاؤں میں معتبر مانے جاتے ہیں، اُن کا اس سلسلہ میں بولنا اور تقریروں میں کہنا کہ اتنی زیادہ زمین لینا اذان کی اُجرت میں جائز نہیں ہے، آپ لوگ اس سے لے لیں اور اس سے مسجد کا انتظام درست کریں، کیسا ہے کیا جائز ہے؟ اور ترغیباً کہنا چاہئے یا نہیں؟ یا علی الاعلان کے بجائے پوشیدہ طور پر لوگوں سے کہیں، چوں کہ فقیر مؤذن کو اس سے تکلیف بھی ہوگی، اس کا اعتماد بھی اُن کے ہم نوا کے دلوں سے ختم ہوگا، جب کہ تقریباً سبھی لوگ مسائل سے ناواقف ہیں؟

(۶) مؤذن ذاتی فقیر اسی طرح دوسرے ذاتی فقیر اور ایک ذاتی فقیر مولوی جن کے پاس آمدنی بچوں کو پڑھانے سے اور دیگر طریقہ سے آتی ہے، اور سب صحت مند ہیں، ان کا گھروں گھروں پر جاکر اسی طرح عیدگاہ پر لوگوں سے مانگنا جائز ہے، پھر ان کو زکوٰۃ، صدقات اور فطرہ وغیرہ

دینا جائز ہے؟ اور دینے والوں کی زکوٰۃ اور فطرہ ادا ہو جائے گا؟ جو بھی شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی موقوفہ زمین مؤذن وغیرہ کو اُجرت کے طور پر مالکانہ حقوق کے ساتھ دینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس طریقہ پر دینے سے آئندہ اُس کے وقف کی حیثیت ختم ہونے کا اندیشہ ہے، مسجد کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ زمین اپنے زیر انتظام لے کر اُس میں کاشت وغیرہ کرا کے آمدنی حاصل کریں، اور مؤذن کی تنخواہ مقرر کر کے اس کی ادائیگی مسجد کے فنڈ سے کی جائے؛ تاکہ مسجد کی موقوفہ زمین کی حفاظت ہو، حکم شرعی یہی ہے، اِس کی تعمیل میں کسی کی خوشی یا ناخوشی کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے، اور مسجد کا متولی ایسے ذمہ دار کو بنانا چاہئے جو دیانت واَمانت کے ساتھ اپنی ذمہ داری بجالائے، اور جو زکوٰۃ وفطرہ کا مستحق نہ ہو، اس کے لئے زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

فإذا تم ولزم لایملک ولا یعار ولا یرهن. (تنویر الأبصار) **وفي الشامي: قوله لایملک: أي لایکون مملوکًا لصاحبه ولا یملک أي لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه.** (شامي، کتاب الوقف / قبیل مطلب في شرط واقف الکتب أن لا تعار إلا برهنٍ ٦/٥٣٩ زکریا)

ولایملک الوقف بإجماع الفقهاء لقوله علیه السلام لعمر رضي اللّٰه عنه: تصدق بأصلها لا تباع ولا تورث؛ ولأنه باللزوم خرج عن ملک الواقف، وبلا ملک لا یتمکن من البیع أفاد بمنع تملیکه، وتملکه منع رهنه. (البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/٣٤٢ زکریا، إعلاء السنن ١٣/٢٤٣ دار الکتب العلمیة بیروت)

وإذا دفع أرض الوقف مزارعة یجوز إذا لم تکن فیه محاباة قدر ما لا یتغابن الناس فیها. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الخامس الخ، مطلب لا یجوز البناء من غیر زیادة الأجرة الخ ٢/٤٢٣)

إن المتولى عليها يوجرها ويعمرها بأجرتها ، إنما يملک الإجارة المتولي أو القاضي. (فتح القدير / كتاب الوقف ٦/٤ ٢٢ دار الفكر بيروت)

لو وقف على مصالح المسجد يجوز دفع غلته إلى الإمام والمؤذن والقيم. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٤ ٣٥ زكريا)

وللمتولي أن يستأجر من يخدم المسجد يكتسبه، ونحو ذٰلک بأجر مثله أو زيادة يتغابن فيها. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف على المسجد و تصرف الخ ٢/ ٤٦١)

عن النواس بن سمعان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (مشكاة المصابيح ٣٢١)

ولا يولي إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه؛ لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن؛ لأنه يخل بالمقصود. (شامي، كتاب الوقف / باب شروط المتولي ٦/ ٥٧٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٢٢٦)

الصالح للنظر من لم يسئل الولاية للوقف، وليس فيه فسق يعرف. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الأوقاف الخ ٢/ ٤٠٨)

وإن كان عنده زائدًا على قدر الحاجة وهو يساوي مائتي درهم لا يحل. (الفتاویٰ الولوالجية ١/ ١٧٧ دار العلوم زكريا أفريقيا)

غني يحرم عليه السوال والأخذ، ويجب عليه صدقة الفطر والأضحية، وهو أن يملک ما قيمته نصاب فاضلاً عن الحوائج الأصلية من غير أموال الزكاة. (الفقه الحنفي / كتاب الزكاة ١/ ٣٦٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۲/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مکان کو خالی کرانا ظلم نہیں؟

سوال (۳۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان مسجد کے نام وقف ہے، جو بے انتہاء بوسیدہ اور خستہ حالت میں ہے، کسی وقت بھی زمین بوس ہوسکتا ہے، جب کہ مسجد کو مکان کی اشد ضرورت ہے اور کرایہ دار مکان خالی نہیں کررہے ہیں، کیا ایسی حالت میں مکان خالی کرانا ظلم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں برتقدیر صحتِ سوال اگر مذکورہ مکان کا خالی کرانا واقعۃً مصالح مسجد کے مطابق ہے، تو اسے خالی کرانا ظلم نہیں ہے۔

وبها أي بالسنة يفتى في الدار وبثلاث سنين في الأرض إلا إذا كانت المصلحة بخلاف ذٰلک، وهٰذا مما يختلف زمانًا وموضعًا. (الدر المختار، كتاب الوقف / فصل يراعي شرط الواقف في إجارته ٤/٤٠٠ كراچی، ٦/٦٠٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۱ھ

طویل مدتی کرایہ دار سے مسجد کی دوکان خالی کرانا؟

سوال (۳۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسماعیل بیگ والی مسجد پرنس روڈ مرادآباد کی دوکانوں میں سے ایک دوکان احقر کے والد مرحوم کے پاس کرایہ پر تھی، جس کا وارث احقر محمد نفیس خاں کرایہ دار ہے، متولی مسجد کا کہنا ہے کہ ہم دونوں دوکانوں کی تین دوکانیں بنائیں گے، اور جو پیسے زیادہ دے گا اُس کو دوکان کرایہ پر دیں گے، آپ دوکان خالی کردیں، میرے والد مرحوم کے پاس یہ دوکان تقریباً ۲۸ / برس سے کرایہ پر ہے؛ لہٰذا آپ حضرات سے ملتمس ہوں کہ شرعی اعتبار سے مجھے واضح کردیں کہ میں کرایہ دار ہوں یا نہیں؟ میں متولی صاحب سے گذارش کرچکا ہوں کہ دوکان خستہ حالت میں ہے، میں اس کو اپنی جانب

سے تعمیر کرالوں گا، اور مسجد سے اس کا کوئی خرچ نہ لوں گا، اور کرایہ داری کی رقم برابر ادا کرتا رہوں گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ دوکان مسجد کی ملکیت ہے جب تک مسجد کے ذمہ دار آپ کو کرایہ دار کے طور پر اس سے انتفاع کی اجازت دیں، آپ کے لئے نفع اٹھانے کی اجازت ہے، اور جب ذمہ داران مسجد خالی کرنے کو کہیں تو آپ پر اس جگہ کو چھوڑنا لازم ہے، طویل کرایہ داری کی وجہ سے آپ کی ملکیت اس جگہ میں نہیں آئی؛ اس لئے اپنا معاملہ منتظمین مسجد سے طے کر کے ہی دوکان سے نفع اٹھائیں اور بے جا قبضہ برقرار نہ رکھیں، اور مسجد کا مفاد پیشِ نظر رکھیں اور منتظمینِ مسجد کو بھی چاہئے کہ وہ حکمتِ عملی سے کام لیں اور مسجد کی خیرخواہی کو فوقیت دیں۔

إذا مات أحد المتعاقدين وقد عقد الإجارة لنفسه انفسخت الإجارة؛ لأنه لو بقي العقد تصير المنفعة المملوكة له، أو الأجرة المملوكة له لغير العاقد مستحقة بالعقد؛ لأنه ينتقل بالموت إلى الوارث وذٰلك لا يجوز. (الهداية، كتاب الإجارة / باب فسخ الإجارة ٢٩٩/٣، ٣١٥/٣ الأمين كتابستان ديوبند)

قال في العناية: لأن الانتقال من المورث إلى الوارث لا يتصور في المنفعة والأجرة المملوكة؛ لأن عقد الإجارة ينعقد ساعة فساعة على المنافع، فلو قلنا بالانتقال كان ذٰلك قولاً بانتقال ما لم يملك المورث إلى الوارث.

(فتح القدير / باب فسخ الإجارة ١٤٥/٩ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں لاؤڈ اسپیکر اور اُس کا استعمال

مائک چیک کرتے وقت ''الحمدللہ'' ''سبحان اللہ'' وغیرہ کہنا؟

سوال (۳۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں جب جلسہ یا اجتماع میں مسجد کا مائک چالو کرتے ہیں، تو بجائے ہیلو ہیلو کرنے یا اور کوئی جملہ ٹیسٹ کا بولنے کے ''سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر'' یا قرآنِ کریم کی کوئی آیت پڑھتے ہیں؟ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ایسے مواقع پر ان مقدس کلمات کا بولنا بے ادبی تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد یا دینی جلسہ کا مائک چلاتے وقت ''سبحان اللہ'' یا ''الحمدللہ'' کہنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ بعد میں اس جیسے کلمات جب مائک میں بولے جائیں گے تو ان کی آواز معتدل اور متوازن رہے، عرفاً یا شرعاً اس میں بے ادبی کا وہم وخیال نہیں ہوتا؛ لہٰذا مائک کو درست کرتے وقت اِن کلمات یا قرآنِ پاک کی تلاوت میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے؛ البتہ سیاسی اور دنیوی جلسوں میں مائک چلاتے وقت ان جیسے کلمات کا پڑھنا یقیناً بے ادبی کہلائے گا، اس سے احتراز لازم ہے۔

لا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي موضع اللغو. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن ٥/٣١٦)

الكلام منه ما يوجب أجرًا كالتسبيح والتحميد وقراءة القرآن والأحاديث النبوية وعلم الفقه، وقد يأثم به إذا فعله في مجلس الفسق وهو يعلمه

لـمـا فيـه مـن الاستهـزاء والـمـخـالـفة لـموجبه، وإن سبح فيه للاعتبار والإنكار وليشتـغلوا عما هم فيه من الفسق فحسن. (الـفتـاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القراٰن ٥/٣١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدودِ مسجد میں مائک سے اَذان دینا؟

سوال (۳۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں جس میں پہلے مائک نہیں تھا، اُس وقت مسجد کی اونچی جگہ پر اذان ہوتی تھی، بغیر مائک کے اُس اذان سے محلّہ میں آواز نہیں جاتی تھی، تو آواز کے لئے مائک کا انتظام کیا گیا، اب مائک سے مسجد کی حد کے اندر اذان دی جاتی ہے، اس سے محلّہ میں آواز جاتی ہے، تو مسجد کی حد کے اندر اذان دینا کیسا ہے؛ کیوں کہ لوگ مسجد کی حد کے اندر اذان دینے کو اعتراض کر رہے ہے، کیا لوگوں کا اعتراض کرنا صحیح ہے یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد سے خارج کسی اونچی جگہ پر اذان دینے کا مقصد اذان کی آواز دور تک پہنچانا ہے، اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان دینے کی صورت میں یہ مقصد ہر جگہ سے پورا ہوجاتا ہے، خواہ مسجد کے اندر اذان دی جائے یا باہر، اس لئے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مسجد کے اندر اذان دینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے، نیز جمعہ کی اذانِ ثانی بھی بالاتفاق مسجد ہی میں ہوتی ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ دوسری اذانوں کے لئے خارج مسجد کا حکم محض تبلیغ صوت کے لئے ہے؛ لہٰذا لوگوں کا اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۲/۲۹۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۲۲۳ ڈابھیل)

وينبغي أن يؤذن على المأذنة أو خارج المسجد، ولا يؤذن في المسجد كذا في قاضي خان. والسنة أن يؤذن في موضع عالٍ يكون إسمع لجيرانه،

ويرفع صوته ولا يجهد نفسه، كذا في البحر. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب الثاني في الأذان ۱/٥٥، كذا في الشامي / باب الأذان ۲/٤٨)

واعلم أن الأذان لا يكره في المسجد مطلقًا كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمّموه هٰذا الأذان (الأذان بين يدي الخطيب) بل مقيدًا بما إذا كان المقصود إعلام ناس غير حاضرين – إلى قوله – في الجلابي أنه يؤذن في المسجد أو ما في حكمه لا في البعيد منه، قال الشيخ: قوله في المسجد: صريح في عدم الكراهة الأذان في داخل المسجد. (إعلاء السنن / باب التأذين عند الخطبة ٦٩/٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۷/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر سے اذان دینا؟

سوال (۳۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر سے بغیر کسی مجبوری کے اذان دینے میں کیا حکم ہے؟ نیز مکروہ وعدم مکروہ اور افضل اور غیر افضل کو بھی بحوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل مقصود اذان کی آواز لوگوں تک پہنچنا ہے، پہلے یہ مقصود اُس وقت ہی حاصل ہوتا تھا جب کہ مسجد کے باہر منارہ پر کھڑے ہوکر اذان کہی جاتی تھی، اسی لئے فقہاء نے مسجد کے اندر اذان دینے کو خلافِ اولیٰ قرار دیا تھا؛ لیکن لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کی صورت میں مسجد کے اندر رہتے ہوئے بھی یہ مقصود حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے اب مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا خلافِ مقصود نہیں ہے؛ کیوں کہ اسپیکروں کے ذریعہ اذان کی آواز دور تک پہنچ جاتی ہے، باقی اختلاف سے بچنے کے لئے مسجد سے متصل کسی کمرہ وغیرہ میں اذان کا نظم کردیں تو بہتر ہے۔

ویکره أن یؤذن في المسجد کما في القهستاني عن النظم فإن لم یکن ثمة مکان مرتفع للأذان یؤذن في فناء المسجد، کما في الفتح. (طحطاوي علی المراقي / کتاب الصلاة ۱۰۷ کراچی، ۱۹۷ دار الکتاب دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری منزل کے مصلیوں کو آواز پہنچانے کیلئے لاؤڈ اسپیکر لگانا؟

سوال (۳۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد دو منزلہ ہے، دوسری منزل پر امام صاحب کی آواز نہیں آتی ہے، مصلیان مقتدی کی تکبیر پر رکوع وسجود کرتے ہیں، حالاتِ مذکورہ میں امام صاحب کے سامنے مائک لگانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت کی بناء پر دوسری منزل پر اسپیکر لگانے کی شرعاً گنجائش ہے، اس سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۸۴۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۸ھ

سحر وافطار کے وقت مسجد میں سائرن بجانا؟

سوال (۳۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مساجد میں طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اور سحر وافطار میں سائرن بجانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سحر وافطار کے اعلان کے لئے سائرن بجانے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۱۴۶)

مگر طلوعِ آفتاب کے لئے باقاعدہ اعلان کا ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سحری میں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر عورتوں کی نعت چلانا؟

سوال (۳۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد کا امام جو حافظ قرآن ہو اور ذمہ دار ہو، یعنی گاؤں والے اُن کی باتوں پر عمل بھی کرتے ہیں، تو کیا ایسے حافظ یا غیر حافظِ قرآن کے لئے ایسا کرنا جائز ہوسکتا ہے کہ وہ رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینہ میں وقتِ سحر میں لاؤڈاسپیکر میں پاکستان کی بالغ عورت یا لڑکی کی نعت پاک جو کیسٹ میں بھری ہوئی ہے، مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر چلائے؟ حالاں کہ امام صاحب وقتِ سحر میں وقتاً فوقتاً دینی باتیں بھی بتاتے ہوں؟

نیز سحری کے وقت مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر فلمی گانوں کے طرز پر بنائی ہوئی نعت کسی بھی نعت خواں کے لئے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میوزک والی نعتیں اور عورتوں کی پڑھی ہوئی نظمیں سنانا اور سننا کسی حال میں درست نہیں ہے، اور مسجد کے لاؤڈاسپیکر سے ان غیر شرعی آوازوں کو بجانا تو نہایت بے ادبی اور خسارے کی بات ہے۔

فظهرُ الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه اللّٰه: قوله: على الراجح: عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: ”التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء“. فلا يحسن أن يسمعها الرجل

الخ، وفي الكافي: ولا تلبّي جهرًا؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ٤٠٦/١ كراچی)

ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذٰلک لخوف الفتنة. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة / باب الأذان ٢٧٧/١ المكتبة الغفارية كوئٹہ، ١٣٢/١ بيروت)

قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالىٰ: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذٰلک الأجانب، إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها ولذٰلک كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت، والمرأة منهيةٌ عن ذٰلک. (أحكام القرآن للجصاص / باب ما يجب من غض لبصر عن المحرمات ٤٦٥/٣)

واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذٰلک حرام. (شامی كراچی ٣٩٥/٦)

وأما أذان المرأة؛ فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة.

(البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب الأذان ٤٥٨/١ زكريا، وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب الأذان ١٩٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سحر میں اعلان کیلئے مسجد میں نعت اور تقریر کی کیسٹ بجانا؟

سوال (۳۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان شریف میں سحر کے وقت نیند سے بیدار کرنے کے واسطے گھنٹی اور سائرن کا استعمال ہوتا ہے، اسی طرح سحر کے ختم پر گھنٹی اور سائرن بجتا ہے، اس کے باوجود مساجد کے لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ وقفہ وقفہ سے وقت کا اعلان ہوتا رہتا ہے، اسی پر بس نہیں؛ بلکہ بعض مساجد کے لاؤڈاسپیکر میں نعت وغیرہ کی کیسٹ بھی چلائی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے عبادت میں مشغول حضرات کو بہت

پریشانی ہوتی ہے، اور برادرانِ وطن کو بھی یقیناً پریشانی ہوتی ہوگی۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مساجد کے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ یہ اعلانات یا کیسٹ وغیرہ چلانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سحر وافطار کے وقت کی خبر دینے کے لئے گھنٹی اور سائرن بجانے کی اِجازت ہے، اور اگر ضرورت پڑے تو مساجد سے اعلانات بھی کئے جاسکتے ہیں؛ لیکن اس وقت میں لاؤڈ اسپیکر پر نعتیں وغیرہ بجانا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ عبادت گذاروں کی عبادت میں خلل ہوتا ہے، یہ سلسلہ بند کرنا ضروری ہے، اور اعلانات میں بھی اتنی کثرت نہ کی جائے کہ سکون باقی نہ رہے۔ حضرات فقہاء نے ذکر میں بھی ایسے جہر سے ممانعت کی ہے، جو سونے والے، پڑھنے والے اور نماز میں مشغول شخص کے لئے مخل ہو۔

قال في الشامية تحت قول الدر: ويحرم فيه السوال ...... أو شعر إلّا ما فيه ذكر، ورفع صوت بذكر (الدر المختار) أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب الذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر ٦٦٠/١ كراچی، ٤٣٤/٢ زكريا، كذا في غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر / القول في أحكام المسجد ٦١/٤ رقم القاعدة: ٢٩ إدارة القرآن كراچی، مرقاة المفاتيح / باب المساجد ومواضع الصلاة / الفصل الثاني ١٦١/٢ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ کی وجہ سے سب مسجدوں میں ایک وقت نماز کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز ہمیشہ ایک بجے ہوتی ہے، اور جمعہ ۲ / بجے ہوتا ہے؛ لیکن جب

کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو میت کے اہل خانہ آ کر متولی سے یا بغیر معلوم کئے اعلان کر دیتے ہیں کہ آج نماز ظہر دو بجے ہوگی، جس مسجد سے یہ اعلان ہوتا ہے ایک نماز ظہر ہوتی ہے، دوسری مسجد جو کہ نماز ظہر ۲ ؍بجے ہوتی ہے، میت کے اہلِ خانہ اور چند لوگ ہیں، تینوں مسجدوں کے نمازی جب ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھیں گے تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس مسجد میں اول وقت نماز ظہر ہوتی ہے، اس مسجد میں دوسرے محلے اور بازاروں کے دوکان دار لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں، بازار میں جو جامع مسجد ہے اُس میں نماز ظہر ۲ ؍بجے ہوتی ہے، نماز کی وجہ سے دوکان بند نہ کرنی پڑے، اس لئے دوکان کا ایک آدمی اول وقت والی مسجد میں نماز پڑھ آتا ہے، دوسرا بعد والی مسجد میں نماز پڑھ آتا ہے، جب اُن لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ آج نماز دو بجے ہوگی، تو یہ لوگ مایوس ہوکر واپس چلے جاتے ہیں، اور محلّہ کے اکثر لوگوں کو بھی یہ بات ٹھیک نہیں لگتی کہ نماز کا وقت تبدیل ہو، محلّہ میں کسی کا انتقال ہو یا کسی کے گھر پر عورتوں کا اجتماع دینی ہو، تو بھی اور اگر بچوں کے پولیو کے ٹیکے لگنے ہوتے ہیں، تو اس کا اعلان بھی مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ہوتا ہے، منع کرنے پر برا مانتے ہیں۔ تو اس بارے میں کیا طریقہ اپنایا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک سے تبلیغ نیز میت، پولیو وغیرہ کے اعلانات کے سلسلہ میں اگر واقف اور اہلِ خانہ کی اجازت ہو تو پھر اس طرح کے اعلانات کی گنجائش ہے، اور اگر مائک صرف اذان اور مسجد کی ضرورت کے لئے ہو تو پھر دیگر اعلانات بلا اُجرت کرنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔

وإذا أراد أن یصرف شیئًا من ذٰلک إلیٰ إمام المسجد أو إلیٰ مؤذن المسجد فلیس له ذٰلک إلا ان کان الواقف شرط ذٰلک في الوقف. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الحادي عشر، الفصل الثاني في الوقف ٢/٤٦٣)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامي، کتاب الوقف /

مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی)

رہا نماز میں تاخیر کا مسئلہ تو جو وقت متولی واہلِ خانہ نے طے ومقرر کررکھا ہے، وہ وقت ہوجانے پرنماز میں تاخیر کرنا خصوصاً جب کہ بہت سے لوگوں کو اس سے ناگواری بھی ہوتی ہو، اور نمازی بھی کم ہوجاتے ہوں، تو ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کرنا شرعاً جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر تمام اہلِ محلّہ کی رضامندی سے کسی خاص عذر کی بناء پر معمولی سی تاخیر ہوجائے تو گنجائش ہے۔

مستفاد: فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه.

(شامي، باب صفة الصلاة / مطلب في إطالة الركوع ١٩٩/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے تیجہ اور چالیسواں کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کے موقع پر قرآن پڑھوانے اور چنے پڑھوانے کے واسطے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلانِ عام کرانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ایسے بدعت والے اعمال کا اعلان کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۰۸/۱۵ قدیم زکریا)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ٢]

ولا ينشد ضالة في المسجد؛ فإن المساجد لم تبن لهٰذا. (أوجز المسالك ٣٣٥/٢، مرقاة المفاتيح ١٩٩/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر میت کی تدفین کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر میت کی تدفین کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک سے میت وغیرہ کے سلسلہ میں اگر وقف کرنے والے کی اجازت اور اہل محلّہ کی اجازت ہو، تو پھر اس طرح کے اعلانات کی گنجائش ہے، اور اگر مائک صرف اذان اور مسجد کی ضرورت کے لئے ہو تو پھر دیگر اعلانات بلا اُجرت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

وإذا أراد أن یصرف شیئًا من ذٰلک إلی إمام المسجد أو إلی مؤذن المسجد فلیس لہ ذٰلک إلا إن کان الواقف شرط ذلک في الوقف. (الفتاوی الهندية ٤٦٣/٢)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر دنیوی اعلانات کرنا؟

سوال (۳۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں جو اذان کے واسطے لاؤڈ اسپیکر لگائے جاتے ہیں، اس سے دنیاوی اعلان کیا جا سکتا ہے؟ نیز مسجد میں پیسہ دے کر اعلان کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کا لاؤڈ اسپیکر مسجد کی موقوفہ آمدنی سے صرف اذان کی نیت سے خریدا تو پھر یہ لاؤڈ اسپیکر صرف اذان کے لئے وقف ہو گیا، اس مائک پر دوسرے

مقاصد کے لئے اعلان کرنا جائز نہیں ہے، اگر مسجد کا مائک اہل محلّہ کے چندہ سے خریدا گیا ہو یا ایک آدمی نے مسجد کو دیا ہے تو واقف نے یا چندہ دہندگان نے عرفاً یا صراحۃً اجازت دے رکھی ہے، تو بوقتِ ضرورت پیسہ دے کر دیگر اعلانات کرا سکتے ہیں، مگر ایسی صورت میں مائک کے ہارن دونوں مسجد سے باہر ہونا ضروری ہے۔ (مستفاد: مسائل امامت ۳۷۵، از: مفتی حبیب الرحمٰن صاحب آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۲/۱۴۴، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۷ ڈابھیل)

ثم السراج و البساط كذٰلك إلى آخر المصالح، هٰذا إذا لم يكن معينًا، فإن كان الوقف معينًا على شيء يصرف إليه. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها ۳٦٧/٤ كراچی، الفتاوىٰ البزازية، كتاب الوقف / الرابع في المسجد وما يتصل به ۲۷۰/٦ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤١٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مائک سے اُجرت لے کر دنیاوی ضرورتوں کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں گرام ملک جہانگیر آباد میں مساجد سے ہر چیز اور ہر بات کا اعلان کیا جاتا ہے، مثلاً کوئی بھی سامان گاؤں میں بکنے کے لئے آتا ہے، تو تشہیر کے لئے اعلان کراتے ہیں، کسی کا بچہ گم ہوجائے، بکری گم ہوجائے، پولیو کی خوراک پلانے کے لئے کسی چیز کی دوکان گاؤں میں کھلے اُس کا اعلان، یعنی ہر چیز کا اعلان ۵ روپئے لے کر مسجد کے مائک سے کیا جاتا ہے، آیا کچھ معاوضہ لے کر مسجد کے مالک سے یہ اور اس طرح کے دوسرے اعلانات کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک سے کچھ معاوضہ لے کر اعلانات کرنا مصالح مسجد کے پیشِ نظر جائز ہے، بشرطیکہ مائک اور اُس کا اسپیکر مسجد شرعی کی حدود سے باہر ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۳۹۹ میرٹھ)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة، وصرح الأصوليون بأن العرف يصلح مخصصًا. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی)

الثامنة في وقف المسجد أيجوز أن يبنى من غلته منارة، قال في الخانية معزيًا إلى أبي بكر البلخي: إن كان ذٰلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢١٥/٥ كوئٹه)

قوله حيث وجدها: وفي المجامع أي مجامع النساء كالمساجد إلا أنه ينادي على أبواب المساجد لا فيها. (حاشية الطحطاوي على الدر / كتاب اللقطة ٥٠١/٢ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مائک سے گم شدہ چیز کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے مائک پر دینی اعلان کے علاوہ بکرا بکری، یا مرغا اور مرغی، یا کسی اور گمشدہ چیز کا اعلان بلا اُجرت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا مائک دینی ضرورتوں کے لئے وقف ہوتا ہے اس پر بلا اُجرتِ دنیوی اعلانات کرنا جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمع رجلاً ينشد ضالةً في المسجد، فليقل: لا ردّها اللّٰه عليک؛ فإن المساجد لم تُبنَ لهٰذا. (مشكاة المصابيح / باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول ٦٨)

وأما إنشاد الضالة، فالمنهي عنه رفع الصوت بذٰلک؛ إذ فيه الإضرار

دون غيره، وفيه سوء تأديب نسبه إلى المسجد الخ. (الكوكب الدري، أبواب الصلاة / باب في البيع والشراء وإنشاد الضالة والشعر في المسجد ۳۱۹/۱ إدارة القرآن كراچی)

وأما إنشاد الضالة، فله صورتها: إحداهما: وهي أقبح وأشنع بأن يضل شيء خارج المسجد، ثم ينشده في المسجد لأجل اجتماع الناس فيه. والثانية: أن يضل في المسجد نفسه، فينشده فيه، وهٰذا يجوز إذا كان من غير لغط وشغب. (معارف السنن، أبواب الصلاة / باب ما جاء في كراهية البيع والشراء وإنشاد الضالة في المسجد ۳۱۳/۳ كراچی)

ويكره الإعطاء مطلقًا، وقيل: إن تخطى وانشاد ضالة هي الشيء الضائع وإنشادها السوال عنها، وفي الحديث: إذا رأيتم من ينشد ضالة في المسجد فقولوا: لا ردها الله عليك. (الدر المختار مع الشامي، مكروهات الصلاة / قبيل مطلب في إنشاد الشعر ۴۳۳/۲ زكريا، ۶۶۰/۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱/۲۱ھ

مسجد کے مائک سے بچہ گم ہوجانے کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کی کوئی چیز گم ہوجانے پر جیسے جانور کا گم ہوجانا، کسی بچہ یا کسی شخص کا گم ہوجانا یا کسی سرکاری پروگرام کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا لاؤڈ اسپیکر اذان اور دینی ضروریات کے لئے وقف ہوتا ہے، اس سے گم شدہ چیزوں یا اپنی ضروریات کے متعلق اعلان کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۹۴/۲ میرٹھ، اوجز المسالک ۲۹۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مائک سے گم شدہ چیز کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے مائک سے غیر مسجد کا کام لینا مثلاً گمشدہ بچوں کا اعلان، وفات کا اعلان یا اسی طرح مدرسہ ومکتب وغیرہ کی ضروریات میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ خصوصاً اس وقت جب کہ اعلان نہ کرنے کی صورت میں اختلاف و بے رغبتی کا خدشہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر خالص مسجد کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر خریدا گیا ہے، تو اذان ونماز کے علاوہ کوئی اور اعلان اُجرت کے بغیر اس لاؤڈ اسپیکر پر کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر چندہ کرکے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا گیا ہے، اور چندہ دہندگان کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس پر دیگر اعلانات کرنے کی اجازت دی گئی ہے، تو اس پر حسبِ ضرورت ایسے اعلانات کئے جاسکتے ہیں، جو مسجد کے وقار کے خلاف نہ ہوں۔

وإذا أراد أن یصرف شیئًا من ذٰلک إلی إمام المسجد أو إلی مؤذن المسجد فلیس له ذٰلک إلا إن کان الواقف شرط ذلک في الوقف. (الفتاویٰ الهندیة ۲/ ٤٦٣)

علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامي، کتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفین واجبة والعرف یصلح مخصصًا ٦/ ٦٦٥ زکریا، ٤/ ٤٤٥ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے پیسہ سے خرید کردہ مائک سے خرید وفروخت کا اعلان کرنا؟

سوال (۳۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے پیسے سے اذان دینے کے لئے مائک خریدا گیا، مگر اس سے اذان کے بجائے کسی کی بکری کے کھونے کا اعلان کرنا، کسی کے یہاں تواضع (دعوت) کھانے کا اعلان پیسہ لے کر کرنا

درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان دینے کے لئے مسجد میں جو مائک خریدا گیا ہے اس کو عام اعلانات کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن اگر اس مائک کو مسجد سے باہر رکھ دیا جائے اور معاوضہ دے کر اس سے ضروری اعلانات کئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۰۲/۲۲ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

مسجد کے مائک سے جانوروں کا اعلان کرانا؟

سوال (۳۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی مائک سے بکری، بکرا، بیل، گائے وغیرہ کا اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے مائک سے مذکورہ اعلانات نہ کرائے جائیں، اِس کے لئے خارجِ مسجد انتظام کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۰۱/۲۲ میرٹھ)

ویحرم فیہ السؤال، ویکرہ الإعطاء مطلقًا، وقیل: أن تخطي، وإنشاد ضالۃ (الدر المختار) ھي الشيء الضائع، وإنشادھا السوال عنھا. وفي الحدیث: إذا رأیتم من ینشد ضالۃ في المسجد فقولوا: لا ردّھا اللّٰہ علیک. (شامي، کتاب الصلاۃ / مطلب في أفضل المساجد ۴۳۳/۲ زکریا، ۶۶۰/۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی چیزیں ذاتی استعمال میں لانا

مسجد کی اشیاء ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۳۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی اشیاء کو اپنی ضرورت میں استعمال کرنا اور مسجد میں سونا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اشیاء مسجد کو اپنی ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا درست نہیں ہے مثلاً مسجد کا لوٹا، گھر میں لاکر استعمال کرنا یا مسجد کی موم بتی گھر میں لے آنا، تو اِس طرح کا تصرف جائز نہیں ہے؛ البتہ نماز کی تیاری کے طور پر مسجد کے پانی سے وضو کرنا یا دورانِ نماز مسجد کا پنکھا استعمال کرنا، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور مسجد میں مستقل طور پر سونے کا معمول بنانا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی اتفاقاً سوجائے یا پردیسی مسافر ہو یا معتکف ہو، تو اُس کے لئے فقہاء نے سونے کی گنجائش دی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۱۸۷ میرٹھ، دینی مسائل اور اُن کا حل ۳۰۶)

متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته، وله أن يحمله من البيت إلى المسجد. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والخانات ۲/۴٦۲ زكريا، فتاویٰ قاضي خان / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ۳/۲۹۴ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية / مسائل وقف المسجد ۸/۱٦۹ زكريا، البحر الرائق / فصل في أحكام المسجد ۵/۴۲۰ زكريا)

فإذا أراد إنسان أن يدرس الكتاب بسراج المسجد إن كان السراج موضوعًا في المسجد للصلاة، قيل: لا بأس به، وإن كان موضوعًا في المسجد لا للصلاة بأن فرغ القوم عن صلاتهم وذهبوا إلى بيوتهم وبقي السراج في

المسجد، قالوا: لا بأس بأن يدرس به إلى ثلث الليل ...... وفيما زاد على ثلث الليل، ليس لهم تأخير الصلاة، فلا يكون لهم حق الدرس. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ۲۹۹/۳ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / مسائل وقف المسجد ۱٦۹/۸ إدارة القرآن كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤۲۰/٥ زكريا)

ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۱۱۰/۱ زكريا، البحر الرائق ٤۳۰/٥)

ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل؛ بل بقدر حاجة المصلين، ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا أحتيج إليه للصلاة فيه (الفتاوىٰ الهندية ٤٥۹/۲، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۱٦۹/۸ زكريا)

ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف، وإذا أراد أن يفعل ذٰلک ينبغي أن ينوي الإعتكاف فيدخل فيه ويذكر اللّٰه بقدر ما نوىٰ أو يصلي ثم يفعل ما يشاء. (الفتاوىٰ الهندية ۳۲۱/٥، عمدة القاري ۱۹۸/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا پرانا سامان ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۳۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں پر عموماً مسجد کا سامان مثلاً قالین پنکھے الماریاں وغیرہ جب پرانے ہوجاتے ہیں، تو اُس کو تبدیل کر کے قدیم سامان تقسیم کر دیتے ہیں، یا پھر اُن کو ضائع کر دیتے ہیں، تو کیا مذکورہ سامان اگر کسی کو ملے تو وہ استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا مذکورہ سامان مفت میں لینا درست نہیں ہے،

اگر لینا ہوتو مناسب قیمت دے کرلیا جائے۔

هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هذا المسجد؟ قال: نعم. (شامي ٥٥٠/٦ زكريا)

ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس من الكراهية ٤١٩/٢ زكريا)

وكذا لو اشترى حشيشًا أو قنديلاً للمسجد، فوقع الاستغناء عنه، كان ذٰلك له إن كان حيًا، ولِوَرثته إن كان ميتًا، وعند أبي يوسف: يباع ذٰلك، ويصرف ثمنه إلى حوائج المسجد. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤٢٣/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱۱/۲۴ھ

مسجد کی چھت کا ٹین اپنے ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۳۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی چھت کی ٹین کی چادریں اپنے استعمال لانا اور اُس کی قیمت بھی مسجد میں نہ دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا جو سامان مسجد کے لئے وقف ہے، اُس کو اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا یا اُس کو بیچنا ناجائز ہے، مذکورہ اشیاء کو اگر کوئی اپنے استعمال میں لا رہا ہے، اور وہ چیز صحیح سالم اور قابل انتفاع ہو، تو اُس کو مسجد میں واپس لانا ضروری ہے، ورنہ اُس کی قیمت کا ضمان لازم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶۰/۱۰-۱۳۶/۱۰، احسن الفتاویٰ ۴۵۰/۶، امداد المفتیین ۷۸۰، عزیز الفتاویٰ ۵۹۶)

قال في الهندية: رد الغلة معها إن كانت قائمة بعينها وان كانت مستهلكة ضمن مثلها، كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية / الباب التاسع في غصب الوقف ٤٤٩/٢)

ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/ ١١٠ زكريا، البحر الرائق ٥/ ٤٣٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۱۱/۱۴۲۲ھ

مسجد کی صندلی کا بغیر اُجرت کے ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۳۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا سامان مثلاً صندلی جس پر کھڑے ہوکر صفائی، پوتائی، رنگائی وغیرہ کرتے ہیں، اُس کو مسجد کے ذمہ دار حضرات اور اہل محلّہ بھی لے جاکر بغیر اُجرت استعمال کرتے ہیں، شرعاً اِس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو استعمالی چیز مسجد کی موقوفہ آمدنی سے خریدی گئی ہے، اُس کو اہل محلّہ بلا اُجرت استعمال نہیں کرسکتے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۲۱۵)

ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/ ١١٠ زكريا، البحر الرائق ٥/ ٤٣٠)

وفي الإسعاف: وليس لمتولي المسجد أن يحمل سراج المسجد إلى بيته. (البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤٢٠ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية / مسائل وقف الأستجار ٥/ ٨٥١ إدارة القرآن كراچی)

یہی حکم ٹھنڈے اور گرم پانی کا بھی ہے، ہاں اگر مسجد کی رقم سے الگ انفرادی یا اجتماعی طور پر ٹھنڈے یا گرم پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، اور اسے صراحۃً یا عرفاً سب اہل محلّہ کو استعمال کی اِجازت دی جاتی ہے، تو محلّہ والے بھی اُسے استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/ ٦١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة إتحاد ديوبند،

الأشباه والنظائر، كتاب الغصب / الفن الثاني، الفوائد: ٤٤٤/٢ رقم القاعدة: ٢ ١٧١ زكريا، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ دارالفكر بيروت)

الخامس في حكمها، فمنه ثبوت ولاية التصرف الذي تناوله التوكيل، ومنه أن لا يوكل إلا بإذن أو تعميم، ومنه أنه أمين فيما في يده. (البحر الرائق / كتاب الوكالة ٢٣٨/٧ زكريا)

بعث شمعًا في شهر رمضان إلى مسجد، فاحترق وبقي منه ثلثه أو دونه، ليس للإمام ولا للمؤذن أن يأخذ بغير إذن الدافع. ولو كان العرف في ذٰلك الموضع أن الإمام والمؤذن يأخذه من غير صريح الإذن في ذٰلك فله ذٰلك.

(البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤١٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی ٹنکی کا پانی گھر لے جانا؟

سوال (۳۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اِحاطہ میں مسجد کی ضروریات کے لئے ایک پانی کا بورنگ ہوا ہے، جس پر بجلی کا موٹر رکھا ہوا ہے، اس سے پانی کی ٹنکی بھری جاتی ہے، وضو کے لئے جونل لگے ہوئے ہیں، اُن میں سے لوگ پانی بھر کر اپنی ضروریات کے لئے اپنے گھر لے جاتے ہیں (اکثر لوگ پینے کے لئے) اور بہت سے لوگ تو موٹر چلا کر ہی اس میں لگے ہوئے نل سے تازہ پانی بھرتے ہیں، جب کہ موٹر کی بجلی کا خرچ مسجد کے ذمہ ہے، تو کیا مسجد کی ٹنکی کا پانی اپنے گھر میں لے جا کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹنکی کا پانی مسجد کے لئے مخصوص ہے؛ لہٰذا صورت مسئولہ میں ٹنکی کا پانی اپنے گھر لے جانا کہ جس کے بھرنے کے لئے مسجد کی بجلی خرچ ہوئی ہو،

درست نہیں، مسجد کے موٹر کا پانی صرف نمازیوں کی ضرورت کے لئے استعمال ہونا چاہئے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۸/ ۱۷۱، فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۹۰، احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۴۷)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ٤/ ٣٤٣ دار الفكر بيروت، ٦/ ٥٢٧ زكريا)

لا يجوز الوضوء من الحياض المعدة للشرب في الصحيح، ويمنع من الوضوء منه، وفيه: وحمله لأهله إن مأذونًا به جاز، وإلا لا. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٦/ ٤٢٧ كراچی، البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤٢٧ زكريا)

كذا يستفاد من هٰذه، ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/ ١١٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/ ۵/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی ٹنکی سے غسل کرنا؟

سوال (۳۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مسجد میں پانی کی ٹنکی میں بجلی کے نل کے ذریعہ برائے وضوو غسل پانی جمع کیا جاتا ہے، کسی مقیم کو اِس پانی سے غسل و کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسافر کو جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) اگر نماز پڑھنے کی غرض سے کوئی شخص خواہ مسافر ہو یا مقیم، مسجد کے پانی سے کپڑے یا بدن کی طہارت حاصل کرے، تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ یہ پانی اِسی مقصد کے لئے وقف کیا گیا ہے کہ نمازی لوگ اِس سے طہارت حاصل

کریں، ہاں اگر کوئی شخص بلاوجہ مسجد کا پانی اپنے ذاتی استعمال میں لائے، تو یہ جائز نہ ہوگا۔

لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ولم يقصد إباحتها لغير ذٰلك. (شامي / مطلب: في الإسراف في الوضوء ۱۳۳/۱ کراچی، ۲۵۹/۱ زکریا)

ولا بأس أن يشرب من الحوض والبئر ويسقي دابته ويتوضأ منه. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٤٢٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۳/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے جنریٹر اور ٹنکی کا پانی ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا سامان مثلاً جنریٹر، ٹنکی کا پانی اور سیڑھی وغیرہ کوئی شخص اپنی ذاتی ضرورت یعنی شادی یا دوسری تقریبات میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کرایہ دے کر استعمال کرے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے جنریٹر اور ٹنکی کے پانی وغیرہ کو اپنے ذاتی اُمور میں صرف کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر مسجد میں کوئی سامان کرایہ پر چلا کر آمدنی کے لئے خریدا گیا ہے، تو اُس کا کرایہ ادا کرکے استعمال درست ہوگا، جیسا کہ علاقوں میں برتن اور دیگیں وغیرہ مسجد کے حجرہ میں رکھ کر اُن کے کرایہ سے آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔

القيم إذا اشترى من غلة المسجد حانوتًا أو دارًا أن يستغل ويباع عند الحاجة، جاز إن كان له ولاية الشراء، وإذا جاز له أن يبيعه، كذا في السراجية ...... الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لا يصرف، وإنه صحيح، ولكن يشتري به مستغلاً للمسجد. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في حال الواقف عليه ٤٦٢/٢ – ٤٦٣ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / الفصل الحادي والعشرون في المساجد ٥٨٤/٥ إدارة القرآن كراچی)

ومتولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته. (الفتاویٰ الهندية ٢/٤٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۱۱؍۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے پانی اور استنجاء خانے کو بے جا استعمال سے بچانے کے لئے دروزاہ بند کرنا؟

سوال (۳۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد جو کہ بیچ بازار میں ہے، اس کا ایک عام راستہ اندر جانے کا ہے، جس سے نمازی بھی داخل ہوتے ہیں اور بے نمازی؛ بلکہ عام پبلک کے لوگ خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم حتی کہ بھنگی بھی اندر گھس کر نل سے پانی پیتے ہے، عورتیں بھی گھس آتی ہیں، سبھی لوگ پانی پینے، بھر کر لے جانے اور پیشاب کرنے کے چکر میں ہر وقت مسجد میں داخل ہوتے ہیں، جس کی بنا پر بار ہا نل خراب ہو چکا ہے، اور پیشاب خانہ سے بدبو پھیلتی ہے؛ بلکہ بعض غیر مسلم پیشاب خانہ میں کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہیں اور باوجود منع کرنے کے نہیں مانتے ہیں، نیز پیشاب خانہ میں پاخانہ بھی کر جاتے ہیں، مذکورہ وجوہات کی بنا پر چھت کے حصہ میں بعد مشورہ ایک راستہ نکال دیا گیا ہے، جس کا ایک گوشہ مسجد کے صحن کی فضا میں پڑتا ہے؛ تاکہ بعد فراغ نماز عام راستہ میں تالا ڈال دیا جائے، اور جن صاحب کو نماز وغیرہ پڑھنا ہو وہ اوپر بنائے گئے خاص راستہ سے اندر داخل ہوکر نماز وغیرہ پڑھیں، مذکورہ نظام بنانے پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے، جس کی بنا پر بعض لوگوں نے مسجد ہذا کو مسجد یزید کا خطاب دے دیا، جب کہ ایک نل مسجد کے سامنے نگر پالیکا کی طرف سے لگا ہوا ہے، جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو راستہ خاص اوپر سے مسجد میں آنے کے لئے کھولا گیا ہے، کیا وہ درست نہیں ہے؟ اور عام گیٹ مستقل کھولنے سے مسجد کا نقصان نہیں ہے، کیا مذکورہ صورتِ حال

میں تمام گیٹ عام حالات میں بند رکھنے کی مقتضی نہیں ہے؟ برائے مہربانی مسئلہ ہذا کو مع دلائل واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں پانی کا نل ٹنکی یا استنجاء خانہ کی سہولت عام لوگوں کے لئے نہیں ہوتی؛ بلکہ صرف نمازیوں کے لئے ہوتی ہے؛ لہٰذا نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد کے دروازہ کو مطلقاً بند رکھنا بھی درست ہے؛ تاکہ غیر متعلق لوگوں کی وہاں آمد ورفت نہ ہوسکے، اور مسجد کو بدبو وغیرہ سے بچایا جاسکے، اور ضرورۃً عام دروازہ کو بند کرکے اوپر کی جانب سے خاص راستہ بنانے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ مسئولہ صورت میں ایسا کرنا بہتر اور مصلحت کے عین مطابق ہے؛ اس لئے سوال میں مذکور مسجد کے لئے جو صورت اپنائی گئی ہے اس میں شرعاً کوئی اشکال نہیں ہے، اس پر اعتراض بے جا ہے۔

كما كره غلق باب المسجد إلا لخوف على متاعه به يفتي. (الدر المختار) هذا أولى من التقييد بزماننا؛ لأن المدار على خوف الضرر، فإن ثبت في زماننا في جميع الأوقات ثبت كذلك إلا في أوقات الصلاة أو لا فلا، أو في بعضها ففي بعضها، كذا في الفتح. (الدر المختار مع الشامي / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢/٤٢٨ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٢/٥٩ زكريا، كذا في فتح القدير / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/٤٢١ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے چراغ کو درست کرتے وقت اُنگلی پر لگے تیل کو اِستعمال کرنا؟

سوال (۳۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دیہات کی مساجد کے اندر بجلی نہ ہونے کی صورت میں سرسوں کے تیل سے چراغ جلائے

جاتے ہیں، جب چراغ کو درست کرتے ہیں تو چراغ کا تیل ہاتھوں میں لگ جاتا ہے، اب اگر ہاتھوں کو پانی دھوتے ہیں تو وہ تیل ضائع ہوتا ہے اور اگر اس کو اپنے سر وغیرہ میں لگاتے ہیں تو وہ تیل مسجد کا ہے، کچھ اپنے سر وغیرہ میں لگا لیتے ہیں، تو وہ تیل مسجد کا ہونے کی وجہ سے دوسرے کہتے ہیں کہ اِس کو اپنے سر وغیرہ میں لگانا درست نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: چراغ درست کرتے وقت جو تیل انگلیوں کو لگ جاتا ہے وہ بہت معمولی ہوتا ہے، اور عموماً اُس کو درست کرنے والے کے لئے اپنے سر سے صاف کرنے کی صراحۃً نہ سہی دلالۃً واقف اور دینے والے کی طرف سے اِجازت ہوتی ہے؛ لہٰذا اُنگلیوں پر لگے تیل کو سر میں صاف کرنے اور پوچھنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۴۷۱، امداد المفتیین ۷۸۱)

وإذا أراد أن يصرف شيئًا من ذٰلک إلىٰ إمام المسجد أو إلى مؤذن المسجد فليس له ذٰلک إلا إن كان الواقف شرط ...... و بين قدره يصرف إليه إن كان فقيرًا، و إن كان غنيًا لا يحل. (الفتاویٰ الهندية ٢/ ٤٦٣، كذا في الشامي / الفصل الثاني في الواقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في مال الواقف عليه ٦/ زكريا)

ولو كان العرف في ذٰلک الموضع أن الإمام والمؤذن يأخذه من غير صريح الإذن في ذٰلک، فله ذٰلک. (البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤١٩ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۲/۳/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شہید کی ہوئی مسجد کے ملبہ کا بلا معاوضہ استعمال کرنا؟

سوال (۳۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہید کی ہوئی مسجد کا جو ملبہ ہے، مثلاً اینٹ مٹی وغیرہ، اُسے عام آدمی کا بلا معاوضہ مکان

وغیرہ میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ ملبہ اُٹھوانے میں بھی مسجد کی رقم خرچ ہوتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اُس مسجد کے ملبہ کی معمولی قیمت بھی ہو، تو اس کا کسی کے لئے بلا معاوضہ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ مسجد کا ملبہ معاوضہ دے کر ہی استعمال میں لانا چاہئے۔

وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه إنسان جاز إن لم يكن له قيمة، فإن كان له أدنى قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أهل المسجد. (البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٥/ ٤٢٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی چیزیں محلّہ والوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں

سوال (۳۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی چیزیں جیسے سیڑھی، جنریٹر، ٹنکی کا پانی وغیرہ اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مسجد کی کمیٹی کی اِجازت ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد سے غیر متعلق لوگوں کے لئے مسجد کی مذکورہ چیزیں ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص مسجد سے متعلق ہو، مثلاً امام یا مؤذن تو وہ کمیٹی کی اِجازت سے مسجد کی اشیاء کو استعمال کرسکتا ہے۔ (احسن الفتاوی ۶/۴۵۰، فتاوی محمودیہ ۱۴/۶۲۴ ڈابھیل)

للحاكم الدين أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة. (شامي / مطلب: في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٦/ ٥٥١ زكريا)

ولا يحمل الرجل سراج المسجد إلى بيته، ويحمل من بيته إلى المسجد.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١١٠/١ زكريا، البحر الرائق ٤٣٠/٥، الفتاویٰ التاتارخانية / مسائل وقف المساجد ٨٥١/٥ إدارة القرآن كراچی، خانيه على الهندية / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ٢٩٤/٣)

لو كان العرف في ذٰلک الموضع أن الإمام والمؤذن يأخذه من غير صريح الإذن من ذٰلک فله ذٰلک. (البحر الرائق ٢٥٠/٥ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے حجرے میں تجارت کا سامان رکھنا؟

سوال (۳۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے امام صاحب، اِسی طرح ایک شہری آدمی کاروبار کرتے ہیں، اور اپنے کاروبار کا سامان بلا اِجازت متولی مسجد کے کمرے میں رکھتے ہیں، جب کہ امام صاحب کے رہنے کے لئے الگ سے مکان دے رکھا ہے، تو کیا اُن کا یہ فعل درست ہے؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام صاحب کو مسجد کی طرف سے کوئی کمرہ ملا ہوا ہے تو وہ اپنے کمرہ میں اپنا جو چاہے سامان رکھ سکتے ہیں، اس میں متولی سے اِجازت کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اس کے علاوہ مسجد کے کسی اور کمرہ میں بلا اجازت سامان تجارت رکھنا جائز نہ ہوگا۔

لو سكن بلا إذن أو أسكنه المتولي (الدر المختار) أي أسكن فيه غيره إلا إذا كان موقوفًا للسكنى وانحصرت فيه، فإن له إعارته، ولو سكنه المتولي بنفسه؛ ولم يكن للسكنى، فإنه يلزمه أجر المثل. (الدر المختار مع الشامي ٦١٥/٦ زكريا)

فاستفيد منه أنه إذا تصرف بما لا يجوز، كان خائنًا يستحق العزل. (البحر

الرائق / کتاب الوقف ۵/۳۹۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر ضروری سامان بیچ کر مسجد کی ضروریات میں لگانا؟

سوال (۳۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا پرانا سامان جس کے استعمال کی ضرورت مسجد میں نہ ہو، مثلاً دروازہ، کھڑکی، دھنی اور پرانی اینٹیں وغیرہ، تو یہ سامان فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ فروخت کرکے مسجد ہی میں لگانے کا اِرادہ ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر ضروری سامان بیچ کر مسجد کی دیگر ضروریات پوری کرنا درست ہے۔ (کفایت المفتی ۷/۶۱، فتاویٰ محمودیہ ۶/۲۱۲)

وصرف الحاكم أو المتولي أو ثمنه إن تعذر إعادة عينه إلى عمارته إن احتاج، وإلا حفظه ليحتاج، إلا إذا خاف ضياعه فيبيعه، ويمسک ثمنه ليحتاج.

(الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته ٤/٣٧٦-٣٧٧ کراچی)

وإن تعذر إعادة عينه إلى موضعه بيع وصرف ثمنه إلى المرمة صرفًا للبدل إلى مصرف المبدل. (الهداية / كتاب الوقف ٢/٦٢٠، شامي / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٤/٣٦٠ کراچی، ٦/٥٥٠ زکریا)

وفي الحاوي: فإن خيف هلاک النقض، باعه الحاكم، وأمسک ثمنه لعمارته عند الحاجة، فعلى هٰذا يباع النقض في موضعين: عند تعذر عوده، وعند خوف هلاكه. (البحر الرائق / کتاب الوقف ٥/٣٦٨ زکریا)

وأما إذا اشتراه المتولي من مستغلات الوقف، فإنه يجوز بيعه بلا هٰذا

الشـرط؛ لأن فـي صيـرورتـه وقـفًا خلافًا، والمختار أنه لا يكون وقفًا، فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحةٍ عرضت. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٧٧/٤ كراچی، فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٤/٦-٢٢٥ مصطفى البابي الحلبي مصر)

ويـصـرف نـقـضـه إلـى عـمارته إن احتاج، وإلا حفظه للاحتياج ...... وإلا يـمسـكـه حتـى يـحتـاج إليـه ...... وإن تـعـذر إعـادة عينه بيع، وصرف ثمنه إلى العمارة؛ لأن البدل يقوم مقام المبدل فيصرف مصرف البدل. (تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٣٦٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٦٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۱ھ

مسجد کی زمین کا کوئی حصہ کسی کے ذاتی مفاد کے لئے چھوڑ نا؟

سوال (۳۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جو پہلے سے بنی ہے اور اس کے آگے صحن کے لئے آدھی زمین ہے، اور آدھی دوسرے کی زمین تھی، اَب اُنہوں نے مسجد کے لئے بیچ دی، اس کا راستہ پورب اور دکھن کی جانب ہے، اتر کی جانب راستہ کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن پڑوس میں جو آدمی رہتے ہیں اُن کی بیٹھک ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اتر میں بھی راستہ کھلے اور مسجد کی جگہ کو آٹھ فٹ چھوڑ کر دیوار چنوادی جائے، اس لئے کہ اُن کی بیٹھک کی خوبصورتی خراب ہورہی ہے، ویسے فی الحال اس طرف راستے کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود مسجد کی کمیٹی راستہ کھولنے کو تیار ہے؛ لیکن اُن کا کہنا ہے کہ راستہ بھی نکالو اور آٹھ فٹ جگہ بھی چھوڑو، تو آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طور پر بتائیں کہ اُن کے کہنے کے مطابق ۸/ فٹ جگہ چھوڑنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی خرید کردہ جگہ میں سے ۸/ فٹ کے بقدر جگہ

چھوڑنے کا کسی کو مطالبہ کا حق نہیں ہے، یہ جگہ موقوفہ ہے یہ کسی دوسرے کو نہیں دی جاسکتی۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع. (الدر المختار ٣٥٨/٤ کراچی، ٥٤٨/٦ زکریا)

ہاں اگر دروازہ کھولنے کی ضرورت ہوتو منتظمین اس طرف دروازہ کھول سکتے ہیں۔

روی مالک عن الثقة عنده أن الناس كانوا يدخلون حجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم يصلون فيها يوم الجمعة بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، وكان المسجد يضيق عن أهله، قال: وحجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ليست من المسجد، ولكن أبوابها شاعة في المسجد. كذا في وفاء الوفاء ٣٦٦/١. وروى ابن النجار عن أهل السير نحوه أن الحجرات كانت خارجة من المسجد مدبرة به إلا من المغرب، وكانت أبوابها شرعة في المسجد. (كذا في وفاء الوفاء أيضًا ٣٢٥/١. قلت: ولم يختلف إثنان في أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يدخل من حجرته إلى المسجد. (إعلاء السنن، كتاب وقف الأرض وجعلها مسجدًا / باب لو كان إلى المسجد مدخل من دار موقوفة لا بأس للإمام أن يدخل من هذا الباب ٢٥٢/١٣ رقم: ٤٦٧٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۴ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں استعمال کرنا

ایک مسجد کا غیر ضروری سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا؟

سوال (۳۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کا سامان جو زائد ہے، استعمال میں بالکل آتا ہی نہیں، اُس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جہاں ضرورت ہو جائز ہے یا نہیں؟ جیسے مٹی کا لوٹا وغیرہ۔

نوٹ :- ایسی مسجد میں اِمامت کرنی چاہئے یا نہیں؟ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں کتبِ معتبرہ کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایسا زائد سامان ہے کہ موجودہ یا آئندہ اُس کے استعمال کا موقع ہی نہیں ہے اور رکھے رکھے اُس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، تو اُسے دوسری مسجد میں دیا جاسکتا ہے۔

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه، هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد أو حوض آخر؟ فقال: نعم. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٩/٤ كراچی، فتح القدير، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٢٣٧/٦ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

ولـو خـرب أحد المسجدين في قرية واحدة، فللقاضي صرف خشبه إلى عمارة الـمسـجد الآخر إذا لم يعلم بانيه ولا وارثه، وإن علم يصرفها هو بنفسه.

(البحـر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤٢٤/٥ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / فصل في المقابر والرباطات ٣١٥/٣ زكريا)

نــوٹ:- ایسی مسجد میں اِمامت ممنوع نہیں؛ البتہ اِصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں بغیر اِجازت استعمال کرنا؟

ســوال (۳۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد کی اینٹ، سریا اور تعمیری کام میں آنے والا دیگر سامان اس مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بغیر اجازت استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الـجواب وبالله التوفيق: ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر یہ سامان اس مسجد کی ضرورت سے زائد ہو اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو منتظمہ کمیٹی کی اجازت سے دوسری ضرروت مند مسجد میں لگانے کی گنجائش ہوگی۔

يـجـب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتاً يخصه، ولا يخلط بعضه ببعض، وأنـه إذا احتاج إلى مصرف خزانة، وليس فيها ما يفتى به يستقرض من خزانة غيرها، ثم إذا جعل التي استقرض بها مال يؤدي إلى المستقرض. (شامي ٥٧/٢ كراچی)

يـصـرف وقفها لأقرب مجانسَ لها. (شـامـي، كتاب الوقف / مطلب: فيما لو خرب المسجد أو غيره ٥٤٩/٦ زكريا)

وإذا استغنى هٰذا المسجد يصرف إلى فقراء المسلمين فيجوز ذٰلک.

(فتاویٰ قاضي خان ۲۸۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مسجد کی زائد دری دوسری مسجد میں لے جانا؟

سوال (۳۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد جس میں دریاں وغیرہ بہت زیادہ ہیں، اور دوسری مسجد محتاج ہے، تو کیا ایک مسجد کی دری وغیرہ دوسری مسجد میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد میں زائد دریاں موجود ہیں، تو بغیر واقف کی اِجازت کے دوسری مسجد میں لگانا اُصولاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ واقف کی غرض کے خلاف ہے؛ لیکن اگر اُس مسجد میں رکھے رکھے دریوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو اُسے دوسری مسجد میں جہاں ضرورت ہو؛ دے سکتے ہیں۔

قال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: الفتویٰ علی أن المسجد لا یعود میراثًا ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره ۳۵۹/٤ کراچی)

وقال أبو یوسف: هو مسجد أبدًا إلی قیام الساعة، لا یعود میراثًا، ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر، سواء کانوا یصلون فیه أو لا، وهو الفتویٰ، کذا في الحاوي القدسي. وفي المجتبیٰ: وأکثر المشایخ علی قول أبي یوسف، ورجح في فتح القدیر قول أبي یوسف بأنه الأوجه. (البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المساجد ٤٢١/٥ زکریا)

مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي ٥٤٩/٦ زكريا، ٤٢٣/٣ نعمانية)

شرط الواقف؛ لأن مخالفته كمخالفة النص. (الأشباه والنظائر ١٩٢)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت سے زائد موقوفہ قرآنوں کا فروخت کرنا؟

سوال (۳۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں بہت قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں، جن میں سے بعض کا نمبر سالوں تک پڑھنے کا نہیں آتا، کیا ایسی شکل میں متولی مسجد فاضل قرآن کو فروخت کر کے مسجد کے دیگر مصارف میں لگا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد پر وقف قرآنِ کریم کو بیچنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اُنہیں کسی دوسری مسجد میں منتقل کردیا جائے، جہاں ضرورت ہو۔

وقف مصحفًا على أهل مسجد للقراءة إن يحصون جاز، وإن وقف على المسجد جاز، ويقرأ فيه، ولا يكون محصورًا على هٰذا المسجد، وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها، والفقهاء بذٰلک مبتلون، فإن وقفها على مستحقي وقفه، لم يجز نقلها. (الدر المختار / كتاب الوقف ٣٦٥/٤ كراچی)

وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ في ذٰلک المسجد، وفي موضع آخر

ولا یکون مقصورًا علی هٰذا المسجد. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۵/۳۳۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا سامان اجتماعات میں لے جانا؟

سوال (۳۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی بجلی کا موٹر، بالٹیاں، شامیانہ اور صفیں مسجد سے دور لے جا کر اِجتماع گاہ کے سستے ہوٹل میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کے لئے لے گئے، اور پھر یہ تمام چیزیں مسجد ہی میں لاکر رکھ دیں، جب کہ مسجد کی صفیں ٹوٹ گئیں، اِس نقصان کی وجہ سے نئی صف مسجد کو خرید کر دے دی گئی، تو ایسا کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے کسی بھی سامان کو اِجتماعات وغیرہ میں استعمال کرنا درست نہیں ہے، صورتِ مسئولہ میں مسجد کا جو نقصان ہوا ہو، اُس کی پوری تلافی کرنا ضروری ہے، محض ایک صف دینا کافی نہیں۔

ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجدٍ اٰخر، سواء کانوا یصلون فیه أو لا، وهو الفتویٰ. (شامي / مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره ٤/٣٥٨ کراچی، ٦/٥٤٨ زکریا، کذا في البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المساجد ٥/٤٢١ زکریا، خلاصة الفتاویٰ / الفصل الرابع في المسجد ٤/٤٢ سهیل اکیڈمی لاهور، الفتاویٰ التاتارخانیة / مسائل وقف المساجد ٥/٨٤٦ إدارة القرآن کراچی)

لأن شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم شرط الواقف کنص الشارع أي في وجوب العمل. (الأشباه والنظائر ١/٣٠٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۶/۱۴۱۴ھ

مسجد کی صفوف اور لوٹے عیدگاہ میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سبھی نمازی اور عوام اتفاق کرلیں کہ مسجد کی صف اور لوٹا وغیرہ نماز عیدین کے لئے عیدگاہ میں استعمال کیا جائے، تو کیا یہ جائز ہے؟ مسجد کے امام صاحب آداب المساجد مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں درست نہیں؛ لیکن وکیل صاحب کہتے ہیں کہ صفوف مسجد اور لوٹا وغیرہ نماز اور نمازی کے لئے ہیں، اور یہی کام عیدگاہ میں ہوتا ہے؛ اس لئے کوئی حرج اور خرابی نہیں، رہا ''آداب المساجد'' کا حوالہ تو اس میں ممانعت کی کوئی وجہ مذکور نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''آداب المساجد'' میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ درست ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ واقف نے ان اشیاء کو صرف مسجد کے لئے ہی وقف کیا ہے، دوسری جگہ کے لئے نہیں؛ لہٰذا غرض واقف کے خلاف عیدگاہ میں ان کا استعمال درست نہ ہوگا، اور وکیل صاحب کا یہ استدلال غلط ہے کہ دونوں جگہ کام ایک ہی ہوتا ہے؛ اس لئے ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ استعمال کرلی جائے؛ کیوں کہ اگر وکیل صاحب کی بات صحیح مان لی جائے تو کسی بھی مسجد کا سامان محفوظ نہ رہے گا، اور ایک مسجد والے دوسری مسجد کا سامان اٹھالے جائیں گے اور کہیں گے کہ دونوں جگہ نمازی ہیں اور دونوں جگہ عبادت ہی کا کام ہوتا ہے، ہاں اگر واقفین نے وقف کرتے وقت صراحۃً یا دلالۃً یہ نیت کی ہو کہ یہ اشیاء عیدگاہ میں بھی استعمال کی جائیں گی، تو پھر وہ چیزیں مسجد اور عیدگاہ دونوں جگہ استعمال کی جاسکتی ہیں۔

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، وهو مالک فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية. (رد المحتار / مطلب: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ۳۴۳/۴ دار الفکر بیروت، ۵۲۷/۶ زکریا)

وإذا أراد أن يصرف شيئًا من ذٰلک إلى إمام المسجد أو إلى مؤذن

المسجد، فليس له ذٰلک، إلا إن کان الواقف شرط ذٰلک في الوقف، کذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية، کتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني ۲/۴۶۳ زکريا، وکذا في خلاصة الفتاویٰ، کتاب الوقف / الفصل الرابع في المسجد وأوقافه ومسائله ۴/۴۲۶ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدوں کے موقوفہ تالاب کی آمدنی عیدگاہ پر خرچ کرنا؟

سوال (۳۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں دو مسجدیں اور ایک عیدگاہ ہے، گاؤں کے کچھ لوگوں کا تالاب ہے، اُن لوگوں نے وہ تالاب مسجد میں دے دیا کہ دونوں مسجدوں کی جانب سے مچھلیاں ڈلوادو اور آمدنی دونوں مسجدوں میں لگادو۔ صورت یہ ہوئی کہ دونوں مسجدوں کے بعض ذمہ داروں نے بیٹھ کر تالاب والوں سے تالاب مسجد کے نام لکھوا کر ٹھیکہ پر اٹھا دیا اور ٹھیکہ داروں نے پیسہ بھی ادا کردیا، اب گاؤں کے کچھ لوگ اور کچھ تالاب والوں کی رائے یہ ہورہی ہے کہ عیدگاہ میں ضرورت زیادہ ہے؛ لہٰذا وہ تالاب عیدگاہ کے نام کرکے آمدنی عیدگاہ کی تعمیر وغیرہ میں لگادی جائے، کیا مسجد کے نام لکھ دینے کے بعد اَب عیدگاہ کو وہ تالاب دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ سب تالاب والے بھی راضی ہوگئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ مذکورہ تالاب گاؤں کی دو مسجدوں کے نام وقف کردیا گیا ہے، تو اب اُس کو عیدگاہ کی طرف منتقل کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، اس تالاب کی آمدنی صرف مذکورہ مسجدوں ہی پر خرچ کرنی لازم ہے۔

فإذا تم ولزم لا يملک ولا يملک ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، کتاب الوقف / قبيل: مطلب مهم فرّق أبو يوسف بين قوله: موقوفة، وقوله: فموقوفة علی فلان ۴/۳۵۱ کراچی، ۶/۵۳۹ زکريا)

اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسةً ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذٰلک، أي الصرف المذکور. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤ کراچی، البحر الرائق / کتاب الوقف ٢١٦/٥ کوئٹه، مجمع الأنهر / کتاب الوقف ٥٩٦/٢ دار الکتب العلمیة بیروت)

بعث شمعًا في شهر رمضان إلی مسجد، فاحترق وبقي منه ثلثه أو دونه، لیس للإمام ولا للمؤذن أن یأخذ بغیر إذن الدافع. ولو کان العرف في ذٰلک الموضع أن الإمام والمؤذن یأخذه من غیر صریح الإذن في ذٰلک فله ذٰلک.
(البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المساجد ٤١٩/٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۹ھ

ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں والوں نے مل کر ایک خاص مسجد کے لئے چندہ کیا، اِسی طرح کسی خاص مسجد کو قرآن وغیرہ ہدیہ کیا، اَب اِن چیزوں کو دوسری مسجد میں لگانا اور صرف کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کرنے کی اِجازت نہیں ہے۔

وإن اختلف أحدهما بأن بنی رجلان مسجدین أو رجل مسجدًا ومدرسةً ووقف علیها أوقافًا لا یجوز له ذٰلک أي الصرف المذکور. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في نقل انقاض المسجد ٥٥١/٦ زکریا، کذا في البحر الرائق / کتاب الوقف ٢١٦/٥-٢١٧ کوئٹه،

منحة الخالق / كتاب الوقف ٥/ ٥٥١ كراچی، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٢/ ٥٩٦ دار الكتب العلمية بيروت)

البتہ ایک مسجد کا قرآن دوسری مسجد میں اس وقت استعمال کرنا یا منتقل کرنا درست ہے جب کہ اِس مسجد کی ضرورت سے زائد ہو، یا وہاں پر استعمال میں نہ آتے ہوں۔

إن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصورًا على هٰذا المسجد، وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للإنتفاع بها. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوقف ٦/ ٥٥٨ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/ ٣٣٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ

١٠/ ١/ ١٤٢٢ھ

ایک مسجد کیلئے جمع شدہ روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا؟

سوال (٣٦١): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ غیر مسلموں نے مسجد بنانے سے روک دیا ہے، اب جہاں اپنی آبادی ہے وہاں مسجد تعمیر ہو رہی ہے، تو سب لوگوں کی خواہش ہے کہ اس میں یہ جمع شدہ رقم لگ جائے، شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں ایک مسجد کا روپیہ پیسہ اور سامان وغیرہ ضرورت کی بنا پر دوسری مسجد میں منتقل کر سکتے ہیں؛ لیکن مسجد کی زمین کو منتقل کرنا یا بیچنا جائز نہیں ہے۔

ولو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس عنه لايعود إلى ملك الواقف عند أبي يوسف، فيباع نقضه بإذن القاضي، ويصرف ثمنه إلى بعض المساجد. (شامي، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/ ٥٤٩ زكريا)

وعن الثاني: ينقل إلى مسجد آخر بإذن القاضي ...... حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف

وقف الـمسـجـد والـربـاط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض. (الدر المختار / كتاب الوقف ٣٥٩/٤ كراچی، ٥٤٩/٦ زكريا)

وسـئـل شـمس الأئمة الحلواني عن مسجد أو حوض خرب، ولا يحتاج إليـه لتفـرق الـنـاس: هـل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ قال: **نعم**. (الـفتـاوىٰ التـاتـارخـانية، كتاب الوقف / الفصل الرابع والعشرون في الأوقات التي يستـغني عنهما ٨٧٧/٥ إدارة الـقـرآن كراچی، ١٩٦/٨ رقم: ١١٦٢٤ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتـاب الـوقف / البـاب الثـالـث عشـر فـي الأوقـاف التـي يستـغني عنها الخ ٤٧٨/٢ زكريا، وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب: فيما لو خرب المسجد أو غيره ٣٥٩/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۴/ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں خارجی تصرف کرنا

مسجد کے منبر ومحراب اور صفِ اول کو منہدم کر کے دوکان بنانا؟

سوال (۳۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دموسومہ ہری چگوں والی اَصالت پورہ میں واقع ہے، جس میں نماز پنج وقتہ وجمعہ وعیدین ہوتی ہے، اور کثیر تعداد میں قرب وجوار ودیگر محلوں سے لوگ نماز ادا کرنے آتے ہیں، منتظمین مسجد؛ مسجد کی آمدنی بڑھانے کی غرض سے مسجد کے منبر ومحراب وصفِ اول کو منہدم کر کے اُس جگہ پر دوکانوں کی تعمیر کا منصوبہ رکھتے ہیں، جب کہ مسجد سے ملحق چار دوکانیں دو بیٹھک وبالائی کمرے مسجد کی عمارت کا حصہ ہیں، براہِ کرم شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد شرعی کے کسی بھی حصہ کو منہدم کر کے اُس جگہ دوکانیں وغیرہ بنانا قطعاً جائز نہیں ہے، جو لوگ مسئولہ مسجد میں ایسی تبدیلی کا منصوبہ رکھتے ہیں اُنہیں اپنے عمل سے باز آنا چاہئے اور مسجد کے بارے میں اَحکامِ شریعت پر عمل کرنا چاہئے، اگر مسجد کو آمدنی کی ضرورت ہو، تو اس کے لئے جائز طریقے اختیار کئے جائیں۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (الدر المختار) وأما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذٰلک البناء؛ فإنه لا يمكن من ذٰلک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ۳۵۸/۴ كراچی، ۵۴۸/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۸ھ

مسجد کی سطح زمین کھود کر دوکان بنانا؟

سوال (۳۶۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قطعہ مسجد پختہ منزل بالائی پر قائم ہے، مسجد کے نیچے منزل زیریں میں بجانبِ جنوب لب سڑک مسجد کی پرانی دوکانیں ہیں، اور مسجد کے نیچے بجانبِ شمال جدید تعمیر ہوئے مسجد کے گودام ہیں، جو زیر کرایہ داری کرایہ دار ہیں، مسجد کی زیریں منزل میں سمتِ شمال وجنوب کہ اُن کی دوکانوں کی کچھ گہرائی بجانبِ شمال مٹی کی سطح کاٹ کر بڑھادی جائے، تو وہ شرحِ کرایہ بڑھا کر دوگنا کردیں گے، جس سے مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور صرفہ مسجد میں آسانی ہوگی؛ لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کی گہرائی بڑھانے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی ٹھوس سطح مسجد ہی کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اُسے کھود کر وہاں دوکان بنانا جائز نہیں ہے۔

لأنہ مسجد إلی عنان السماء (الدر المختار) وفي الشامي: وکذا إلی تحت الثریٰ کما في البیري عن الإسبیجابي. (الدر المختار مع الشامي ۶۵۶/۱ کراچی، ۴۲۹/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ شرعی میں سے دو صفیں کم کرکے وضوخانہ بنانا؟

سوال (۳۶۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پنچایتی مسجد محلّہ نیل گراں شہر جے پور کی تفصیل یہ ہے کہ اِس مسجد کا رقبہ بڑا ہے؛ لیکن بہت سالوں پہلے نمازیوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اصل مسجد جہاں تک صفیں لگتی تھیں بہت چھوٹی تھی؛ لیکن نمازیوں کی تعداد جیسے جیسے بڑھتی گئی ویسے ویسے مسجد کی صفیں لگتی ہیں، معتکف مسجد سمجھ کر جاتے

آتے ہیں اور عبادت وتلاوت وغیرہ کرتے رہتے ہیں، کھانا وغیرہ کھاتے ہیں، تیرہ صفوں تک ہے، پیچھے کی طرف وضوخانہ ہے، استنجا خانہ الگ، حی علی الفلاح کی طرف بہت جگہ ہے، دو کانیں بھی علاحدہ، مکتب بھی ہے، امام مؤذن کے حجرے جو اصل مسجد سے باہر ہیں، موجودہ حالات یہ ہیں کہ مسجد کی عمارت چوں کہ بہت قدیم تھی، اس لئے اُس کو شہید کرکے از سرِ نو تعمیر ہونے جارہی ہے، پہلے اصل مسجد تیرہ صفوں تک متعین کردی گئی تھی، موجودہ انتظامیہ اس میں سے دو صفوں کی جگہ کم کرکے متعینہ مسجد کی دو صفوں میں وضوخانہ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اور حی علی الفلاح کی طرف مسجد بڑھانا چاہتی ہے، مطلب یہ ہے کہ متعینہ مسجد کی پیچھے سے کم کرکے دو صفوں میں وضوخانہ بنانا چاہتی ہے اور اس کے بدلے حی علی الفلاح کی طرف مسجد بڑھانا چاہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس استفتاء میں مذکور موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کیا متعینہ مسجد کی دو صفیں کم کرے، وضوخانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اصل مسجد میں کچھ صفیں کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مکمل ومفصل جواب عنایت فرمائیں کہ موجودہ صورتِ حال میں ہم کیا کریں؟ انتظامیہ کا یہ عمل کہاں تک درست ہے؟ جب کہ وضوخانہ وغیرہ کے لئے مسجد کے رقبے میں اچھی خاصی جگہ موجود ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حصہ پہلے سے مسجدِ شرعی میں داخل کیا جاچکا ہے، اُسے مسجد سے خارج کرکے وہاں کچھ اور تعمیر کرنے کی اِجازت نہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں متعینہ مسجد میں سے دو صفیں کم نہ کی جائیں، اور وضوخانہ وغیرہ مسجد کے خارجی حصہ میں ہی بنایا جائے۔

أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع (الدر المختار) وأما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذٰلک البناء؛ فإنه لا يمكن من ذٰلک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ۳۵۸/٤ كراچی، ٥٤٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۰/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدودِ مسجد کے ایک حصہ کو مصلی الجنائز قرار دینا؟

سوال (۳٦۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بڑی مسجد کے صحن میں ایک مکان تھا جس کو خرید کر مسجد ہی میں شامل کردیا، مکان منہدم کرنے کے بعد ایک سال تک وہ مسجد ہی کے حدود میں رہا، اور اُس میں عیدین والوداع کی نماز بھی ہوئی، اَراکین کے بعض اَحباب کو خیال آیا کہ اِس مسجد میں جنازہ کی نماز ہونی چاہئے، اور چوں کہ جنازہ کی نماز مسجد میں مکروہ ہے، اس لئے اس حصہ کو مسجد کے حدود سے خارج کردیا ہے، آیا اس حصہ کو عرصہ سے مسجد کے حدود میں رکھا، اس پر نمازیں بھی ہوئیں، اب اس کو جنازہ کی نماز کے لئے خارج کرنا اور اس کی نشان دہی یعنی علامت متعین کرنا ازروئے شریعت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ خرید کردہ مکان شرعی مسجد کی حدود میں داخل کردیا گیا ہے، تو اب اُسے خارج نہیں کیا جاسکتا، اور اس جگہ جنازہ کی نماز مکروہ ہوگی۔

وفي الذخيرة: وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف. (شامي / مطلب في أحكام المسجد ٥٤٥/٦)

التسليم في المسجد أن يصلى الجماعة بإذنه، ويشترط مع ذٰلک أن يكون الصلاة بأذان وإقامة جهرًا لا سرًا. ولو جعل رجل رجلاً واحدًا مؤذنًا وإمامًا، فأذن وأقام وصلى وحده، صار مسجدًا بالاتفاق الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٥٥/٢ زكريا)

وتكره صلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروه. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الجنائز ١٦٥/١ زكريا، شامي / باب الجنائز ١٢٦/٣ زكريا)

والحكم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف على الحقيقة الخ. (المبسوط

للسرخسي / باب الحمل والمملوك والكافر ١٥٩/٩ المكتبة الغفارية كوئٹه)

ففي الذخيرة ما نصه: وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف، حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه جماعةً، فإنه يصير مسجدًا. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل ٤١٥/٥-٤١٦ زكريا)

وبالصلاة بجماعة يقع القبض والتسليم بلا خلاف، حتى أنه إذا بنى مسجدًا وأذن للناس بالصلاة فيه يصلي فيه جماعة؛ فإنه يصير مسجدًا، ويشترط مع ذٰلک أن يكون الصلاة بأذان وإقامة جهرًا لا سرًا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / مسائل وقف المساجد، الفصل الحادي والعشرون في المساجد ٨٣٩/٥ إدارة القرآن کراچی، ١٥٦/٨ زكريا، وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف / فصل ٢٣٣/٦ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے قبلہ کی جانب سوئمنگ پل بنانا؟

سوال (۳۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے قبلہ کی جانب مسجد سے ہٹ کر ایسی جگہ پر جس سے مسجد کا کوئی تعلق نہیں ہے، سوئمنگ پل (نہانے کا تالاب) بنانا؛ تاکہ اُس کی آمدنی مسجد کے لئے استعمال ہو، اِن شرائط کے ساتھ کہ وہاں پانی، پان پراگ، بیڑی، سگریٹ اور شراب وغیرہ نشہ آور چیزیں نہیں ہوں گی، اِن شرائط کے ساتھ سوئمنگ پل بناسکتے ہیں یا نہیں؟ جس کا مجوزہ نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوئمنگ پل میں عموماً بے لباسی ہوتی ہے، اور فواحش کا

ارتکاب ہوتا ہے، اس لئے مسجد کی آمدنی کے واسطے سوئمنگ پل بنانا مطلقاً ناجائز ہے، اور محض بیڑی سگریٹ اور شراب وغیرہ کی ممانعت کرنے سے اُس کے اصل مفاسد میں کوئی کمی نہیں آسکتی؛ لہٰذا اِس سے بہرحال منع کیا جائے گا۔

عن بهز بن حكيم حدثني أبي عن جدي رضي الله عنه قال: قلت يا رسول الله! عوراتنا ما نأتي منها وما نذر، قال: إحفظ عورتک إلا من زوجتک وما ملکت يمينک، قلت: يا رسول الله! إذا كان القوم بعضهم في بعض، قال: إن استطعت أن لا يرينها أحد فلا يرينها، قال: قلت يا رسول الله! إذا كان أحدنا خاليًا؟ قال: فالله أحق أن يستحيي منه من الناس. (شعب الإيمان للبيهقي، باب الحياء / فصل في ستر العورة ١٥٠/٦ رقم: ٧٧٥٣ دار الكتب العلمية بيروت)

دخول الحمام من غير إزار حرام، وإن كان ذٰلک عادة له لا يعدل في شهادته أريد بذلک لم يعرف رجوعه عن ذٰلک، وإلا فالدخول من غير إزار مرة واحدة يكفي لسقوط العدالة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع والعشرون في دخول الحمام ٣٦٣/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت کے وقت مسجد کا کچھ حصہ سڑک میں شامل کرنا؟

سوال (۳٦۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاویٰ عبدالحیٔ کے ص: ۱۷۱ پر ''الاشباہ والنظائر'' کے حوالہ سے لکھا ہوا ہے کہ سڑک کے تنگ ہونے کی صورت میں کشادہ مسجد کی کچھ زمین سڑک میں شامل کر لینا جائز ہے، عبارت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جماعت خانہ یا محراب میں سے بھی کچھ حصہ شامل کر سکتے ہیں، اس عبارت کا مطلب اور مفتی بہ قول کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس بارے میں فقہاء کے دونوں طرح کے اَقوال ہیں، بعض میں گنجائش ہے اور بعض میں نہیں، تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے جو اصل مسجد کا حصہ نہیں؛ بلکہ توابع میں سے ہو، اُس کو ضرورت کے وقت راستہ میں شامل کرنے کی اجازت ہو اور جو حصہ اصل مسجد میں شامل ہو اُس کی اجازت نہ دی جائے۔ مصلحت کا تقاضہ یہی ہے، ورنہ تو لوگ معمولی بہانوں سے مسجد کی حرمت کو پامال کرنے لگیں گے۔

ویؤیده ما في التاتارخانية عن فتاویٰ أبي الليث، وإن أراد أهل المحلة أن يجعلوا شيئًا من المسجد طريقًا للمسلمين، فقد قيل: ليس لهم ذٰلك، وإنه صحيح، ثم نقل عن العتابية عن خواهرزاده: إذا كان الطريق ضيقًا والمسجد واسعًا، لايحتاجون إلى بعضه تجوز الزيادة في الطريق من المسجد؛ لأن كلها للعامة، والمتون على الثاني فكان هو المعتمد. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا ٥٧٦/٦ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٥٨/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱۱/۲۸ھ

مسجد کے طاق کے اوپر سے اپنے زینہ کی چھت نکالنا؟

سوال (۳۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا مکان ٹھیک مسجد کے پیچھے واقع ہے، اور اب تک کوئی شکوہ شکایت نہ تھی اور کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں تھی، اب زید نے اپنے زینہ کی چھت ٹھیک مسجد کے بیچ طاق کے اوپر سے نکال لی ہے، اب مسجد کی بیچ طاق زید کے زینہ کے نیچے آگیا ہے، نیز لوگوں میں بدامنی پھیلتی جارہی ہے، ہر جگہ اسی بات کا ذکر ہے؛ لہٰذا اِلتماس ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی زمین کے اندر اپنے مکان کی دیوار کھڑی کرنا یا اس پر اپنے مکان کی چھت بنانا، الغرض کسی طرح کا بھی تصرف کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، فقہاء نے مسجد کی دیوار پر کسی چھت کی کڑی تک رکھنے کو منع فرمایا ہے۔

وفي الهندية: قيمُ المسجد لا يجوز له أن يبني حوانيت في حد المسجد أو في فنائه؛ لأن المسجد إذا جعل حانوتًا ومسكنًا تسقط حرمته، وهٰذا لايجوز، والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به، الفصل الثاني ٤٦٢/٢ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۲/۲/ ۱۴۱۱ھ

مسجد کی موقوفہ زمین پر ذاتی مکان بنانا؟

سوال (۳٦۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جس کی زمین بکر نے وقف کی ہے اور اب زید نے اُس زمین پر قبضہ کر کے اپنا مکان بنالیا ہے، اور وہ پھوس کا مکان ہے، جسے توڑ دینے سے صاحب مکان کو کوئی نقصان نہیں ہے، اور اب زید اس زمین کے بدلہ میں سڑک کی زمین دے رہا ہے، اور زمین وقف کرنے والا انتقال کر گیا اور اس زمین کا کاغذ مسجد کے نام سے بن چکا ہے، اگر وہ قبضہ کی ہوئی زمین زید کے ہی حوالہ چھوڑ دی جائے، تو آپس میں انتشار کا خطرہ ہے؛ لہٰذا اِس صورت میں شریعتِ مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکر نے جو زمین مسجد کے لئے وقف کی ہے، اِس زمین پر زید کا مکان بنانا شریعت کی رو سے درست نہیں ہے، اور وہ زمین مسجد ہی کی رہے گی۔ ذمہ دار حضرات کو بیچ میں ڈال کر مسجد کی زمین خالی کرالی جائے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

وفي الشامي: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ ٦٦٥/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے موقوفہ مکان پر قبضہ کرکے ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۳۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مسجد کے نام مکان خریدا گیا یا مسجد میں وقف کیا گیا ہو، پھر کوئی شخص اس مکان پر قبضہ کرکے مسجد کے مفاد سے ہٹ کر اپنے ذاتی استعمال میں رکھے، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی ملکیت یا مسجد کا موقوفہ مکان بلا استحقاق اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۴۶/۱۳)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ ٣٥٢/٤ دار الفكر بيروت، ٥٣٩/٦ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی خالی زمین میں نرسری کھولنا؟

سوال (۳۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد کی زمین میں جو مسجد کے بغل میں زائد پڑی ہوئی ہے، نرسری کھولنا درست ہے، اگر نہیں تو کیا کرایہ پر لے سکتے ہیں، اور اس پر نرسری کے لئے عمارت بنا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی زائد زمین کرایہ پر دی جاسکتی ہے، اور مسجد کا کوئی نقصان نہ ہو تو اُس میں نرسری بنانے میں بھی حرج نہیں ہے۔

وفي الضیاع: یجوز إلی ثلٰث سنین إلا إذا کانت المصلحة في عدم الجواز، وهٰذا أمر یختلف باختلاف المواضع واختلاف الزمان. (شامي، کتاب الوقف / فصل: یراعي شرط الواقف في إجارته ٤٠١/٤ کراچی، ٦٠٦/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۷/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین میں قبرستان بنانا؟

سوال (۳۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد کی زمین میں قبرستان بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی موقوفہ زمین کو قبرستان بنانا درست نہیں ہے۔

لأن شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم: شرط الواقف کنص الشارع، أي في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة. (الأشباه والنظائر، کتاب الوقف / الفن الثاني: الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن کراچی، شامي / کتاب الوقف ٦٤٩/٦ زکریا)

وفي الشامي: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ ٦/٦٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے تہ خانہ کو پارکنگ میں استعمال کرنا؟

سوال (۳۷۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں اجتماعات اور اجلاس کے وقت حاضرین کی گاڑیاں موٹر سائیکل وغیرہ مسجد کے ہی تہ خانہ میں کھڑی کردی جاتی ہیں، تو کیا مسجد کے تہ خانے کو اس تصرف میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شروع ہی سے مسجد کے تہ خانہ کو پارکنگ کے مقصد کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کی چھت پر مسجد شرعی بنالی گئی تھی، تو ایسی صورت میں یہ تہہ خانہ مسجد شرعی نہ بنے گا؛ بلکہ مصالح مسجد میں شمار ہوگا، اور وہاں نمازیوں کی گاڑیاں وغیرہ کھڑی کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا؛ لیکن گاڑی کھڑی کرنے پر مناسب کرایہ ادا کرنا چاہئے، جیسا کہ مسجدِ نبوی کے اَطراف میں بنی ہوئی زیر زمین پارکنگ میں گاڑیاں کھڑی کرنے پر کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جائز كمسجد القدس.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٦/٥٤٧ زكريا)

إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامة المسلمين، صار ذٰلک للّٰہ تعالیٰ أیضًا ...... لو جعل تحته حانوتًا، وجعله وقفًا على المسجد، قيل: لا يستحب ذٰلک، ولكنه لو جعل في الابتداء هٰكذا صار مسجدًا، وما تحته صار وقفًا عليه، ويجوز المسجد والوقف الذي تحته. (حاشية

الشلبي علی تبیین الحقائق / کتاب الوقف ٤/ ٢٧١ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۷/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی موقوفہ زمین کو ہڑپ کرنے والے کی سزا؟

سوال (۳۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص مسجد کی وقف کردہ زمین ہڑپ کرلے، یا اُس کی پیداوار کو اپنے مصرف میں لے آئے، تو اُس کے لئے شرعی سزا کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقوفہ زمین پر ناحق قبضہ کرنا یا اُس کی پیداوار اپنے صرفہ میں لانا سخت گناہ ہے، اسلامی حکومت میں ایسے شخص کو قاضی سزا دے سکتا ہے؛ لیکن جہاں اسلامی حکومت نہیں، وہاں اُس شخص کو توبہ واستغفار کرنا اور جتنا مال خرچ کیا ہے، اُس کے بقدر مسجد کو ضمان دینا ضروری ہوگا۔

عن السائب بن یزید عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا یأخذ أحدکم عصا أخیه لاعبًا جادًّا، فمن أخذ عصا أخیه فلیر دها إلیه. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یُروِّع مسلمًا ٢/ ٣٩ رقم: ٢١٦٠، سنن أبي داؤد، کتاب الأدب / باب من یأخذ الشيء علی المزاح رقم: ٥٠٠٣ دار الفکر بیروت)

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: علی الید ما أخذتْ حتی تُؤدِّیه. (سنن أبي داؤد، کتاب الإجارة / باب في تضمین العاریة رقم: ٣٥٦١ دار الفکر بیروت، سنن الترمذي رقم: ١٢٦٦، سنن ابن ماجة / باب العاریة ١٧٣ رقم: ٢٤٠٠ دار الفکر بیروت)

عن یعلیٰ بن مرة قال: ...... سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

يـقـول: مـن أخـذ أرضًا بغير حقها كُلِّف أن يحمِل تُرابها المحشرَ. (المسند للإمام أحـمـد بـن حـنبـل ١٧٢/٤، لـمـعات التنقيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية ٦٢٦/٥-٦٣٢ رقم: ٢٩٤٨- ٢٩٥٠-٢٩٥٩ دار النوادر)

ولـو غـصبهـا من الواقف أو من واليها غاصب فعليه أن يردها إلى الواقف فـإن أبـى وثبـت غـصبه عند القاضي حبسه حتى رد؛ فإن كان دخل الوقف نقص عزم النقصان ويصرف إلى مرمة الوقف. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب التاسع في غصب الوقف ٤٤٧/٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۷/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد پر غیر مسلموں کا غاصبانہ قبضہ کرنا؟

سوال (۳۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد مرزا لدھیانہ بازار میں واقع ہے، ۱۹۴۷ء سے اس مسجد میں ریفیوجیوں کے پانچ خاندان بھگوان داس وغیرہ رہائش پذیر ہیں، انہوں نے مسجد مذکور میں ہر ممکنہ ردو بدل کرکے اُس کی شکل بھی بدل ڈالی ہے، یہ مسجد ایک رہائشی مکان اور بڑی دوکان بن کررہ گئی ہے۔ بورڈ کے قیام سے قبل کسٹوڈین کے زیر انتظام تھی، جس نے بھگوان داس وغیرہ کو معمولی کرایہ پر الاٹ کردی تھی، قانونی پیچیدگیوں اور ملک کے خصوصی حالات کے پیشِ نظر مسجد کی واگذاری ممکن نظر نہیں آتی، لدھیانہ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود ہے اور تجارت کے سلسلہ میں بہت سے مسلمانوں کی ہمہ وقت آمد ورفت رہتی ہے، اس وجہ سے اس علاقہ میں مسجد کی سخت ترین ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

لدھیانہ میں مسلمانوں کی تعداد کی بہ نسبت مساجد کی کمی ہے، ایک سو سے زیادہ مساجد ختم کی جاچکی ہیں، اس ضمن میں وقف بورڈ بھی کچھ نہ کرسکا۔

یادرہے کہ اس مسجد کی واگذاری کے سلسلہ میں ''مسلم سدھار کمیٹی لدھیانہ'' کی جانب سے عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کیا جو خارج ہوگیا، اور جب مسجد کی واگذاری کے سلسلہ میں مسلمانوں نے بھگوان داس اور دیگر رہائش پذیر لوگوں سے بات چیت کی اور اس مسئلہ کا حل یہ نکالا کہ اگر وقف بورڈ مسجد مذکور میں رہنے والوں کو ان کی مرضی کے مطابق تعمیر کی اجازت دیدے، تو وہ اس تعمیر شدہ عمارت پر مسجد بنانے پر کوئی اعتراض نہ کریں گے، اور بورڈ کو کرایہ بھی معقول ادا کرنے لگیں گے، اور ہمیں امید ہے کہ آگے چل کر کرایہ دار خود قبضہ دے دیں، یا کچھ معاوضہ دے کر خالی کرالیں گے، اس طرح مسجد بھی تعمیر ہوجائے گی اور نچلی تعمیر مسجد ہی کی ملکیت ہوگی اور اس کی آمدنی سے مسجد خود کفیل بھی ہوجائے گی۔ فتویٰ صادر فرمائیں کہ حالات اور واقعات کی رو سے کیا ایسا معاہدہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسجد بنالی جائے تو وہ جگہ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان تک مسجد ہی شمار ہوتی ہے، اور امتدادِ زمانہ کے باوجود اس کے مسجد ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

لأنه مسجد إلى عنان السماء (الدر المختار) وكذا إلى تحت الثرىٰ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی، ٢٨/٢؛ زكريا)

لہٰذا حسبِ تحریر سوال صورتِ مسئولہ میں مسجد پر غیر مسلموں کا قبضہ غاصبانہ ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طور پر بھی ممکن ہوسکے مسجد پر سے ان کے قبضہ غاصبانہ کو ہٹانے کی سعی کریں اور فی الحال مسجد کے جس حصہ پر بھی قبضہ مل جائے اُسے حاصل کر کے وہاں نماز وغیرہ شروع کردیں اور پوری مسجد کی واگذاری کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہیں۔ (مستفاد: کفایۃ المفتی ۲۸۰/۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۲۵ھ

مسجد کی دوکان پر کرایہ دار کا غاصبانہ قبضہ کرنا؟

سوال (۳۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد نئی بازار محمود آباد میں ایک پرانی مسجد تھی، جو مصلیوں (نمازیوں) کے لئے ناکافی تھی، جس کی وجہ سے اُس کی توسیع کا کام شروع ہوکر تکمیل کے قریب ہے، مسجد کے اگلے حصہ میں ایک دوکان ہے، جو ایک صاحبِ ایمان کے پاس بطور کرایہ ہے، اور وہ دوکان زیر تعمیر مسجد کے کام میں رکاوٹ کا سبب ہے؛ کیوں کہ اس سے مسجد کی تعمیر ناقص ہورہی ہے، اُن سے دوکان خالی کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ دوکان خالی نہیں کررہے ہیں، نیز کئی سالوں کا کرایہ بھی ادا نہیں کیا ہے۔ مزید یہ کہ مقدمہ بھی دائر کرچکے ہیں اور کمیٹی کو طرح طرح سے ستاتے وپریشان کرتے ہیں اور مسجد کے تعمیر ہونے میں روڑہ بنے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ اُن کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجد کی دوکان خالی نہیں کریں گے؛ بلکہ مسجد اڑادیں گے، ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز مسلمانوں سے ان کا بائیکاٹ کرنا اور قطع تعلق کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی دوکان پر مذکورہ کرایہ دار کا قبضہ کرنا اور ضرورت کے باوجود دوکان خالی نہ کرنا؛ بلکہ مسجد کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دینا بدترین جرم ہے، شہر کے بااثر افراد پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کے غاصبانہ قبضہ سے مسجد کو چھٹکارا دلائیں اور اُس کے لئے ہر ممکن اقدامات کریں، قطع تعلق کرنا اس دور میں زیادہ مفید نہیں ہے، اس لئے اس میں احتیاط لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۰۶)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۱٤]

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [ھود، جزء آیت: ۱۱۳]

قال الشيخ كمال الدين ابن الهمام: ولا يخفى أن امتياز الإمام مقررٌ مطلوبٌ في الشرع في حق المكان حتى كان التقدم واجب عليه، وغاية ما هناك كونه في خصوص مكان ولا أثر لذٰلک، فإنه بنى في المساجد المحاريب من لدن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ولو لم تُبن كانت السنة أن يتقدم في محاذاة ذٰلک المكان؛ لأنه يحاذي وسط الصف وهو المطلوب؛ إذ قيامه في غير محاذاته مكروه. (غنية المستملي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي الكبير، كتاب الصلاة / فصل في ما يكره فعله في الصلاة فروع ٣٦١ لاهور)

ولا يخفى أن امتياز الإمام مقرر مطلوب في الشرع في حق المكان، حتى كان التقدم واجبًا عليه، وغاية ما هنا كونه في خصوص مكان، ولا أثر لذٰلک؛ لأنه يحادي الصف وهو المطلوب؛ إذ قيامه في غير محاذاة مكروه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٤٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

افسران کا مسجد کا حصہ سڑک کی توسیع میں شامل کرنا؟

سوال (۳۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر مکند نگر احمد نگر ضلع احمد نگر، مہاراشٹر کی معراج مسجد میں بائیں طرف روڈ (سڑک) بن رہی ہے، اس سرکاری روڈ کے ذمہ داران مسجد کے جماعت خانہ سے تقریباً پندرہ فٹ زمین کا مطالبہ کررہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ سڑک کی تعمیر کے لئے دے دینا چاہتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد کی دائیں سائڈ مسجد کی اپنی آراضی دس ہزار اسکوئر فٹ موجود ہے، اس کی طرف مسجد کی توسیع بھی کرنے کی گنجائش ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں سرکاری ذمہ داران کا یہ دعویٰ کرنا

کہ سرکاری زمین مسجد میں داخل ہوگئی ہے، اِس دعویٰ کی سرکاری کاغذات کے اعتبار سے تصدیق کی ضرورت ہے، اگر ان کے دعویٰ کی تصدیق ہوجاتی ہے، تو مقامی علماء و ذمہ داران کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں، اور اگر ان کے دعویٰ کی تصدیق نہیں ہوسکتی تو مسجدِ شرعی کا کوئی بھی حصہ اپنی مرضی سے سڑک میں شامل کرنے کے لئے چھوڑنا قطعاً جائز نہ ہوگا، اور شہر کے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ جہاں تک ہوسکے مسجد کے تحفظ کے لئے کوشش کریں۔

فإذا تم ولزم لايملک ولا يعار ولا يرهن. (تنوير الأبصار) **وفي الشامي: قوله لايملک: أي لايكون مملوكًا لصاحبه ولا يملک أي لايقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه.** (شامي، كتاب الوقف / قبيل مطلب في شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهنٍ ٦/٥٣٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۶/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آدابِ مساجد

مسجد کو گذرگاہ بنانا

مسجد میں دوڑ لگانا؟

سوال (۳۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر امام یا کسی شخص کا بھی دوڑ لگانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفریح اور لہو ولعب کے لئے مسجد میں دوڑ لگانا جائز نہیں ہے، مسجد عبادت کی جگہ ہے نہ کہ دوڑنے کی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱؍۴۸۳)

لا یتخذ طریقًا في المسجد بأن یکون له بابان، فیدخل من هٰذا ویخرج من ذٰلک. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المسجد ۳۲۱/۵ زکریا)

رجل یمر في المسجد ویتخذه طریقًا إن کان لغیر عذر لا یجوز. (البحر الرائق، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، فصل: کره استقبال القبلة ۲۲/۱ زکریا، الدر المختار / کتاب الصلاة ۶۵۶/۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۴/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضوخانے کے اُوپر جوتے چپل کے ساتھ جانا؟

سوال (۳۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضوخانہ کے اوپر دوسری منزل میں جو خارجی حصہ ہے، وہاں بیت الخلاء بھی ہے، اور فرش

بھی اچھی نہیں ہے، اور امام صاحب کا کمرہ اوپر دوسری منزل میں بنا ہوا ہے، چٹائی بچھا کر رمضان میں تراویح کی نماز دس یا پندرہ دن میں مکمل ہوتی ہے، اور سال بھر میں کبھی نماز نہیں ہوتی ہے، تو اس حالت میں اوپر چپل جوتیاں پہن کر جانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ حصہ مسجد شرعی سے خارج ہے، تو وہاں چپل پہن کر جانا بے ادبی نہیں ہے، پھر بھی اگر نہ پہنیں تو بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/۲۰۰)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج، جزء آیت: ۳۲]

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي حافيًا ومتنعلاً. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب الصلاة في النعل ۱/۹۶)

عن النعمان بن سلام عن ابن أبي أوس قال: كان جدي أوس أحيانًا يصلي، فيشير إلي وهو في الصلاة، فأعطيته نعليه، ويقول: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي في نعليه. (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة / أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب الصلاة في النعال ۷۲)

من أن دخول المسجد متنعلاً من سوء الأدب. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في أحكام المسجد ۱/۶۵۷ كراچی، كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ۲/۶۱ زكريا)

ودخول المسجد متنعلان مكروه، كذا في السراجية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ۵/۳۲۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صحنِ مسجد کے ایک حصہ کو طلبہ ومدرسین کی مخصوص گذرگاہ بنانا؟

سوال (۳۸۰):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بانی اِدارہ مولانا............ کے مکان سے متصل ایک مسجد ہے، جس کے شمالی جانب ایک حجرہ تھا، جس میں جانے کے لئے صحن مسجد سے گذرنا پڑتا تھا، جب ادارہ قائم ہوا تو طلبہ اُس حجرہ میں رہتے رہے، پھر ادارہ کو ترقی ہوئی تو مسجد کی بھی توسیع ہوئی اور صحن کو بانی ادارہ کے مکان کی شمالی دیوار سے ملادیا گیا، سامنے کا وضوخانہ بھی اس میں شامل کردیا گیا اور جنوبی جانب نیا وضوخانہ بنادیا گیا، پھر مسجد کے پیچھے والا وسیع مکان ادارہ کو مل گیا، جس میں دارالطلبہ تعمیر کیا گیا، جس کا راستہ صحن مسجد ہی تھا، پورے صحن کو گندہ ہونے سے بچانے کے لئے شمالی جانب دیوارِ مکان کے قریب قریب کچھ حصۂ صحن الگ کرکے راستہ بنادیا گیا، جس میں طلبہ گذرتے ہیں، اوراب ناظم دارالاقامہ کی رہائش گاہ دارالطلبہ میں بن جانے کے سبب اُن کے اہل خانہ بھی گذرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ توسیع شدہ صحن مسجد کے ایک مختصر حصہ کو طلبہ ومدرسین کے لئے ہی مخصوص گذرگاہ بنادینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مطلق جائز ہے یا کچھ شرائط ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مسجد کے صحن میں اِضافہ مسجد کی ہی نیت سے کیا گیا تھا، یعنی وہ اضافہ فناءِ مسجد کے بطور نہیں؛ بلکہ اصل مسجد میں شمولیت کی غرض سے تھا؛ لہٰذا اِس اضافہ شدہ حصہ پر بھی مسجد شرعی کے اَحکامات جاری ہوں گے اور مسجد کے کسی بھی حصہ کو گذرگاہ بنانا درست نہ ہوگا۔

وکره تحريمًا ......، واتخاذه طريقًا بغير عذر، وصرّح في القنية بفسقه باعتياده. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی، ٤٢٨/٢ زكريا)

وفي صلاة الجلابي لايتخذ طريقًا في المسجد. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٣٢١/٥ زكريا)

رجل یمرّ في المسجد ویتخذه طریقًا إن کان بغیر عذر لا یجوز. (البحر الرائق / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۲/ ٦٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۱/۱۰/ ۱۴۱۳ھ

مسجد کے متولی کا مسجد کے ایک حصہ کو گذرگاہ بنانا؟

سوال (۳۸۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: متولی مسجد کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ وہ مدرسہ ومسجد کی مصالح کے تحت مسجد کے صحن کے ایک حصہ کو گذرگاہ بنا سکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متولی مسجد و مدرسہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ حرمتِ مسجد کے خلاف کوئی کام کرے، اور مسجد شرعی کے کسی حصہ کو گذرگاہ بنانا حرمتِ مسجد کے خلاف ہے۔

قال في الشامیة: قلت: وبھٰذا علم أیضًا حرمة إحداث الخلوات في المساجد کالتي في رواق المسجد الأموي، ولا سیما ما یترتب علی ذٰلک من تقذیر المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوہ. (شامي ٤/ ٣٥٨ کراچی، ٦/ ٥٤٨ زکریا)

رجل یمرّ في المسجد ویتخذه طریقًا إن کان بغیر عذر لا یجوز. (البحر الرائق / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۲/ ٦٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۱/۱۰/ ۱۴۱۳ھ

مسجد کی دیوار کے متصل مسجد کی زمین میں گذرگاہ کو بند کرنا؟

سوال (۳۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد دو محلوں کے باڈر پر واقع ہے، اور دونوں ہی طرف سے مسجد کا راستہ ہے، اِس

راستہ کی شکل یہ ہے کہ ایک گلی سی چھوٹی ہوئی ہے، یہ آراضی مسجد کی ہی ہے، اور گلی ہونے کی وجہ سے یہ عام راستہ ہوگیا ہے، اس میں سے ہر ایک مذہب کا ہر ایک کردار کا انسان گزرتا ہے، یہاں تک کہ عورتیں بھی گذرتی ہیں، اس مسجد کی کمیٹی اِس عام راستہ کو بند کر کے مسجد میں توسیع کرنا چاہتی ہے، اور اس جگہ پر وضو خانہ بنانا چاہتی ہے، اب کچھ لوگ اس راستہ کو بند کرنے کی مخالفت کر رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ راستہ بند نہیں ہوگا، تو اِس صورت میں مسجد کی کمیٹی شرعی اعتبار سے اس راستہ کو بند کر کے وضو خانہ بنا سکتی ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں اُن کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور یہ راستہ حدودِ مسجد میں ہے یعنی مسجد کی چہار دیواری کے اندر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ آمدورفت کی جگہ جب کہ مسجد کی ملکیت ہے، اور اس کو گذرگاہ بنانے سے مسجد کی بے حرمتی اور نماز وعبادت میں خلل واقع ہوتا ہے؛ لہٰذا اس گذرگاہ کو بند کر کے وہاں مسجد کا وضو خانہ بنانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے؛ تاکہ مسجد کی بے حرمتی پر بند لگ سکے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اس گذرگاہ کو بند کرنے یا وضو خانہ کی تعمیر پر کوئی اعتراض کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۱۷۷)

وکره تحريمًا – إلى قوله – واتخاذه طريقًا بغير عذر. (الدر المختار مع الشامي ۲/ ٤۲۸ زكريا)

لا يتخذ طريقًا في المسجد بأن يكون له بابان، فيدخل من هٰذا ويخرج من ذٰلک. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٥/ ۳۲۱ زكريا)

رجل يمر في المسجد ويتخذه طريقًا إن كان لغير عذر لا يجوز. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ۲/ ٦۲ زكريا، الدر المختار / كتاب الصلاة ١/ ٦٥٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۶/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹی قدیم مسجد کی آخری صف کو ختم کر کے گذرگاہ بنانا؟

سوال (۳۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک چھوٹی مسجد تھی اب اس کو وسعت دی جارہی ہے، مسجد کی آخری صف صدر دروازہ کے سامنے ہے، اس صف کے بعد میں جگہ اتنی تنگ ہے کہ بسا اوقات لوگ مسجد کی صف کے اوپر پیر رکھ کر نکل جاتے ہیں، جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، کیا اِس آخری صف کو ختم کر کے راستہ یا چپل اُتارنے کی جگہ بنادی جائے، جس سے یہ تنگی ختم ہوجائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو حصہ قدیم مسجد میں جماعت خانہ میں شامل تھا، اُسے اب راستہ میں یا چپل اُتارنے کی جگہ میں تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولو خرّب ما حوله واستغنى عنه، يبقى مسجدًا عند الإمام، والثاني أبدًا إلى قيام الساعة، وبه يفتى، حاوي القدسي. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الوقف ۳۵۸/٤ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / فصل في أحكام المساجد ٤٢١/٥ زكريا، فتاویٰ قاضي خان على الهندية / كتاب الوقف ۲۸۸/۳ زكريا)

بخلاف جعل المسجد طريقًا؛ لأن المسجد لا يخرج عن المسجدية أبدًا، فلم يجز لأنه يلزم المرور في المسجد. (شامي ٥٧٦/٦ زكريا)

المعروف عرفًا كالمشروط شرعًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز رقم المادة: ٤٣، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۳۷/۱ المكتبة الحنفية كوئٹه، الأشباه والنظائر / الفن الأول في القواعد، القاعدة السادسة ۲۷۸/۱ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گذرگاہ بننے کے خوف سے نماز کے علاوہ اَوقات میں مسجد کے دروازوں کو بند کرنا؟

سوال (۳۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے جس کے دو راستے ہیں ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب؛ لہٰذا وہ بند رہتے ہیں، نماز کے وقت کھلے رہتے ہیں، اگر نماز کے علاوہ کھلتے ہیں، تو عام راستہ کی شکل میں آجاتے ہیں، تو اس کا کھلا رہنا بہتر ہے یا بند رہنا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کو عام گذرگاہ بنانا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا اگر دونوں دروازوں کو کھولنے سے مسجد عام لوگوں کی گذرگاہ بنتی ہو تو اس پر روک لگانے کے لئے جماعت کے علاوہ اَوقات میں مسجد کے دروازے بند کردئے جائیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۱۵ ڈابھیل)

لا یتخذ طریقًا في المسجد بأن یکون له بابان، فیدخل من هٰذا ویخرج من ذٰلک. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس من کتاب الکراهیة ۵/۳۲۱، الدر المختار مع الشامي، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۲/۴۲۸)

کما کره غلق باب المسجد إلا لخوف علی متاعه به یفتی. (الدر المختار) هذا أولی من التقیید بزماننا؛ لأن المدار علی خوف الضرر، فإن ثبت في زماننا في جمیع الأوقات ثبت کذلک إلا في أوقات الصلاة أو لا فلا، أو في بعضها ففي بعضها، کذا في الفتح. (الدر المختار مع الشامي / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۲/۴۲۸ زکریا، کذا في البحر الرائق / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۲/۵۹ زکریا، کذا في فتح القدیر / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ۱/۴۲۱ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا

مسجد کے آداب اور امام ومقتدی کے اخلاق

سوال (۳۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے ضروری آداب سے آگاہی فرمائیں، نیز امام ومقتدی کے مابین ربط وتعلق اخلاقی حالات کیسے ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے بہت سے آداب ہیں، جن کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے، اُن میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں شور وشغب اور جھگڑا نہ کیا جائے، دنیوی باتیں نہ کی جائیں، بدبودار چیزیں کھاکر مسجد میں نہ جائیں، مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کی جائے، مسجد میں خرید وفروخت نہ کرے، وغیرہ۔

اور امام ومقتدی دونوں کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا لازم ہے، مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ امام کا دل سے احترام کریں، اور امام کو چاہئے کہ وہ اپنے ظاہری اور باطنی کردار اور اخلاق ایسے رکھیں کہ اس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے، اور دل سے اپنے مقتدیوں کی خیرخواہی کا متمنی ہو۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج: ٣٢]

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن البيع والابتياع وعن تناشد الأشعار في المساجد. (سنن أبي داؤد رقم: ١٠٧٩، سنن الترمذي رقم: ٣٢٢، سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب ما يكره في المساجد ص: ١٨٩ رقم: ٧٤٩ دار الفكر بيروت)

عـن واثـلة بـن الأسـقع رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: جـنِّبـوا مسـاجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصـواتـكـم وإقـامة حـدودكـم وسـلَّ سُيـوفكم. واتخذوا على أبوابها المطاهر. وجمِّروها في الجُمعِ. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب ما يكره في المساجد ص: ١٨٩ رقم: ٧٥٠ دار الفكر بيروت)

عـن عـائشة رضـي الـلّٰـه عـنها أنها قالت: أمرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن نُنزل الناس منازلهم. (رواه مسلم في مقدمة صحيحه، الأحاديث المنتخبة في الصفات الست، إكرام مسلم / مكانة المسلم ٢٢٨ رقم: ٤ ٨١)

عـن عـائشة رضـي الـلّٰـه عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المسجد في الدور، وأن ينظف ويطيب. (مرقاة المفاتيح ٢٠٥/٢)

عـن عـمـر بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الشراء والبيع في المسجد. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة ١٥٤/١ رقم: ١٠٧٩)

عـن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه. (سنن ابن ماجة، كتاب الأدب، إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه ٨٣٩ رقم: ٣٧١٢ دار الفكر بيروت)

عـن مـعـقل بن يسار رضي اللّٰه عنه قال أحدّثک حديثًا سمعته من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: فقال: ما من والٍ يلي رعيةً من المسلمين فيموت وهو غاشٌّ لهم؛ إلا حرم اللّٰه عليه الجنة. (صحيح البخاري، كتاب الأحكام / باب من استرعي رعية فلم ينصح ١٠٥٩/٢ رقم: ٦٨٦٨، فتح الباري ٧١٥١)

ورفـع صـوت – وأكـل ونوم – وأكل نحو ثوم ويمنع منه، وكذا كل مؤذ

ولو بلسانه. (الدر المختار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ۲/ ٤٣٤-٤٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں دنیاوی بات چیت کرنا؟

سوال (۳۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری یہ عادت ہوگئی ہے کہ عصر مغرب میں زیادہ، باقی وقت میں کم، مسجد میں دو چار چھ آٹھ پانچ دس آدمیوں کا حلقہ بنا کر پڑھے لکھے بھی بے پڑھے لکھے بھی حاجی بھی عالم بھی حافظ بھی، لوگ نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے سے آ کر دنیوی گپ بات چیت کرتے سوتے ہیں، جب مؤذن تکبیر کہنا شروع کرتے ہیں، تب حلقہ توڑ کر ہم آہستہ آہستہ اُٹھ کر جماعت میں شامل ہوتے ہیں، ہمارا یہ فعل ٹھیک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بلاضرورت دنیوی بات چیت کرنا ممنوع ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [الحج: ٣٢]

عن واثلة بن الأسقع رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: جنِّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم الخ. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب ما يكره في المساجد ص: ١٨٩ رقم: ٧٥٠ دار الفكر بيروت)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا اتخذ الفئ دُوَلاً ...... وظهرت الأصوات في المساجد ...... فليرتقبوا عند ذٰلك ريحًا حمراء وزلزلة وخفا ومسخًا وقذفًا وآيات تتابع كنظام بالٍ قطع سلكه فتتابع. (سنن الترمذي / أبواب الفتن ٢/ ٤٥ رقم: ٢٢١١، الترغيب والترهيب مكمل ٦٢٨ رقم: ٤٥٣٥ بيت الأفكار الدولية)

والسابع أن لا يتكلم فيه من أحاديث الدنيا. (الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس من كتاب الكراهية ٥/ ٣٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۹/۶ھ

مسجد میں ہنسی مذاق کرنا؟

سوال (۳۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد میں ہنسی مذاق کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں ہنسی مذاق کرنا آدابِ مسجد کے خلاف اور ممنوع ہے۔

وصرح في الظهيرية بكراهة الحديث: أي كلام الناس في المسجد، لكن قيده بأن يجلس لأجله ...... أما إن جلس للعبادة، ثم بعدها تكلم، فلا. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٢/ ٦٣ زكريا، وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ١/ ٦٦٢ كراچی)

قوله: بأن يجلس لأجله، فإنه حينئذٍ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ١/ ٦٦٢ كراچی)

والسادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر اللّٰه تعالىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٥/ ٣٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلقہ لگا کر مسجد میں سیاسی وغیر سیاسی باتیں کرنا؟

سوال (۳۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد میں نماز کے وقت، قبل یا بعد چند لوگوں کا حلقہ لگا کر سیاسی وغیر سیاسی دنیوی باتوں میں مشغول ہونا درست ہے؟ اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی ملی معاملہ ہو اور اُس کے متعلق مسجد میں گفتگو کی جائے تو اُس میں کوئی حرج نہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یأتي علی الناس زمان یکون حدیثھم في مساجدھم في أمر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للّٰہ فیھم حاجۃ. (بیہقي ۸۷/۳)

قیل: یجوز الکلام المباح من الدنیا ولا یجوز الکلام المنکر، کالقصص وحکایات الدنیا الکاذبۃ، فقد نقل في الفتاویٰ الھندیۃ عن التمرتاشي: أن الکلام المباح یجوز في المساجد، وإن کان الأولیٰ أن یشتغل بذکر اللّٰہ. (مجموعۃ رسائل اللکنوي، رسالۃ نفع المفتي والسائل / ما یتعلق بالمساجد ۱۸۱/۴ إدارۃ القرآن کراچی)

الکلام المباح في المسجد مکروہٌ یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب ...... ولا بأس أن یتحدث بما لا إثم فیہ ...... ویلازم قراءۃ القرآن والحدیث والعلم والتدریس وسیر النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقصص الأنبیاء وحکایات الصالحین وکتابۃ أمور الدین. (البحر الرائق، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ۵۳۱/۲-۵۳۲ زکریا، فتح القدیر، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ۳۹۸/۲ دار الفکر بیروت)

والسادس أن لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللّٰہ تعالیٰ. (الفتاویٰ الھندیۃ / الباب الخامس من کتاب الکراھیۃ ۳۲۱/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے محراب اور وضوخانہ میں موبائل پر گفتگو کرنا؟

سوال (۳۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں تقریباً دس صفیں ہیں، جس میں چھ حصہ محراب کا ہے، مسجد مسلم بغیر آڑ کی ہے پہچان کے طور پر درمیان میں اوپر کی جانب سبز رنگ لگا دیا ہے، جیسا صفا مروہ کی مثال مسجد کے بائیں جانب وضوخانہ ہے، جس کا داخلہ میں گیٹ سے ہے، یہ پورا حصہ داخل عمارت میں آ گیا، پوچھنا یہ ہے کہ اگر لوگ محراب کے حصے میں موبائل سے بات کرتے ہوئے دوسرے حصہ میں آجاتے ہیں، یا وضوخانہ میں داخل ہوجاتے ہیں، تو کیا اس طرح سے مسجد کے کسی بھی حصہ میں بات کرنے کی گنجائش ہے، یا مسجد سے باہر چلے جانا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے حصہ میں غیر ضروری دنیوی بات کرنا منع ہے، خواہ موبائل پر ہو یا آمنے سامنے ہو؛ البتہ کوئی ضروری بات یا دینی بات مسجد میں کرنے کی گنجائش ہے، اور بہرصورت اتنی بلند آواز میں مسجد کی حدود میں گفتگو نہیں کرنی چاہئے کہ دیگر حاضرین کے لئے ناگواری اور اذیت کا باعث ہو۔

ویکره الكلام المباح، وقيده في الظهيرية: بأن يجلس لأجله، لكن في النهر الاطلاق أوجه. (الدر المختار) **فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا.** (شامي / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ۲/ ٤٣٦ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس في كتاب الكراهية ٥/ ١٩٧ زكريا)

صرح في الظهيرية بكراهة الحديث: أي كلام الناس في المسجد، لكن قيده بأن يجلس لأجله، أما إن جلس للعبادة ثم بعدها تكلم فلا. (البحر الرائق / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٢/ ٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/ ۱۰/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں گالی دینا؟

سوال (۳۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر سب کے سامنے گالیاں دیتا ہے اور وہ شخص مسجد کا سکریٹری بھی ہے، تو اُس کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں گالیاں وغیرہ دینا نہایت برا عمل ہے اور مسجد کی بے ادبی ہے، ایسے شخص کو اپنے عمل سے باز آنا چاہئے اور سچے دل سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

ويمنع منه وكذا كل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار ۱/۶۶۲ کراچی، ۲/۴۳۵ زکریا)

فقد أفاد أن المنع خاص بالمنكر من القول. (شامي ۱/۶۶۲ کراچی، ۲/۴۳۶ زکریا)

الجلوس في المساجد لتكلم أحاديث الدنيا يحرم بالاتفاق. (نفع المفتي والسائل، كتاب الحظر والإباحة / ما يتعلق بالمساجد ۱۱٦ رحيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے چندہ میں ریزگاری کا نوٹ سے تبادلہ کرنا؟

سوال (۳۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دستور کے موافق جمعہ کے روز ہفتہ واری امام صاحب کے دعا کرانے سے پہلے مسجد کی ضروریات کے لئے ایک شخص یا چند کھڑے ہوکر چندہ کرتے ہیں، چندہ دینے والوں میں سے بعضوں کے پاس ریزگاری موجود نہیں ہوتی، اور وہ مسجد کی مدد یا صدقہ جاریہ کی نیت سے کچھ دینا چاہتے ہیں، جب کہ اُس شخص کے پاس کھلے نہیں ہوتے، تو سو روپئے دینے پر دس روپئے سے مدد کر کے یا کچھ روپئے سے مدد کر کے بقیہ رقم واپس لینا چاہتا ہے، جب کہ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ جو روپیہ دیا وہ دے دیا گیا، اب اُس میں سے لینا درست نہیں، مثلاً کسی کو دس روپئے سے مدد کرنی

ہے اور اس نے ۵۰؍روپئے کا نوٹ دیا، جب کہ ۴۰؍روپئے اُس کو اپنی ذات کے لئے خرچ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ واپس لینا جائز نہیں، اور مسجد میں جو ریزگاری کے ٹوٹے پیسے جمع ہوتے ہیں، ان میں سے لوگ سو دوسو روپئے لیتے ہیں، جب کہ ریزگاری کے عوض بندھے ہوئے نوٹ دیتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا امانت میں خیانت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: روپئے پیسے میں اصل مقصود متعین نوٹ اور سکے نہیں ہوتے؛ بلکہ مالیت مقصود ہوتی ہے؛ لہٰذا مسجد میں ریزگاری کا تبادلہ نوٹ سے منع نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں تبادلہ اصل مقصود نہیں؛ بلکہ مسجد میں چندہ دے کر اُس کی مالیت میں اضافہ مقصود ہے، اگر اس تبادلہ کو باقاعدہ معاملہ مانیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ کبھی کبھار مسجد میں ایسا معاملہ کرنے سے مسجد کے آداب کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔

عن عمر بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نهی عن الشراء والبیع في المسجد. (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة / باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة ۱۵٤/۱، سنن الترمذي، کتاب الصلاة / باب ما جاء في کراهیة البیع والشراء في المسجد ۷۳/۱، سنن النسائي، کتاب المساجد / باب النهي عن البیع والشراء في المسجد ۷۱/۱)

وقید بالمعتکف؛ لأن غیره یکره له البیع مطلقًا، لنهیه علیه الصلاة والسلام عن البیع والشراء في المسجد. (البحر الرائق، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ٤٤٩/۲ کراچی، ملتقی الأبحر، کتاب الصوم / باب الاعتکاف ۳۷۹/۱ المکتبة الغفاریة کوئٹه، ۵۰۳/۲ زکریا)

وکذٰلک النهي عن البیع فیه هو الذي یغلب علیه حتی یکون کالسوق؛ لأنه صلی اللّٰه علیه وسلم لم ینه علیًا عن خصف النعل فیه مع أنه لو أجمعوا اجتمع الناس لخصف النعال فیه کره، فکذٰلک البیع وإنشاد الشعر والتحلق

قبل الصلاة فما غلب عليه كره وما لا فلا. (شامي / مطلب: في إنشاد الشعر ۱/ ٦٦٠ كراچی، ۲/ ٤٣٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں خرید وفروخت اور لین دین کا حکم؟

سوال (۳۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ کی مرتب کردہ کتاب ''مجموعہ مسائل وفضائل'' جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد اعلان کرکے خود مسجد میں ہی فروخت کردی گئی، کیا حدود مساجد میں کتابوں کی فروختگی جائز ہے یا ممنوع ہے؟ بندہ کا مقصد تجارت یا کاروبار نہیں تھا؛ بلکہ اُمتِ مسلمہ کے نفع کے واسطے ایسا کیا تھا، اور یہ اعلان وفروختگی دائمی نہیں تھی؛ بلکہ وقتیہ تھی، کیا مدارس کا چندہ یا جماعت تبلیغ والوں کا چندہ اور اِس طرح مساجد میں عقد خوانی کے بعد تحائف وغیرہ کا لین دین چاہے وہ لفافہ بند کی شکل میں ہو یا کھلے کی شکل میں، کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد کے اندر خرید وفروخت ممنوع ہے، اس لئے آپ کو اپنے عمل پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۶/ ۴۴۰، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/ ۲۷۱ ڈابھیل)

عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: جنِّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراء كم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم الخ. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب ما يكره في المساجد ٥٤ رقم: ٧٥٠ دار الفكر بيروت)

ويحرم فيه السؤال – إلى قوله – وكل عقد إلا لمعتكف بشرطه، وهو أن لا يكون للتجارة؛ بل يكون ما يحتاجه لنفسه أو عياله بدون إحضار السلعة. (الدر المختار ٣/ ٤٤٠ زكريا، ٢/ ٦٦٢ كراچی)

وكره أي تحريما؛ لأنها محل إطلاقهم. إحضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقًا للنهي. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصوم / باب الاعتكاف ٤٤٠/٣ زكريا)

مسجد کے اندر مدارس کا چندہ یا دیگر اُمور خیر کے لئے چندہ کی اپیل درست ہے، بشرطیکہ اس عمل سے نمازیوں کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ اور مساجد میں عقد خوانی کی مقررہ اُجرت کا لین دین مناسب نہیں ہے، اگر پہلے سے معاملہ طے نہ ہوا ور بطور ہدیہ کے کوئی چیز دی جائے، تو اس میں حرج نہیں ہے۔

والمختار أن السائل إن كان لايمر بين يدي المصلي ولا يتخطى الرقاب ولا يسأل الحافا؛ بل لأمر لا بد منه فلا بأس بالسؤال والإعطاء. (شامي، كتاب الصلاة / باب الجمعة، مطلب في الصدقة على سوال المسجد ٤٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں تفسیر قرآن کی ویڈیو ریکارڈنگ کرنا؟

سوال (۳۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں ایک معروف مفتی اقبال احمد قاسمی روزانہ بعد نماز عشاء بیس منٹ تفسیر قرآن کرتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس کی ویڈیو ریکارڈنگ کرا کر یوٹیوب پر ڈال دوں اور اس کی CD بنوا کر تقسیم کر دی جائے؛ تا کہ اُمت کے زیادہ سے زیادہ افراد اس سے فائدہ اٹھا سکیں، خاص طور پر وہ طبقہ جس کا زیادہ وقت انٹرنیٹ کمپیوٹر وغیرہ پر صرف ہوتا ہے، تو کیا اس کام کے لئے مسجد میں باقاعدہ ویڈیو ریکارڈنگ کی گنجائش ہوگی، جب کہ بہت سی مسجد میں باقاعدہ ویڈیو ریکارڈنگ ہوتی ہے، جیسا کہ حیدرآباد کے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی مسجد میں ہر جمعہ کو ہوتی ہے، پھر اُن کی تقریر اُن کی ویب سائٹ میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور لوگ اسے سنتے ہیں اور کوئی اعتراض

بھی نہیں کرتا، جب کہ ہماری مسجد میں لوگ ویڈیو ریکارڈنگ پر اعتراض کرتے ہیں، کیا ویڈیو اور ویڈیو تصویر کا حکم الگ الگ ہوگا، جب کہ مقصد صرف امت کو اس جدید دور میں جدید آلات اور ذرائع ابلاغ سے قرآنِ کریم کی تفسیر پہنچانا ہے، جیسا کہ میرے بھائی نے تفسیر کا ایک ویڈیو یوٹیوب پر ڈالا ہے، جو کہ انگلش میں بسم اللہ کے نام سے پڑا ہے، نیز بہت سے اکابرین ان آلات کو دین کی خدمت کے لئے اپنا رہے ہیں، براہِ کرم وسعت اور احتیاط پر نظر کرتے ہوئے جواب تحریر کریں۔ کیا انٹرنیٹ پر ڈالنے کے لئے مسجد میں تفسیر کی ریکارڈنگ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کوئی متبادل طریقہ بتلا دیں؛ تاکہ لوگوں تک قرآن کی بات پہنچ سکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اچھی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا جذبہ قابلِ تعریف ہے، اور جائز حدود میں رہ کر اس کی کوشش کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تفسیر واصلاحی مواعظ وخطبات میں اصل مقصد مفسر یا واعظ کی آواز پہنچانا ہوتا ہے، اور یہ مقصود آڈیو (یعنی بلا تصویر آواز کی ریکارڈنگ) سے بخوبی حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے اس مقصد کی خاطر مسجد میں ویڈیو گرافی کی اجازت نہیں دی جاسکتی؛ بلکہ صرف آواز ریکارڈ کرکے اس کو انٹرنیٹ پر ڈال دیا جائے یا CD بنا کر تقسیم کردی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ ۱۶۸/۶-۱۷۰)

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰه يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري، كتاب اللباس / باب عذاب المصورين يوم القيامة رقم: ۵۹۵۰ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة / باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ رقم: ۲۱۰۹ بيت الأفكار الدولية، المصنف لابن أبي شيبة ۲۰۰/۵ رقم: ۲۵۲۰۹، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۴۸۶/۳ رقم: ۳۵۵۹)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور في

الأحـاديـث، وسـواء صـنـعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالىٰ الخ. (نووي على صحيح مسلم ١٩٩/٢)

لاتـمثال إنسان أو طير ...... لحرمة تصوير ذي الروح. (شـامي / كتاب الحظر والإباحة ٥١٩/٩ زكريا)

يـحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقًا أي سواء كان للصورة ظل أو لم يكن وهـو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة. (الـموسوعة الفقهية / الشرط الثالث ١٠٢/١٢، شامي ٦٤٧/١ كراچی)

الـضـرورات تبيـح الـمحضورات ...... وما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (الأشباه والنظائر ٣٠٧-٣٠٨ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۲/۳/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں سونا اور رہائش اختیار کرنا

مسجد میں کس کے لئے سونا جائز ہے؟

سوال (۳۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسجد کے اندر اعتکاف والے سو سکتے ہیں، اِس کے علاوہ کسی کو مسجد کے اندر سونا جائز نہیں ہے، جماعت والے ہوں یا کوئی مسافر ہو کسی کو بھی جائز نہیں، اِس مسئلہ میں ہمارے یہاں پر بہت انتشار ہے، آپ تحریر فرمائیں کہ مسجد میں کتنے قسم کے لوگ سو سکتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو مسجد کے اندر سونے کی حالت میں احتلام ہو جائے، تو وہ غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر کس طرح نکلے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے فرش پر کوئی کپڑا یا چادر بچھا کر نکل جائے، اور کچھ کہتے ہیں کہ خوب تیزی سے نکل جانا چاہئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتکف اور ایسا مسافر جس کا کہیں ٹھکانہ نہ ہو، اس کا مسجد میں سونا درست ہے، اور تبلیغی جماعت والے اگر صفائی اور مسجد کے ادب واحترام کا لحاظ رکھیں تو اُن کے لئے مسجد میں سونے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/۶۸۴، فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۲۱)

عن عبد اللّٰہ بن عمر إنه كان ينام – وهو شابٌّ أعزبُ لا أهل له – في مسجد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (صحيح البخاري / باب نوم الرجال في المسجد ۱/۶۳)

ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب والأحسن أن يتورع فلا ينام. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس من الكراهية ۵/۳۲۱)

نیز اگر مسجد میں سونے کی ضرورت پیش آئے تو پہلے ہی سے اپنا کپڑا یا بستر بچھا کر سونا

چاہئے، خدانخواستہ اگر احتلام ہوجائے تو مسجد کی چٹائی اور فرش ناپاک نہ ہو۔ اور جب احتلام کی صورت پیش آجائے تو احتیاط کے ساتھ جلد از جلد مسجد سے نکل جائے اور اگر خدانخواستہ مسجد کی جگہ ناپاک ہوجائے، تو وہاں کوئی نشانی رکھ دے اور غسل سے واپس آکر جگہ پاک کرنے کا اہتمام کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۵۱۲، عزیز الفتاویٰ ۱/۲۱۰)

إذا أجنب في المسجد استحب له أن يراعي أقرب الطرق إلى الخروج.

(إعلام الساجد في أحكام المساجد ٣١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۳/۳/۱۴۲۶ھ

مقیم کا مسجد میں سونا؟

سوال (۳۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں مقیم کو سونا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا نیت اعتکاف مقیم شخص کے لئے مسجد میں سونا درست نہیں ہے۔

وإذا أراد ذٰلک ینبغي أن ینوي الاعتکاف. (شامي، کتاب الصلاة / مطلب في الغرس في المسجد ١/٦٦١ کراچی، ٢/٤٣٥ زکریا)

ویکره النوم والأکل فیه: أي المسجد لغیر المعتکف، وإذا أراد أن یفعل ذٰلک، ینبغي أن ینوي الاعتکاف، فیدخل فیه ویذکر اللّٰہ تعالیٰ بقدر ما نوی.

(الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس من کتاب الکراهیة ٥/٣٢١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسافر کا مسجد میں سونا؟

سوال (۳۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسافر کو مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسافر کے لئے مسجد میں سونے کی گنجائش ہے، پھر بھی بہتر ہے کہ وہ اعتکاف کی نیت کرلے اور مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھے۔

والنوم فيه لغير المعتكف مكروه، وقيل: لا بأس للغريب أن ينام فيه، والأولىٰ أن ينوي الاعتكاف ليخرج من الخلاف. (الحلبي الكبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٢ سهيل اكيڈمی لاهور)

ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح في المذهب، والأحسن أن يتورع فلا ينام. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٣٢١/٥ زكريا، كذا في الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / مطلب في الغرس في المسجد ٦٦١/١ دار الفكر بيروت، ٤٣٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۳/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا مسجد کی چھت پر یا اندر سونا؟

سوال (۳۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام مسجد اگر شدت گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چارپائی ڈال کر سوئے تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر مسجد کے اندرونی حصہ میں بغیر چارپائی کے سوئے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا نیت اعتکاف مسجد میں سونا ممنوع ہے، اور مسجد کی کھلی

چھت پر چڑھنا اور سونا مطلقاً مکروہ ہے۔

ویکـره ...... نـوم إلا لمعتكف، وتحته في الشامي: وإذا أراد ذلک ینبغي أن ینوي الاعتكاف. (الدر المختار / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب في الغرس في المسجد ۱/ ٦٦۱ کراچی، ۲/ ٤٣٥ زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المسجد ۵/ ۳۲۱ زکریا، کذا في الحلبي الکبیر / فصل في أحکام المسجد ٦۱۲ لاهور)

والصعود علی سطح کل مسجد مکروه. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المسجد ۵/ ۳۲۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۰/ ۱۰/ ۱۴۱۱ھ

امام کا مسجد میں چھوٹی بچی کو لے کر سونا؟

سوال (۳۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب مسجد کے اندر سوتے ہیں اور ایک چھوٹی بچی کو ساتھ لے کر سوتے ہیں، جب امام صاحب فجر کی نماز پڑھاتے ہیں تو وہ بچی شور مچاتی اور چلاتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اہلِ مسجد کو چاہئے کہ امام صاحب کے لئے مسجد کے علاوہ کہیں اور رات میں سونے کا انتظام کردیں، اور امام صاحب کو چاہئے کہ بچی کو مسجد میں لے کر نہ سوئیں کہ اُس کی حرکت سے نماز میں خلل آتا ہے، اور مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

ویحرم إدخال الصبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم (الدر المختار)

قوله: ویحرم لما أخرجه المنذري مرفوعًا جنِّبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراءکم ورفع أصواتکم وسل سیوفکم وإقامة حدودکم وجمروها في الجمع واجعلوا علی أبوابها المطاهر. (شامي / باب ما یفسد الصلاة وما

یکره فیها، مطلب في أحکام المسجد ۲/ ٤۲۹ زکریا، کذا في الأشباه والنظائر / القول في أحکام المسجد ٤/ ٥ إدارة القرآن کراچی، الحلبي الکبیر / فصل في أحکام المسجد ٦١٠ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۶/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ محلّہ کا گھروں سے آکر مسجد میں آرام کرنا؟

سوال (۳۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری عادت ہے کہ گرمیوں کے موسم میں ہم خدا کے گھر کو اپنا گھر بنالیتے ہیں، اور گھر سے آکر مسجد میں آرام کرتے ہیں، سوتے ہیں اور جس وقت طبیعت چاہتی ہے اس وقت مسجد میں آکر آرام سے سوتے ہیں، ہمارا یہ فعل ٹھیک ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتکف اور مسافر کے علاوہ عام لوگوں کے لئے مسجد میں سونے کی عادت بنانا درست نہیں ہے۔

وأکل ونوم إلا لمعتکف وغریب. (الدر المختار) وإذا أراد ذٰلک ینبغي أن ینوي الاعتکاف. (شامي، کتاب الصلاۃ / مطلب في الغرس في المسجد ۱/ ٦٦١ کراچی، ۲/ ٤۳٥ زکریا)

ویکره النوم والأکل فیه: أي المسجد لغیر المعتکف، وإذا أراد أن یفعل ذٰلک، ینبغي أن ینوي الاعتکاف، فیدخل فیه ویذکر اللّٰه تعالیٰ بقدر ما نوی. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس من کتاب الکراهیة ٥/ ۳۲۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۹/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے تو مسجد سے کس طرح نکلے؟

سوال (۴۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر مسجد میں کسی مسافر کو یا تبلیغی جماعت کے کسی ساتھی کو رات کو سوتے ہوئے احتلام کی صورت پیش آ جائے اور اُسی وقت مسجد سے نکل کر غسل کرنے کا موقع یا انتظام نہ ہو، تو کیا اُسی حالت میں تہجد کے وقت تک سونے کی اِجازت ہوگی یا مسجد کے فرش پر تیمّم کر کے پھر سونے کی اجازت ہوگی؟ اور مسجد سے باہر نکلنے کے لئے کیا تیمّم کر کے نکلے گا؟ یا اسی طرح باہر نکل جائے؟ اس شکل میں حالت جنابت میں مسجد میں چلنے کا گناہ تو نہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جنابت کی حالت پیش آتے ہی تیمّم کر کے فوری طور پر مسجد سے نکلنا بہتر ہے؛ لیکن اگر تیزی سے تیمّم کئے بغیر نکل گیا، تو اس کی بھی گنجائش ہے، اور اگر کسی وجہ سے مسجد میں ٹھہرنا ناگزیر ہو، تو تیمّم کر کے ٹھہرے، بغیر تیمّم کئے ٹھہرنے سے گناہ ہوگا۔

ولو أجنب فيه تيمم وخرج من ساعته إن لم يقدر على استعمال الماء، وكذا لو دخله وهو جنب ناسيًا ثم ذكر، وإن خرج مسرعًا من غير تيمم جاز، وإن لم يقدر على الخروج تيمم ولبث فيه، ولا يجوز لبثه بدونه. (حاشية الطحاوي ١٤٤)

يحرم عليها وعلى الجنب الدخول في المسجد، سواء كان للجلوس أو للعبور، هٰكذا في منية المصلي. (الفتاویٰ الهندية ٣٨/١)

وإن احتلم في المسجد يتيمم للخروج، إذا لم يخف من لص أو غيره لعدم الضرورة، وإن خاف يجلس مع التيمم للضرورة، فإن الضرورات تبيح المحظورات. (غنية المستملي ٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاکی کی حالت میں مسجدِ شرعی کے خارجی حصہ میں جانا؟

سوال (۴۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مسجد کے بائیں جانب وضوخانہ ہے، اور کچھ زمین پڑی ہوئی ہے، دوسری منزل میں اسی حصہ میں جماعت والوں کا سامان رکھنے کے لئے دو کمرے ہیں، تیسری منزل پر بھی وضوخانہ اور مغربی جانب میں امام صاحب کے لئے فیملی کواٹر ہے، آمدورفت کے لئے مسجد سے متصل خارج حصہ میں زینہ ہے، جو تیسری منزل تک گیا ہے، مسجد اور خارج حصہ کے درمیان کسی دیوار وغیرہ کا فاصلہ نہیں ہے، ایسی صورت میں ناپاکی کی حالت میں خارج حصہ میں جانے میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ نیز مسجد بھر جانے کی وجہ سے خارج حصہ میں جو مسجد سے متصل ہے، امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے جماعت کے ثواب میں کوئی کمی تو نہیں ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدِ شرعی کے خارج حصہ سے ناپاکی کی حالت میں گذرنا شرعاً درست ہے، اگرچہ درمیان میں کوئی دیوار وغیرہ نہ ہو، اور مسجد بھر جانے کی صورت میں جو لوگ مسجد کے شرعی حدود سے باہر کھڑے ہوکر جماعت میں شریک ہوں گے، اُنہیں جماعت کا ثواب ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۶۳۵ ڈابھیل)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: صلاۃ الرجل في بیتہ بصلاۃ، وصلاتہ في مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ، وصلاتہ في المسجد الذي یجمع فیہ بخمس مائۃ صلاۃ، وصلاتہ في المسجد الأقصی بخمسین ألف صلاۃ، وصلاتہ في مسجدي ہٰذا بخمسین ألف صلاۃ، وصلاتہ في المسجد الحرام بمائۃ ألف صلاۃ، الحدیث. (سنن ابن ماجۃ ۱۰۲)

ولا مصلی عید ولا جنازۃ فلیس لہما حکم المسجد في ذٰلک، وإن کان لہما حکمہ في صحۃ الاقتداء، وإن لم یتصل الصفوف ومثلہما فناء المسجد.

(شامي ۱/۳۱۲ زکریا)

وفي فتاویٰ قاضي خان: الجبانۃ ومصلی الجنازۃ لہما حکم المسجد عند

أداء الصلاة، حتى يصح الاقتداء إن لم تكن الصفوف متصلة، وليس لهما حكم المسجد في حق المرور، وحرمة الدخول للجنب وفناء المسجد له حكم المسجد في حق جواز الاقتداء بالإمام وإن لم يكن الصفوف متصلة ...... وأما في جواز دخول الحائض فليس للفناء حكم المسجد فيه. (البحر الرائق ١/١٩٥)

إن البقعة الخارجية عن جدران المسجد ليست منه. (منحة الخالق ١/١٩٥)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی چھت پر رہائش اختیار کرنا؟

سوال (۴۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی چھت پر رہائش جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد شرعی کی چھت پر رہائش جائز نہیں ہے۔

لأنه مسجد إلى عنان السماء. (الدر المختار) وكذا إلى تحت الثرىٰ.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی، ٤٢٨/٢ زكريا)

تكره المجامعة فوق المسجد والبول والتخلي؛ لأن سطح المسجد له حكم المسجد حتى يصح الاقتداء منه بمن تحته (الهداية) لأن سطح المسجد له حكمه إلى عنان السماء. (فتح القدير مع الهداية، كتاب الصلاة / فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج في الخلاء ٤٢٠/١ دار الفكر بيروت، ٤٣٢/١-٤٣٤ زكريا، كذا في سكتب الأنهر / فصل في المكروهات من كتاب الصلاة ١٩٠/١ بيروت)

لو جعل مسجدًا ثم أراد أن يبني فوقه بيتًا للإمام أو غيره هل له ذٰلك؟

قلت: قال في التاتارخانية: إذا بنى مسجدًا وبنى غرفة وهو في يده فله ذٰلک، وإن كان حين بناه خلى بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذٰلک يبنى لا يتركه. وفي جامع الفتاویٰ: إذا قال عنيت ذٰلک، فإنه لا يصدق. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ۲۵۱/۵ المكتبة الماجدية كوئٹه، ۴۲۱/۵ دار الكتاب ديوبند، النهر الفائق / كتاب الوقف ۳۳۰/۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۱ھ

بنیتِ اعتکاف مسجد میں قیام؟

سوال (۴۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماہِ رمضان کے علاوہ مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، نیز تبلیغی جماعت کے لوگ مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں، تو یہ کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر رمضان میں نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہر سکتے ہیں، تبلیغی جماعت والوں کے لئے بھی اسی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة. (فتاویٰ رشيدية ۴۱۵)

وأكل ونوم، إلا لمعتكف وغريب. (الدر المختار) وإذا أراد ذٰلک ينبغي أن ينوي الاعتكاف، فيدخل ويذكر اللّٰه تعالى بقدر ما نوى، أو يصلي ثم يفعل ما شاء. (الدر المختار مع الشامي، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في الغرس في المسجد ۴۳۵/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱۱/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت اور دعا کس جگہ پڑھی جائے گی؟

سوال (۴۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں داخل ہونے کی دعا اور اعتکاف کی نیت کہاں سے کی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہاں سے مسجد شرعی شروع ہوتی ہے وہاں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کی جائے گی، اور وہیں مسجد کے داخلے کی دعاء بھی پڑھی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۸۴ ڈابھیل، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۲/۱۴۰، کتاب الفتاویٰ ۴/۲۵۸)

عن أبي أسيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا دخل أحدكم المسجد فليقل: اللّٰهم افتح لي أبواب رحمتك، وإذا خرج فليقل: اللّٰهم إني أسئلك من فضلك. (صحيح مسلم ۲٤۸/۱، سنن الترمذي ۷۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں اِجتماعی طور پر روزہ افطار کرنا؟

سوال (۴۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں اجتماعی طور پر روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں غیر معتکف اور غیر مسافر کے لئے کھانا پینا وغیرہ درست نہیں ہے؛ اس لئے اگر کسی مصلحت مثلاً مغرب کی نماز باجماعت کے حصول کے لئے مسجد میں اجتماعی افطار کیا جائے، تو بہتر یہ ہے کہ سبھی لوگ کم از کم نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں اور مسجد کو کھانے

پینے کے سامان سے ملوث نہ کریں؛ بلکہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۰۷ ڈابھیل)

ویحرم فیه الخ، وأکل ونوم إلا لمعتکف وغریب. (الدر المختار) **وإذا أراد ذٰلک ینبغي أن ینوي الاعتکاف فیدخل ویذکر الله تعالیٰ بقدر ما نوی.**

(شامي، کتاب الصلاۃ / مطلب في الغرس في المسجد ۲/۴۳۵ زکریا)

لأن تنظیف المسجد واجب. (رد المحتار / باب الاعتکاف ۲/٤٤٥ دار الفکر بیروت، کذا في البحر الرائق / باب الاعتکاف ۲/٥٣٠ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بالائی حصہ پر کرایہ دے کر رہنا؟

سوال (۴۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دومنزلہ مسجد ہے، اُس کے بالائی حصہ پر اُجرت دے کر رہنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسجد کی زمین اُوپر آسمان تک مسجد ہی کے حکم میں ہے، کسی اور ضرورت کے لئے اُس کے نچلے اور اوپری حصہ میں کسی طرح کی تعمیر جائز نہیں ہے؛ البتہ خارجِ مسجد اگر جگہ ہو تو وہاں اُجرت دے کر رہنا صحیح ہے۔

وکره تحریمًا الوطء فوقه ...... لأنه مسجد إلی عنان السماء، وکذا إلی تحت الثریٰ. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ٦/١٦٥ کراچی، ٤٢٨/٢ زکریا)

أما لو تمت المسجدیة ثم أراد البناء منع (الدر المختار) **وأما لو تمت المسجدیة ثم أراد هدم ذٰلک البناء؛ فإنه لا یمکن من ذٰلک.** (الدر المختار مع الشامي، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ٣٥٨/٤ کراچی، ٥٤٨/٦ زکریا)

وفي الفتاویٰ: سئل أبو القاسم من أراد أن یهدم مسجدًا وینیه أحکم من

بنائه الأول؟ قال: ليس له ذٰلک. (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الوقف /أحکام المسجد ٥/٤ ٨٤ إدارة القرآن کراچی)

وإذا كان السرداب والعلو لمصالح المسجد، أو كان وقفًا عليه، صار مسجدًا شرنبلالية. قال في البحر: حاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالیٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ فهو كسرداب بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر الرواية الخ. (رد المحتار، کتاب الوقف / مطلب في أحکام المسجد ٤/٣٥٧-٣٥٨ کراچی)

وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالیٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ [الجن: ١٨] بخلاف ما إذا كان السرداب أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر المذهب. (البحر الرائق، کتاب الوقف / فصل في أحکام المسجد ٥/٤٢١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۸/۱۸ھ

مسجد کے قریب طہارت خانہ بنانا

مسجد کے محراب کے پاس استنجاء خانہ بنانا؟

سوال (۴۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ (بیچ طاق) محراب کہا جاتا ہے، جو سرکاری سڑک سے ملا ہوا ہے، کیا وہاں پر پیشاب گھر بنانا درست ہے، جو ٹھیک بیچ طاق کے پیچھے وبرابر سے ہے، ٹھیک اسی کے اوپر (وینٹی لینٹر) روشن دان مسجد کا کھلا ہوا ہے، اس میں ہم نے کولر بھی لگا رکھا ہے، جو پیشاب کی بدبو اندر کو کھینچتا ہے، کیا یہاں پر پیشاب گھر بنانا جائز ہے؟ جب کہ پیشاب گھر پر نہ چھت ہے، نہ گیٹ اور نہ ہی کواڑ ہے، جہاں ہر مذہب کے راہ گیر پیشاب کرتے ہیں، تقریباً سو قدم کی دوری پر عورتوں کے سامان کی دوکانیں ہیں، تمام بستی کی عورتیں اسی گلی سے جس میں استنجاء خانہ بنا رکھا ہے سامان خریدنے کے واسطے گذرتی ہیں، اور شرم محسوس کرتی ہیں، جب کہ ہمیشہ سے یہ سنا اور دیکھا گیا ہے کہ پیشاب کرتے وقت رخ کا بھی خیال رکھا جاتا ہے، اور استنجاء خانہ بنانے کے بعد سیکڑوں راہ گیر پیشاب کرر ہے ہیں، جب کہ نمازیوں کے واسطے پہلے ہی سے مسجد کے گیٹ کے برابر مسجد کی زمین میں استنجاء خانہ بنا رکھا ہے، جس کو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ استنجاء خانہ جماعتیوں کے واسطے ہے، ضد بازی کر کے دوسرا استنجاء خانہ محراب کے پاس بنا کر محراب کی بے حرمتی کی جارہی ہے، جس کا نمازیوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے؛ بلکہ عام لوگوں کا استنجا خانہ ثابت ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ضد بازی نہ کی جائے شریعت کا حکم مانا جائے، جس سے فساد پیدا نہ ہو اس سلسلہ میں علماء کرام سے رجوع کرنا مسئلہ کا حل ہے، جو سب کو مان لینا چاہئے؟ جواب دے کر صحیح راستہ نکال دیں جس سے آگے کوئی فساد نہ ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں مسجد کو بدبو سے دور رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اِسی بناپر اَحادیثِ شریفہ میں بدبودار اشیاء کھاکر مسجد میں آنے کی ممانعت وارد ہے۔ بریں بنا حسبِ تحریرِ سوال مسجد کی محراب کے قریب پیشاب خانہ بنانے سے اگر مسجد میں بدبو پھیلتی ہو، تو اس جگہ پیشاب خانہ ہرگز نہ بنایا جائے۔

ورفع صوت – وأكل ونوم – وأكل نحو ثوم ويمنع منه، وكذا كل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار مع الشامي، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في الغرس في المسجد ٤٣٥/٢ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٣٢١/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۰/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صف کے قریب پاخانہ اور پیشاب گھر؟

سوال (۴۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے صحن میں پاخانہ پیشاب گھر دونوں صف کے قریب ایک گز کے فاصلہ پر ہے، جس کی بدبو سے ساری مسجد میں تمام نمازی پریشان ہیں؛ لہٰذا یہ دونوں چیزیں دوسری جگہ بنادی جائیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان بدبودار استنجاء خانوں کو مسجد کے قریب سے ہٹانا نہ صرف جائز؛ بلکہ ضروری اور لازم ہے، اگر ذمہ دارانِ مسجد نہ ہٹائیں گے تو گنہگار رہوں گے۔

عن عبد العزيز قال: قيل لأنس رضي الله عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: من أكل فلا يقربنّ مسجدنا. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة / باب ما يكره من الثوم والبقول ٨٢٠/٢، مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد

ومواضع الصلاة ٦٨)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا؛ فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ٤١٢/٢ رقم: ٧٠٧ المكتبة الحقانية، ٢٠٠/٢ المكتبة الأشرفية ديو بند)

ويمنع منه وكذا كل موذٍ. وفي الشامي: ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحةٌ كريهةٌ مأكولاً أو غيره. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ٦٦١/١ كراچی، ٤٣٥/٢ زكريا، عمدة القاري ١٤٦/٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۸ھ

مسجد کے صحن میں لیٹرین کا کنواں بنوانا؟

سوال (۴۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا کہنا ہے کہ مسجد کے صحن میں لیٹرین کا کنواں بنوادیا جائے اور اوپر سے سیمنٹ کا سلیپ ڈلوادیا جائے، تو کیا اس پر کوئی نمازی اگر نماز ادا کرے، تو نماز صحیح ہوسکتی ہے یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدِ شرعی کے حدود میں نجاست کا گڑھا بنانا قطعاً جائز نہیں؛ البتہ اگر شرعی حدود کے باہر مسجد کے خارجی حصہ میں بیت الخلاء کا گڑھا بنایا جائے، جیسا کہ عام معمول ہے، تو اِس میں کوئی حرج نہیں، اور اُس کے اوپر بنے ہوئے سلیپ پر بیٹھ کر قرآنِ پاک اور نماز وغیرہ پڑھنا بھی درست ہے۔

لـو جـعـل الـواقف تـحتـه بيتًـا لـلـخلاء، هل يجوز كما في مسجد محلة الشـحـم فـي دمشـق؟ لم أره صريحًا نعم سيأتي متنا في كتاب الوقف أنه لو جعل تحته سردابًا بالمصالح جاز. (شامي ٤٢٨/٢ زكريا)

وإذا أصـابـت الأرض نـجـاسة فـفـرشها بطين أو جص فصلى عليها جاز.

(شامي ٣٨٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نچلے حصہ میں لیٹرین واستنجاء خانہ بنانا؟

سوال (۴۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے نچلے حصہ میں لیٹرین واستنجاء خانہ بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی نئی جگہ مسجد کی تعمیر کا اِرادہ ہے، اور ابتداء ہی سے واقف نے اس کے نچلے حصہ میں استنجاء خانہ اور اُوپر کی منزل میں نماز کی جگہ بنانے کا منصوبہ بنایا ہے، تو ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔

ومـن جعل مسجدًا تحته سرداب أو فوقه بيت، وجعل باب المسجد إلى الـطـريـق وعزله، فله أن يبيعه، وإن مات يورث عنه. ولو كان السرداب لمصالح الـمسـجـد جـاز، كما في مسجد بيت المقدس، كذا في الهداية. (الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به ٤٥٥/٢ زكريا)

وإذا كـان السـرداب أو الـعـلو لمصالح المسجد، أو كانا وقفًا عليه صار مسـجـدًا، شـرنبـلالية. قـال فـي البحر: حاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سـفـلـه وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾

فهو كسرداب بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر الرواية. (رد المحتار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٤/٣٥٧-٣٥٨ كراچى)

وحاصله إن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ [الجن: ١٨] بخلاف ما إذا كان السرداب أو العلو موقوفًا لمصالح المسجد، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس، هٰذا هو ظاهر الرواية. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٥/٤٢١ زكريا)

وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز. (الدر المختار ٤/٣٥٧ كراچى، البحر الرائق ٥/٢٥١)

وقال الرافعي: قيل إذا كان تحته شيءٌ ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذٰلك للّٰه. (تقريرات الرافعي على الشامي ٦/٨٠ زكريا)

مگر یہ خیال رہے کہ استنجا خانہ کی بدبو اصل مسجد تک نہ آئے، اور جو پرانی مسجد بنی ہوئی ہو، اُس کے کسی حصہ میں بھی استنجاء خانہ یا آرام گاہ وغیرہ بنانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ابتداء میں مطلق تعمیر کی وجہ سے وہ نیچے سے اوپر تک مسجد شرعی بن چکی ہے؛ لہٰذا اُس میں ترمیم کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

لأنه مسجد إلى عنان السماء، وكذا إلى تحت الثرى. (الدر المختار مع رد المحتار / مطلب في أحكام المسجد ١/٦٥٦ دار الفكر بيروت، ٢/٤٢٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نام پر لی گئی زمین میں وضوخانہ پیشاب خانہ وغیرہ بنانا؟

سوال (۴۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے نام پر جو زمین لی جاتی ہے اُس پر وضو خانہ، پیشاب خانہ اور دوکانیں بھی بنوالی جاتی

ہیں؛ تاکہ اُس کی آمدنی سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جاسکیں، کیا یہ آمدنی جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین مصالح مسجد کے لئے لی جائے اور اُسے اصل مسجد (جہاں جماعت ہوتی ہے) میں شامل کرنے کی نیت نہ ہو، تو اُس میں غسل خانے اور دوکان وغیرہ بنانے کی اجازت ہے۔

ولو كانت الأرض متصلةً ببيوت المصر يرغب الناس في استيجار بيوتها، وتكون غلة ذٰلك فوق غلة الزرع والنخيل، كان للقيم أن يبنى فيها بيوتًا فيؤاجرها؛ لأن الاستغلال بهٰذا الوجه يكون أنفع للفقراء. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل داره مسجدًا أو خانًا ۲/ ۳۰۰ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في ولاية الوقف ۲/ ٤١٤ زكريا، فتح القدير، كتاب الوقف / الفصل الأول في المتولي ٦/ ۲٤١ مكتبة مصطفیٰ البابي الحلبي مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین میں بیت الخلاء بنانا؟

سوال (۴۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں بیت الخلاء نہ ہونے کی وجہ سے مصلیان اور آنے والی جماعتوں کو دشواری پیش آتی ہے، بریں بناء مسجد کے کسی کنارہ بیت الخلاء بنا سکتے ہیں، یا اس کے لئے الگ سے زمین لینی ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا خارجی حصہ جہاں جماعت نہ ہوتی ہو، اُس میں ضرورت کی بنا پر بیت الخلاء کی تعمیر جائز ہے؛ لیکن اِس کا خیال رکھیں کہ اُس کی بدبو نمازیوں تک نہ پہنچے۔ (کفایت المفتی ۷/ ۳۷، فتاوی محمودیہ ۱۵/ ۵۴۶ ڈابھیل)

لأن تنزية المسجد من القذر واجب. (الحلبي الكبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٢ لاهور، كذا في رد المحتار / باب الاعتكاف ٤٤٥/٢ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/۱۱/۱۴۲۴ھ

مسجد کے خارجی حصہ میں بیت الخلاء بنانا؟

سوال (۴۱۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گاؤں کرس پورہ ضلع سیتاپور میں کچھ لوگ مسجد میں ایک کنارہ پر بیت الخلاء بنوانا چاہ رہے ہیں، جس سے کہ مسجد میں آنے والے مہمان کو باہر کھیت وغیرہ میں استنجاء کے لئے نہ جانا پڑے، اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملے میں مسئلہ بتانے کی زحمت گوارہ کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کے خارجی حصہ میں امام ومؤذن وغیرہ کی ضرورت کے لئے اس انداز کا بیت الخلاء بنانا جس کی بدبو مسجد تک نہ پھیلے فی نفسہٖ جائز ہے، اس لئے اگر مسجد کے ذمہ داران مذکورہ مسجد کے خارجی حصہ میں ایک کنارہ پر بیت الخلاء بنانا چاہ رہے ہیں، تو بنا سکتے ہیں۔ (فتاوی محمودیہ ۱۴/۴۳۳ ڈابھیل)

وإذا جعل تحته سردابًا للمصالحة أي المسجد جاز كمسجد القدس.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٣٥٧/٤ كراچی، ٥٤٧/٦ زكريا)

وعلة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولاً أو غيره. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ٦٦١/١ كراچی، ٤٣٥/٢ زكريا، كبيري ٦١٠)

إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامة المسلمين، صار ذٰلک للّٰه تعالیٰ أيضًا، وأما الذي اتخذ بيتًا لنفسه لم يكن خالصًا

لـلّٰـه تـعـالـیٰ، فإن قيل: لو جعل تحته حانوتًا وجعله وقفًا على المسجد، قيل: لا يستـحـب ذٰلک، ولـكنه لو جعل في الابتداء هٰكذا صار مسجدًا، وما تحته صار وقـفًـا عليه، ويجوز المسجد والوقف الذي تحته. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق / كتاب الوقف ٤ / ٢٧١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۲/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین پر تبلیغی اجتماع کے لئے عارضی بیت الخلاء بنانا؟

سوال (۴۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اِحاطے میں ایک قطعہ آراضی جامع مسجد انتظامیہ کمیٹی نے عوام کے تعاون سے برائے توسیع مسجد خریدی تھی، مسجد انتظامیہ کا اِرادہ مسجد کو توسیع کرنے کا ہے، وہ آراضی مسجد کے باہری صحن میں آرہی ہے، اور اس آراضی میں مسجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھ جانے پر رمضان کے جمعوں وعیدین پر اب بھی برابر نماز ہوتی ہے، اب تبلیغی جماعت اپنے ایک دوروزہ عارضی اجتماع کے لئے کچھ عارضی بیت الخلاء بنانے کے لئے انتظامیہ کمیٹی سے اجازت مانگ رہی ہے، مستقل قضاءحاجت کے لئے مسجد کے خارج میں ۹/عدد بیت الخلاء، ۷/عدد پیشاب گھر، ۳/غسل خانے مستقل پکے بنے ہوئے ہیں، اور بیت الخلا کا زینہ بنا ہوا ہے، اس پر مزید کم از کم ۱۲/ بیت الخلاء اور بھی تعمیر ہوسکتے ہیں، اب عارضی بنانے کے لئے کہہ کر مسجد کے باہری صحن میں اسی آراضی پر ۲۵/ پختہ بیت الخلاء زبردستی طاقت کے زور پر بنائے گئے ہیں، مسجد انتظامیہ نے مفادِ مسجد کے پیش نظر ان کو پختہ تعمیر کرنے سے روکا اور کہا کہ آپ حضرات نے صرف ایک دودن کے لئے عارضی بنانے کی اجازت مانگی تھی، اس پر یہ حضرات مسجد انتظامیہ سے جھگڑے پر آمادہ ہوگئے، اور سختی کے ساتھ کہہ دیا کہ ہم یہ بیت الخلا بنا کر رہیں گے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس زمین پر جوکہ عوام کے زرتعاون سے مسجد کی توسیع کے لئے خریدی گئی ہے، اور توسیع کی بھی اشد ضرورت ہے؛ کیوں کہ مسجد

کا صحن برآمدہ بننے سے کم ہوگیا ہے، ایسے میں کیا اس جگہ پر بیت الخلاء بنانا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں مسجد کی کمیٹی کی اِجازت کے بغیر مذکورہ خرید کردہ اراضیٔ مسجد پر پختہ بیت الخلاء، اور پیشاب گھر بنانا ہرگز جائز نہیں ہے، کمیٹی کو اختیار ہے کہ وہ تعمیر کردہ بیت الخلاء وغیرہ کو منہدم کرکے یہ جگہ مفادِ مسجد میں استعمال کرے۔

ثـم اعـلـم أن العادة في زماننا أن الناظر لايمكن المستأجر من الغراس إلا بـإذنـه إذا لـم يكن له في الأرض حق القرار المسمى بمشدة المسكة، فينبغي أنه لا يملك ذٰلک بدون إذنه ولا سيما وفيه ضرر على الوقف. (شامي، كتاب الوقف / مطلب للمستأجر غرس الشجر ٦/٦٧٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں بدبودار چیز داخل کرنا

پیاز کھاکر مسجد میں جانا؟

سوال (۴۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پیاز کھانے کے بعد کیا آدمی مسجد میں جاسکتا ہے؟ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ پیاز کی بدبو کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی، برائے مہربانی کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بدبودار پیاز کھاکر مسجد میں جانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ یہ نمازیوں اور فرشتوں کی تکلیف کا باعث ہے، اور پیاز کی بدبو منہ سے آتے ہونے کی حالت میں نماز اگرچہ ادا ہوجاتی ہے؛ لیکن مکروہ ہوتی ہے۔ اور یہی حکم ہر بدبودار چیز کا ہے، جیسے: بیڑی، سگریٹ وغیرہ۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أکل من ہٰذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا؛ فإن الملائکۃ تتأذی مما تتأذی منہ الإنس. (مشکاۃ المصابیح ٦٨)

ویکرہ …… أکل نحو ثوم، ویمنع منہ، وتحتہ في الشامیۃ: أي کبصل ونحوہ مما لہ رائحۃ کریہۃ. (شامي ٢/٤٣٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں گیس سلنڈر جلانا؟

سوال (۴۱۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: گیس سلنڈر کو مسجد میں جلانا کیسا ہے؟ جب کہ اس میں مٹی کے تیل کی طرح بد بو ہوتی ہے، اور کیا اندر باہر جلانے میں کوئی فرق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گیس جلاتے وقت ابتداء میں معمولی گیس نکلنے کی وجہ سے بدبو محسوس ہوتی ہے اور جلنے کے بعد کوئی ناگوار بو محسوس نہیں ہوتی؛ لہٰذا مسجد سے باہر جلانے کے بعد اگر مسجد میں اُسے رکھ بھی دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر جلانے کے بعد بدبو محسوس ہوتی ہو تو اُسے مسجد میں لانا اور جلانا مطلقاً ممنوع ہوگا۔

عن عبد العزيز قال: قيل لأنس رضي اللّٰه عنه: ما سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في الثوم؟ فقال: من أكل فلا يقربنّ مسجدنا. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة / باب ما يكره من الثوم والبقول ۲/ ۸۲۰، مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ٦٨)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا؛ فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ۲/ ٤١٢ رقم: ۷۰۷ المكتبة الحقانية، ۲/ ۲۰۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قوله: المنتنة: أي الثوم ويقاس عليه البصل والفجل وما له رائحةٌ كريهةٌ كالكرات. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ۲/ ٤١٢ رقم: ۷۰۷ حقانية، ۲/ ۲۰۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وأكل نحو ثوم، قال الإمام العيني: قلت علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين، ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة ماكولاً أو غيره. (رد المحتار على الدر المختار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في

المسجد ٦٦١/١ كراچی، ٤٣٥/٢ زكريا، عمدة القاري ٢٠٤/٤ دار الكتب العلمية بيروت، الحلبي الكبير / فصل في أحكام المسجد ٤١٠ امجد اكيڈمی لاهور)

وأشار المصنف إلى أنه لا يجوز إدخال النجاسة المسجد، وهو مصرح به، فلذا ذكر العلامة قاسم في بعض فتاواه أن قولهم: إن الدهن المتنجس يجوز الاستصباح به مقيدٌ بغير المساجد، فإنه لا يجوز الاستصباح به في المسجد، لما ذكرنا. (البحر الرائق، كتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٤٢٨/٢ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر مٹی کا تیل جلانا؟

سوال (۴۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد کے اندر مٹی کا تیل جلانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد میں مٹی کا تیل لے جانا اور مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴۳۳/۲۲ میرٹھ، فتاویٰ رشیدیہ ۵۳۹)

عن عبد العزيز قال: قيل لأنس رضي الله عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: من أكل فلا يقربنّ مسجدنا. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة / باب ما يكره من الثوم والبقول ٨٢٠/٢، مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ٦٨)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا؛ فإن الملائكة تتأذى

مما يتأذى منه الإنس. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد و مواضع الصلاة ٤١٢/٢ رقم: ٧٠٧ المكتبة الحقانية، ٢٠٠/٢ المكتبة الأشرفية ديو بند)

قوله: المنتنة: أي الثوم ويقاس عليه البصل والفجل وما له رائحةٌ كريهةٌ كالكرات. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة / باب المساجد ومواضع الصلاة ٤١٢/٢ رقم: ٧٠٧ حقانية، ٢٠٠/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وأكل نحو ثوم ويمنع منه، قال الإمام العيني: قلت علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين، ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة ماكولاً أو غيره. (رد المحتار على الدر المختار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ٦٦١/١ كراچی، ٤٣٥/٢ زكريا، عمدة القاري ٢٠٤/٤ دار الكتب العلمية بيروت، الحلبي الكبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٠ امجد اكيڈمی لاهور)

وأشار المصنف إلى أنه لا يجوز إدخال النجاسة المسجد، وهو مصرح به، فلذا ذكر العلامة قاسم في بعض فتاواه أن قولهم: إن الدهن المتنجس يجوز الاستصباح به مقيدٌ بغير المساجد، فإنه لا يجوز الاستصباح به في المسجد، لما ذكرنا. (البحر الرائق، كتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٦١/٢ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٦/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۸/۱۸ھ

مسجد میں مٹی کے تیل کی لالٹین جلانا؟

سوال (۴۱۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ایسی مسجد ہے جس میں لوگ مٹی کا تیل جلاتے ہیں، اور مٹی کے تیل کا برتن بھی مسجد میں ہی رکھتے ہیں، اور ضرورت پڑتے ہی لالٹین میں تیل ڈال کر برتن میں ہی رکھ دیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مجبوری کے تحت مٹی کے تیل کا استعمال لالٹین میں ڈال کر مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مٹی کا تیل بدبودار چیز ہے، اسے مسجد میں جلانا اور رکھنا ناجائز ہے، روشنی کی ضرورت ہو تو ایسی چیزیں استعمال کی جائیں جن میں بدبو نہ ہو، جن کی آج کل کوئی کمی نہیں ہے۔

عن عبد العزیز قال: قیل لأنس رضي اللّٰہ عنہ: ما سمعت النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم في الثوم؟ فقال: من أکل فلا یقربنّ مسجدنا. (صحیح البخاري، کتاب الأطعمۃ / باب ما یکرہ من الثوم والبقول ۸۲۰/۲، مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ / باب المساجد ومواضع الصلاۃ ٦٨)

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أکل من ھٰذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا؛ فإن الملائکۃ تتأذی مما یتأذی منہ الإنس. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ / باب المساجد ومواضع الصلاۃ ٤١٢/٢ رقم: ٧٠٧ المکتبۃ الحقانیۃ، ٢٠٠/٢ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند)

للحدیث الصحیح في النھي عن قربان آکل الثوم والبصل في المسجد. (شامي ٤٣٥/٢)

وأشار المصنف إلی أنہ لا یجوز إدخال النجاسۃ المسجدَ، وھو مصرح فیہ. (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ / باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، فصل: کرہ استقبال القبلۃ ٦١/٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں ماچس کی تیلی جلا کر چراغ جلانا؟

سوال (۴۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں ماچس کی تیلی جلا کر چراغ روش کرنا درست ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے اس کو حرام لکھا ہے، اگر یہ حرام ہے تو پھر چراغ کس طرح روشن کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت گنگوہیؒ نے جس دیاسلائی کو مسجد میں جلانے سے منع فرمایا ہے، اُس سے وہ گندھک کی دیاسلائی مراد ہے جس میں بہت زیادہ بدبو ہوا کرتی تھی، اور آج کل جو ماچس کی تیلیاں آرہی ہیں، اُن میں ناگوار بدبو نہیں ہوتی ہے، اور اُس کی ضرورت بھی ہے، اِس لئے اُنہیں مسجد کے اندر جلانے کی گنجائش ہے، اور یہ حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ مسئلہ کا اصل مدار بدبو ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔ اور خود حضرت گنگوہیؒ نے اُسی فتویٰ میں موم کی دیاسلائی کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۵۴۷ مکتبہ تھانوی دیوبند)

المستفاد: ويحرم فيه السؤال ...... وأكل نحو ثوم ويمنع منه، وكذا كل مؤذ الخ. (الدر المختار مع الشامي، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في الغرس في المسجد ٤٣٥/٢ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ٣٢١/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۰/۳/۱۵ھ

مسجد میں اگربتی جلانا؟

سوال (۴۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھر اور مسجدوں میں اگربتی جلانے سے لوگ منع کرتے ہیں، بہت سے تو اگربتی بجھا دیتے ہیں، اگربتی سینٹ کی بنتی ہے، پھولوں کی تو بنتی نہیں، اور نہ ہی ملتی ہے، اور سینٹ کا استعمال حرام

ہے، اگربتی تو مزاروں پر جلائی جاتی ہے، مسجدوں اور گھروں میں نہیں۔ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، مسجدوں میں ہر طرح کا آدمی آتا ہے، کئی کئی دن آدمی نہیں نہاتا، کپڑے میلے وغیرہ ہونے کی بدبو اس لئے اگربتی جلائی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگربتی سینٹ سے نہیں بنتی؛ بلکہ خوشبودار مادہ سے بنتی ہے؛ لہٰذا خوشبو کے لئے اس کا استعمال ہر جگہ درست ہے، اور مسجد میں تو بدرجۂ اولیٰ خوشبو کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ببناء المسجد في الدور وأن ینظف ویطیب. (مشکاة المصابیح ٦٩)

عن واثلة بن الأسقع رضي اللّٰه عنه أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: …… اتخذوا علی أبوابها المطاهر وجمروها في الجمع. (سنن ابن ماجة، أبواب المساجد / باب ما یکره في المساجد ٥٤ رقم: ٧٥٠ دار الفکر بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱/۶ھ

مسجد کے صحن میں کھانا پکانا؟

سوال (۴۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد یا صحن مسجد میں تبلیغی جماعت والے کھانا پکاتے ہیں اور مسجد میں کھاتے بھی ہیں، یہ کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی اصل حدود میں (جہاں جماعت ہوتی ہے) کھانا پکانے کی اِجازت نہیں ہے؛ لہٰذا خارجی حصہ میں ہی کھانا وغیرہ پکانا چاہئے۔ اور بہتر ہے کہ کھانے کا انتظام بھی مسجد کے باہری حصہ میں کیا جائے؛ تاہم اگر باہر کی کوئی جماعت مسجد میں بنیت

اعتکاف مقیم ہو، تو اُس کے لئے مسجد میں کھانے کی گنجائش ہے۔

ویحرم فیه السوال ...... وأکل نحو ثوم ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ...... ونوم إلا لمعتکف وغریبٍ. (الدر المختار) **وفي الشامیة: وإذا أراد أن یفعل ذلک ینبغي أن ینوي الاعتکاف فیدخل فیه ویذکر اللّٰه تعالیٰ بقدر ما نوی أو یصلي، ثم یفعل ما یشاء، کذا في السراجیة.** (الدر المختار مع الشامي، ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها / مطلب في الغرس في المسجد ۲/ ٤٣٥ زکریا، کذا في الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المسجد ٥/ ٣٢١ زکریا)

لأن تنظیف المسجد واجب. (شامي / باب الاعتکاف ۲/ ٤٤٥ دار الفکر بیروت، کذا في البحر الرائق / باب الاعتکاف ۲/ ٥٣٠ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۱۱/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی صفائی ستھرائی کرنا

جماعت کھڑی ہوتے وقت رومال سے صفوں کو جھاڑنا؟

سوال (۴۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ جماعت کھڑی ہونے کے وقت صف کو رومال سے اِس قدر جھاڑتے ہیں کہ دوسری صفوں تک آواز جاتی ہے، نہ اِس کی فکر ہے کہ تکبیرِ اُولی فوت ہوگی یا رکعت جائے گی، اس طرح کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بیٹھ کر ہر ایسا کام کرنا مکروہ وممنوع ہے، جس سے نمازیوں کو اذیت پہنچے؛ لہٰذا ایسے وقت صف کو رومال سے زور سے جھاڑنا منع ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ۴/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۵۰۷ زکریا قدیم)

يكره اللغط ورفع الصوت في المسجد، ففي مصنف بن أبي شيبة أن عمر سمع رجلاً رافعًا صوته في المسجد، فقال: أ تدري أين أنت؟. (إعلام الساجد بأحكام المساجد ٣٢٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۹/ ۱۱/ ۱۴۲۶ھ

خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش سے مسجد کی پتائی کرنا؟

سوال (۴۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سور کے بالوں سے بنے برش سے مسجد کی پتائی ہورہی تھی، ایک نمازی نے مفتی صاحب سے

کہا کہ حضرت یہ تو غلط ہے، تو مفتی صاحب نے جواب دیا اتنی باریکی پر مت جاؤ، اتنی باریکی میں جاؤ گے تو یہ کپڑے جو پہنے بیٹھے ہو، وہ بھی اُتر جائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ یقین ہوجائے کہ جو برش مسجد کی رنگائی میں استعمال ہورہا ہے وہ بعینہٖ خنزیر کے بالوں سے بنا ہے، تو اُسے رنگائی میں استعمال کرنا درست اور جائز نہیں ہے، جب تک پختہ یقین نہ ہو تو محض شبہ کی بناپر اُس کا ترک ضروری نہ ہوگا؛ البتہ احتیاط اور اولیٰ یہ ہے کہ اُسے استعمال نہ کیا جائے۔

ثم اعلم أن الشک علی ثلاثة أضرب: شک طرء علی أصل حرام، وشک طرأ علی أصل مباح، وشک لا یعرف أصله......، والثالث مثل معاملة من أکثر ماله حرام، ولم یتحقق المأخوذ من ماله عین الحرام فلا تحرم مبایعته لإمکان الحلال وعدم التحریم، ولکن یکره خوفًا من الوقوع في الحرام. (کذا نقل البیري علی الأشباه، القاعدة الثالثة: ۱۰۰ دیوبند)

وشعر المیتة وغیر الخنزیر طاهر. (الدر المختار) **قال الشامي: قوله: علی المذهب: أي علی قول أبي یوسف الذي هو ظاهر الروایة: أن شعره نجس، وصححه في البدائع، ورجحه في الاختیار.** (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة / باب المیاه، مطلب في أحکام الدباغة ۲۰٦/۱ کراچی)

وإدخال نجاسة فیه أي في المسجد، قال الشامي: في الفتاویٰ الهندیة: لا یدخل المسجد مَن علی بدنه نجاسة. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ٦٦۰/۱ کراچی، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المسجد ۳۲۱/۵ زکریا)

وکره تحریمًا ...... وإدخال نجاسة فیه. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ٦٥٦/۱ کراچی)

وأشار المصنف إلى أنه لا يجوز إدخال النجاسة المسجدَ، وهو مصرح به. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة ٢/ ٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۰/۲۴ھ

سور کے بالوں سے بنے برش سے مسجد میں رنگ کرنا؟

سوال (۴۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے محلّہ کی مسجد میں رنگائی ہورہی ہے، رنگائی کرنے والا بکر سفید رنگ کا برش لایا، اُس سے رنگ کرنا شروع کیا، خالد نے جب اس برش سے رنگائی کرتے ہوئے دیکھا تو بولا کہ مسجد تو ناپاک ہوگی؛ کیوں کہ یہ برش سور کے بال کا ہے، اور سور نجس العین ہے، اگر آپ کو رنگ کرنا ہے تو کالے رنگ کا برش لایئے جو گھوڑے کے بال کا ہوتا ہے، تو بکر نے کہا کہ اس سے رنگ کرنا ٹھیک ہے، میں نے فتویٰ دیکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی کیمیکل ملائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے رنگ کرنا ٹھیک ہوتا ہے، اب مسئلہ بالا میں تنازع ہورہا ہے، صحیح صورت تحریر کریں کہ اس برش سے رنگ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتے برش ناپاک ہوتا ہے، تو جتنا رنگ مسجد میں ہورہا ہے، اس کے پاک کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو معلومات رکھنے والے حضرات سے یہ تحقیق کی جائے کہ وہ برش جس سے رنگ کیا گیا ہے، وہ واقعی خنزیر کے بالوں سے بنا ہے، اگر یہ بات محقق ہوجائے تو اس سے رنگ وغیرہ کرنا درست نہیں ہے، کسی کیمیکل وغیرہ سے بھی خنزیر کے بالوں کی نجاست ختم نہیں ہوتی، اور لاعلمی کی وجہ سے مسجد میں جو رنگ کردیا گیا ہے وہ خشک ہونے کے بعد پاک ہوجائے گا۔

وظاهر كلامهم منع الانتفاع به عند عدم الضرورة – إلى قوله – فعلى هٰذا لا يجوز بيعه والانتفاع به. (البحر الرائق ٦/ ٨٠، فتح القدير ٥/ ٤٢٦، مجمع الأنهر ٢/ ٥٩ بيروت، شامي ٥/ ٧٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۹/ ۱۴۱۹ھ

خنزیر کے بالوں والے برش سے پوتی گئی مسجد کا حکم؟

سوال (۴۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد ومدرسہ یا گھر میں پکا رنگ خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش کے ذریعہ کردیا گیا ہو، تو کیا یہ مقام پاک ہے؟ اگر پاک نہیں ہے تو نماز درست ہے یا نہیں؟ نہیں تو کیا کیا جائے، جب کہ اس جگہ ایک بڑی رقم خرچ ہوچکی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کے بالوں والا برش مسجد میں استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے؛ تاہم اگر ضرورۃً استعمال کرلیا گیا تو امام محمدؒ کی روایت کے مطابق اُس سے مسجد کی دیواریں وغیرہ خشک ہونے کے بعد ناپاک نہ ہوں گی۔

قال محمدؒ: إنه لو وقع في الماء لا ينجسه. (كذا في الكبرىٰ ١٤٤، شامي ٥/ ٧٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں زیب وزینت کرنا

مسجد اور مدرسہ کی تزئین میں رقم خرچ کرنا؟

سوال (۴۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی بنیادی اور اہم ضرورت کے علاوہ خارجی اور غیر ضروری تعمیر میں رقم خرچ کرنا مثلاً مدرسہ کے باہر بلند قامت سنگِ مرمر اور ماربل کا خوب صورت دروازہ بنوا کر رنگ برنگے ٹائیلس اور پتھروں نیز لائٹنگ وغیرہ سے اُس کو سجانا یا مسجد ومدرسہ کی دیواروں پر اندرو باہر سے ماربل لگوا کر اُس کے حسن کو بڑھانا وغیرہ (کہ ان کاموں سے بنیادی طور پر کوئی فائدہ نہیں) کاموں میں رقم خرچ کرنے سے بھی اَجر وثواب ہوگا یا نہیں؟ نیز اِن کاموں میں رقم خرچ کرنا بہتر ہے یا غرباء ومساکین کی امداد اور اپنے اقرباء کی خبر گیری واعانت؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں نقش ونگار اور سنگ مرمر اور لائٹنگ وغیرہ چوں کہ ضروریات مسجد ومدرسہ میں سے نہیں ہے، اِس لئے مسجد اور مدرسہ کے عمومی چندہ سے اُن پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی آدمی خود اپنی جیب سے نقش ونگار اور پتھر وغیرہ لگانے کی رقم دے، تو جائز ہے؛ لیکن اِس کے بجائے یہ رقم مساکین پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷۳/۶، احسن الفتاویٰ ۴۵۹/۶)

قوله: ولا نقشه بالجص وماء الذهب: أي ولا يكره نقش المسجد …… وهٰذا إذا فعل من مال نفسه، أما المتولي، فإنما يفعل من مال الوقف، ما يحكم البناء دون النقش، فلو فعل ضمن حينئذٍ، لما فيه تضييع المال. (البحر الرائق، كتاب

الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٦٤/٢-٦٥ زكريا)

وليس للقيم أن يتخذ من الوقف على عمارة المسجد شرفًا، أو ينتقش المسجد من ذٰلک، ولو فعل يكون ضامنًا. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا الخ ٢٩١/٣ زكريا)

وكذا يضمن إذا أسرف في السرج في رمضان وليلة القدر. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٦٠/٥ زكريا)

ولا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه – إلى قوله – إذا فعل من مال نفسه أما المتولى فلا يجوز أن يفعل من مال الوقف. (حلبي كبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٥ لاهور، مجمع الأنهر / باب ما يفسد الصلاة وما يكره منها ١٢٧/١ بيروت، ١٩٠/١ مكتبه فقيه الأمة ديوبند، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / آداب المساجد ٣١٩/٥)

وفي الشامية في حظر الهندية عن المضمرات: والصرف إلى الفقراء أفضل وعليه الفتوىٰ. (شامي، كتاب الصلاة / مطلب: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره ٤٣١/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زیبائش کیلئے اپنا ذاتی پیسہ سے شیشہ لگانا؟

سوال (۴۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے کیسے بھی سائز کا آئینہ مسجد کے کسی بھی حصہ میں لگایا جاسکتا ہے؟ یا اُس میں آئینہ کی لمبائی اور چوڑائی کی کوئی حد مقرر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیبائش وآرائش کے لئے اپنے حلال روپئے سے

دیوارِ قبلہ کے علاوہ مسجد کے دیگر حصوں (دیواروں اور چھتوں) پر شیشے لگانے کی گنجائش ہے، مسجد کا پیسہ ان زیبائشوں میں صرف نہ کیا جائے، شیشہ کی لمبائی اور چوڑائی کی کوئی قید نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۵۸/۱۶ ڈابھیل)

ولا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه – إلى قوله – إذا فعل من مال نفسه، أما المتولي فلا يجوز أن يفعل من مال الوقف إلا ما يرجع إلى أحكام البناء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن. (حلبي كبير / فصل في أحكام المسجد ٦١٥ لاهور، الدر المختار مع الشامي، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في أحكام المسجد ٤٣٠/٢ – ٤٣١ زكريا)

وفي الفتح: دقائق النقوش ونحوه مكروه. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / قبيل باب الوتر والنوافل ١٩١/١ دار الكتب العلمية بيروت، ١٩١/١ مكتبه فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۳/۲/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں ایسا پتھر لگانا جس میں تصویر نظر آ جائے؟

سوال (۴۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مساجد کی دیوار کے اگلے حصہ میں یا حد و دِمحراب میں ایسے پتھر لگائے گئے ہیں، جن میں بحالتِ نماز امام صاحب اور مقتدی حضرات کی صورتیں نظر آتی ہیں، تو کیا اس طرح نماز مکروہ ہوگی؟ اور کیا ایسے پتھر لگانا جائز ہے؟ ایک مفتی صاحب سے معلوم کیا گیا، تو فرمایا ایسا پتھر لگانا جائز نہیں، مکروہ ہے، اور دوسرے مفتی صاحب نے فرمایا: جائز ہے، لیکن تصویر نظر آنے پر نماز میں کراہت آ سکتی ہے، جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں پتھر لگانے کی تو فی نفسہٖ اجازت ہے؛ لیکن اگر

ایسا پتھر ہو کہ اس میں آئینہ کی طرح صاف تصویر نظر آتی ہو، تو اُس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا، اور اگر آئینہ کی طرح صاف تصویر نظر نہ آتی ہو، بلکہ صرف پرچھائیں نظر آتی ہوں تو اُس کے سامنے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لابأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش خصوصًا في جدار القبلة. (شامي، كتاب الصلاة / مطلب كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره الخ ٤٣٠/٢- ٤٣١ زكريا، ٦٥٨/١ كراچی)

وفي الفتح: دقائق النقوش ونحوها مكروه. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: ١٩١/١ المكتبة الغفارية كوئٹه)

ومحمل الكراهة التكلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصًا في المحراب. (فتح القدير، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: ٤٢١/١ مصطفیٰ البابي الحلبي مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد پر کون سا رنگ لگانا چاہئے؟

سوال (۴۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر تمام طرح کے رنگوں کو استعمال کرنا یا پھر ہلکے رنگوں کا استعمال کرنا، یا پھر مسجد کو بالکل سفید کرنا سادگی کے ساتھ، تینوں طریقوں میں سے سب سے بہتر، سب سے اچھا، سب سے افضل طریقہ کون سا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں کون سا رنگ استعمال کیا جائے؟ اس بارے میں شرعاً کوئی تعیین ثابت نہیں؛ لہٰذا کوئی بھی ایسا رنگ جو غیروں کی عبادت گاہ کے مشابہ نہ ہو، مسجد

میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اور بہر حال سادگی اور کفایت شعاری کا خیال رکھنا بہتر ہے، اور اس کے لئے سفید رنگ ہونا ہی لازم نہیں؛ بلکہ جو رنگ بھی مناسب ہو؛ استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ عرصہ دراز سے حرمین شریفین کی تزیین مناسب رنگوں سے بلانکیر جاری ہے۔

وإذا جعل البياض فوق السواد، أو بالعكس للنقش لا بأس به، ولا بأس بجعل الذهب والفضة في سقف الدار، وأن ينقش المسجد بماء الفضة من ماله، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ ۳۱۹/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۸/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی دیواروں پر آیاتِ قرآنیہ کے کتبات نقش کرنا؟

سوال (۴۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاہانِ مغلیہ اور مسلم حکمرانوں کے عہدِ حکومت میں تعمیر شدہ اکثر مساجد میں آیاتِ قرآنیہ کے کتبات مختلف خطوط میں فنِ خطاطی کے عمدہ شاہ کار کے طور پر لکھے گئے ہیں، نیز حرمِ مکی اور حرمِ نبوی میں بھی یہ کتبات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، کیا کسی مسجد میں آیاتِ قرآنیہ کے کتبات نقش کرنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت یا حرج تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دیواروں اور محرابوں پر آیاتِ قرآنیہ وغیرہ لکھنا اچھا نہیں ہے؛ اس لئے کہ عمارت گرنے یا رنگ اکھڑنے کی وجہ سے اِن آیات کی بےحرمتی کا اندیشہ پایا جاتا ہے۔

وليس بمستحسن كتابة القراٰن على المحاريب والجدران لما يخاف من سقوط الكتابة وإن توطأ. (البحر الرائق / كتاب الصلاة، قبيل باب الوتر والنوافل ۳۷/۲ كراچی)

وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش الخ. (شامي، كتاب الطهارة / قبيل باب المياه ۱۷۹/۱ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المسجد ۳۲۳/۵ کوئٹه، حلبي كبير / قبيل فصل التيمم ٦٠ سهيل اکیڈمی لاهور)

حرمین شریفین میں دیواروں پر لکھی آیتوں میں بھی یہ خطرہ موجود ہے؛ اس لئے کہ ممکن ہے کہ کبھی آئندہ توسیع کی ضرورت پڑے اور دیواریں توڑی جائیں، اسی طرح جو لوگ اُس کی صفائی پر مامور ہیں، ضروری نہیں کہ وہ وضو اور طہارت کا خیال رکھ کر ہی اُس کی صفائی کریں، اگر بے وضو ہاتھ لگائیں گے، تو ان آیات کی بے حرمتی ہوگی وغیرہ۔ نیز جو اہتمام اُن کی حفاظت کا حرمین شریفین میں ہوتا ہے وہ دوسری جگہ متصور بھی نہیں، اس لئے دیواروں پر آیات کی کتابت کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، بالخصوص قبلہ کی دیوار میں آیات وغیرہ لکھنے میں نمازیوں کا ذہن مشغول ہونے کی خرابی بھی پائی جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی دیواروں پر قرآنی آیات کے طغرے اور یا محمد لکھ کر لٹکانا؟

سوال (۴۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی دیواروں، مکان یا دیگر مقامات وکاغذات میں بعض لوگ ''یا اللہ'' کے ساتھ ''یا محمد'' بھی لکھا کرتے ہیں، اُن کا یہ لکھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیواروں وغیرہ پر قرآنی آیات کے طغرے لکھنے اور لٹکانے کو حضراتِ فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور یا محمد لکھنا اگرچہ اس تاویل کے ساتھ جائز ہے کہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش کرتے ہیں؛

لیکن ایہامِ شرک کی وجہ سے نہ لکھنا اور نہ کہنا ہی اَحوط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۷/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَوقاتِ نماز کے نقشہ کو فریم کرا کے مسجد میں لٹکانا؟

سوال (۴۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَوقاتِ نماز کے نقشہ کو لکڑی کے فریم میں لگایا گیا، اور فریم کے چاروں بازو پر سامنے کی ڈیڑھ انچ چوڑی آئینہ کی پٹیاں لگائی گئیں ہیں، اِس فریم کے سامنے کھڑے ہونے پر آئینہ میں چہرہ صاف نظر آتا ہے، اِس فریم کو مسجد میں مغربی دیوار پر لٹکا دیا گیا ہے جو کہ نمازیوں کے سامنے رہتا ہے، اس سلسلہ میں جناب سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مذکورہ فریم مسجد میں لٹکانا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبلہ کی دیوار پر ایسا نقشہ وغیرہ لٹکانا مکروہ ہے جس کی وجہ سے نمازیوں کا دھیان بٹتا ہو؛ لیکن قبلہ کی جانب کے علاوہ دوسری طرف اَوقات الصلوٰۃ وغیرہ کا نقشہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محل الکراهة التکلف بدقائق النقوش ونحوه، خصوصًا في جدار القبلة؛ لأنه یلهي قلب المصلي. (حلبي کبیر ٦١٦ لاهور، کذا في الدر المختار / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب کلم لا بأس الخ ٦٥٨/١ کراچی، ٤٣٢/٣ زکریا، فتح القدیر ٤٢١/١ دار الفکر بیروت)

محل الاختلاف في غیر نقش المحراب، أما نقشه فهو مکروه؛ لأنه یلهي المصلي کما في فتح القدیر وغیره. (البحر الرائق / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ٦٥/٢ زکریا، الفتاویٰ الهندیة / الفصل الثاني من کتاب الصلاة ١٠٩/١ زکریا، الهدایة / باب ما یفسد الصلاة الخ ١٤٤/١ المکتبة الأشرفیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۲/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَوقاتِ صلوٰۃ کا فریم کس دیوار پر لٹکائیں؟

سوال (۴۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَوقات کا فریم مسجد میں کس دیوار پر لٹکایا جائے؟ کیا اس کی بھی کوئی قید ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ فریم قبلہ کی دیوار کے علاوہ دیواروں پر لٹکائیں؛ تاکہ نمازیوں کی نماز میں خلل نہ پیدا ہو۔

وقیل: یکره في المحراب دون السقف والمؤخر. (الدر المختار / مطلب کلمة لا بأس دلیل علی أن المستحب غیره الخ ۱/۶۵۸ کراچی، ۲/۴۳۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں تعلیم وتعلم

مسجد میں طلبہ کا قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور قیام کرنا؟

سوال (۴۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی تیسری منزل پر قرآنِ کریم کی تعلیم ہوتی ہے، جس میں مقامی اور غیر مقامی طلبہ حفظ وناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جب کہ مسجد کی تیسری منزل پر نماز ہوتی ہے، مسجد کی تیسری منزل پر ہی غیر مقامی طلبہ کا قیام بھی ہے، مسجد کے اندر قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرنا اور مسجد کے اندر طلبہ کا قیام کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں احتیاط کے ساتھ بچوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دینا درست ہے، اور فقہاء نے مسجد میں مستقل قیام کو مکروہ لکھا ہے، اور صرف معتکف یا مسافر اور پردیسی کو قیام کی اجازت دی ہے، بریں بنا مسئولہ صورت میں بچوں کے قیام کے لئے مسجد سے الگ کسی کمرہ کا انتظام ہونا چاہئے۔

لأن المسجد ما بني إلا لها من صلاة واعتكاف، وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآنٍ. (البحر الرائق ٦٠/٢ زكريا، ٣٤/٢ كوئٹه)

ويجوز الدرس في المسجد وإن كان استعمال اللبود والبواري المسبلة لأجل المسجد. (البحر الرائق ٤١٩/٥ زكريا، ٢٥٠/٥ كوئٹه)

تعليم الصبيان في المسجد لا بأس به. (شامي ٦١٣/٩ زكريا)

والنوم فيه لغير المعتكف مكروه، وقيل: لا بأس للغريب أن ينام فيه،

والأولیٰ أن ینوي الاعتكاف لیخرج من الخلاف. (الحلبي الكبیر / فصل في أحكام المسجد ٦١٢ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کو آباد رکھنے کے لئے اس میں مدرسہ قائم کرنا؟

سوال (۴۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقریباً تیس سال قبل چاند پور شوگر مل کے سامنے ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی؛ تاکہ مل میں کام کرنے والے مسلم مزدور اور دیہات سے گنا لے کر آنے والے مسلم کسان نماز ادا کرسکیں، ڈھائی سال پہلے تک ایسا ہی ہوتا رہا، مسجد کا خرچ بھی مل کے مزدور ہی برداشت کرتے رہے؛ لیکن اَب حالات اس طرح ہیں، جب سے گورنمنٹ یوپی نے مل کو بیچا ہے تو پرانے مل مزدور نوکری چھوڑ کر چلے گئے، تو مسجد بھی غیر آباد ہوگئی، مسجد میں خاص طور پر مغرب، عشاء اور فجر میں کوئی بھی نمازی نہیں ہوتا، اور اگر امام صاحب کہیں چلے جاتے ہیں تو جب تک امام صاحب نہیں آئیں گے، اذان نماز کسی بھی وقت نہیں ہوگی، مسجد کے اطراف اس طرح ہیں کہ مغرب کی جانب غیر مسلم کا باغ ہے، مشرق میں میں روڈ ہے اور جنوب کی طرف ایک مسلم کا مکان ہے، اور شمال میں مسلم کی تھوڑی سی جگہ کھلی پڑی ہوئی ہے، اس کے بعد غیر مسلم کی ہی آبادی ہے، مسجد سے تقریباً دو کلومیٹر دور تک چاروں طرف کوئی مسلم آبادی نہیں، تو مسجد کو آباد کرنے کے لئے کچھ حضرات نے یہ سوچا کہ مسجد میں مدرسہ قائم کردیا جائے، تو تعلیم تو مسجد میں ہوگی اور طلباء بھی مسجد میں قیام کریں گے، مسجد کی کچھ دوکانیں ہیں اُن کو مدرسہ کے لئے استعمال مثلاً تعلیم یا قیام کے لئے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد میں تنخواہ لے کر تعلیم دینا مکروہ ہے، اگر مسجد میں تعلیم یعنی مدرسہ نہ ہو تو مسجد میں تالا لگ سکتا ہے، تو مسجد آباد رکھنے کی کیا صورت ہے؟ برائے مہربانی جیسی بھی صورت ہو، تحریر فرمائیں؟

نوٹ:- کچھ لوگوں نے یہ طے کیا کہ مدرسہ شاہی بھی چوں کہ مسجد میں قائم ہوا، اور اب بھی ہے، اس کی کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مسجد کو آباد رکھنے کے لئے اس میں مدرسہ قائم کرنا شرعاً درست ہے، اور یہ مدرسہ مسجد ہی کے تابع رہے گا، یعنی دونوں کی کمیٹی اور منتظم ایک ہوں گے، مدرسہ کے طلبہ کا قیام مسجد کی شرعی حدود میں نہ کرایا جائے؛ بلکہ ملحقہ عمارت میں یا مسجد کی دوکانوں میں کرایا جائے؛ البتہ حدودِ مسجد میں مدرسہ کی طرف سے تنخواہ دے کر تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کراہت اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ استاذ مسجد میں بیٹھ کر پڑھنے والے بچوں سے فیس لے کر تعلیم دے۔

نوٹ:- مدرسہ شاہی مسجد میں نہیں؛ بلکہ اس سے ملحق عمارت میں قائم کیا گیا تھا، اور آج بھی اصل مدرسہ اسی عمارت میں موجود ہے؛ البتہ ضرورت اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے مسجد کے اندر تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۳۴ میرٹھ، ۱۴/۷ ۵۹-۵۹۸ ڈابھیل، کفایت المفتی ۷/۳۲ زکریا)

وفي حديث طويل: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت اللّٰه يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة ...... الخ. (صحيح مسلم ۲/۳٤٥)

أما المعلم الذي يعلم الصبيان بأجر إذا جلس في المسجد يعلم الصبيان لضرورة الحر أو غيره لا يكره. (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع / الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ۱/۱۱۰) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۰/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں مکتب قائم کرنا اور بچوں سے بلند آواز سے دعاءِ ماثورہ پڑھوانا؟

سوال (۴۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: چھوٹے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے صبح وشام مسجد کے اندر مکتب قائم کرنا اور اُن سے اَدعیۂ ماثورہ ومسنونہ بآواز بلند پڑھوانا آدابِ مسجد کے خلاف تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچے بچیاں اتنے بڑے ہوں کہ اُن کی وجہ سے مسجد کے ناپاک ہونے کا خطرہ نہ ہو، تو ایسے بچے بچیوں کو ضرورت کے وقت مسجد کی حدود میں تعلیم دینا شرعاً درست ہے، اور دعائیں یاد کرانے کی غرض سے مناسب بلند آواز سے پڑھانے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۴۵۸/۶، فتاویٰ محمودیہ ۲۱۶/۱۵ ڈابھیل)

ویحرم إدخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم وإلا فیکره (الدر المختار)

فقوله: إلا فیکره: أي تنزیهًا، تأمل. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب في أحکام المسجد ۶۵۶/۱-۶۵۷ کراچی، الأشباه والنظائر / القول في أحکام المسجد ۵۴/٤ إدارة القرآن کراچی، وکذا في الحلبي الکبیر / فصل في أحکام المسجد ۶۱۰ لاهور)

وتعلیم الصبیان فیه بلا أجر وبالأجر یجوز. (فتاوی البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة ۳۵۷/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکتب میں جگہ کی قلت کے باعث طلبہ کو مسجد میں پڑھانا؟

سوال (۴۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد سے متصل ایک مکتب ’’تعلیم القرآن‘‘ ہے، مکتب میں جگہ کی قلت کی بنا پر طلبہ مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں، کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ طلبہ کا مسجد میں بیٹھنا صحیح نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچوں کی پاکی یا ناپاکی کا اچھی طرح اہتمام رکھا جاتا

ہو،تو جگہ کی قلت کی بناپر مکتب کے بچوں کا مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا پڑھانا شرعاً درست ہے۔خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسجد میں تعلیم وتعلم اور علمی مذاکرہ کرنا ثابت ہے۔مسجد میں پڑھانے کی ممانعت اُس وقت ہے جب استاذ ذاتی طور پر اپنے لئے فیس لے کر مسجد میں پڑھاتا ہو، اور یہاں یہ صورت نہیں پائی جارہی ہے؛ اس لئے کہ استاذ کی تنخواہ کا تعلق مکتب کے ذمہ داروں سے ہے، نہ کہ پڑھنے والے بچوں سے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مرّ بمجلسین في مسجده: أحد المجلسین یدعون اللّٰہ ویرغبون إلیه، والآخر یتعلمون الفقه ویعلمونه. فقال رسول اللّٰہ: کلا المجلسین علی خیر، وأحدهما أفضل من الآخر صاحبه، أما هؤلاء فیدعون اللّٰہ ویرغبون إلیه، فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم، وأما هؤلاء فیتعلمون ویعلمون الجاهل؛ وإنما بعثت معلمًا. (جامع العلم ۱/ ۵۰)

عن جندب بن عبد اللّٰہ البجلي رضي اللّٰہ عنه قال: أتیت المدینة ابتغاء العلم فدخلت مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم؛ فإذا الناس فیه حلق یتحدثون، فجعلت أمضی الحلق، حتی أتیت حلقة فیها رجل شاحب علیه ثوبان کأنما قدم من سفر، قال: فسمعته یقول: هلک أصحاب العقدة ورب الکعبة! ولا آسی علیهم – أحسبه قال مرارًا – قال: فجلست إلیه فتحدث بما قضی له ثم قام قال: فسألت عنه بعد ما قام، قلت: من هٰذا؟ قالوا: هٰذا سید المسلمین أبي بن کعب رضي اللّٰہ عنه. (طبقات ابن سعد ۳/ ۵۰۱)

عن هلال بن یساف قال: قدمت البصرة فدخلت المسجد فإذا أنا بشیخ أبیض الرأس واللحیة مستند إلی أسطوانة في حلقة یحدثهم، فسألت من هٰذا؟ قالوا: عمران بن حصین رضي اللّٰہ عنه. (طبقات ابن سعد ۴/ ۲۹۱، حیاة الصحابة، الترغیب في العلم / مجالس العلم ومجالسة العلماء ۳/ ۲۰۹–۲۱۰ إدارة إشاعة دینیات نیو دلهي)

فلا يجوز لأحد مطلقًا أن يمنع مؤمنًا من عبادة يأتي بها في المسجد؛ لأن المسجد ما بني إلا لصلاة أو اعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآنٍ. (البحر الرائق / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٦٠/٢ زكريا، وكذا في غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر للحموي ٦٣/٤ إدارة القرآن كراچی)

وكذا التأديب فيه: أي لا يجوز التأديب فيه إذا كان بأجر، وينبغي أن يجوز بغير أجر. (البحر الرائق ٢٠٥/٥ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بالائی حصہ پر بچوں کو تعلیم دینا؟

سوال (۴۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک تعلیمی اِدارہ جس میں قرآنِ پاک مع دینیات وعصری علوم کے ساتھ تعلیم ہوتی ہے، چوں کہ اس کی عمارت ایک مسجد کے برابر ملحق کمروں میں واقع ہے، جہاں تعلیم ہوتی ہے، اَب چوں کہ طلبہ کی کثرت ہورہی ہے اور درس گاہوں میں طلبہ کی مزید گنجائش نہیں ہے؛ لہٰذا ایسی حالت میں کیا ہم مسجد کی بالائی منزل کو تعمیر کرکے اس میں مزید تعلیمی سلسلہ جاری کرسکتے ہیں؟ براہِ کرم تفصیل سے مذکورہ مسئلہ کی وضاحت فرمادیں کہ شرعاً تو کوئی مانع یا اعتراض نہیں ہے؟ ہم کس طرح مسجد کی جگہ کو تعلیم کے لئے استعمال کرسکیں گے؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مسجد کی حدود میں صرف دینی تعلیم (قرآنِ کریم ودینیات) کی اِجازت ہے، بشرطیکہ پڑھنے والے بچے پاکی ناپاکی کا شعور رکھنے والے ہوں، اگر بےشعور بچے ہیں تو اُن کے لئے مسجد میں دینی تعلیم کا انتظام بھی درست نہیں ہے، اور انگریزی وعصری تعلیم مسجد میں کسی کے لئے درست نہیں، ایسی تعلیم کے لئے بہر حال مسجد کی

حدود کے باہر تعلیم کا نظم کیا جائے۔

ویجوز الدرس في المسجد وإن كان فيه استعمال اللبود والبواري المسبلة لأجل المسجد. (البحر الرائق ٢٥٠/٥ كوئٹه، ٤١٩/٥ زكريا)

لأن المسجد ما بني إلا لها من صلاة واعتكاف، وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآنٍ. (البحر الرائق ٦٠/٢ زكريا)

لو علم الصبيان في المسجد لايجوز يأثم الخ، وأما الصبيان فقد قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم الخ. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب ما يكره في المساجد ١٨٩ رقم: ٧٥٠ دار الفكر بيروت، البحر الرائق ٤١٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں فیس لے کر بچوں کو قرآن پڑھانا؟

سوال (۴۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں یا صحنِ مسجد یا خارجِ مسجد حجرہ وغیرہ میں فیس والے بچوں کو جو کلام پاک یا دینیات وغیرہ پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائز ہے، جب کہ اہل مسجد کی طرف سے اجازت ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰۲/۱۴ ڈابھیل)

أما للتذكير أو للتدريس فلا؛ لأنه ما بنى له وإن جاز فيه ...... ويجوز الدرس في المسجد، وإن كان فيه استعمال اللبواد والبواري المسبلة لأجل المسجد. (البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤١٩/٥ زكريا)

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية ٣٥٧/٦)

فلا يجوز لأحد مطلقًا أن يمنع مؤمنًا من عبادة يأتي بها في المسجد؛ لأن المسجد ما بني إلا لها من صلاة واعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآن. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ٦٠/٢ زكريا، وكذا في شرح الأشباه والنظائر للحموي ٦٣/٤ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی حد سے متصل اِمام کے حجرہ کے سامنے دینی درس گاہ بنانا؟

سوال (۴۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے حجرہ کے سامنے دینی درس گاہ ہے جو مسجد کی حد سے الگ ہے، جس میں نونہالانِ اسلام قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں؛ البتہ بچے وضو خانہ میں پانی پینے اور وضو کرنے آتے ہیں، نیز مسجد کے صحن میں بچوں کی قطار لگا کر کلمے وغیرہ بولے جاتے ہیں، چوں کہ مدرسہ میں جگہ کی قلت ہے، اُن کا کہنا ہے کہ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے؛ لہٰذا دینی درس گاہ بند کردی جائے، حالاں کہ بچے جوتے چپل پہن کر آتے ہیں اور مسجد ومدرسہ کی حد سے الگ الگ جوتے چپل اُتار کر حدود میں داخل ہوتے ہیں، کیا موصوف کے کہنے پر مدرسہ بند کردیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ بند نہ کیا جائے؛ البتہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں داخل کرنے میں احتیاط برتی جائے، جو پاکی ناپاکی میں تمیز نہ کرسکتے ہوں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: جنبوا مساجدكم الصبيان والمجانين. (المصنف لعبد الرزاق، باب البيع والقضاء في المسجد ٤٤٢/١ رقم: ١٧٢٨)

ویحرم إدخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم وإلا فیکره. (شامي ٦٥٦/١ کراچی، ٤٢٩/٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۵/۵ھ

مسجد میں دینی وعصری مخلوط تعلیم دینا؟

سوال (۴۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں قرآنِ پاک کی تعلیم دینا درست ہے یا نہیں؟ مسجد میں درجہ ایک سے اوپر تک کسی بھی درجہ کی تعلیم دینا جس میں عصری دینی دونوں تعلیم شامل ہیں، درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بچوں کو دینی تعلیم دینا جائز ہے؛ البتہ مستقل دنیاوی تعلیم کی اِجازت نہیں ہے۔

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من غدا إلی المسجد لا یریدُ إلا أن یتعلم خیرًا أو یُعلمه کان له کأجر حاجٍّ تامًّا حجته.

(رواه الطبراني في الکبیر، مجمع الزوائد ١٢٣/١، الترغیب والترهیب مکمل، کتاب العلم / الترغیب في الرحلة في طلب العلم ص: ٤٨ رقم: ١٤٥ بیت الأفکار الدولیة)

لأن المسجد ما بني إلا لصلاة أو اعتکاف وذکر شرعي وتعلیم علم وتعلمه وقراء ة قرآنٍ. (غمز عیون البصائر شرح الأشباه والنظائر للحموي ٦٣/٤ إدارة القرآن کراچی، وکذا في البحر الرائق / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ٦٠/٢ زکریا)

وتعلیم الصبیان فیه بلا أجر، وبالأجر یجوز. (فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ٣٥٧/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ لڑکیوں اور بچوں کو مسجد میں دینی تعلیم دینا؟

سوال (۴۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنے گھر میں محلّہ والوں سے چندہ کر کے بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے مدرسہ قائم کیا اور دیگر جگہوں سے بھی مدرسہ کے لئے چندہ آیا، جب وہ مدرسہ تیار ہوگیا، تو کچھ سال تک اس میں قرآنِ کریم کی تعلیم دی گئی، پھر اس مدرسہ کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا، اور وہ شخص جس نے اس کو فروخت کیا تھا، بچوں کو لے کر قرآن کی تعلیم دینے کے لئے محلّہ کی مسجد میں آگیا، تعلیم پانے والے بچوں میں بالغ لڑکیاں بھی ہیں جو کہ مسجد میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے آتی ہیں، اور ناسمجھ بچے بھی ہیں جو کہ مسجد کا احترام نہیں کر سکتے ہیں، اور مٹی گارے کے ناپاک پیر لے کر مسجد میں وہ بچے گھس جاتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد کی صفوں پر اور مسجد کے فرش پر نماز پڑھنے میں دل کراہت کرتا ہے، اور لڑکیاں زیادہ ہیں، اور بچے مسجد میں بہت زیادہ شور وغل کرتے ہیں۔ آنجناب سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس مسئلہ کا وضاحت کے ساتھ جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بالغ لڑکیوں کا مسجد میں آنا جانا شدید فتنہ کا باعث ہے، اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا خاص کر جب کہ وہ ننگے پیر نجاست کے ساتھ مسجد میں آتے ہوں، شرعاً ممنوع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا مذکورہ شخص کا اس طرح بچوں اور لڑکیوں کو مسجد میں پڑھانا خلافِ اَدب اور ناجائز ہے۔

عن جسرة بنت دجاجة قالت: سمعت عائشة رضي الله عنها تقول: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ووجوه بيوت أصحابه شارعة في المسجد، فقال: وجّهوا هٰذه البيوت عن المسجد، ثم دخل النبي صلى الله عليه وسلم ولم يصنع القوم شيئًا رجاء أن تنزل فيهم رخصة، فخرج إليهم بعد، فقال: وجهوا البيوت عن المسجد؛ فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (سنن أبي داؤد،

كتاب الطهارة / باب في الجنب يدخل المسجد ۱/ ۳۰ رقم: ۲۳۲ دار الفكر بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن تتخذ المساجد في الدور وأن تطهر وتطيب. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب تطهير المساجد وتطييبها ص: ۱۹۱ رقم: ۷۵۸ دار الفكر بيروت)

عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: جنّبوا مساجدكم مجانينكم وصبيانكم ورفع أصواتكم الخ. (المصنف لعبد الرزاق / باب البيع والقضاء في المسجد وما يجنب المسجد ۱/ ٤٤٢)

أما لو تمّت المسجدية، ثم أراد البناء منع (الدر المختار) قوله: أما لو تمت المسجدية ...... وإن كان حين بناه خلى بينه وبين الناس، ثم جاء بعد ذٰلک يبنی لا يترک ...... الخ، وبه علم أن قوله: وأما لو تمت المسجدية، ثم أراد هدم ذٰلک البناء؛ فإنه لا يمكّن من ذٰلک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ٤/ ۳٥۸ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٥/ ٤٢١ زكريا)

ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره. (شامي ۱/ ٦٥٦ كراچی، ۲/ ٤٢٩ زكريا)

ومنها أن يحرم عليهما وعلى الجنب الدخول في المسجد، سواء كان للجلوس أو للعبور. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطهارة / الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس الخ ۱/ ۳۸ زكريا، وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الطهارة / فروع ٦٠-٦۱ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۲/۳/۱۴۱۲ھ

مسجد سے متصل مکتب میں عورت کا بچوں کو دینی تعلیم دینا؟

سوال (۴۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ:

مسجد
صحنِ مسجد
یہاں لوگ جوتا وغیرہ اُتارتے ہیں
اِس جگہ مدرسہ مکتب ہے

نقشہ بالا میں مکتب اور صحنِ مسجد کے مابین کوئی حائل نہیں ہے، اور اس مکتب میں ایک عورت کو بچوں کو تعلیم دینے کے لئے متعین کیا گیا ہے، جب کہ اس عورت کی آواز مسجد میں پہنچتی ہے، اَب ایسی صورت میں ایسے مکتب میں عورت کا آنا اور اُس کا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکتب کی جگہ چوں کہ مسجد سے خارج ہے، اور وہاں عورت کے آنے میں بظاہر کوئی فتنہ نہیں ہے، اِس لئے عورت پڑھانے کے لئے وہاں جاسکتی ہے؛ البتہ دروازہ وغیرہ بند کرکے ایسا انتظام کیا جائے کہ عورت کی آواز مسجد میں نہ آئے؛ تاکہ نمازیوں کو تشویش نہ ہو۔

فحل دخوله لجنب و حائض كفناءِ مسجد ورباط و مدرسة. (الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٧/١ كراچی، ٤٣٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۸ھ

مسجد کے اندر طلبہ کا پروگرام کرنا اور ڈرامہ اور مکالمہ دکھانا؟

سوال (۴۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر طلبہ کرام کا تقریری پروگرام کرنا جس میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بظاہر مسجد کی شایانِ شان نہیں، مثلاً مسلم اور غیر مسلم کے مابین فسادات دکھلاتے وقت اُن کے لباس

اختیار کرتے ہیں، اوراُن کے طرزِ عمل کو مسجد میں دکھلاتے ہیں، جس سے ناظرین کبھی شور مچاتے ہیں، کبھی زور سے ہنستے ہیں، جب کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک شخص کو مسجد کے اندر بلند آواز سے بات کرنے کی وجہ سے مارنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے اندر اِس طرح پروگرام کرنا اوراُس میں شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں فی نفسہٖ تقریری پروگرام تو جائز ہے؛ لیکن کوئی ایسی حرکت کرنا جو آدابِ مسجد کے خلاف ہو، مثلاً ڈرامہ کی شکل میں لباس وغیرہ بدل کر پروگرام پیش کرنا، یا ایسی بات کرنا جس سے مسجد میں خواہ مخواہ شور وغل ہوجائے، ہرگز جائز نہیں؛ اس لئے ایسے ممنوع پروگرام بالخصوص مسجد میں ہرگز نہ کئے جائیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/ ۹۵ ۳ میرٹھ، امداد الفتاویٰ ۲/ ٦۳۴)

و آداب المسجد ترجع إلی معان: منها: تعظیم المسجد، ...... ومنها: تنظیفه مما یستقذر ویتنفر منه، ومنها: الاحتراز عن تشویش العباد وهیشات الأسواق الخ. (حجة اللّٰه البالغة / المساجد من شعائر اللّٰه ۲/ ۲۰-۲۱ مکتبه حجاز دیوبند)

ذکر الفقیه رحمه اللّٰه تعالیٰ في التنبیه حرمة المسجد خمسة عشر، السادس: منها: أن لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰه تعالیٰ، السابع: أن لا یتکلم فیه من أحادیث الدنیا ......، الجلوس في المسجد للحدیث لا یباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنیا. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب الخامس في آداب المساجد ۵/ ۳۲۱، نفع المفتي والسائل ۳۸۱ المکتبة الصدیقیة، الحلبي الکبیر / فصل في أحکام المسجد ٦۱۰ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱٦/ ٦/ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں فیس لے کر دینی تعلیم دینا؟

سوال (۴۴۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مسجد کے اندر تعلیم قرآن کا سلسلہ چند ماہ سے چل رہا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اُس کا قیام مسجد کے اندر کیا گیا ہے، باہر کسی اور جگہ کا بالکل کوئی نظام نہیں ہے، اس کو فروغ دینے اور سنبھالنے کے لئے ایک مستند ومشاق قاری وعالم دین کو بٹھا رکھا ہے، پڑھنے والے طلبہ پر ماہانہ فیس مقرر کردی گئی ہے، اور یہ طلبہ بخوشی ادا کرتے ہیں، اور یہی درحقیقت معلم صاحب کی تنخواہ کا واحد ذریعہ ہے، چندے وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں رکھا گیا ہے۔ اَب ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ نظام شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ مسجد کے اندر فیس لے کر تعلیم دینا جائز نہیں؛ لہٰذا آپ فیصلہ فرمادیں۔ نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس عمل میں دخل اندازی کرتا ہے اور نظام کو بند کرانا چاہتا ہے، تو شرعاً اِس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مسجد شرعی کے حدود میں بچوں سے فیس لے کر تعلیم کا جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے، یہ نامناسب اور خلافِ اولیٰ ہے؛ البتہ اگر یہ صورت اپنائی جائے کہ معلم صاحب پڑھنے والے سے بذاتِ خود فیس وصول نہ کریں؛ بلکہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص اُن کا ذمہ دار رہو، اور پھر ماہانہ بطور تنخواہ معلم کو مشاہرہ دیا کرے، تو اس صورت میں مسجد کی حدود میں پڑھانے میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، چناں چہ فتاویٰ بزازیہ وغیرہ کی عبارت سے فی الجملہ یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني في العبادات، نوع في المسجد ٣٥٧/٦)

معلم الصبيان بأجر لو جلس فيه لضرورة الحر لا بأس به، وكذا التعليم إن بأجر كره إلا للضرورة وإن حسبة لا. (بزازية على هامش الهندية، كتاب الصلاة / الباب السادس والعشرون في حكم المسجد ٨٢/٤ كوئٹه)

أما المعلم الذى يعلم الصبيان بأجر إذا جلس في المسجد يعلم الصبيان لضرورة الحر أو غيره لا يكره. (الفتاویٰ الهندية ١١٠/١، الحلبي الكبير ٦١١-٦١٢)

وعلى هٰذا الفقهاء إذا كانوا يكتبون الفقه بالأجر في المسجد يكره، وإن كان بغير أجر، لا وفي كراهية العيون، معلم جلس في المسجد، أو ورّاق كتب في المسجد، فإن كان المعلم يعلم بالأجر، والورّاق يكتب لغيره بأجر، يكره لهما إلا أن يقع لهما الضرورة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الكراهية / الفصل الخامس في المسجد والقبلة وغيرها ٨/١٦٦ رقم: ٢٨٠٤٧ زكريا، فتح القدير، كتاب الصلاة / باب علق المسجد ٤٣٣/١ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المساجد ٤١٩/٥، خلاصة الفتاوىٰ ٢٢٩/١، الموسوعة الفقهية ٢٠٦/٣٧) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین میں مسجد کی آمدنی سے مکتب کی تعمیر کرانا؟

سوال (۴۴٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مسجد کے پڑوس میں مسجد کی زمین کا ایک حصہ خالی پڑا ہے، اس حصے میں بچوں کا مکتب مسجد کی آمدنی سے تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) بچوں کو پڑھانے کے لئے مکتب میں ایک معلم رکھا، اس کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) مسجد کی کمیٹی کے تحت اس کی نگرانی میں مسجد کی خالی پڑی ہوئی زمین میں بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مکتب تعمیر کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور اس مکتب کے معلم کی تنخواہ بھی مسجد کے فنڈ سے دینا جائز ہے۔

الشامنة في وقف المسجد أيجوز أن يبنى من غلته منارة، قال في الخانية معزيًا إلى أبي بكر البلخي: إن كان ذٰلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢١٥/٥ كوئٹه)

ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته، كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (الدر المختار) أي فإن انتهت عمارته وفضل من الغلة شيء، والذي ويبدأ به من ارتفاع الوقف. أي من غلته عمارته شرط الواقف أولا، ثم إلى ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح. (الدر المختار مع الشامي ٥٥٩/٦-٥٦١ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٥٦/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / مطلب: يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٣٦٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی موقوفہ زمین میں سرکاری اِسکول قائم کرنا؟

سوال (۴۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی زمین گیارہ کٹھا چار دھور ہے، مگر سرکاری مال گذاری رسید جو مسجد چپرام کے نام سے کٹ رہی ہے، اس میں صرف دس کٹھا ساڑھے سات دھور زمین ہے، جس کا مال گذاری رسید نمبر ۵۷ ہے، جو بہار اسٹریٹ سنی وقف بورڈ ۳۴ ہارڈھنگ روڈ علی امام متھ پٹنہ ۱۰ کے وقف ہے، وقف نمبر ۵۳۲ ہے۔

مسجد کی وقف کردہ زمین میں متولی کی معرفت سے بہار سرکار نے سرکاری مکتب کا مکان بنادیا ہے، جس میں کچھ بچے ابھی تعلیم پا رہے ہیں، کیا اِس طرح سے مسجد کی زمین میں بہار سرکار کا مکتب بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی موقوفہ زمین میں سرکاری اِسکول مفت میں قائم کرنا جائز نہیں؛ البتہ اگر اِسکول کی طرف سے مسجد کو معقول کرایہ اَدا کیا جائے اور اُس کا وقت بھی

متعین کیا جائے تو گنجائش ہوسکتی ہے، اگر وقتِ مقررہ پر اسکول والے مسجد کو کرایہ اَدا نہ کریں تو مسجد والوں کے لئے اس اسکول کو خالی کرانے کا حق ہوگا۔

أما المال الموقوف على المسجد الجامع إن لم تكن للمسجد حاجة للحال، فللقاضي أن يصرف في ذٰلک، لكن على وجه القرض، فيكون دينًا في مال الفيء. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوقف ٢/٤٦٤)

لا يملک الاستدانة إلا بأمر القاضي. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في إنفاق الناظر الوقف ٤/٤٤٠ دار الفكر بيروت، ٦/٦٥٨ زكريا)

يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتًا يخصه ولا يخلط بعضه ببعضٍ، وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانةٍ، وليس فيها ما يفي به، يستقرض من خزانة غيرها، ثم إذا حصل التي استقرض لها مال يرد إلى المستقرض. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب العشر، مطلب في بيان بيوت المال ومصارفها ٢/٣٣٧ كراچی)

وعلى الإمام أن يجعل لكل نوع من هٰذه الأنواع بيتًا ليخصه ولا يخلط بعضه ببعض؛ لأن الكل نوع حكمًا يختص به، فإن لم يكن في بعضها شيء، فللإمام أن يستقرض عليه من النوع الآخر، ويصرفه إلى أهل ذٰلک، ثم إذا حصل من ذٰلک النوع شيء رده في المستقرض منه. (تبيين الحقائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ٤/١٧١ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في البحر الرائق، كتاب السير / باب العشر والخراج والجزية ٥/٢٠٠-٢٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متفرقات اَحکامِ مساجد

گنے کی کھوئی سے مسجد کا پانی گرم کرنا؟

سوال (۴۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی طرف سے گنے کا رس نکالنے کے کولھو لگائے جاتے ہیں، اس سے آدمی گنے کا رس نکال کر اس کی کھوئی وہیں چھوڑ جاتے ہیں، اس کھوئی سے مسجد کا پانی گرم ہوتا ہے جو نمازیوں کے وضو وغیرہ میں کام آتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھوئی کے مالکان کا اپنی کھوئی کولھو میں چھوڑ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کی طرف سے کھوئی کو استعمال کی اِجازت ہے؛ لہٰذا دلالۃً اِجازت کی وجہ سے اُس کھوئی کا مسجد کے پانی گرم کرنے میں استعمال کرنا درست کہا جائے گا۔

كما استفاد من قوله في رد المحتار: ويقرره أن مجرد الإلقاء من غير كلام يفيد هٰذا الحكم، كمن ينثر السكر والدراهم في العرس وغيره، فمن أخذ شيئاً ملكه؛ لأن الحال دليل على الإذن. (رد المحتار، كتاب اللقطة / مطلب: له الأخذ من نثار السكر في العرس ٢٨٥/٤ كراچی، ٦/٤٤٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۲/۱۸ھ

مسجد میں اگربتی جلانے پر جنت کے آٹھوں دروازوں سے داخل ہونے کا عقیدہ؟

سوال (۴۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کوئی شخص مسجد کے اندر آتا ہے اور صبح وشام اگر بتی جلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے کسی میں داخل ہوجاؤں گا، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد خدا کا گھر ہے، اگر بتی یا کسی اور خوشبو سے اس کو خوشبودار کرنا مستحب اور باعثِ ثواب ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المسجد في الدور وأن ينظف ويطيب. (مشكاة المصابيح / باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثاني ٦٩/١، سنن أبي داؤد ٦٦/١)

وفي المرقاة: قال ابن الحجر: وبه يعلم أنه يستحب تجمير المسجد بالبخور خلافًا لمالك حيث كرهه. فقد كان عبد اللّٰه يجمر المسجد إذا قعد عمر رضي اللّٰه عنه على المنبر. واستحب بعض السلف تخليق المسجد بالزعفران والطيب. وروي عنه عليه السلام فعله، وقال الشعبي: هو سنة. (مرقاة المفاتيح ٣٩٣/١ دار الكتب العلمية بيروت)

البتہ ایسا کرنے سے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کا اعتقاد بلا دلیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کیلئے زمین دینے والے کا مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا؟

سوال (۴۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے مسجد کے لئے زمین دی، اور اس میں مسجد بھی تعمیر ہوگئی، اور وہ آدمی جس نے مسجد کے لئے زمین دی تھی، اُس نے اپنی زمین کو بنام مسجد رجسٹری نہیں کی، کچھ عرصہ گذر گیا تو محلّہ

کے چندآدمی سے جھگڑا ہوا، تو زمین والے نے اُن چندآدمیوں کو اُس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کردیا، اور کہا کہ تم لوگ اپنی دوسری مسجد کا انتظام کرلو، میں اس مسجد میں تم لوگوں کو نماز نہیں پڑھنے دوں گا، جب کہ یہ مسجد نمازیوں کی بالکل خالی رہتی ہے، تو یہ چندآدمی اپنی اپنی نماز اپنے اپنے دروازہ پر ادا کرتے ہیں، تو ان چندآدمیوں کا مسجد سے روکنا اور ان کا نہ جانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسجد تعمیر ہوگئی اور شرعی طور پر مسجد بن گئی، تو اَب اُس میں شرعاً واقف یا کسی بھی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے سے کسی محلّہ والے کو روک دیں، جن لوگوں کو روکا گیا ہے وہ نماز کے وقت اُس مسجد میں جا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

وکما کرہ غلق باب المسجد (الدر المختار) قال في البحر: وإنما کرہ لأنہ یشبہ المنع من الصلاۃ. قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ﴾ (الدر المختار مع الشامي ٦٥٦/١ کراچی، ٤٢٨/٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ١١/٣/١٤١٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی دیواروں میں کبوتر پالنے کے لئے سوراخ کھولنا؟

سوال (۴۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ جواکھر ضلع بھاگل پور کے باشندگان نے اپنی مسجد تعمیر کرتے وقت مسجد کی دیوار کے باہری جانب کی آمدنی کے لئے ۳۰-۳۵ سوراخ چھوڑے ہیں، اور اس میں کبوتروں کو پال رہے ہیں، اور کبوتروں کی آمدنی مسجد میں آتی ہے، مگر جنگلی کبوتروں کی بیع وشراء کی دشواری، نیز کبوتروں کے ذریعہ چھت کی گندگی کا لحاظ کرتے ہوئے اراکین مسجد کمیٹی کبوتروں کے سوراخوں کو بند کرکے کبوتر ہٹانا چاہتے ہیں، مگر ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ سوراخوں کو بند کرنے سے کبوتروں کو تکلیف ہوگی اور کسی کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، وہ کسی کتاب کا عربی متن بھی پیش کرتے ہیں، مسجد

کی صفائی اور عمارتوں کی خوبصورتی کی بقاء اور بیع وشراء کی وجہ سے سوراخوں کو بند کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ کبوتروں کی وجہ سے نمازیوں اور مسجد کے احترام میں فرق آتا ہے، اور اُن کی وجہ سے مسجد میں کوڑا کرکٹ اور بیٹ جمع ہوجاتی ہے، تو بلاشبہ کبوتروں کے سوراخوں کو بند کردینے کی شرعاً اجازت ہے، اِس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جو صاحب اِس کے خلاف عبارت پیش کرتے ہیں، وہ معتبر کتابوں کے حوالہ سمیت عبارت سے ہمیں مطلع فرمائیں؛ تاکہ اُس پر غور کیا جاسکے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن قتل کل ذي روح، إلا أن یؤذي. (المعجم الکبیر للطبراني ۹۱/۱۲ رقم: ۱۲٦۳۹)

مستفاد: وهل یجوز قتل الوَطاوِیْطِ لتلویثها حصر المسجد بخرئها الفاحش؟ فأجاب: یجوز حبسها للاستئناس بها وقتل الموذي منها ومن الدواب جائز.

(شامي، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٤۰۱/٦ کراچی، ۵۷۵/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱٦/۴/۲٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مساجد اور دینی اِداروں کے تحفظ کا شرعی حکم؟

سوال (۴۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بابری مسجد، کاشی، متھرا، درگاہ یا کوئی دینی ادارہ کے لئے لاکھوں لوگوں کی جان ومال کو لگایا جاتا ہے، یہ ادارے بچانے چاہئے یا نہیں؟ یا وقت کے تقاضہ پر یا حکمتِ عملی اختیار کرکے اس کو غیر مذہبوں کے حوالے کردیا جائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی مساجد، مدارس اور دینی اِداروں کو بچانے کے لئے

دستور کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر ممکن جد وجہد کرنی لازم ہے، اور کسی بھی صورت میں اپنی کسی بھی مسجد کو غیروں کے حوالے نہیں کرنا چاہئے، مساجد اور اَوقاف کی زمینیں اللہ کی ملکیت ہوتی ہیں، کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے دوسروں کے حوالے کردے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: لمَّا توفي النبيُّ صلى اللّٰه عليه وسلم واستُخلف أبوبكرٍ بعده، وكفرَ من كفرَ من العرب، قالَ عمرُ بن الخطابِ لأبي بكرٍ: كيف تقاتلُ الناسَ وقد قالَ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أمرتُ أن أقاتلَ الناس حتى يقولوا: لا إلٰه إلا اللّٰه، فمن قال: لا إلٰه إلا اللّٰه عصم مني ماله ونفسه إلا بحقه وحسابُه على اللّٰه؟ فقال أبوبكر: واللّٰه لأقاتلنَّ من فرَّق بين الصلاة والزكاة؛ فإن الزكاة حقُّ المال، واللّٰه لو منعوني عناقًا كانوا يؤدونها إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لقاتلتهم على منعِها. قال عمر رضي اللّٰه عنه: فواللّٰه ما هو إلا رأيتُ أن اللّٰه شرحَ صدرَ أبي بكر للقتال، فعرفتُ أنه الحق.

(صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب وجوب الزكاة ص: ۳۳۲ رقم: ۱۳۹۹ دار الفكر بيروت، مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة / الفصل الثالث ۲۴۷/٤ رقم: ۱۷۹۰ دار الكتب العلمية بيروت)

فإذا تم ولزم لايملک أي لايكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملک أي لا يقبل التمليک لغيره بالبيع، ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكه. (شامي ۵۳۹/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی شخص کو بلا عذر محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا؟

سوال (۴۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب جو محلّہ کے رہنے والے ہیں، انہیں ایمان دار اور بزرگ سمجھ کر ایک نوتعمیر مسجد

میں پیش اِمام بنادیا گیا، اُن صاحب نے مسجد میں مختلف اَقسام کی بدعنوانیاں کیں، اِس وجہ سے اِمامت سے برطرف کردیا گیا، علماء کرام نے انہیں اِمامت سے برطرف کرنے کا فتویٰ جاری کیا، جواس تحریر کے ساتھ منسلک کیا جارہا ہے:

اپنی برطرفی کے بعد اُن صاحب نے اپنی برادری کے لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا شروع کیا کہ فلاں برادری کے لوگوں نے ہم لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کردیا؛ لہٰذا اپنی ایک الگ مسجد تعمیر کرنی چاہئے، یہاں یہ حقیقت بیان کرنا ضروری ہے کہ اس محلّہ میں دو مساجد قریب ہی واقع ہیں جو کہ کافی کشادہ ہیں، اور تمام محلّہ کے نمازیوں کے لئے کافی ہیں، بہرحال اُن صاحب کے ورغلانے پر اُن کی برادری کے افراد نے بجائے اِس کے کہ جگہ خرید کر مسجد کے لئے وقف کرتے اور اُس پر مسجد تعمیر کرتے، محلّہ میں افتادہ تقریباً ایک سو مربع گز ایک تکونیہ پلاٹ پر قبضہ کیا، اس پلاٹ میں میونسپل بورڈ کا ایک کنواں ہے، اور باقی اہلِ تشیع حضرات کا قبرستان ہے، ان لوگوں نے بغیر اجازت اہلِ تشیع اور میونسپل بورڈ کی جگہ پر چرم قربانی اور زکوٰۃ اور خیرات کا پیسہ اکھٹا کر کے ایک مختصر سی عمارت تعمیر کرلی اور اُسے مسجد اور دینی مدرسہ کا نام دے دیا، اور یہاں بغیر سرکاری اِجازت کے اَذان ونماز شروع کردی، اور اپنی برادری کے لوگوں کو دوسری مساجد میں نماز کے لئے جانے سے روکتے ہیں، کیا کسی شخص یا افراد کو بلا وجہ کسی مسجد میں نماز کے لئے جانے سے روکنا اور کسی دوسری مسجد میں نماز کی ترغیب دینا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مسجد سے بلا وجہ کسی نمازی کو روکنے کی اِجازت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ [البقرة، جزء آیت: ١١٤]

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما أن قريشًا منعوا النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم

الصلاة عند الكعبة في المسجد الحرام، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ (تفسير ابن كثير مكمل ص: ۱۰۹ دار السلام رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے؟

سوال (۴۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنے قریبی محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دوسرے محلّہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو مسجد گھر کے زیادہ قریب ہو اس میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

أفضل المساجد مكة، ثم المدينة، ثم القدس، ثم قبا، ثم الأقدم، ثم الأعظم، ثم الأقرب، (الدر المختار) وفي الشامية: ثم الأقدم أفضل لسبقه حكمًا إلا إذا كان الحادث أقرب إلى بيته؛ فإنه أفضل حينئذٍ لسبقه حقيقةً وحكمًا.

(شامي / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في أفضل المساجد ۱/ ٦٥٩ كراچی، ۲/ ۴۳۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/٦ھ

مسجد میں نکاح کی مجلس منعقد کرنا اور مسجد کی بجلی استعمال کرنا؟

سوال (۴۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر مجلسِ نکاح کے انعقاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دی جاسکتی ہے؟ اس بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کیا معمول رہا ہے؟

اور مجلس نکاح کے دوران پنکھے، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ استعمال کرکے مسجد کی بجلی خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بوجہ احتراز مشکل ہونے کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کی مجلس مسجد میں منعقد کرنا مسنون اور پسندیدہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ويستحب عقد النكاح في المسجد قاله أبو عمرو بن الصلاح، واجتمع بحديث: "أعلنوا النكاح في المسجد". (أعلام الساجد بأحكام المساجد ٣٦٠، الدر المختار / كتاب النكاح ٤/٦٦ زكريا)

اور نکاح کی مجلس اگر ایسے وقت میں منعقد ہو جب کہ نمازیوں کی ضرورت سے پنکھے وغیرہ چل رہے ہوں، تو ان پنکھوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر نماز کے علاوہ وقت میں مستقل طور پر مسجد کی بجلی استعمال کی جائے تو نکاح والوں کو چاہئے کہ اس کا معاوضہ مسجد کے فنڈ میں جمع کرادیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۰۶)

هل يجوز أن يدرس الكتاب بسراج المسجد؟ والجواب فيه أنه إن كان موضوعًا للصلاة فلا بأس به، وإن وضع لا للصلاة بأن فرغوا من الصلاة وذهبوا، فإن أخر إلى ثلث الليل لا بأس به، وإن أخر أكثر من ثلث الليل ليس له ذٰلك.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس في آداب المساجد ٥/٣٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کی نماز سے قبل گولک گھما کر چندہ کرنا؟

سوال (۴۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جمعہ کی نماز سے قبل گولک گھما کر چندہ کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے جب کہ

بعض لوگ سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں، اور جب اس کو آگے بڑھایا جاتا ہے تو گھڑ گھڑ کی آواز نکلتی ہے، نیز سنتیں پڑھنے والوں کے آگے سے اس کو نکالا جاتا ہے۔ دریں صورت نماز میں خلل لازمی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر گولک کو بہت آہستہ سے آگے بڑھایا جائے کہ آواز نہ نکلے یا معمولی سی نکلے، اور نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہیں؛ بلکہ پیچھے سے نکال دیا جائے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آدابِ مسجد کی رعایت رکھتے ہوئے اور نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے گولک گھمائی جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔

قوله: ويكره التخطي للسوال، (المختار المختار) قال في النهر والمختار: إن السائل إن كان لا يمر بين يدى المصلي ولا يتخطى الرقاب ولا يسئل إلحافًا؛ بل لأمر لا بد منه فلا بأس بالسوال والإعطاء، ومثله في البزازية.

(شامي، كتاب الصلاة / باب الجمعة، مطلب في الصدقة على سوال المسجد ١٦٤/٢ كراچی، ٤٢/٣ زكريا، فتاوىٰ بزازية / الفصل الثالث والعشرون في الجمعة ٧٦/٢، النهر الفائق / باب صلاة الجمعة ٣٦٥/١ إمدادية ملتان)

لیکن آج کل مسجد کے ادب کی بالکل رعایت نہیں رکھی جاتی اور نہ اس پر قابو پایا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ گولک کو آگے بڑھانے والے مختلف طبعیت کے لوگ ہوتے ہیں اور اس کی آواز سے نماز پڑھنے والوں کی طبعیتیں مشوش ہوتی ہیں، اس لئے عام حالت کو دیکھتے ہوئے اس کی اجازت کسی طرح نہیں دی جائے گی۔

وفيها ولا يجوز الإعطاء إذا لم يكونوا على الصفة المذكورة. (شامي، باب الجمعة / مطلب في الصدقة على سوال المسجد ١٦٤/٢ كراچی، ٤٢/٣ زكريا)

لہٰذا چندہ کا کوئی اور ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے مسجد کے ادب میں اور نمازیوں کی

نماز میں خلل نہ پڑے، مثلاً دروازوں پر گولکیں نصب کردی جائیں اور اعلان کردیا جائے کہ لوگ اپنا عطیہ اس میں ڈالا کریں۔

عن عبد اللّٰہ بن عامر الیحصُبي قال: سمعت معاویة رضي اللّٰہ عنه یقول: ...... سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: إنما أنا خازن، فمن أعطیتُه عن طیب نفسي فمبارک له فیه، ومن أعطیته عن مسئلة وشره، کان کالذي یأکل ولا یشبع. (صحیح مسلم، کتاب الزکاة / باب النهي عن المسئلة ۳۳۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَحکامِ عیدگاہ

عیدگاہ کی تعریف اور مسجد میں تبدیل شدہ عیدگاہ کا حکم؟

ســوال (۴۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ کی تعریف کیا ہے، اور عیدگاہ کہاں ہونی چاہئے؟ ہمارے یہاں عیدگاہ تھی جس کو کثرتِ آبادی کی وجہ سے مسجد میں تبدیل کرلیا گیا ہے، جس میں اَب اذان ونماز اور تراویح ہوتی ہے، اور سلیف بھی ڈالی جاچکی ہے، لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اَب عید کی نماز جامع مسجد میں ادا کی جائے؛ کیوں کہ دونوں مسجدیں برابر ہیں، یا اسی عیدگاہ میں، بہتر کہاں ہے؟ یا اِن حالات کے پیشِ نظر دوسری عیدگاہ تعمیر کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عیدگاہ آبادی کے باہر اُس خالی میدان کو کہا جاتا ہے جہاں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور عیدگاہ کا آبادی سے باہر ہونا مسنون ہے۔

مصلى العيد الصحراء خارج المدينة حيث تؤدى صلاة العيد. (معجم لغة الفقهاء ٤٣٤)

حسبِ تحریر سوال جب عیدگاہ کی جگہ کو مسجد میں تبدیل کرلیا گیا ہے، تو یہ مسنون عیدگاہ نہیں رہی؛ لہٰذا آبادی کے باہر حصہ میں نئی عیدگاہ بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، اور جب تک نئی عیدگاہ نہ بنے، تو آبادی کی سب سے بڑی مسجد میں خواہ وہ جامع مسجد ہو یا کوئی اور مسجد؛ عید کی نماز پڑھی جائے؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شامل ہوسکیں۔

والخروج إلى الجبانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع.

(شامي / مطلب: يطلق المستحب على السنة و بالعكس ٤٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موقوفہ زمین میں عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنار پٹی کے تین محلے ہیں: (۱) اتر محلّہ (۲) دکن محلّہ (۳) مہندی پور۔ تینوں محلے والے ۷/سال قبل تک نماز عیدین کے لئے سنار پٹی سے دوکلومیٹر دور مرزا پور کوٹھی جایا کرتے تھے، اِدھر ۷/سال سے ایک دو والے سنار پٹی ہی میں بنام عیدگاہ ایک موقوفہ زمین پر (جس کی سرکاری رجسٹری ابھی باقی ہے) عیدین کی نماز ادا کرنے لگے، پھر ۱۴۱۵ھ میں عیدالفطر کے وقت تین یعنی مہندی پور کے خواص کی رائے ہوئی کہ اگر اس زمین (جس پر سات سال سے عیدین کی نماز ہورہی ہے) کے علاوہ دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے تو محلّہ مذکورہ کے افراد بھی شامل ہوجائیں گے، چناں چہ اس پر اتفاق ہوگیا کہ اب دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے، مگر عید سے پہلے اختلاف ہوگیا اور نتیجۃً عیدالفطر وعیدالاضحیٰ میں ایک جماعت سابق عیدگاہ میں اور دوسری جماعت اس کے مشرقی جنوب کے گوشہ میں تقریباً ۱۰۰/گز کے فاصلہ پر ہوئی، پھر ۱۴۱۶ھ کی عیدالفطر وعیدالاضحیٰ میں سابق عیدگاہ کو بھی چھوڑ کر جانبِ شمال تقریبا ۱۰۰/گز کے فاصلہ پر دوسری زمین میں ایک جماعت اور دوسری جماعت مشرق وجنوب کی گوشہ والی زمین میں ہوئی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان تینوں مذکورہ زمین کا حکم کیا ہوگا؟ اور بصورتِ اتحاد مستقل عیدگاہ بنانے کے لئے کس حصہ کو اپنائیں؟

نوٹ :- خیال رہے کہ ۷/سال عیدگاہ والی زمین اور اس کے بعد والی (گوشہ مذکورہ کی) زمین بذریعہ میٹنگ موقوفہ ہے؛ لیکن ابھی تک سرکاری رجسٹری باقی ہے، جب کہ تیسری زمین بحالتِ جذبہ وقف کی گئی ہے، اور اس کی بھی سرکاری رجسٹری باقی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ تینوں زمین اگر عیدگاہ کے لئے زبانی اور فعلی طور پروقف کردی گئی ہیں، اُن میں سے جس زمین پر چاہیں اتفاق رائے سے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں، اوروقف کے صحیح ہونے کے لئے سرکاری رجسٹری ضروری نہیں ہے۔

ویزول ملکہ عن المسجد والمصلي بالفعل، وبقوله جعلته مسجدًا عند الثاني، وشرط محمد والإمام الصلاة فیه بجماعة (الدر المختار) قوله: والمصلي شمل مصلی الجنازة ومصلی العید. قال بعضهم: یکون مسجدًا حتی إذا مات لا یورث عنه، والظاهر ترجیح الأول؛ لأنه في الخانیة یقدم الأشهر. (شامي، کتاب الوقف/ مطلب: إذا وقف کل نصف علی حدةٍ صار وقفین ٤/٣٥٦ کراچی، ٦/٥٤٤-٥٤٥ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد پنج گانہ کے نام وقف کردہ زمین میں عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید، عمر، بکر کی مشترکہ آراضی تقریباً دو بیگھہ جو اُن لوگوں کے نام سرکاری کاغذات میں تھی؛ لیکن ایک دوسرا شخص قابض تھا، اُن لوگوں نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنی آراضی کو مسجد پنج گانہ کے اَرکان کو اِس بات پر دے دی تھی کہ اگر مسجد کے اَرکان میری آراضی پر قبضہ کرلیں جو فلاں شخص کے قبضہ میں ہے، تو میں مسجد پنج گانہ کے نام وقف کررہا ہوں۔

اَب مسجد کے ارکان نے قابض کا مقدمہ کرکے مسجد کے ہی فنڈ سے آراضی پر قبضہ کرلیا، اور فی الوقت مسجد کے ارکان زمین پر قابض ہیں؛ لیکن جب زمین کی کارروائی سرکاری کاغذات پر ہوئی، تو مسجد کے متولی کے نام ہوئی، اَب بستی کے ذمہ دار حضرات اُسی زمین پر عیدگاہ بنوانا چاہتے ہیں، اور وقف کرنے والے حضرات میں سے دو حضرات حیات ہیں، اور ایک شخص فوت بھی ہو چکا

ہے، حیات حضرات میں سے دونوں کی مرضی بھی ہے کہ بنوالو بہتر ہے، اِس صورت میں عیدگاہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بنوالی جائے تو اس عیدگاہ میں نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ زمین مسجد پنج گانہ کی ملکیت ہوگئی ہے؛ لہٰذا اُس پر عیدگاہ بنانا درست نہ ہوگا، اگر ناگزیر ضرورت ہو کہ اس کے علاوہ عیدگاہ کے لئے کوئی جگہ مہیا نہ ہو، تو پھر اس زمین کے بدلہ میں دوسری زمین مسجد پنج گانہ کو اَدا کی جائے، اِس کے بعد وہاں عیدگاہ بنائی جائے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ زمین مسجد کی ملک ہے، اس لئے ذاتی حیثیت سے اس مسجد کا متولی اپنا نام درج نہیں کرا سکتا، اس کا نام اگر رہے گا تو صرف متولی کی حیثیت سے رہے گا، اور متولی بدلنے سے نام بھی بدل جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۲۵۴، ۱۷/۲۳۱ قدیم زکریا)

وإن كان للوقف ريع ولكن يرغب شخص في استبداله، إن أعطى مكانه بدلا أكثر ربعًا منه في صقع أحسن من صقع الوقف جاز عند أبي يوسف والعمل عليه. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في شروط الاستبدال ٦/٥٨٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۳/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین پر عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں عیدگاہ چھوٹی ہوگئی ہے اور آبادی میں بھی آ گئی ہے، دوسری عیدگاہ الگ بنانے کا ارادہ ہے، اِس موجودہ عیدگاہ کو مسجد اور مدرسہ بنا دیا جائے گا، اور کسی کار خیر میں لگا دیا جائے گا، اس گاؤں سے دو گاؤں ملحق ہیں، دونوں گاؤں میں غیر مسلم بھی رہتے ہیں، ایک گاؤں کا پردھان مسلمان اور دوسرے گاؤں کا پردھان غیر مسلم ہے، گرام سماج کی جگہیں خالی پڑی ہوئی ہیں، کیا گرام پردھان کی اِجازت سے یا گرام پردھان کو زمین کا معمولی سا معاوضہ دے کر گرام سماج کی

زمین پر عیدگاہ بنائی جاسکتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گرام سماج کی زمین اگر باقاعدہ قانون کے مطابق عیدگاہ کے نام بلامعاوضہ یامعاوضہ دے کر الاٹ کردی جائے، تو اس میں عیدگاہ بنانا بلاشبہ درست ہے۔

المستفاد: سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضًا من أرض البلدة حوانيت موقوفة على مسجد، وأمرهم أن يزيدوا في مساجدهم ينظر إن كانت البلدة فتحت عنوة يجوز أمره إذا كان لايضر بالمارة. (الفتاویٰ الهندية، باب في المسجد وما يتعلق به / الفصل الأول فيما يصير به مسجدًا وفي أحكامه وأحكام ما فيه ۲/ ٤٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/ ۱۱/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ چھوٹی پڑنے پر اگر دوسری بنائیں تو پہلی عیدگاہ کا کیا کریں؟

سوال (۴۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ میں جگہ کم ہے، توسیع کے لئے جگہ نہیں، اُس کے تھوڑی دور فاصلہ پر جگہ ہے، اگر وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں تو اول ویران ہوگی، اگر دوسری نہ بنائیں تو پریشانی ہوتی ہے، تو کیا دوسری عیدگاہ بنا کر دونوں میں نماز پڑھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اتفاقِ رائے سے دوسری عیدگاہ بنالیں، اور پہلی عیدگاہ کی جگہ مسجد بنادیں یا اُسے معذور اور ضعفاء کی نماز عید کے لئے خاص کردیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۵۳۲ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۳۵۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/ ۴/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک کلومیٹر کی دوری پر دوسری عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کلومیٹر یا اس سے کم کی دوری پر نئی عیدگاہ بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا شریعت میں عیدگاہ بنانے کے لئے کچھ دوری متعین ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں بستی کے سبھی مسلمانوں کو ایک ہی عیدگاہ میں نماز ادا کرنی چاہئے، اور اتنی قریب دوسری عیدگاہ بنائے کہ ایک کی تکبیر کی آواز دوسری میں سنی جائے تو یہ زیادہ برا ہے۔ (کفایت المفتی ۳/۱۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلاضرورت ضد بندی سے ایک قصبہ میں دو عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ میرے قصبہ میں ایک عیدگاہ ہے، اُس عیدگاہ میں ابھی تک کسی بھی عید کے موقع پر جگہ کم نہیں پڑی، تقریباً عیدگاہ بھر جاتی ہے، عیدگاہ کی توسیع کا کام بھی برابر جاری ہے، عیدگاہ میں جگہ کم نہ پڑنے کے باوجود بھی یہاں کے کچھ لوگ دوسری عیدگاہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیا شرعاً کسی قصبہ میں ایک عیدگاہ ہوتے ہوئے دوسری عیدگاہ بنانا درست ہے؟ یا دوسری عیدگاہ تعمیر کرنے والوں کو موجودہ عیدگاہ کے توسیع کے کاموں میں تعاون کرنا چاہئے، نیز دوسری عیدگاہ بنانے کی صورت میں شر وفساد کا بھی خوف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پہلی عیدگاہ نمازیوں کے لئے کافی ہے اور وہ آباد ہے، تو بلاضرورت دوسری عیدگاہ نہیں بنانی چاہئے، یہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے، اور فتنہ کا

ذریعہ ہے۔(کفایت المفتی ۱۰۹/۷)

وقد قيل كل مسجد بني مباهاة أو رياء أو سمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله. (تفسير مدارك بحواله كفايت المفتى ٣٩/٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مقلدین کا اپنی عیدگاہ الگ بنانا؟

سوال (۴۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چوں کہ عیدگاہ میں عیدین کی نماز صرف ۶ تکبیرات زوائد سے ادا کی جاتی ہے، لہٰذا اہلِ حدیث حضرات جن کو احناف غیر مقلد کہتے ہیں، اپنی نماز عید ۱۲ تکبیرات زوائد کے ساتھ ادا کرنے کی غرض سے اپنی عیدگاہ علیحدہ بنالیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں فتنہ کا بھی اندیشہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو اہلِ حدیث کو دوسری عیدگاہ بنانے کی اجازت نہ دینی چاہئے، خاص کر اس لئے بھی کہ دلیل کے اعتبار سے اُن کی رائے مرجوح ہے۔

استدل أهل الحديث (اللامذهبية) على كون التكبيرات في العيدين من إثنا عشر بما أخرجه الترمذي عن كثير بن عبد الله عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم كبّر في العيدين في الأولىٰ سبعًا قبل القراءة، وفي الآخرة خمسًا قبل القراءة. (سنن الترمذي، أبواب العيدين / باب في التكبير في العيدين ١١٩/١)

قال الشيخ العلامة أنور شاه الكاشميري: وفي مسنده كثير بن عبد الله وهو ضعيف. قال ابن معين: ليس بشيءٍ، وقال الشافعي وأبو داؤد: ركن من أركان الكذب، وضرب أحمد على حديثه. وقال الدار قطني وغيره: متروك، كذا في الميزان. وحسنه الترمذي والبخاري وابن خزيمة، وضعفه أحمد بن

حنبل. (معارف السنن شرح سنن الترمذي ٤ ٣٦/٤ المكتبة النورية كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین گاؤں والوں کا مل کر اپنی الگ عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تین چھوٹے گاؤں میں ایک مشترکہ عیدگاہ تھی جہاں عوام نمازِ عید ادا کرتے تھے، بعد ازاں باہمی تنازعات کے باعث دو گاؤں والے افراد نے اپنی علیحدہ عیدگاہ قائم کر لی، حالاں کہ دونوں جگہ جمعہ قائم نہیں ہے؛ لہٰذا دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا ایسی جگہ جہاں جمعہ قائم نہیں ہے وہاں عیدین کا ادا کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ تینوں گاؤں میں سے کوئی گاؤں بھی شرائطِ اقامت جمعہ وعیدین کا متحمل نہیں ہے؛ لہٰذا اُن تینوں میں سے کسی ایک گاؤں میں یا دو گاؤں مل کر یا تینوں گاؤں مل کر بھی اگر عیدین کی نماز کا اہتمام کریں گے تو یہ فعل از روئے فقہ حنفی خلافِ شرع ہوگا، اس لئے اس خلافِ سنت سلسلہ کو ہر جگہ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة إلا الخطبة. (الفتاویٰ الهندية / باب في صلاة العيدين ١/ ٢١١)

أما شرائط (الجمعة) المصر. (الفتاویٰ الهندية / باب في صلاة الجمعة ١/ ٢٠٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آبادی سے دو کلومیٹر دور گاؤں کی پلاٹنگ کی جگہ عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے شہر میں عیدگاہ جو قدیم تھی آبادی میں داخل ہوچکی ہے، حضرات علماء کرام اور مجلس علماء نے مشورہ کیا ہے کہ عیدگاہ شہر سے باہر ہونا ضروری ہے؛ تاکہ سنتِ مؤکدہ پر عمل ہو؛ لہٰذا آبادی سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہی ایک جگہ عیدگاہ کے لئے خریدنا طے کیا ہے، یا ارادہ ہے اور جگہ دیکھی گئی جو چھ ایکڑ ہے؛ لیکن اسی چھ ایکڑ میں سے پلاٹنگ دو ایکڑ فروخت ہوچکی ہے، اور جنوب کی جانب سے بھی پلاٹنگ کافی فروخت ہوچکی ہے، اسی چھ ایکڑ میں سے چار ایکڑ زمین عیدگاہ کے لئے خریدنا ہے؛ لیکن اس عیدگاہ کے زمین سے قریب سو میٹر شمال میں سرکاری ''گورنمنٹ مکھ پدیر اسکول''، تعمیر ہورہا ہے؛ بلکہ تعمیر ہوچکا ہے، اسی جگہ سے قریب قبرستان بھی ہے، گاؤں کی آبادی یہاں سے نظر آتی ہے اور چند سالوں میں اس عیدگاہ کی آراضی سے متصل آبادی بھی ہوجائے گی، جب کہ حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری گجراتی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ فتاویٰ رحیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ تحریر لکھی ہے کہ ''عیدگاہ آبادی سے دور باہر جنگل میں فناء شہر میں ہونی ضروری ہے'' حوالہ درمختار شامی بحر الرائق وغیرہ کا دیا، اور جلد ۵/ ۳۱، ۱/ ۵/ ۲۷ پر لکھا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں نماز عید ادا فرماتے تھے؛ لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ مذکورہ تحریر میں لکھا ہوا میٹر ملاحظہ فرما کر جواب دیں۔

(۱) جگہ جو خریدی جارہی ہے آبادی سے ایک کلومیٹر کے اندر ہی ہے۔

(۲) جگہ سے متصل پلاٹنگ بھی ہوچکی ہے اور آئندہ چند سالوں میں آبادی ہوجائے گی۔

(۳) سو میٹر کے فاصلہ پر اسکول سرکاری تعمیر ہوچکا ہے۔

(۴) اس سے قریب ہی قبرستان ہے، کیا یہ فناء شہر میں ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آبادی سے ایک کلومیٹر قریب جگہ جہاں اس آبادی کا قبرستان بھی موجود ہے، اور نئ کالونی کے لئے پلاٹنگ بھی ہورہی ہے، یہ جگہ فناء شہر میں داخل ہے، اور یہاں سر دست عیدگاہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جب تک یہاں باقاعدہ آبادی نہ

ہوجائے اس جگہ عید کی نماز پڑھنے سے عیدگاہ کی سنت ادا ہوتی رہے گی، اور جب یہ جگہ آبادی سے متصل ہوجائے گی اور یہ عیدگاہ آبادی میں آجائے گی، تو اس جگہ عید کی نماز پڑھنے سے عیدگاہ کی سنت ادا نہ ہوگی، پھر اس سنت کی ادائیگی کے لئے آبادی سے دور کوئی دوسری جگہ تلاش کرنی ہوگی۔

ثم خروجه ماشيًا إلى الجبانة، وهي المصلى العام، أي في الصحراء والخروج إليها، أي الجبانة لصلاة العيد سنة. (الدر المختار مع الشامي ۴۸/۳-۴۹ زكريا)

استحباب الخروج إلى الصحراء لصلاة العيد، وإن ذٰلک أفضل من صلاتها في المسجد المواظبة النبي صلى الله عليه وسلم على ذٰلک مع فضل مسجده. (فتح الباري / باب الخروج إلى المصلى بغير منبر ۴۵۰/۲)

لو صلى العيد في الجامع ولم يتوجه إلى المصلى فقد ترک السنة. (البحر الرائق / باب العيدين ۱۵۹/۲ كوئٹه، ۲۷۸/۲ زكريا)

خصوص التوجه إلى المصلى مندوب. (حاشية الطحطاوي / باب أحكام العيدين ۲۹۰، ۵۳۱ أشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی زمین پر تبادلہ کر کے عیدگاہ بنانا؟

سوال (۴۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی ایک قطعہ آراضی مسجد میں وقف کردی اور متولی کو اختیار دیا کہ مسجد کے کاموں میں اس کی آمدنی صرف کی جائے، نیز ایک قطعہ آراضی مسجد کے متولی اور ممبرانِ مسجد نے بھی خریدی، اب صورتِ حال یہ ہے کہ گاؤں والے گاؤں میں عیدگاہ بنانا چاہتے ہیں، اور عیدگاہ کے نام کی کوئی زمین نہیں ہے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی زمین پر عیدگاہ بنا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ

مسجد کی زمین آبادی سے متصل ہے، تو کیا مسجد کی زمین کا تبادلہ عیدگاہ بنانے کے لئے آبادی سے دور زمین کا کسی سے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ گاؤں کے پردھان صاحب کہتے ہیں کہ کوئی صاحب ایک بیگھہ زمین عیدگاہ کے لئے دے دیں، بعد میں ہم ممبران سے مشورہ کر کے زمین دینے والے کو ایک بیگھہ کی جگہ تین بیگھہ زمین گرام سماج کی اس کے نام پٹہ کردیں گے، تو ایسی صورت میں کیا زمین لے کر عیدگاہ بنائی جاسکتی ہے؟ گاؤں میں رضا خانی بھی ہیں، گرام سماج سے زمین پٹہ کی صورت میں اگر زمین کا تبادلہ ہوتا ہے، تو رضا خانی بھی اس عیدگاہ میں انتظامات اور اِمامت میں دخل دے سکتے ہیں، ہم لوگ اپنی عبادت گاہوں میں بدعتیوں کو شریک نہیں کرنا چاہتے ہیں، اُمید کہ جملہ اُمور میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو آراضی زید نے مسجد کے لئے وقف کردی ہے اُس کو تبدیل کرنا اہلِ مسجد کے لئے جائز نہیں؛ لیکن جو آراضی مسجد کے لئے قیمتاً خریدی گئی ہے، ضرورت کے وقت متولی اور کمیٹی کی اِجازت سے اس کا تبادلہ دوسری زمین سے کیا جاسکتا ہے، نیز اُسے فروخت کر کے وہاں عیدگاہ بنانا بھی درست ہے، اور گرام سماج کی زمین پر بھی عیدگاہ بنائی جاسکتی ہے، اور اس صورت میں دوسرے مسلک والوں کے دخل دینے کی جو بات سوال میں کہی گئی ہے اُس کے متعلق مصلحت بستی والے بہتر جان سکتے ہیں، مستقبل کے اعتبار سے جو صورت بہتر ہو اُسے اپنا لیا جائے۔

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (الهداية ٢/ ٦٤٠ أشرفية)

متولي المسجد إذا اشترى بمال المسجد حانوتاً أو داراً، ثم باعها جاز إذا كانت له ولاية الشراء. (الفتاویٰ التاتارخانية / مسائل وقف المساجد ٨/ ١٨٠ رقم: ١١٥٦٨ زكريا)

وفي فتاویٰ أبي الليث: سلطان أذن لأقوام أن يجعلوا أرضًا من أرض الكورة في مسجدهم ويزيدوا فيه، ويتخذوا حوانيت، موقوفة على مسجدهم. قال الفقيه أبوبكر الإسكاف: إن كانت البلدة فتحت عنوة جاز أمره. (الفتاویٰ

التاتارخانية ۸/ ۱٦۰-۱٦۱ رقم: ۱۱۵۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس گاؤں میں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں کی عیدگاہ کو مدرسہ میں تبدیل کرنا؟

سوال (۴٦۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں ایک گاؤں ہے جس میں شرعاً جمعہ درست نہیں ہے، مگر وہاں ایک عرصہ سے عیدگاہ بنی ہوئی ہے، اور لوگ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں، ایک عالم نے مسئلہ بتایا کہ چوں کہ تم پر عید کی نماز واجب نہیں ہے، جب کہ تمہارے یہاں شرعاً جمعہ بھی نہیں ہے، تو تم کو عید کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہئے، اگر پڑھوگے تو گنہگار ہوگے، کیا اُن عالم صاحب کا بتایا ہوا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ اَب اُس گاؤں کی عوام دارالافتاء سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ جب ہم عیدگاہ پر عید کی نماز نہیں پڑھ سکتے تو اس عیدگاہ کا ہم کیا کریں، اس کو فروخت کردیں، یا مدرسہ بنالیں یا ایسے ہی عید کی نماز پڑھتے رہیں؟ جو فیصلہ ہوگا ہم کو منظور ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس آبادی میں جمعہ کے قیام کی شرائط نہیں پائی جاتیں وہاں عید کی نماز پڑھنے کی بھی اِجازت نہیں ہے، اور مذکورہ عالم صاحب کا بتایا ہوا مسئلہ درست ہے، گاؤں والوں کو چاہئے کہ آپس میں مشورہ سے مذکورہ عیدگاہ کو دینی مدرسہ کے لئے متعین کردیں۔

تجب صلاتهما في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة. (شامي / باب العيدين ۳/ ۴۵ زكريا)

وكما أن المصر أو فناءه شرط جواز الجمعة فهو شرط جواز صلاة العيد. (شامي / باب الجمعة ۳/ ۷ زكريا)

فـي شـرح الملتقى يصرف وقفها لأقرب مجانس لها. (شامي، كتاب الوقف / مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ٦/٩ ٥٤٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کو آبادی میں آجانے کی وجہ سے جامع مسجد میں تبدیل کرنا؟

سوال (۴۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ کو جامع مسجد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر عیدگاہ آبادی سے باہر ہے تو اُس کو جامع مسجد سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے، اور اگر عیدگاہ آبادی کے درمیان میں آچکی ہے تو عامۃ المسلمین اور عیدگاہ کمیٹی کے مشورہ سے اس جگہ جامع مسجد بنائی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ آبادی میں آنے کی وجہ سے مسنون عیدگاہ کی حیثیت باقی نہیں رہتی؛ لہٰذا اُس کو قریبی مصرف میں لگایا جاسکتا ہے، اور جامع مسجد اس کا قریبی مصرف ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۵۹-۶۰ ڈابھیل)

لو سكن بلا إذن أو أسكنه المتولي بلا أجر كان على الساكن أجر المثل.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب: إذا آجر المتولي بغبنٍ فاحشٍ كان خيانةً ٦/٥٦١ زكريا)

قوله: اتحد الواقف، وقال تحته في الشامية: بأن وقف وقفين على المسجد أحدهما على العمارة والآخر إلى إمامه، أو مؤذنه والإمام والمؤذن لا يستقر لقلة المرسوم للحاكم الدين أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة إن كان الواقف متحدًا. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٦/٥٥١ زكريا)

والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط أولا، ثم ما هو أقرب

لـلـعـمارة، وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم قدر كفايتهم. (البحرالرائق ۲۱۳/۵ کراچی)

ويبـدأ مـن غـلتـه بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته، كإمام مسجد ومدرس ومـدرسة يـعطون بقدر كفايتهم. (الـدر الـمـختـار مع الشامي / كتاب الوقف ۵۵۹/۶-۵۶۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی عیدگاہ میں مدرسہ بنانا؟

سوال (۴۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مقام پر پہلے عیدگاہ تھی، اب اس کے مدمقابل متصلاً نئی عیدگاہ اعلیٰ پیمانے پر تعمیر کردی گئی ہے، جہاں گذشتہ کئی سال سے عیدین کی نماز کا سلسلہ جاری ہے، چوں کہ پرانی عیدگاہ گندگی، غلاظت اور نازیبا حرکات کے لئے استعمال کی جانے لگی تھی، اس لئے پرانی عیدگاہ کے منتظمین نے مذہبی تعلیم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس عیدگاہ میں ایک عظیم الشان دینی درس گاہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جس کے لئے چبوترہ عیدگاہ کے سہ جانب باقاعدہ درس گاہ کی تعمیر اور تعلیمی وتدریسی ضرورتوں کی کفالت کے لئے دوکانوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع کردیا ہے، اس دینی درس گاہ کے لئے نہ صرف طلبہ کے لئے تعلیمی درس گاہوں؛ بلکہ بیرونی طلبہ کی رہائش کے لئے ایک عظیم دارالاقامہ اور چبوترہ عیدگاہ پر ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا بڑا منصوبہ پیشِ نظر ہے، جس میں الحمدللہ بہت حد تک کامیابی ہورہی ہے۔ ساتھ ہی تدریس وتعلیم کا سلسلہ بھی شروع کردیا گیا ہے، صورتِ مذکورہ بالا میں مجلس انتظامیہ جو وقف بورڈ کی منظور شدہ اور مقرر کردہ ہے، جس کے انتظام میں یہ پرانی عیدگاہ ہے، کیا ایسے عظیم اور دینی کارخیر کے لئے کمیٹی انتظامیہ پرانی عیدگاہ میں مدرسہ کے قیام اور اس کے لئے ضروری تعمیرات کا حق رکھتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نئی عیدگاہ کی تعمیر کی وجہ سے چوں کہ پرانی عیدگاہ کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لئے اس پرانی عیدگاہ کی زمین کو تمام مسلمانوں اور انتظامیہ کمیٹی کے مشورہ سے دوسرے رفاہی اُمور (مسجد مدرسہ وغیرہ) میں استعمال کرنا درست قرار دیا جائے گا، خاص کر ایسے حالات میں جب کہ اُس زمین کے خالی پڑے رہنے سے اُس کے ضیاع کا شدید خطرہ لاحق ہو۔

كما يستفاد من عبارة الشامي: والذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض، ولا سيما في زماننا؛ فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل إنقاضة اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد، وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم. (شامي / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤ كراچی، ٥٥٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۷ھ

عیدگاہ کے لئے خالی پڑی ہوئی زمین پر مدرسہ بنانا؟

سوال (۴۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارا علاقہ دینی اعتبار سے بالکل کورا پڑا ہوا ہے، دینی تعلیم سے لوگوں کو رغبت نہیں تھی، اس وقت کچھ محنت کرنے کے بعد اللہ نے دل میں بات ڈالی ہے، تو مسئلہ یہ ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ عیدگاہ کی جگہ آدھی ایکڑ پلید پڑی ہوئی ہے، تو اس کو کیا مدرسہ کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے، یعنی مدرسہ تعمیر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ جگہ اگر عیدگاہ کی موجودہ اور آئندہ ضرورت سے فاضل اور زائد ہے، تو عام مسلمانوں کے مشورہ سے وہاں ضرورت کی بنا پر مدرسہ تعمیر کیا جاسکتا ہے۔

والذی ینبغي متابعة المشائخ المذکورین في جواز النقل بلا فرق بین مسجد أو حوض. (شامي، کتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه ٣٦٠/٤ کراچی)

ولو کانت الأرض متصلة ببیوت المصر یرغب الناس في استیجار بیوتها، وتکون غلة ذٰلک فوق غلة الزرع والنخیل کان للقیم أن یبنی فیها بیوتًا فیواجرها. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس من کتاب الوقف ٤١٤/٢ زکریا، کذا في قاضي خان علی هامش الهندیة / باب الرجل یجعل داره مسجدًا ٣٠٠/٣ زکریا، فتح القدیر / الفصل الأول من کتاب الوقف ٢٤١/٦ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی زمین میں مکتب قائم کرنا اور عیدگاہ کو کرایہ دینا؟

سوال (۴۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) محلّہ پورہ دلہن مبارک پوری کی عیدگاہ ہے، عیدگاہ کی زمین پر چار کمرے بنے ہوئے ہیں، ان کمروں میں اہل محلّہ کے بچوں کا ایک دینی مکتب قائم ہے، مکتب قائم کرتے ہوئے تین اہل خیر نے یہ طے کیا کہ ماہانہ تین سو پچاس روپئے عیدگاہ کو بطور کرایہ دیا جائے گا۔ چنانچہ عیدگاہ کو بطور کرایہ تین سو پچاس روپیہ موصول ہوتے رہے، ادھر چند سالوں سے اہل قصبہ کی مالی حالت کمزور ہوئی، جن اہل خیر نے بطور خاص تین سو پچاس روپیہ طے کیا تھا وہ بند کردیا، بچوں کی زیادتی سے ذمہ داران مدرسہ نے کچھ مدرسین کا اضافہ کیا، اور عمومی چندہ اہل خیر سے کرنے لگے، تو جن حضرات نے طے کیا تھا، ان کا کہنا یہ کہ جب عمومی کیا جارہا ہے، تو چند جیب پر انحصار کیوں؟ اسی چندہ کی رقم سے کرایہ ادا کیا جائے کیوں کہ عمومی چندہ میں ہم بھی شریک رہتے ہیں، ذمہ داران مدرسہ کہتے ہیں کہ عیدگاہ بھی عوامی ہے اور مکتب بھی عوامی ہے، تو کرایہ کیسا؟ سوال طلب امور یہ ہیں کہ:

عیدگاہ کی زمین کا حکم کیا ہے؟ اگر عیدگاہ کی زمین پر کمرہ لے وغیرہ بنے ہوئے ہوں تو کن

شرائط کے ساتھ اُن کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے؟ اور کیا دینی مصلحت کے تحت مکتب قائم کرنا، اور کرایہ پر دوکان دینا دونوں کی شرط یکساں ہے یا الگ ہے؟

(۲) بعض ذمہ دارانِ مدرسہ کا یہ کہنا ہے کہ عیدگاہ بھی عوامی ہے اور مکتب بھی عوامی کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر عیدگاہ کی منتظمہ کمیٹی اور عیدگاہ کی زمین پر قائم مکتب کی انتظامیہ الگ الگ ہیں، تو مکتب والوں پر لازم ہے کہ وہ عیدگاہ کو ماہانہ کرایہ ادا کریں، اور اگر یہ مکتب عیدگاہ کمیٹی کے تابع ہے اور اسی کی ماتحتی میں چلتا ہے، تو پھر اس میں الگ سے کرایہ دینے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ یہ مکتب عیدگاہ کے تابع ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۲/۱۶۲ میرٹھ)

وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسةً ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز ذٰلک أي الصرف المذكور. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في نقل أنقاض المسجد ٦/٥٥١ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٢١٦ كوئٹه، بزازية على الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / قبيل نوع في ألفاظ جارية في الوقف ٦/٢٦١ كوئٹه)

مستفاد: للمستأجر غرس الشجر بلا إذن الناظر إذا لم يضربا لأرض وليس له الحفر إلا بإذن ويأذن لو خيرًا وإلا لا، وما بناه مستأجر أوغرسه فله مالم ينوه للوقف. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب في حكم بناء المستأجر في الوقف بلا إذن ٤/٤٥٥ كراچی، ٦/٦٧٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٢٠٤، مجمع الأنهر / كتاب الوقف ٤/٥٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو كانت الأرض متصلةً ببيوت المصر يرغب الناس في استيجار بيوتها، ويكون غلة ذٰلک فوق غلة الزرع والنخل، كان للقيم أن يبنى فيها بيوتًا ويؤاجرها. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا الخ ٣/٣٠٠ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوقف / تصرف القيم في الأوقاف

۷٤ ٦/٥ إدارة القرآن كراچی، وكذا فی الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الخامس في و لاية الوقف و تصرف القيم في الأوقاف ٢/ ٤١٤ زكريا)

(۲) یہ صحیح ہے کہ عیدگاہ اور مکتب دونوں عوامی ہیں؛ لیکن دونوں کے مصارف الگ الگ ہیں؛ لہٰذا ایک پر موقوفہ زمین بلا اجرت دوسرے پر خرچ نہیں کی جائے گی، الا یہ کہ ایک مصرف دوسرے کے تابع ہو، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔

يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتًا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانة وليس فيها ما يفي به يستقرض من خزانة غير هاثم إذا حصل للتي استقرض بها مال يرد إلى المستقرض. (شامي، كتاب الزكاة / مطلب في بيان بيوت المال ومصارفها ٢/ ٣٣٧ كراچی، البحر الرائق / قبيل باب أحكام المرتدين ٥/ ١١٩ كوئٹه، مجمع الأنهر / قبيل باب المرتد ٢/ ٤٨٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۴/۲ ۱۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کے اِحاطہ میں دوکان لگا کر کرایہ وصول کرنا؟

سوال (۴۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ کے میدان میں عارضی طور پر دوکانوں وغیرہ کا کرایہ عیدگاہ کمیٹی کے لوگ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عیدگاہ کے احاطہ میں جو زمین آتی ہے، وہ عیدین کی نماز ادا کرنے کے لئے وقف کی گئی ہے؛ لہٰذا منشاء وقف کے خلاف کرتے ہوئے اس جگہ پر دوکانیں لگوانا اور اُن کا کرایہ وصول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي، كتاب الوقف /

مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة والعرف يصلح مخصصًا ٦٦٥/٦ زكريا، ٤٤٥/٤ كراچی)

علاوہ ازیں عبادت گاہ کو نمائش گاہ اور بازار بنانا ازروئے شرع قطعاً جائز نہیں ہے۔

ویجنب هٰذا المکان عما یجنب عنه المساجد احتیاطًا. (شامي، کتاب الوقف / مطلب إذا وقف کل نصف علی حدة صارا وقفین ٦/٤ ٣٥ دار الفکر بیروت، ٥٤٥/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرانی عیدگاہ میں شادی ہال اور دوکانیں بنا کر آمدنی حاصل کرنا؟

سوال (۴۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر سرائی میں ایک قدیم عیدگاہ اور مسجد ہے اور عیدگاہ مسجد سے جڑی ہوئی ہے، اس طرح کہ سرکاری کاغذات میں دونوں کا اندراج ایک ساتھ ہے اور دونوں کی کمیٹی بھی ایک ہے، شہر کی آبادی بڑھنے سے عیدگاہ چھوٹی پڑنے لگی اور وہ شہر کی بالکل درمیان میں آ گئی؛ اس لئے ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایک صاحبِ خیر نے شہر کے باہر ایک جگہ عیدگاہ کے لئے وقف کر دی، اَب عید کی نماز اسی جگہ شروع ہوگئی ہے، قدیم عیدگاہ کے بارے میں صرف اتنا علم ہے کہ ایک لمبے عرصہ سے یہ جگہ عیدگاہ کے لئے استعمال ہورہی ہے، اور سرکاری کاغذات میں عیدگاہ کے نام سے مذکور ہے۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت میں جب کہ عیدگاہ کے لئے دوسری جگہ کا انتظام ہو چکا ہے، تو کیا اِس بات کی گنجائش ہے کہ قدیم عیدگاہ کی جگہ پر شادی ہال اور دوکانیں بنا کر کرایہ سے دے دی جائیں اور اُس سے مسجد کے مصارف پورے کئے جائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرانی عیدگاہ میں شادی ہال اور دوکانیں بنا کر آمدنی حاصل کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر ضرورت ہو تو قریبی مسجد میں اس عیدگاہ کی زمین کو شامل کیا جا سکتا ہے، نیز کمیٹی کے مشورے سے وہاں دینی مدرسہ بنانا بھی درست ہے۔

مسجد مبني أراد رجل أن ينقضه ويبنيه أحكم ليس له ذٰلك إلا أن يخاف أن ينهدم. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في أحكام المسجد ۳۵۷/٤ كراچی، ٥٤٦/٦ زكريا، النهر الفائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ۳۲۹/۳ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق، كتاب الوقف / فصل في أحكام المسجد ٢٥١/٥ كوئٹه)

قيم المسجد لا يجوز له أن يبنى حوانيت في حد المسجد أو في فنائه؛ لأن المسجد إذا جعل حانوتًا ومسكنًا تسقط حرمته وهٰذا لا يجوز. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر ٤٦٢/٢ زكريا، فتاویٰ قاضي خان، كتاب الوقف / باب الرجل يجعل داره مسجدًا ۲۹۳/۳ كوئٹه، فتح القدير ٢٣٦/٦ دار الفكر بيروت)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر)

لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت، فبنى قوم عليها مسجدًا لم أر بذلك بأسا ...... فإذا درست، واستغنى عن الدفن جاز صرفها إلى المسجد. (عمدة القاري ١٧٩/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کے لئے موقوفہ زمین میں شادی ہال بنانا

سوال (۴۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لکھنؤ کی عیدگاہ عیش باغ کی چہار دیواری کے اندر ایک ہال بنا ہوا تھا، جس میں عیدگاہ سے متعلق سامان اور ایک چوکی دار رہتا تھا، عیدین کے موقعوں پر اس ہال کی صفائی و پتائی کر کے

مستورات کے لئے کھول دیا جاتا تھا؛ تاکہ مستورات مردوں کی صفوں میں نہ کھڑی ہوں، عیدگاہ کی حدود کے باہر میلہ لگتا تھا، جس میں ناچ گانا اور دوسری خرافات ہوتی تھیں، اور عید کے پیچھے ٹرہوا کرتی تھی، حالاتِ زمانہ اور چند مصالح کی بناپر اس قطعہ زمین کی بھی چہار دیواری بنوائی گئی، چوں کہ ہال بہت ہی شکستہ ہوگیا تھا؛ لہٰذا اس جگہ کے بجائے اس قطعہ زمین پر تعمیر کرلیا گیا، اس ہال میں مسلمانوں نے شادی بیاہ کرنے کی خواہش ظاہر کی، چند گھنٹوں کے لئے اس شرط کے ساتھ دے دیا گیا کہ صرف انہیں شادیوں کی اجازت دی جائے گی، جو شعائر اسلامی کے تحت ہوں، جس میں ناچ گانا وغیرہ نہ ہوں، ہال کو نقصان پہنچا، دوتین تقریبات کے بعد اس ہال کے لئے عطیہ مقرر کردیا گیا؛ تاکہ ہال کی صفائی پتائی، مرمت اور بجلی وغیرہ کے اخراجات پورے کئے جاسکیں، تو کیا شرعی طور پر یہ طریقہ آمدنی جائز ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ قطعہ اصل عیدگاہ کی حدود میں شامل نہ کیا گیا ہو؛ بلکہ عیدگاہ کے منافع کے لئے وقف ہوتو وہاں شادی ہال کی تعمیر اور اس سے عیدگاہ کے لئے آمدنی حاصل کرنا درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴؍۴۱۵ از کریا)

ودخل ما لو كان الوقف مسجدًا أو مدرسةً سكن فيه فتجب فيه أجرة المثل. (شامي، كتاب الوقف / مطلب سكن المشتري دار الوقف ٤/٤٠٨ بيروت، ٦/٦١٥ زكريا)

ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل – إلى قوله – ولو زاد أجره على أجر مثله، قيل: يعقد ثانيًا به على الأصح، والمستأجر الأول أولىٰ من غيره؛ فإن قبلها فهو الأحق وإلا أجرها من الثاني. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب فيما زاد أجر المثل بعد العقد ٤/٤٠٤ كراچی، ٦/٦٠٨–٦١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٢٣٥–٢٣٦ كوئٹہ)

هل يجوز أن يتخذ حصنًا بجنب حائط المسجد يمنع الضرر عن المسجد من مال الوقف فهٰذا على وجهين: إن كان الوقف على مصالح

المسجد جاز؛ لأن هٰذا مصلحة المسجد. (الفتاویٰ الولوالجیة / الفصل الأول من کتاب الوقف ۹۰/۳ دار الکتب العلمیة بیروت)

ویجنب هٰذا المکان عما یجنب عنه المساجد احتیاطًا. (شامي، کتاب الوقف / مطلب إذا وقف کل نصف علی حدة صارا وقفین ٣٥٦/٤ دار الفکر بیروت)

لیکن ضروری ہے کہ مذکورہ ہال میں تقریبات شریعت کے مطابق ہوں، بے پردگی فحاشی، تصویر کشی اور بے جا سجاوٹ جیسی خرافات سے مکمل اجتناب کی شرط لگائی جائے؛ تاکہ عیدگاہ کا احترام برقرار رہے، ورنہ اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو یہ شادی ہال معاصی ومنکرات کا مرکز بن جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی چہار دیواری میں کھیلنا؟

سوال (۴۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے قصبہ کی عیدگاہ جو تقریباً آبادی سے ملحق ہی ہے، بجانبِ شمال واقع عیدگاہ کی باؤنڈری چہار دیواری ہے، اور اِس وقت اُس میں کافی گھاس اُگی ہوئی ہے، جس کو چرنے کے لئے بکری بھی زینہ پر سے ہوکر چلی جاتی ہیں۔ کچھ نوجوان طبقہ کا یہ خیال ہے کہ چہار دیواری کے اندر گھاس صاف کرکے شام کے وقت ہم لوگ والی بال کھیل لیا کریں، اور جوتے وغیرہ باہر ہی رکھیں تو عیدگاہ کی باؤنڈری میں صفائی رہے گی اور بکری وغیرہ بھی نہیں گھسیں گی۔ براہِ کرم شرعی فیصلہ جو اس بارے میں ہو تحریر فرماکر آگاہ فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ بنانے والوں یا وقف کرنے والوں نے عیدگاہ اِس لئے بنائی ہے؛ تاکہ اُس میں نماز عید ادا کی جائے، نہ کہ اس لئے کہ اُس میں کھیل کود وغیرہ جیسے

کام انجام دیئے جائیں، اِس لئے عیدگاہ کے اندر کھیل کود کرنے کی اِجازت ہرگز نہیں دی جائے گی، باقی عیدگاہ کی صفائی وغیرہ کرانا اور اُس کو جانور وغیرہ چرنے سے محفوظ رکھنا عیدگاہ کے ذمہ داروں اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اِس کا خیال رکھا جائے۔

وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء لا في حق غيره، به يفتى (تنوير الأبصار) والمختار للفتوىٰ أنه مسجد في حق جواز الاقتداء؛ لكن قال في البحر: ظاهره أنه يجوز الوطأ والبول والتخلي فيه، ولا يخفى ما فيه؛ فإن الباني لم يعده لذلک، فينبغي أن لا يجوز وإن حكمنا بكونه غير مسجدٍ. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد ٦٥٧/١ كراچی، ٤٣٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۴ھ

عیدگاہ کی پیداوار سے عیدگاہ کے خادم کو اُجرت دینا؟

سوال (۴۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عیدگاہ کے خادم کو عیدگاہ کی خدمت کے عوض اُس کی زمین اور درخت کی پیداوار دینا یا اُس خادم کا عیدگاہ کی زمین ودرخت سے بعوض خدمت نفع اٹھانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کمیٹی اُجرت کے طور پر عیدگاہ کی پیداوار خادم کے لئے طے کردے، تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب بعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذٰلک إلى آخر المصالح.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الوقف / مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته ٣٦٦/٤ كراچی، ٥٥٩/٦ زكريا، البحر الرائق ٢١١/٥ كوئٹه، الدر المنتقى / كتاب الوقف ٥٨٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

کل ما صلح ثمنًا أي بدلاً في البیع، صلح أجرةً؛ لأنها ثمن المنفعة. (شامي / کتاب الإجارة ۹/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کے خودساختہ مجاور کے خلاف قانونی کارروائی کرنا؟

سوال (۴۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرار گولیا ر میں واقع عیدگاہ کے سلسلہ میں ایک شخص منظور علی نامی نے ۱۹۴۷ء میں عیدگاہ کے کھاتہ میں اپنے آپ کو مجاور کی حیثیت سے لکھوایا ہے اور اُس کا وہ رجسٹریشن کرانے کے در پے ہے، تو محترم سوال یہ ہے کہ عیدگاہ کا مجاور ہوتا ہے یا نہیں ژ اور وہ مجاور اپنے آپ کو عیدگاہ کی ملکیت کا وارث سمجھتا ہے، اور ہم لوگ اس کو مجاورت سے ہٹانے کی کوشش میں ہیں اور مقدمہ کر رہے ہیں، یہ حربہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ کا مجاور نہیں؛ بلکہ متولی ہوتا ہے، جو شخص بزعم خود مجاور بن بیٹھا، اُس کے خلاف قانونی کارروائی کرنا درست ہے۔

وفي الأسعاف لا یولي إلا آمین قادرٌ بنفسه أو بنائبه؛ لأن الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن؛ لأنه یخل بالمقصود، وکذا تولیة العاجز؛ لأن المقصود لا یحصل به. (البحر الرائق / کتاب الوقف ۲۲۶/۵ کوئٹه، شامي، کتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ۳۸۰/٤ کراچی، الفتاویٰ الهندیة / الباب الخامس في ولایة الوقف وتصرف القیم الخ ۴۰۸/۲ کوئٹه)

القیم إذا لم یراع الوقف یعزله القاضي. (شامي، کتاب الوقف / مطلب فیما یعزل به الناظر، فاستفید منه أنه إذا تصرف بما لا یجوز کان خائنًا یستحق العزل ۳۸۰/٤ کراچی، البحر الرائق /

كتاب الوقف ٥/٢٣٤ كراچی)

ويـنـزع وجوبًا ولو غير مامونٍ. (كـذا فـي التنوير ٣٧٩/٤، تنوير الأبصار على الشامي، كتاب الوقف / مطلب في شروط المتولي ٥٧٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی مسجد میں ''بلاک پرمکھ'' کے کوٹے سے بھراؤ ڈلوانا؟

سوال (۴۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے قصبہ میں جو قبرستان ہے وہ اِس وقت زمین کی سطح سے کافی نیچائی میں آ گیا ہے، قبرستان میں میت اور عیدین کی نماز کے واسطے جو مسجد بنی ہوئی ہے نیچا ہونے کی وجہ سے برسات میں پانی بھر جاتا ہے، اس مسجد کی سطح کو اٹھانے کا خرچہ کافی مہنگا ہے، اِن تمام صورتِ حال کے پیشِ نظر عیدگاہ کمیٹی نے ''بلاک پرمکھ'' (سلمان) کے کوٹے سے مٹی ڈالوانے کے لئے رابطہ قائم کیا ہے۔

لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم عیدگاہ کی مسجد میں بلاک پرمکھ کے کوٹے سے بھراؤ ڈلوا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آئندہ کسی فتنہ اور حکومت کی دخل اندازی کا اندیشہ نہ ہو، تو بلاک پرمکھ کے کوٹے سے عیدگاہ یا قبرستان میں مٹی ڈالوانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وهـدية أهـل الـحرب وما أخذ منهم بغير قتال، وفي تقريرات الرافعي أي للإمام وإلا فهي للآخذ. (شـامي / مـطلب: في بيان بيوت المال ومصارفها ٢٨٢/٣ زكريا، امداد المفتيين كامل ١٠١٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ سے متصل بسنے والوں کا عیدگاہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھنا؟

سوال (۴۸۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں کے چندلوگ عیدگاہ کے قریب اپنا کاروبار کرتے ہیں، گاؤں کی مسجد وہاں سے کافی دور ہے؛ اس لئے عیدگاہ میں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُس عیدگاہ میں پنج وقتہ نماز پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن جب تک اُسے مسجدِ شرعی نہ بنایا جائے وہاں پنج وقتہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا۔

وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء، وإن انفصل الصفوف رفقًا بالناس لا في حق غيره به يفتىٰ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الصلاة / مطلب في أحكام المسجد ٦٥٧/١ كراچی، ٤٣٠/٢ زكريا، البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل لما فرغ من بيان الكراهية في الصلاة ٣٦/٢ كوئٹه، حاشية الشلبي على الزيلعي / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل كره استقبال القبلة بالفرج) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۲۳ھ

کیا مملوکہ عیدگاہ میں نماز پنج گانہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال (۴۸۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس کی زمین میں عیدگاہ ہے اور اُس کا کہنا ہے کہ کوئی نماز عیدین پڑھے یا نہ پڑھے، میں نہ کسی کو روکوں گا اور نہ کسی کو کہوں گا کہ نماز عیدین پڑھنے آؤ، اور گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ تم جب تک عیدگاہ کو اور زمین کو یعنی جس میں قبریں ہیں، وقف نہ کروگے تب تک ہم لوگ اس میں نماز عیدین نہیں پڑھیں گے، تو اس عیدگاہ میں نماز عیدین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمین میں پیڑ پودھے ہیں، اِس بنیاد پر وہ وقف نہیں کرنا چاہتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جو عیدگاہ وقف نہیں؛ بلکہ مملوک ہے اور مالک نے اُس میں نماز کی اِجازت دے رکھی ہے، تو ایسی صورت میں عیدگاہ میں نماز پڑھنا درست ہے؛ کیوں کہ عیدگاہ کا وقف ہونا شرط نہیں ہے؛ بلکہ مملوک میں باجازت مالک نماز عید ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹/۱۱۸-۶/۱۷۱)

نیز لوگوں کو وقف کے لئے اصرار نہ کرنا چاہئے؛ کیوں کہ عید کی نماز کا مقصد شہر سے باہر نکل کر شانِ اسلام کا اظہار ہے جو اس عیدگاہ سے بھی حاصل ہے۔

الخروج إلی الجبانة في صلاة العید سنة، وإن کان یسعهم المسجد الجامع، علی هٰذا عامة المشائخ وهو الصحیح، کذا في المضمرات. (الفتاویٰ الهندیة / باب في صلاة العیدین ۱/ ۱۵۰)

وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عید فهو مسجد في حق جواز الاقتداء، وإن انفصل الصفوف رفقًا بالناس لا في حق غیره به یفتیٰ. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الصلاة / مطلب في أحکام المسجد ۱/۶۵۷ کراچی، ۲/ ۴۳۰ زکریا، البحر الرائق، کتاب الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، فصل لما فرغ من بیان الکراهیة في الصلاة ۲/ ۳۶ کوئٹه، حاشیة الشلبي علی الزیلعي / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، فصل کره استقبال القبلة بالفرج) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ میں غیر مسلم کی طرف سے بچھائی گئی صفوں پر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چندوسی کی عیدگاہ میں دس ہزار سے زائد لوگ نماز پڑھتے ہیں، وہاں جودری وغیرہ کی صفیں بچھائی جاتی ہیں، وہ وہاں کے چیئرمین ہرسال دونوں عیدوں میں اپنے پیسوں سے بچھواتے ہیں،

جب کہ وہ غیر مسلم ہیں، کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؟ وہاں کے مسلمانوں کو اللہ نے اتنی وسعت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی جیب سے وہاں کا خرچ اٹھا سکتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی دینی وملی مصلحت کے خلاف نہ ہو، تو غیر مسلم کی طرف سے بچھائی گئی صفوں پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ عیدگاہ کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے صفوں کا انتظام کیا جائے؛ تاکہ اِس کارِ خیر میں کوئی سیاسی مفاد اثر انداز نہ ہو۔

وأما الإسلام فليس من شرطه، فصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم، كما لو وقف على أولاده أو على الفقراء أو فقراء أهل الذمة. (البحرالرائق / كتاب الوقف ١٦/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز عید سے پہلے سیاسی بے ریش آدمی کا دین کی بات کرنا؟

سوال (۴۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عید کی نماز سے پہلے باوجود امام صاحب کے ہونے کے بے شرع شخص دین کی بات کرے، اور وہ سیاست سے تعلق رکھتا ہو، کچھ لوگوں کو اس پر اشکال ہوا، تو انہوں نے اس بات کو کمیٹی کے لوگوں میں رکھا، اور کمیٹی والوں نے مرادآباد کے علماء سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا، اس بارے میں آپ حضرات رائے لکھ دیں؛ تاکہ وہاں کے لوگوں کو کمیٹی سمجھا سکے، یہ تقریر کرنے والے صاحب عالم بھی نہیں ہیں، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ کا ممبر سیاسی اثر ورسوخ سے پوری طرح پاک ہونا چاہئے، اور وہاں سے ایسے شخص ہی کو بیان کی اجازت ہونی چاہئے جو باشرع ہو اور دین کا وسیع

علم رکھتا ہو، اور بہر حال عید جیسے دینی اجتماعات میں سیاسی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۴/۳۴۳ زکریا)

عن عوف بن مالک الأشجعي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا یقص إلا أمیر أو أو مختال. (مشکاة المصابیح/ کتاب العلم ۳۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کا عیدگاہ میں جانا؟

سوال (۴۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورتیں عیدگاہ جاسکتی ہیں؟

جواب: ہاں اس سلسلہ میں صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ نماز اور دعا میں شریک رہیں گی، حائضہ اور نفساء عورتیں دعا میں شریک رہیں گی اور نماز سے الگ رہیں گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس میں کوئی شک نہیں کہ دورِ نبوت میں حضرات صحابیاتؓ مساجد میں اور عیدگاہ میں تشریف لاتی تھیں، مگر وہ دور خیر القرون ہونے کے باعث فتنوں سے محفوظ تھا، دورِ نبوت کے بعد جب رفتہ رفتہ فتنوں کا شیوع ہونے لگا، تو خود دورِ صحابہ میں عورتوں کے مساجد میں آنے کی ممانعت کی گئی، اور ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ اور طاہرہ خاتون نے برملا اِس بات کا اظہار کیا کہ: ''اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے دور کی عورتوں کی بے احتیاطیاں دیکھ لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو مسجد میں آنے پر اِس طرح پابندی لگادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں پر پابندی لگائی گئی تھی''۔

تو غور فرمایئے! جب دورِ صحابہ کے بارے میں سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ ہے، تو آج جب کہ قدم قدم پر فتنے ہیں اور خطرات واقعات بن کر آرہے ہیں، ان میں

خواتین کومساجد اورعیدگاہوں میں بے محابا آنے کی ترغیب کیسے دی جاسکتی ہے؟ آج کے پرفتن دور میں جولوگ عورتوں کومساجد اورعیدگاہوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ ایک خطرناک فتنہ کو دعوت دے رہے ہیں، اور اُن اَحادیث کی صراحۃً خلاف ورزی کرر ہے ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کوگھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اور اُن کے لئے مسجد میں جانے کے بجائے گھر میں نماز پڑھنے کوافضل قرار دیا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (سنن أبي داؤد / باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد ٨٤/١)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: لو أدرک رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل. (صحيح البخاري / باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس ١٢٠/١، صحيح مسلم ١٨٣/١، سنن أبي داؤد ٨٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ عیدین کی نماز میں شریک ہونا؟ یا علیحدہ جماعت کرنا؟

سوال (۴۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کوعیدین کی نماز مردوں کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ اورعیدین کی نماز عورتیں تنہا جماعت کے ساتھ ادا کرسکتی ہیں یانہیں؟ اگر جائز ہے تو دلائل سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں پرعید کی نماز واجب نہیں اوراِس پرفتن دور میں

ہندوستان جیسے مما لک میں عورتوں کا عیدگاہ جانا اور جماعت میں شرکت کرنا سخت فتنہ کا باعث اور مکروہ ہے۔ اِسی طرح صرف عورتوں کی جماعت جس میں اِمامت عورت ہی کرے اُس کو بھی فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أنه كان لا يخرج نساء في العيدين، وفي رواية عن هشام بن عروة عن أبيه: أنه كان لا يدع امرأة تخرج إلى فطر ولا أضحى.

(المصنف لابن أبي شيبة ٢٣٤/٤ المجلس العلمي، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠٨/٢ رقم: ٣٤١٨ زكريا)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: لو أدرك رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل، فقالت لعمرة: أو منعن، قالت: نعم. (صحيح البخاري، كتاب الأذان / باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس ١٢٠/١ رقم: ٨٦١، ف: ٨٦٩، صحيح مسلم، كتاب الصلاة / باب خروج ا لنساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة وأنها لا تخرج مطيبة ١٨٣/١ رقم: ٤٤٥)

أخرج الطبراني عن أبي عمرو الشيباني أنه رأى ابن مسعود يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة ويقول: اخرجن إلى بيتكن خير لكن. (المعجم الكبير للطبراني ٢٩٤/٩ رقم: ٩٤٧٥، الفتاوىٰ التاتارخانية / من يجب عليه الخروج ٦١٤/٢ رقم: ٣٤٢٩ زكريا)

ويكره تحريمًا جماعة النساء ...... ويكره حضورهن الجماعة، ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقًا على المذهب المفتى به لفساد الزمان. (الدر المختار ٣٠٥/٢-٣٠٧ زكريا

ويكره للنساء أن يصلين وحدهن الجماعة؛ لأنها لا تخلو عن ارتكاب محرم، وهو قيام الإمام وسط الصف، فيكره كالعراة. (فتح القدير / باب الإمامة ٣٦٢/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

M.P یا M.L.A فنڈ کا روپیہ عیدگاہ کی باؤنڈری میں لگانا؟

سوال (۴۸۶): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چندوسی شہر میں غربہ دروازہ واقع بڑی عیدگاہ ہے، جس کی باہری دیوار یعنی باؤنڈری بنانا درکار ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کسی ایم پی یا ایم ایل اے چیئر مین یا سرکاری فنڈ کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایم پی یا ایم ایل اے فنڈ سے با قاعدہ سرکاری طور پر عیدگاہ کی چہار دیواری بنانے کے لئے امداد کی جاتی ہے، تو اُس رقم سے چہار دیواری بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۶۲۱، ۱۵/۱۱۴، ۲۰/۱۴۵ ڈابھیل، کتاب الفتاویٰ ۴/۲۰۹)

اختلف الناس في أخذ الجائزة من السلطان، قال بعضهم: يجوز ما لم يعلم أنه يعطيه من حرام. قال محمدؒ: وبه نأخذ ما لم نعرف شيئًا حرامًا بعينه، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٥/٣٤٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک عیدگاہ کا سامان دوسری عیدگاہ میں لگانا؟

سوال (۴۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ تنگ ہوگئی اور دوسری عیدگاہ تیار ہورہی ہے، آدھے کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی عیدگاہ کا کیا ہو؟ پہلی عیدگاہ ملبہ زمین وغیرہ فروخت کرکے دوسری عیدگاہ میں لگادیں، اس زمین کا کیا ہو؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملبہ وغیرہ دوسری عیدگاہ میں لگادیں اور زمین کو کرایہ پر دے کر اُس سے آئندہ آمدنی کا ذریعہ بنائیں اور اُسے دوسری عیدگاہ میں خرچ کردیں۔

ونقل في الذخيرة عن شمس الأئمة الحلواني: أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب ولا يحتاج إليه لتفرق الناس عنه، هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجدٍ أو حوضٍ اٰخر؟ فقال نعم. (شامي، كتاب الوقف / مطلب: فيما لو خرِب المسجد أو غيره ۳۵۹/٤ كراچی، ۵۵۰/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کی زمین غیر مسلم آبادی میں آجانے کی وجہ سے اُسے بیچ کر پیسہ قبرستان میں لگانا؟

سوال (۴۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں عیدگاہ کے نام سے جگہ چھوڑ دی گئی تھی، اور اُس جگہ کی بنیاد بھی رکھ دی گئی تھی، کافی عرصہ ہوا؛ لیکن اُس کے اندر ابھی تک عید کی نماز نہیں ہوئی تھی، اَب وہ جگہ غیر مسلم آبادی کے بیچ آگئی، اِس وجہ سے گاؤں والوں نے اُس جگہ کو بیچ دیا، اَب اِس روپئے کو گاؤں کے قبرستان میں لگانا چاہتے ہیں، آیا اس روپئے کا استعمال قبرستان میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو عیدگاہ کی وہ زمین فروخت نہیں چاہئے تھی، بالفرض اگر وہ زمین بالکل ہی ناقابل انتفاع تھی تو بھی اُس سے حاصل شدہ آمدنی قبرستان میں نہیں لگائی جاسکتی؛ بلکہ اس رقم سے دوسری عیدگاہ کے لئے جگہ خرید کر وقف کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۱۴/۱۵ ڈابھیل)

فـإذا تم ولزم لايملك و لا يعار ولا يرهن. (تنوير الأبصار) وفي الشامي: قـولـه لايـمـلـك: أي لايكون مملوكًا لصاحبه ولا يملك أي لايقبل التمليك لـغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه. (شامي، كتاب الوقف / قبيل مطلب في شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهنٍ ٥٣٩/٦ زكريا)

إذا صـح الـوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه. (الهـداية / كتاب الوقف ٦٤٠/٢ مكتبة شـركـت عـلـمية ملتان، وكذا في فتح القدير / كتاب الوقف ٢٢٠/٦ مكتبه مصطفىٰ البابي الحلبي مصر، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوقف ٣٤٢/٥ زكريا)

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الـدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كـراچـی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۰/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ